

طِبِّ جَمَانِی وَطِبِّ رُوحَانِی

# مَجَرَّاتِ اِمَامِ غَزَالِی



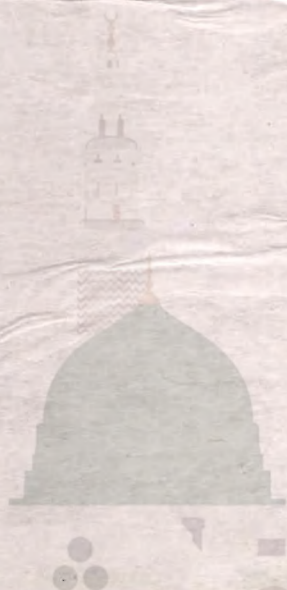
مَصْنُوع

حُجَّۃُ الْاِسْلَامِ (رَحِمَہُ اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) رَحْمَتُہٗ عَلَیْہِ رَحْمَتُہٗ عَلَیْہِ رَحْمَتُہٗ عَلَیْہِ

ترجمہ

مولانا سید عافظ یاسین علی حسنی نظامی

افصیل  
ناشران و تاجران کتب الہیہ  
www.maktabah.org



[www.maktabah.org](http://www.maktabah.org)



عربی حجازی و عربی رومانی

# جہانگیر نامہ

تالیف امیر خسرو دہلوی

مولانا سید عارف علی شاہ

تاج محل

نور محمد

نور محمد

نور محمد

نور محمد



[www.maktabah.org](http://www.maktabah.org)

طِبِّ جِہَانِی وَ طِبِّ رُوحَانِی

# مَجَرَّاتِ اِمَامِ غَزَالِی



مصنّف

حُجْوَةُ الْاِسْلَامِ (اِمَام) ابُو عَلِيٍّ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغَزَالِی

ترجمہ

مولانا سید حافظ یاسین علی حسنی نظامی

ناج بک پبلش

کورٹ روڈ، گاڑی کھانا،

حمید آباد سناہ

افصیل ناشران و تاجران کتب لاہور  
عزنی سٹریٹ ۵ اردو بازار

[www.maktabah.org](http://www.maktabah.org)



نام کتاب

( جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں )

نام کتاب	مجربات امام غزالیؒ
مصنف	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر	القیصل پبلیشنگ کمپنی لاہور
مطبع	سندھ ساگر پرنٹرز لاہور
طبع	اول ۱۹۸۳
قیمت	محلہ روپے
	غیر محلہ ۶۵/- روپے

# فہرست مضامین کتاب طب جسمانی و طب روحانی مترجم اردو مصنف امام محمد غزالی

۱۵	منیہ اسباق	۲	پہلا مقالہ طب کے بیان میں
۱۶	تیسری فصل ہیئت اعضا کی کیفیت میں		پہلا باب انسانی پیدائش کی کیفیت اور
۱۹	مری اور معدہ کی ہیئت	۲	بدن کی تشریح۔
۲۰	انترہیوں کی ہیئت		حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی
۲۱	غور تو کر کہ تم کو خدا نے پیدا کیوں کیا ہے	۳	کیفیت۔
۲۲	ہڈیوں اور رگ پٹھوں کی تشریح میں	۳	سلسلہ قوائد و مسائل کی حقیقت
	پہلی فصل عضلات کی تعداد اور ان کی وضع	۴	تربیت جنین میں کوکب سبع کے اثرات
۲۳	کے بیان میں		حیات و نبوی کی تشبیہ جنین کے سات
	عضلات کے افعال	۵	تغذات کے ساتھ
	عضلات کی نازک تشبیہ احکام شریعت	۶	انسان کے اچھے یا برے خاتمہ کامیاب
۲۴	کے ساتھ	۷	مسئلہ در
۲۵	دوسری فصل ہڈیوں کی تشریح میں	۸	آیت نفخت فیہ من روحی کی تشریح
	انسان اپنے بدن کی ہڈیوں کا شمار		آیت ثلثہ استوی علی العرش کی
۲۶	کس طرح ادا کر سکتا ہے	۹	ایک غریب تفسیر
۲۷	حشر اجساد پر بحث لطیف	۱۰	روح کے ساتھ مدارج کی تقسیم
	تیسری فصل پٹھوں کی تشریح میں	۱۱	تحصیل سعادت کی تحریص
۲۸	شریعت و ملت کے اعصاب کیا ہیں		دوسری فصل بدن کی تشریح میں
	چوتھی فصل عروق و شرائن کے بیان میں		اخلاط اربعہ کی ماہیت
۳۲	عروق و شرائن کی تشبیہ ہنریں سے۔	۱۴	یہ ڈانچ کھڑا کیوں کیا گیا ہے ؟
	حدیث الشیطان یجری فی نبی آدم		نماز بدن کی تطہیق باطن نفس سے اور



- ۳۲ مکجوی الدم کی قابل دید تشریح
- ۴۶ پہلی فصل جسمانی امراض اور عین کی دواؤں کا بیان
- ۳۳ فخر فاسد کا عمدہ آسان علاج
- ۴۷ پہلی طرف علل اور امراض مکلیہ کے بیان میں
- ۳۴ حکم دیا کرتا ہے ؟
- ۴۸ سر کی بیماریاں
- ۳۵ درستی و اصلاح کی فکر کے متعلق نہایت
- ۴۹ سیدہ، عمدہ، جگر، مثانہ، طحال کے امراض
- ۳۶ ہی اعلیٰ مضمون
- ۵۰ خون کی خرابی سے کیا کیا امراض پیدا ہوتے ہیں
- ۳۷ اعتدال احوال قلب کی ضرورت
- ۵۱ مرض کی تعریف
- ۳۸ نبض اور اس کی کمیت و کیفیت کے بیان میں
- ۵۲ اعضا و رتبہ کی تفصیل
- ۳۹ نبض اور قارورہ کا تعلق انحناف اور اسے
- ۵۳ انسان بدن کے حالات کے متعلق حکماء کے اختلافات اور امراض کے اقسام
- ۴۰ نبض کی ولایت توجید ربانی پر
- ۵۴ مرض استسقا کے اقسام اور ہر قسم کا علاج
- ۴۱ دوسری فصل نبض کی کمیت و کیفیات کا بیان
- ۵۵ سفید و صعبوں اور سیاه برص کا علاج
- ۴۲ تیسری فصل نبض کی حقیقت اور اس کے اشارت میں
- ۵۶ تشنج اور کان کے ثقل و زبان کے بھاری ہونے کا معالجہ
- ۴۳ نبض ظاہری کی تطبیق نبض ایمانی کے ساتھ
- ۵۷ بخار کی کل اقسام اور ہر ایک کی علت
- ۴۴ اور قرآن شریف سے اس پر اسناد لال۔
- ۵۸ باری کے بخار کا علاج
- ۴۵ نہایت عجیب مضمون ہے
- ۵۹ تپ محرقہ اور حمی مطبقة کا بیان
- ۴۶ نبض کی تشبیل قلب کے دس حالات کے ساتھ اور اس پر دل آویز تحریر
- ۶۰ دوران اور دودوات الجنب اور زہم کا علاج
- ۴۷ قلب اور نبض کا تعلق
- ۶۱ آنکھ دکھنے کا علاج اور نہ کام کیلئے مفید دوا
- ۴۸ چو غناباب امراض اور دویہ کے بیان میں
- ۶۲ مرض سرس کا علاج



- ۴۳ قلب مرض کا استسقاء
- ۴۴ گرہ کی کثرت کا نتیجہ
- ۴۵ روحانی ادویہ کے اقسام
- ۴۶ قلب تندرست پر حق کی تجلیات
- ۴۷ قلب کی اکسیر اعظم و دوا النفع
- ۴۸ قلب کی دیگر ہلک امراض اور ان کی تشریح
- ۴۹ شریعت محمدی ہر قسم کے بیمار اور تندرست کے موافق مزاج ہے
- ۵۰ دوا اپنا اثر دکھا ہی دیتی ہے خواہ مرہین اس کی حقیقت سے نا آشنا ہو
- ۵۱ روحانی امراض کا بحوث مجھ ترتیب دار
- ۵۲ ذکر
- ۵۳ الابل - امید اور اس کا علاج
- ۵۴ البغضاء - بعض کی حقیقت اور اس کا علاج
- ۵۵ مرض سخی اور اس کا علاج
- ۵۶ مرض جبل " " معالجہ
- ۵۷ " جبل اور اس کی تشریح
- ۵۸ مرض جفا، ظلم اور اس کا علاج
- ۵۹ مرض ہوئی بخدا ہش نفسانی اور اس کا تدارک
- ۶۰ دنیا میں فساد کس چیز سے پھیلتے ہیں
- ۶۱ ہوئی کے دیگر لوازمات
- ۶۲ اہل ہوئی فرقے
- ۶۳ مرض و سواس اور اس کے داخل و تدارک
- ۶۴ رعایت اور اس کی تعریف و اصلاح
- ۵۹ شقاق، مقعد اور درد صراع و حقیقت کا علاج
- ۶۰ ضعف بصر یعنی بینائی کی کمزوری کا علاج
- ۶۱ اعلیٰ قسم کے مفید سرمے
- ۶۲ آنکھ کے ناخن کا علاج
- ۶۳ بول تنگی یا ٹیس سے آنے کا علاج
- ۶۴ زبان کے نیچے کے غذا و فالج کا علاج
- ۶۵ قورنج کے اقسام اور علاج
- ۶۶ کابوس اور لغتوہ کا علاج
- ۶۷ مایخو لیا و لذت الدم کا علاج
- ۶۸ وجع المعدہ، مہیضہ، یرقان کا معالجہ
- ۶۹ امراض جسمانی زیادہ خطرناک ہیں یا امراض نفسانی
- ۷۰ چند مفرد ادویہ کے خواص
- ۷۱ طب جسمانی پر عدم قناعت اور طب نفسانی کی پر زور ترغیب
- ۷۲ انبیا کس قسم کے مردے زندہ کرتے تھے
- ۷۳ شریعت کی پیروی سے جسمی امراض بھی روحانی امراض کی طرح بالکل دور ہو جاتے ہیں
- ۷۴ دوسری فصل امراض روحانیہ اور ان کی اصلاح کا بیان
- ۷۵ قلب کے اعضائے جوارح اور جو اس شمسہ کی مطابقت جسمانی اعضا اور روحانی قوتوں کے ساتھ۔
- ۷۶ قلب کی مرض صراع کیا ہے؟
- ۷۷ قلبی مایخو لیا کی حقیقت





- ۱۲۰ ثنائی فی الحقیقت کون ہے  
کل امراض روحانیہ کو دور کر دینے اور طبع سے  
اکھٹے دینے والی معجون کریمہ اور اکسیر اعظم اور  
اس کی توضیح
- ۱۲۰  
۱۲۱ ایک نفیس نکتہ (حکمرطیبہ کے متعلق)  
۱۲۲ امراض و شفا کے مصادیق کی تحقیق  
پانچواں باب حفظ صحت کے قوانین میں  
۱۲۳ فصل اول صحت جسمانی کی حفاظت میں  
حفظان صحت کی تدابیر کا معیار کن امور کے  
علم پر ہے  
۱۲۴ پہلے زمانہ کے اطباء نے کن کن ذرائع سے  
معالجات معلوم کیے  
۱۲۵ اخلاط الاربعہ کی اصلاح کی تدابیر  
فصد اور مسہلوں کے مناسب اوقات  
کھانے پینے کے آداب  
۱۲۶ جماع کے بارے میں نہایت ضروری ہدایاں  
لباس کے بارے میں نہایت مفید باتیں  
مرشقت کے کام کس وقت کرنے چاہئیں  
اور آرام کس وقت کرنا مفید ہے  
حمام اور غسل کے متعلق ضروری ہدایاں  
کس مزاج والے کو کس قسم کی خوشبو استعمال  
کرنی چاہیے  
حافظ صحت کے لیے مقوی اعضا کی مسہل  
خفہ صحت کی رچ سے بڑی منفرد کہ
- ۱۱۰ فکر اور اس کے فوائد  
ریاضت کے منافع  
نہدرشون اور صدق کا استعمال بطور علاج  
۱۱۱ کے اور ان کے بے نظیر فوائد  
اضطرار طبابت اور حسن ظن سے امراض  
روحانی کا علاج  
۱۱۲ حسن ظن کا معجون کن کن روحانی اور دنیوی غم  
سے مرکب ہے اور اس کے فوائد  
۱۱۳ عفت کے خواص  
غیرت اور اس کے اقسام اور قسم کے مفاد  
۱۱۴ فہم اور اس کی تشریح اور اس کے نالہ مرض  
کے متعلق فوائد بلید  
قرآن شریف کے کثیر المنافع فوائد جمیع امراض  
اور جمیع طبائع کے لیے  
۱۱۵ اکلف عن المعاصی کا استعمال  
۱۱۶ لیکن یعنی نرمی اور اس کے استعمال کی مختلف  
ترکیبیں اور عجیب و غریب فوائد  
۱۱۷ شاورہ فی الامر کی دلچسپ فلسفی  
اور قابل دید مضمون  
۱۱۸ نبالہ اور اس کی تشریح اور اس کا تعلق  
ورج سے  
ہدایت اور اس کے بے نظیر فوائد  
۱۱۹ ہدایت پانے والوں کی اقسام  
یقین اور اس کے عظیم المثالی خواص



۱۳۸ نفی و اثبات کی حقیقت کا انکشاف

۱۳۹ ہدایت و ضلالت کس کے اختیار میں ہے

۱۴۰ ذاتِ خداوندی کی تعریف

توحیدِ عوام

خواص

معرفت الہی اور الہیت و ہریت ذاتِ باری

پرفلسفیانہ بحث

۱۴۲ دوسری فصل توحید ذاتِ باری میں

ہو اور احد و احد کی باریکیاں اور انکے لحاظ

۱۴۸ معرفت صحیحہ کا منشا کیا ہے

دوسرا باب صفاتِ باری کی تشریح میں

۱۵۰ پہلی فصل اسماءِ اوزات کی تشریح میں

۱۵۱ مقربوں اور دیگر فلاسفوں کی غلطیاں

۱۵۲ صفاتِ ذاتی کی تحقیق

۱۵۴ غیر ذاتی کا بیان

اسمِ قدوس، سلام، یمن کی تشریح

دیگر اسمائے الہی کے لحاظ و معارف

۱۵۵ اور آیاتِ قرآنی سے ان کی مزید توضیح

اسمائے خداوندی کی دوسری تقسیم اور اس

کی توجہات

۱۵۹ اسم، مسئلہ اور تسمیہ کی بحث

۱۶۰ دوسری فصل صفات کے متعلق اور زیادہ

تحقیق کے بیان میں

ربوبیت، الہیت اور ہریت کے مارج

۱۴۸ اور اس کے اقسام

دوسری فصل روحانی مفہم صحت کے بیان میں

۱۴۹ صحتِ روحانی کی حفاظت کی ضرورت پر

ایک زبردست دلیل

کوئی روحانی دوا ایسی مفید ہے جو کسی

طبیعت کے بھی خلاف نہ آئے

۱۳۰ قرآن شریف کی چند تدابیر رائے حفاظت

روحانی

مہلک امراضِ حسد و غضب و غصہ سے

۱۳۱ نجات کی تدابیر

طعام کو مضحک کرانے والی ایک روحانی اسکیہ

۱۳۲ روحانی صحت کا مرکز کیا ہے اور مرکز

کے نادر طریقے

کلی امراضِ روحانیہ کو دور کر کے صحتِ کمال

لکھنے والی مفرحات ازلیہ اور مفرح حقیقت

۱۳۳ اور مجنون متالیعت کا بیان

۱۳۴ دوسرا مقالہ الہیات کے بیان میں

پہلا باب ذاتِ باری کے بیان میں

پہلی فصل توحید و ذاتِ باری کے نوکر میں

توحید کی دو طرفوں کی تشریح

ذاتِ باری کے متعلق فلاسفوں حکما و

صابیوں اور نصاریٰ و مجوس کے اختلافات

۱۳۵ ۱۳۶ معبودوں کی کثرت اور اس کی وجہ

۱۳۷ خدا تعالیٰ نوکرین معنوں سے ہے

نہایت عمیق فلسفیانہ بحث ہے اور بعض نہایت

ہی اصنافِ دیندین مضامین اس میں مذکور ہیں ۱۸۸

دوسری فصل ان احادیث کے بیان میں

جو لفظ اول کی نسبت وارد ہوئی ہیں ۲۰۱

نبوت کی حقیقت ۲۰۳

سب سے اول خدا نے کس چیز کو پیدا کیا

تین مختلف احادیث میں نازل کی تطبیق "

تیسری فصل پیدائش آدم علیہ السلام کی کیفیت میں ۲۰۶

فرشتوں کی بحث در بارہ حقیقت آدم ۲۰۸

آدم پر علوم کیوں کر منکشف ہوئے ۲۰۹

شیطان کے مقابلہ کی توجہ ۲۱۰

دائرہ گندم کے کھانے کی تحقیق "

حوا کے آدم علیہ السلام کی پیدائش سے

کی حقیقت ۲۱۱

آیت انا عرضنا الامنانہ کی نہایت

اعلیٰ تفسیر

انسان میں کیا اشیاء عجیبہ شامل ہیں اور

کس قوت کے خلب سے انسان ہوتا ہے ۲۱۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچنے میں رسالت اور

حقیقی خلافت کو کون کونسی منازل طے کرنی پڑیں ۲۱۴

آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ پیدائش

میں مطابقت ۲۱۶

اشیاء اولیہ کی گنتی ۲۱۷

اول انسان اور اول ایمان کا حال اور پیدائش ۲۱۸

وہ آیات جو شانِ اہمیت کے لئے نازل ہوئی ہیں ۱۹۱

شانِ ربوبیت کی مظہر آیات ۱۹۲

ہو بہت واحدیت سے نازل شدہ آیات ۱۹۶

اس مضمون پر آخری کلمات طیبات ۱۹۷

تیسرا باب امر الہی کے باب میں ۱۹۸

پہلی فصل ظاہر امر کے بیان میں "

دوسری " امر کی تحقیق میں

حقیقت الامر کی توضیح و تشریح "

اثر الامر کی وضاحت ۱۹۲

صورت الامر اور اس کی حقیقت ۱۹۳

امر کی ہر اقسام کی تطبیق شریعت محمدی "

لیلۃ القدر کی ایک باریک تفسیر ۱۹۴

امر کے ذریعہ معدوم کیسے موجود ہوئے ۱۹۵

امر کی مختلف تفسیریں اور اعلیٰ سے اعلیٰ لفظ

چوتھا باب خداوند تعالیٰ کے فعل اور مخلوق کے

بیان میں ۱۹۷

پہلی فصل ظاہر افعال اور مخلوقات کے بتائیں "

نہایت ہی نفیس مضامین ہیں "

دوسری فصل حقائق افعال کے بیان میں ۱۹۸

روحانی اجسام اور فرشتوں جنوں اور دیگر

روحانیت اور کربوں کا ثبوت ۱۹۹

پانچواں باب ترتیب موجودات کے بیان میں ۱۸۸

پہلی فصل پیدائش عالم کی کیفیت اور اس کی

ابتداء کے بیان میں "



- چٹا باب اس رازِ خلافی کے بیان میں جو کل  
۲۴۲ تیسرا مقالہ نبوت کے بیان میں
- ۲۱۸ موجودات میں ساری وجہی ہے  
پہلا باب نبوت اور رسالت کے نوکریں
- ۲۱۹ آیت نور کی قابل دید تشریحات  
پہلی فصل نبوت اور رسالت اور ان کی
- اور نور بانی کی حقیقت  
ماہیت کے بیان میں
- مشکوٰۃ زجاجہ مصباح کی توضیح اور مخلوقات  
نبوت کن اشخاص کو مل سکتی ہے
- ۲۲۱ کے مراتب سے ان کا تعلق  
باطل کے خلیہ کا سبب
- مولیٰ کے طور پر نور دیکھنے کی تصریح  
خواب کی کیفیتیں
- ۲۲۵ (نہایت نازک اوامیں)  
ضرورت انبیاء
- زجاجہ مصباح مشکوٰۃ و ثبت کا وجود خود  
دوسری فصل نبوت اور رسالت کی حقیقت
- حضرت انسان ہیں  
کے بیان میں
- ۲۲۷ انوارِ رحمانی کے پانچ اقسام  
۲۵۰ نبوت کی تعریف
- ۲۲۸ سر خداوندی کی نورانی اور ظلماتی کیفیات  
رسالت اور نبوت میں فرق
- ۲۳۰ سر الہی کے ظاہری و باطنی افعال  
۲۵۳ تاویل و تزییل کی تشریح
- حضرت انسان کی پیدائش کی حقیقت  
تیسری فصل انبیاء اور مرسلین کے
- ۲۳۳ ہدایت و ضلالت کا منبع  
۲۵۷ مرتبوں کے بیان میں
- ۲۳۴ سر الہی کا ظہور سب سے زیادہ کہاں ہوا  
۲۵۹ قرآن مجید کے فضائل
- اختلاق قوت کا سبب اصلی  
چوتھی فصل ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ
- کوئی قوت کن گن غراض کی متقاضی ہے  
صلح کے متعلق تفصیلی بیان میں اس فصل
- شہیدان کی ماہیت  
کے دوران میں بعض نہایت پیش بہا
- ۲۳۷ رازِ خلافی ہے کیا چیز  
۲۶۲ نکات درج ہیں
- معارج کی حقیقت کے متعلق ایک ایک نقطہ  
۲۶۰ اخلاقی نبویہ کی گنتی
- ایراداتِ مشکلہ کی وجہ  
رسولوں کے اخلاق کی تعداد
- حقیقت میں کوئی بھی سر الہی کا منکر نہیں  
۲۶۱ رسولوں کی ضرورت کن امور میں ہے
- سر الہی کی ماہیت کے بارے میں قولِ فیصل  
۲۶۲ شفاعت کی حقیقت کے متعلق قابلِ تحقیق



- ۲۷۲ فصل چہار بار و صحابہ کبار  
۲۷۹ دوسرے باب وحی کے بیان میں  
پہلی فصل ظاہر و صل کے بیان میں  
وحی کے مراتب ثلاثہ  
۲۸۱ شہد کی مکھی اور نبوت میں تطابق  
۲۸۲ دوسری فصل وحی کی حقیقت اور اس کے  
مراتب کے بیان میں  
۲۸۶ تیسرا باب معجزہ اور کرامت کے بیان میں  
۲۹۵ پہلی فصل معجزہ اور اس کی حقیقت  
معجزہ کی ضرورت اور اس کے فوائد و فضائل  
اور معجزہ کا تعلق  
۲۹۸ دوسری فصل معجزوں کے مراتب اور معجزہ  
کے اپنے وقت پر ظاہر ہونے کی حکمت کے بیان میں  
۳۰۵ موسیٰ کا مفصل قصہ اور ان کے معجزات  
حضرت عیسیٰ ؑ کے زمانہ کا حال اور آپ  
کے معجزہ کی کیفیت  
۳۰۷ حضرت ابراہیم ؑ کے معجزات اور ان کے اسرار  
حضرت آدم، نوح، ابراہیم، یونس اور عیسیٰ  
علیہم السلام کے معجزات کی مامیت  
۳۰۸ نوآن شریف کے فضائل اور معجزات  
تیسری فصل کرامت کے بیان میں  
اور کرامت کی کیا ہے  
۳۱۱ کرامت اور کمانت میں فرق  
۳۱۶ چوتھا باب رویا کے بیان میں
- ۳۱۷ پہلی فصل رویا کی مامیت اور اس کی حقیقت  
۳۱۹ دوسری رویا کے مراتب کے بیان میں  
۳۲۲ درائی خوابوں کا تذکرہ  
۲۲۳ نیک خواب لانے والے اعمال  
اور نبوت کا تعلق  
۳۲۴ پانچواں باب شریعت کے بیان میں  
پہلی فصل شریعت اور اس کی مامیت  
شریعت محمدی کا سائے شریعت سے تعلق  
۳۳۰ چھٹا باب انبیاء کی دعوت اور اس کی کیفیت  
۳۳۲ پہلی فصل رسول کی دعوت کی مامیت اور کیفیت  
دوسری حضور کی دعوت کی کیفیت  
۳۳۴ تیسری فصل فرقہ ناجیب کے بیان میں  
فرقہ و سنت میں کیا فرق ہے  
۳۳۶ بدعت کی جامع مانع تعریف  
سنت کے اقسام  
اتباع سنت کی ضرورت اور منفعین اور  
۳۴۲ کی برائی پر عقلی دلیل  
جماعت کی تعریف  
اسلام کے مستغرق ہیں یا نہیں  
۳۴۵ ناجی فرقہ کو ناسبت  
ساتواں باب خلافت کے بیان میں  
پہلی فصل خلافت کے ثبات میں  
دوسری خلافت کے بیان میں  
تیسری مخصوص ترین خلفاء  
۳۵۶ حضرت ابوبکر کے فضائل  
خلفاء اربعہ کے  
۳۵۷ اور عباسیوں کی خلافت کا ذکر  
اور کتاب کا دلیل اور خاتمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# پہلا مقالہ طب کے بیان میں اس میں پانچ باب ہیں

## پہلا باب

انسانی پیدائش کی کیفیت اور بدن کی تشکیک میں

اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل انسانی پیدائش کی کیفیت میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِیْنٍ مَّعْنٰی ہم نے انسان کو عمدہ اور چمکندہ مٹی سے پیدا کیا ہے۔ تم کو معلوم ہو۔ خدا تم کو نیک بختی عنایت کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے واسطے دو مادہ رکھے ہیں۔ ایک مادہ بعیدہ ہے۔ یعنی پانی اور مٹی اور دوسرا قرینہ ہے یعنی لطفہ۔

اور درحقیقت انسانی مادہ فعل والفعال میں جن سے روح اور جسم کا کام بہورا ہوتا ہے اور طین یعنی پانی اور مٹی مادہ بعیدہ ہیں۔ کیونکہ مٹی سے کل غذا کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور پانی ان کی تربیت کرتا ہے۔ پس جس وقت روئیدگی ظاہر ہوتی ہے حیوان اُس کو کھا لیتا ہے۔ اور یہ اُس کی غذا ہوتی ہے۔ اور پھر حیوان انسان کی غذا ہوتا ہے۔ پس اس غذا کا عرق جو اس کا نہایت لطیف حصہ ہے۔ اُس کو خداوند تعالیٰ لطفہ قرار دیتا ہے۔ اور یہی قرینہ اور صورت انسانی کا قبول کرنے والا ہے۔

تحصیل لطفہ کے متعلق یہ ترتیب اُس وقت صحیح ہوگی جب وجود انسانی کی تحقیق ہو جائے گی۔ پس اس کی توضیح یہ ہے۔ کہ پہلا انسان جس کا نام آدم ہے۔ اُن کے



ماں یا باپ کوئی نہ تھا۔ اور نہ اُن سے پہلے کوئی انسان تھا۔ انہیں آدم کی پشت میں غذا سے نطفہ بنا۔ اور نطفہ سے انسانی صورت مرکب ہوئی۔ پس حاصل یہ کہ آدم کی ابتدا پیدائش مٹی سے ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے۔ **مِنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ** یعنی آدم کو پیدا کیا ہے مٹرے ہوئے گارے کی مٹی سے ۛ

یعنی قوت حیوانیت کو مستعدہ بنایا واسطے مقبول کرنے صورت انسانیت کے اور یہ مٹی جس سے آدم کی پیدائش ہوئی نہایت عمدہ اور معتدلة المزاج تھی نفس کے نور کی قبول کرنے والی اور اس کے اثر سے منفصل ہوئی۔ پھر اسد تقہ نے نطق اور کلام کو اُس میں قایل ٹھہرایا۔ پس جب یہ فعل اور افعال جمع ہو گئے مادہ حیوانی نے صورت انسانی کو قبول کر لیا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب کر کے خبر دی ہے۔ **رَاقٍ جَاعِلٍ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً** میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں یعنی میں نفس انسانی کے رسول کو ارض حیوانی میں بھیجتا ہوں تاکہ مٹی انسان بن جائے اور میں اُس کو کل موجودات میں خلیفہ بناؤں۔ اور نطق و معرفت کے ساتھ اُس کو بزرگی دوں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ **خَلَقَهُ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ** پیدا کیا اُس کو مٹی سے پھر فرمایا اس سے کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔ پس جب فرمان الہی لے اُس میں اثر کیا اور وہ زندہ بولنے والا بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو اپنی معرفت کا شرف عنایت کیا۔ فرماتا ہے۔ **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ** بیشک ہم نے اولاد آدم کو شرف اور بزرگی مرحمت کی۔

بعد ازاں بقا انواع انسانی کو بذریعہ توالد و تناسل مقرر فرمایا۔ اور لطیف اور عمدہ کھانے اُس کی غذا بنائے پھر اس غذا کے لطیف حصہ سے نطفہ پیدا کیا تاکہ یہ صورت انسانی کا قبول کرنیوالا مادہ ہو چنانچہ فرماتا ہے **خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ** یعنی پیدا کیا انسان کو پانی اور مٹی سے اس انسان سے آدم مراد ہے **ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نَطْفَةً فِي قَعْرِ مَكِينٍ** پھر ہم نے اُس کو نطفہ بنایا قرار کی جگہ یعنی رحم مادر میں۔ اس سے آدم کی نس اور ذریت مراد ہے جن کی پیدائش نطفہ سے ہے جو باپ کی پشت سے ماں کے رحم کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اور بقائے نوع انسانی کے واسطے یہی طریقہ جاری رہے ۛ



اب معلوم ہو گیا کہ انسان کا قریب مادہ نطفہ ہے۔ اور یہ خون کا لطیف حصہ ہے۔ جو کل اطراف سے مجتمع ہوتا ہے۔ اس میں صورت انسانی کی قیصل کرنے کی صلاحیت ہے۔ اور خداوند تعالیٰ نے اس کے واسطے محل اور جہزے اور آلات وغیرہ بنائے ہیں۔ تاکہ صاف اور لطیف ہو کر اعضا سے پشت میں پہنچے۔ پھر پشت سے گردوں میں اور گردوں سے شانہ میں اور اس وقت یہ خام مٹی کی صورت میں ہوتا ہے۔ پھر اسی جگہ اُس میں ایک بخار پیدا ہو کر آنکھوں کی رگوں میں بھر جاتا ہے۔ اور حرکت کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ پھر اس حرکت کی قوت سے انزال کے وقت وہ خون پختہ ہو کر سفید اور گاڑھا ہو جاتا ہے۔ اور ایسی لذت حاصل ہوتی ہے جس سے روح کو راحت پہنچتی ہے +

پھر اس نطفہ کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام تیار کر رکھا ہے۔ جس کو رحم کہتے ہیں۔ ایک ٹکوس آدہ ہے۔ جو عورتوں کے جسم میں رکھا گیا ہے۔ جیسے کہ مردوں کے جسم میں ذکر کہ آدہ ہے۔ اویہ یعنی سے نطفہ گزر کر رحم کے اندر تنگ مقام میں واقع ہوتا ہے۔ اور عورت کی منی مرد کی منی سے علیحدہ ہوتی ہے جب یہ دونوں صدف رحم میں مجتمع ہوتی ہیں اور تڑپا کیوں بن جگہ پکرتی ہیں اس وقت فعلی قوتوں کے وسیع ہونے سے اس طرح بنجہ سو جاتی ہیں جیسے دودھ خماں کی آئینش سے وہی بن کر جم جاتا ہے۔ مرد کا نطفہ مثل خماں کے ہے اور عورت کا نطفہ مثل دودھ کے اور اس بنجہ نطفہ کو اللہ تعالیٰ حیض کے خون سے غذا پہنچاتا ہے جس کے باعث سے وہ مضغہ یعنی گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں مستقل ہوتا ہے اور ابھی تک اس پر بشری نقش و نگار اور نفوس انسانیہ کا ظہور نہیں ہوا ہے۔ پھر اس مضغہ میں اللہ تعالیٰ ہڈیاں پیدا کر کے رباطات سے اُن کے جوڑوں کو بندھ کر ٹیڑھوں سے مضبوط کرتا ہے اور رگوں کی رسیاں تمام بدن میں جاری ہوتی ہیں۔ اور خون خاص سے اُن ہڈیوں پر گوشت پیدا ہوتا ہے اور گوشت کے اوپر کمال تسلی کی فیصل کی طرح سے حفاظت کے واسطے پیدا ہوتی ہے۔ اور ہر مہینہ میں موکان جناب باری اس مضغہ کی بدویش پر مقرر ہوتے ہیں اور کو ایک سچ میں سے ہر تارہ نوبت نوبت اسکی خدمت کرتا ہے چنانچہ پہلا مہینہ حل کی خدمت کا ہے دوسرا شتری کا تیسرا مزخ کا۔ دہانک

کہ ساتویں مہینہ میں قمر کی نوبت پہنچتی ہے۔ اور تمام اعضا اور آلات بچہ کے تیار ہو چکے ہیں اور شمس کا نور پہنچاؤ اس کی جلد اور مانتھ پیر الگ الگ اپنی اپنی حد کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور جو اس بھی درست ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت اگر بچہ پیدا بھی ہو جائے تو قوتِ شستری سے زنج رہ سکتا ہے۔ آنکھوں مہینہ میں پھر زحل کی نوبت پہنچتی ہے۔ اور اس کی تاثیر پلو شید رکھتا ہے اگر اس وقت بچہ پیدا ہوگا تو زحل کی خواست کے سبب سے زنج نہ رہے گا۔ پھر نویش مہینہ میں شستری کی قوت سے ولادت واقع ہوتی ہے۔ اور ان نوادہ میں قمر کے قوت سے اس پر واقع ہوتے ہیں۔ پھر عورت کا رحم اُن کے تحمل کی طاقت نہیں رکھتا اس واسطے وضعِ حمل ہوتا ہے۔ اور بچہ کو دنیا کی ہوا لگتی کہ اکب اس کی روح حیوانی کی تربیت میں اور نرشتے نفس انسانی کی تربیت میں مشغول ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بچہ طفلِ کماتا ہے۔ پھر صبی کے درجہ میں پہنچتا ہے پھر شابِ حقی جوان ہوتا ہے۔ پھر کل یعنی ادبیر عسبر کا پھر شیخ یعنی بوڑھا پھر برہم یعنی بہت بوڑھا ہو جاتا ہے پھر اُس کے حواس میں فرق پیدا ہوتا شروع ہوتا ہے۔ پھر اُس کے بعد مر جاتا ہے۔ پس انسان کی ابتدائی حالت پانی اور مٹی تھی اس کے بعد بذریعہ آلات کے نطفہ بنایا پھر نطفہ نے رحم میں پہنچ کر علقہ یعنی خونِ منجمد کی صورت اختیار کی۔ پھر گوشت کا لوتھڑا بنا پھر اُس میں رگیں اور ہڈیاں پیدا ہوئیں پھر اُن پر گوشت اور کھال پہنائی گئی پھر اُس نے زمین پر قدم رکھا اور دنیا میں پیدا ہوا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اس مقام میں اپنی آپ تعریف فرماتا ہے فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ پس برکت والا ہے خدا بہتر سے بہتر پیدا کرنے والا۔ پس یہ سات مرتبہ ہیں جن میں نطفہ پر سات تغیرات واقع ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ جنین بنتا ہے۔ اور پھر جنین بننے کے بعد سے اسی طرح روح پھر موت قالب اور مفارقتِ جسد تک سات تغیرات واقع ہوتے ہیں چنانچہ جنین یعنی پیٹ کے اندر بچہ میں جب روح پڑتی ہے تب وہاں ابھی زندگی بسر کرتا ہے پھر ولادت کے بعد دنیا میں اگر حبش کرتا ہے۔ چنانچہ روح کے اطوار بھی اسی طرح سات ہیں۔ نمو اول۔ حیات ثانیہ۔ قوتِ شباب۔ اعتدالِ عمر۔ رجوع اے الکملۃ تیرخونہ اور ساتواں طور موت اور ایامِ اجل ہیں۔



لوگ خیال کرتے ہیں کہ بچہ رحم سے نکل کر پیدا ہوتا ہے۔ اور روح کے نکلنے سے مر جاتا ہے حالانکہ حقیقت رحم سے نکل کر انسان سو جاتا ہے۔ اور دُنیا سے سفر کرنے کے وقت بیدار ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ لوگ دُنیا میں سوتے ہیں جس وقت مرتے ہیں۔ اُس وقت بیدار ہوتے ہیں۔

لفظہ جب رحم میں کال ہوتا ہے اور تمام آفات سے سلامت رہ کر اعضا پورے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور نفس کی قوت تکمل ہو جاتی ہے۔ اُس وقت وہ عمدہ اور صحیح و کامل جنین ہوتا ہے خوبوں اور حسنات کے قبول کرنے والا۔ اور اگر اس کے برخلاف واقع ہوا ہے۔ تو جنین حقیر و ضعیف بیمار ریئوں کا قبول کرنے والا ہوگا۔ یہی حال بعینہ روح کا ہے۔ کہ رحم سے پیدا ہونے کے بعد وفات تک اگر اُس نے اپنی عمر طلب معارف اور تحصیل علوم عقلمیہ میں صرف کی ہے۔ اور عمدہ روحانی غذاؤں سے نفس کو پرورش کیا ہے پس بدن سے مفارقت کے بعد یہ روح سعید صحیح مقبول اور کامل ہوگی۔ اور اگر اُس نے اپنی عمر کو طلب لغات میں صرف کیا ہے۔ اور نیشات ہی کو غذا ٹھہرایا ہے۔ جب یہ مرنے کے بعد بد بخت مرہض۔ مردود اور ناقص ہوگا۔ کیونکہ انسان کی موت اُسی حالت پر واقع ہوتی ہے جس پر اُس نے زندگی بسر کی ہے۔ اور جس حالت پر مر رہا ہے۔ اُسی پر اُس کا جبر ہوگا۔

اعضاد انسانی اگر رحم میں آفات سے سلامت رہے ہیں۔ تو دُنیا میں بھی سالم ہونگے اور اگر شاد و نادر کوئی آفت کسی ستارہ کی نخوس تاثیر سے پہنچ گئی تو وہ خارج عن الذکر ہے۔ اغلب ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب بچہ آفات ظاہری اور نقص اعضا سے محفوظ رہا۔ تب وہ اچھی صحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اسی طرح روح اگر بدن یا دُنیا میں گناہوں اور جہل و اکاذیب سے محفوظ رہی تو ضرور ہی آخرت میں بدن سے پیچھا ہونے کے بعد تمام نامل و درحقویات سے محفوظ رہیگی۔

ادریہ بھی ممکن ہے کہ ایک روح تمام عمر اکتساب اعمال غیر میں مصروف رہے۔ اور آخری وقت کوئی ایسا بر اقص نہ ہو جو اُس کے واسطے آفت اور عذاب کا موجب ہو۔

اور سلامت سے اُس کو باز رکھے۔ اور اس کا باعث روح کا قصور ذاتی یا تقصیر عرضی ہے۔ اور اسی طرح اس کے برعکس بھی ممکن ہے یعنی روح تمام عمر کتساپ اعمالِ شر میں صرف کرے اور آخری وقت ایسا فعل اُس سے صادر ہو جو اُس کے واسطے سعادت اور فلاحیت کا موجب ہو۔ اس کا باعث روح کا کمال ذاتی ہے چنانچہ یہی مضمون ایک صحیح حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے ۔

سعید الدین مسعود کہتے ہیں ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ اور آپ صادق صدوق تھے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اُس کی ماں کے کمر بیٹ میں اس طرح ہوتی ہے کہ چالیس روز میں لطفہ بنتی ہو تا ہے۔ پھر اُس کا زرعہ میں علقہ بنتا ہے۔ پھر اُسی انداز میں مضغہ بنتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس کے پاس چار باتیں لکھنے کے واسطے ایک فرشتہ بھیجتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اُس سے فرماتا ہے کہ اس کا رزق اور عمل اور عمر لکھ۔ اور یہ بھی لکھ کہ یہ شقی ہے یا سعید۔ فرمایا پس وہ فرشتہ اُس کا رزق اور اُس کی عمر اور اُس کا عمل لکھتا ہے اور یہ بھی لکھتا ہے کہ وہ شقی ہے یا سعید۔ پھر اُس کے بعد اُس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اور تم میں سے کوئی شخص جنت کے عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس میں اور جنت میں صرف ایک قدم کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر اُس کی کتاب اُس پر سبقت کرتی ہے۔ اور اہل نار کے عمل پر اُس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اور دوزخ میں جاتا ہے۔ اور کوئی شخص اہل نار کے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اُس میں اور دوزخ میں صرف ایک قدم رہ جاتا ہے۔ پھر اُس کی کتاب (جو فرشتہ نے علمِ الہی سے لکھی تھی) اُس پر سبقت کرتی ہے۔ اور اہل جنت کے عمل کر کے جنت میں داخل ہوتا ہے۔ یہ حدیث بہت بڑی ہے۔ اور اس میں عظیم الشان فوائد ہیں اور خبر دی گئی ہے رزق اور زندگی کی تقدیر سے اور بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے۔ اور اُمی پر اُس کی حفاظت اور تربیت اور اُس کو مہلت دیتا ہے۔ (تاکہ یہ اپنی انتہائی مقدار کو پہنچ جائے) اور اللہ تعالیٰ ہی انسان کے زندہ کرنے سے پہلے اُس کے تمام احوال کو مقدر کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں روح کے پھونکے جانے سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ روح پرنے سے پہلے ہی سب باتیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ



کا روح پھونکنا صرف اُس کا فرمان اور حکم ہے +

اللہ تعالیٰ نے کل موجودات کو اختلاف کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور روح انسانی کی اضافت اپنی ذات عالی کی طرف فرمائی ہے چنانچہ آدم علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ سَوَّيْتُمَا یعنی میں نے آدم کے قالب کو ترکیب دے کر قابل اور مستعد بنایا۔ ثُمَّ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ پھر میں نے اُس میں اپنی روح پھونکی۔ چنانچہ روح انسانی کو اپنی صفات اور کمال ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اور اس اضافت سے مراد یہ ہے۔ کہ عاقل اس بات کو معلوم کرے کہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد مرقی نہیں ہے۔ اگر یہ شخص زندگانی میں نیک ہے تو موت کے بعد بھی نیک رہیگا۔ اور اگر زندگانی میں مشرک اور جاہل تھا تو موت کے بعد بھی شقی ہے۔ اور بد بختی اور مستوجب عذاب ہوگا +

موت صرف روح کا بدن سے جدا ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ آدم کی پیدائش سے فوشتوں پر فخر فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی پیدائش میں اپنی لطائف صنعت اور عجائب حکمتوں کا اظہار فرمایا ہے۔ اور اس کی ترکیب کی سات قسمیں سرمائی ہیں۔ سَلَالَةُ نَظْفَةٍ عُلْقَةٍ مَضْغَةٍ عَظْمٍ لَحْمٍ جِلْدٍ۔ اس کے بعد انشا ثانی ہے۔ اور ان اقسام سبعہ میں سے ہر تقسیم کو ایک سجدہ میں سے ایک ایک سیارہ سے متعلق ہے چنانچہ کتاب قدیم میں آسمان وزمین کی پیدائش کا ذکر فرما کر سات لطائف میں اظہار ارواح اور ترکیب اجساد کی طرف اشارہ فرمایا ہے اِنَّ رَبَّكُمْ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ یعنی بیشک تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز کے اندر پیدا کیا ہے۔ پس یہ بیان اول سلالہ سے آخر لحم تک کا ہے فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سَلٰلَةِ مِیْنٍ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نَظْفًا فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مَضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمَضْغَةَ عِظًا مَّا فَكَّسْنَا الْعِظَامَ لِحْمًا و یعنی بیشک ہم نے انسان کو خالص اور پسنندہ مٹی سے پیدا کیا ہے۔ پھر اُس کو نطفہ بنا کر رحم میں جگہ دی پھر نطفہ کو علقہ بنایا۔ پھر علقہ کو مضغہ بنایا پھر مضغہ کی ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہڈیوں کو گوشت پہنایا

پہلی آیت میں آسمان وزمین کے ذکر کے بعد فرماتا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ

یعنی پھر خداوند تعالیٰ عرش پر قائم ہوا یعنی روح ناطق جسم کے ساتھ منسلک ہوئی۔ اور فرماتا ہے۔ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۖ أَعْنَىٰ پھر ہم نے انسان کو دوسری پیدائش میں پیدا کیا۔ یعنی پیدا ہونے کے بعد جو اس کا نشو و نما ہوا پھر اللہ تعالیٰ صورتِ انسانی کے کمال طور سے پورا کر کے ربانی تعریف فرماتا ہے قَبَّارُكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ یعنی برکت والا ہے خدا بہتر پیدا کرنے والا۔ اور اُس کی معرفت اور ثنا انسان پر بھی واجب ہے جب کہ اُس نے انسان کی پیدائش پر اپنی آپ تعریف فرمائی۔ کیونکہ جب وہ اس صورت کو پیدا کر کے اپنی تعریف فرماتا ہے۔ پس اس صورت پر بھی لازم ہے کہ اپنے مصور کی تعریف کرے۔ اور اس کی معرفت اور عبودیت بجالائے اور جو اس کی عبودیت اور معرفت میں مشغول ہوگا۔ وہ اپنے عہدہ سے بری ہوگا۔ اور جو اپنی عسمر کو بغوات میں تلف کرے گا وہ قیامت کے روز بڑی بڑی حسرتیں دیکھے گا۔ اور عداوت کے دن سخت عذاب پائے گا۔

اور انہیں ساتوں مرتبوں کے ساتھ خداوند تعالیٰ نے تمہاری روح ناطقہ کے منہ سے بھی تم کو بتلادینے میں۔ کیونکہ نفس جب نطق پر قادر ہوتا ہے۔ اُس وقت بلا رہے۔ اور جب اُس نے اپنے صانع کو پہچانا اُس وقت وہ نطفہ ہوا۔ اور جب اُس نے صاحب کی عبادت کی اُس وقت وہ علقہ بنا اور جب اُس نے غیر سے روگردانی کی مضغ بن گیا پھر جب خفیات حکمت حاصل ہو اعظم بن گیا۔ پھر جب اخلاق جمیدہ سے آراستہ ہوا۔ جسم یعنی گوشت اُس پر پہنایا گیا۔ پھر جب معرفت عقیدہ اُس پر غالب ہوئی اور نورانی جوہریت تسم پہنچی نہ کہ ثانیہ پیدا ہوئی۔ اور یہی وقت رحم بشریت سے اُس کے پیدا ہونے اور نفاذ ملائکت فی ازل ہونے کا ہے اور اس کی تربیت بھی اس وقت نہایت خالص اور عمدہ دودھ کے ساتھ ہوگی یعنی عالم تحقیق سے۔ کیونکہ پچ گشت خدائوں کا مقفل نہیں ہوتا ہے۔ اور نہ دنیا ہے کہ یہ حالت دنیا کی زندگی میں حاصل ہو جائے۔ تاکہ کمال سعادت نصیب ہو۔

خلاصہ یہ کہ طالبِ دود و لادوتوں کا ضرور مستند ہے۔ ایک ولادت جسمیت کے لیے ہونے کے بعد رحم مادر سے چند بعد کی غذا دودھ ہے۔ دوسری ولادت روح کی عقل کے ساتھ کمال ہونے کے بعد رحمِ طبیعت سے ہے۔ اور ولادت کے بعد کی غذا تحقیقِ دودھ



ہے جو پستان تھیں سے اترتا ہے۔ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَايَسْ عَمَلَهُمْ يَنْفَعُ ہر شخص نے اپنے پنے کی جگہ جان لی ۴

اسی مضمون کی طرف کلمۃ الحق اور سیرۃ الخلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے فرماتے ہیں ملکوت سکوت میں وہی شخص نفل ہوگا جو دو قربہ پیدا ہوا ہے اور جو شخص حرم طبیعت اور مادر شہوات سے بدن کی موت سے پہلے پیدا نہیں ہوا ہے۔ وہ آخرت میں نہ درجہ پائیگا۔ نہ جنت میں اُس کو کوئی منزل ملے گی کیونکہ دنیا مزرعہ آخرت ہے۔ جس نے اپنی کھیتی میں کانٹے بوئے۔ وہ انگور نہیں کاٹنے کا۔

پس حقیقت میں سلالہ آدم کی خلقت ہے۔ اور لطفہ نوح ؑ کی دعوت اور علقہ ابراہیم ؑ کی رویت اور غصۂ موسیٰ ؑ کا استماع اور عظم عیسیٰ ؑ کا زہد اور محم ہدیہ عرب قبیلہ اور نشاۃ ثانیہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ہی کے اندر صورت انسانہ پوری ہوئی ہے۔ اور اسی باعث سے حدیث قدسی میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کَوْلَاہِ لَنَا خَلَقْتُ اَنَامًا فَلاَ یَعْنِیْ اَسَہُ اَمَّا اَکْرَمُ کُوْیْدَاہُ کَرَمًا تَوَافَاکَ یَحْیِیْہِ پیدائہ بھی پیدا نہ کرتا وَ لَنَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَ النَّارَ اور البیتہ جنت و دوزخ کو بھی پیدا نہ کرتا۔

معلوم ہو کہ انسان جب اپنی پیدائش کی کیفیت معلوم کر کے تحصیل مہمات میں مشغول ہوگا غذا بایم سے نجات پائیگا۔ اور جس وقت رحم بدن سے تولد ہوگا خداوند تعالیٰ اُس کو شراب مہور حریق مہموم سے پلائے گا۔ پس لازم ہے۔ کہ طبعی لذتوں میں انہماک اور قضاء شہوات میں اشتغال نہ رکھے تاکہ تیری روح بدن سے مفارقت اختیار کرنے کے بعد آتش دوزخ کی سوختگی میں مبتلانہ کی جائے۔ اور سب سے بڑی شقاوت وہ راہی سے محروم ہونا ہے اور سب سے بڑی سعادت اُس کی رضامندی اور نوزلقا کا حاصل کرنا۔ کیوں کہ جس کو تقارباتی حاصل ہوئی وہ ہمیشہ نعمت و لذت اور سعادت و فرحت کے ساتھ باقی ہوا اور جنت میں اُس کو اُنس اور روح و روحان نصیب ہوگی۔ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ جب تک کہ وہ دنیا میں رہے گا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی ایسی بخشش ہے۔ جو کبھی منقطع نہ ہوگی اور اس نے ساتھ و ربوبیت حق مستیں ہیں۔ ایک سے ایک مطالبے حد ہوئے۔ جو نہ

مقطوع ہیں نہ منوعہ اور عمدہ عمدہ چھوٹے۔

اب تم یہ کوشش کرو کہ طبی شہوات سے تمہاری موت کے وقت سے پہلے تمہارا  
تو دلوق ہو جائے۔ کیونکہ انسانی شرف یہی ہے کہ انسان روحانی شخص بن جائے۔ اور روح اور  
قلب کے ساتھ ایسا تصرف حاصل کرے کہ شیطانی قوت بالکل مغلوب ہو جائے۔

## دوسری فصل بدن کی تشریح میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لَا تَاْخُلُقْنَا اِلَّا اِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَوِيًّا**  
پھر مدبرا معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے انسان کو عالم کبیر کا ایک  
نمونہ بنایا ہے۔ اور دو قسموں میں اس کو منقسم فرمایا ہے۔ ایک نفس طاہر لطیف اور دوسرا  
جسم کثیف اور ان دونوں میں روح حیوانی کو وسیلہ قرار دیا ہے۔ جو ان دونوں کی حفاظت  
اور صلاحیت ارادہ اتنی سے قائم رکھتی ہے جسم کی بنیاد دو قاعدوں یعنی دو ستونوں پر کی  
گئی ہے۔ جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور وہ دونوں پیر ہیں۔ اور دو پر اس کو دئے گئے  
ہیں جن سے یہ قبض و بسط اور لین دین کرتا ہے یعنی دونوں ہاتھ اور چپندہ خمر اس کے  
استحت کیے گئے ہیں۔ یعنی جو اس جسم بمنزلہ ایک آباد مکان کے ہے جس کے اندر یہ  
اخلاط اربعہ ہیں جو ارکان اربعہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ پہلی خلط بلغم ہے۔ یہ خون ہے جو مہنوز  
پختہ نہیں ہوا۔ دوسری خلط خون ہے یعنی وہ بلغم جو پختہ ہو گیا۔ تیسری خلط صفرا ہے یعنی خون  
کی جھلک یا کف جو تھمی خلط سودا ہے یعنی خون کا اگل چھٹ۔ بدن کے تمام اعضا انہیں  
چاروں خلطوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر عضو کو اس کا حصہ دیا جاتا ہے۔ اور ہڈیاں بدن  
میں مثل ستونوں کے ہیں جن کو پٹھوں کی طنابوں سے مضبوط اور محفوظ کیا گیا ہے اور  
رگیں بدن کی نہریں ہیں۔ ان میں خون جاری رہتا ہے۔ اور ہڈیوں کے جوڑوں کو عضلات  
سے ترکیب دی گئی ہے۔ اور اعصاب نے باندھ کر عروق سے ان کو برابر کر دیا ہے۔

لہٰذا یہی بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو مرکب نطفہ سے تا کہ اس کی آزمائش کریں۔ پھر اسی حالت میں اس کو

سننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔ ۱۱



پھر بڑوں پر گوشت کی پوشش چڑھائی گئی اور گوشت پر کھال کا لباس پہنایا اور پھر اس پر کھال اور گوشت کے درمیانی انجروں کے فضلات سے بال نمودار ہوئے ۔

ان طبقوں میں یہ اضلاع مختلف اندازوں کے ساتھ رکھی گئیں ہیں ۔ چنانچہ گوشت میں خون کا غلبہ ہے ۔ اور مغز دماغی مغز میں طبع غالب ہے ۔ اور ہڈیوں میں سودا کا غلبہ ہے ۔ اور آترندوں میں صفرا غالب ہے ۔

پھر بدن کی دو قسمیں کی گئیں ہیں ۔ ایک قسم ظاہر ہے یعنی ہمارے پشت اور پیٹ کی ہڈیاں شرمعہ ہوتی ہیں ۔ اور پیٹ اور کھال جو گوشت کو ڈھکے ہوئے ہے ۔ اس کے اندر آنسٹیاں اور اعضاء داخلہ ہیں اور سزاوریہ حواس دماغی کا مخزن اور قلعہ جبسل اور تخت بادشاہی اور شہر کا محصل ۔

اللہ تعالیٰ نے بدن میں بارہ سوراخ اور سات اعضا پیدا کیے ہیں جن کا مجموعہ ظاہر بدن کہلاتا ہے ۔

باطن بدن میں سے ایک عضو معدہ ہے یہ ایک ہنڈیا ہے جس میں طبع سمیت اس غذا کو جو خارج بدن سے بھوک کے وقت اس میں داخل ہوتی ہے پکاتی ہے ۔ قلب کی شکل صغیری ہے ۔ اور یہ روح کا بیج اور زندگانی کی شکوۃ اور بخارات لطیفہ کی قندیل ہے ۔ جو انہیں اضلاع اربعہ سے پیدا ہوتے ہیں ۔ یعنی پیرایہ سانس لینے کا آلہ سینہ میں ہے ۔ اور اس میں ایک جھلی اور ایک طرف ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ قلب کا اندھا خان کے بارہ قطرہ ہوتے ہیں ۔ یہی نوعی زندگی کا مرکز ہے ۔ اور انہیں قطرہوں میں ایک قطرہ روح کا مرکز ہے ۔ جس کو شویذہ اربعہ کہتے ہیں ۔ جگر میں بہت سی چھوٹی چھوٹی رگیں ہیں ۔ جن کے ذریعے سے لطیف اور پختہ خون اس میں سے تمام بدن میں اور قلب میں پہنچتا ہے ۔ پھر قلب سے دو عظیم الشان تہریں دماغ کی طرف گئی ہیں اور ماتھوں اور پیروں کی طرف بہت سی شریانیات جاری ہیں ۔

حرام مغز ایک بڑا پٹھا ہے ۔ جو دماغ سے پیدا ہو کر پشت کے آخر میں داخل ہوا ہے اور نیچے کی طرف چلا گیا ہے ۔ اس میں سے اور بہت سے پٹے پیدا ہوتے ہیں ۔

ملح اسود کا شزانہ ہے۔ پتھر صفر کا خزانہ ہے۔ انھیں شانہ اور قص کی طرف راستے  
 میں گرنے قوت شہوانی کو حرکت دینے کے ذوالہ میں یہ شانہ پانی کے فضلات جمع ہونے  
 کا خزانہ بنو جیسے کہ انٹریوں میں غذا کے فضلات جمع ہوتے ہیں۔ پھر جس وقت طبیعت  
 کو شیباب یا پاخانہ کا دفع کرنا منظور ہوتا ہے طبیعت کے ارادے سے تھوڑا اسود انتہوی  
 پر گرتا ہے جس سے اس کا منہ کھل جاتا ہے۔ اور قضا حاجت کی ضرورت ہوتی ہے اور  
 اسی طرح طبیعت کے ارادہ سے پیشاب بھی خارج ہوتا ہے۔ اور قضا حاجت سے  
 کھانے کا وہ فضلہ نکل جاتا ہے جو بالکل بیکار اور ایذا دینے والا ہوتا ہے۔ صرف معتدل  
 میں کھانے کا وہ فضلہ باقی رہتا ہے جس میں بدن کی صلاحیت ہوتی ہے۔ پھر قضا حاجت  
 کے بعد قدرے صفر امجدہ میں گرتا ہے جس سے کھانے کی اشتہار پیدا ہوتی ہے تاکہ  
 جو غذا خارج ہو گئی ہے۔ اس کا بدلہ ہوا مد ظاہر بدن میں سے آنکھیں اور پہونے اور انگلیں  
 اور بھونٹیں ہیں۔ پس کون نے آنکھوں کا احاطہ کر رکھا ہے تاکہ ازیت سے آنکھ محفوظ رہے۔  
 ہاتھوں کو بڑی بڑی ہڈیوں سے ترکیب دیا گیا ہے۔ اگر آدمے ہاتھ کو یعنی کھنٹی سے نیچے  
 کے حصہ کو حرکت دینا منظور ہو تو وہ بھی ممکن ہے اور اگر شانہ سے لیٹر سارے ہاتھ  
 کو حرکت دینا چاہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔

اور ہر ہاتھ میں پانچ انگلیاں بنائی گئی ہیں۔ جن میں ایک سب کی سرور ہے۔ اور  
 باقی اس کی رعیت ہیں۔ یہ سردار یعنی انگوٹھا ان سب پر تصرف کرتا ہے۔ فرضیکہ چاروں ہاتھ  
 بیروں کے مصلح ہیں انگلیوں سے پورے ہوئے اگر ان میں سے ایک کم یا زیادہ ہو تو کفایت  
 کی حد سے نکل کر نقصان اور ضرر پہنچائے گی۔

ہر زمانہ میں بدن کی حالت تغیر ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ جب بچہ جوان ہوتا ہے۔ اس کے  
 پھر وہ گروا کر کثرت سے بال نمودار ہوتے ہیں۔ اور بال وہ بخرے ہیں۔ جو صحت  
 بدن سے زیادہ ہوتے ہیں اور طبیعت ان کو جلد کے منافذ اور مسامات سے خارج کرتی  
 ہے۔ اور ہوا ایک کردہ بالوں کی صورت میں بندھ جاتا ہے۔ بال بدن پر ایسے ہیں۔ جیسے  
 زمین پر لگا کسی اور بالوں کے اول سیاہ ہو کر یا عث قوت شباب اور ترہ اسودا ہے



بہر سبب غیبی علم اور حالت کہولت کے اُن میں سفیدی پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ قبل از وقت جو بال سفید ہو جاتے ہیں۔ اس کا سبب ردی بخروں کی کثرت ہے۔ جو زیادہ فکر کے لاحق ہونے اور رنج و غم اور عورتوں کے اختلاط سے پیدا ہوتے ہیں۔ زمانہ پیری میں اعضا و جوارح دھیلے ہو کر بدن کے مجاری کھل جاتے ہیں۔ یہ حالت موت کی خبر دہندہ ہے۔

قضیب یعنی ذکر کی پیدائش ٹھنوں اور رگوں سے ہے جن کی جڑیں جگر اور قلب اور دماغ یعنی تمام اعضا و ریسے سے ملتی ہیں۔ اور قضیب کو مجرای منی اور نطفہ کی گذرگاہ قرار دیا گیا ہے۔ اور شہوت کو اس کا حرکت دہندہ ٹھرایا ہے۔ جو محض اس طرف کا خیال کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس خیال ہی سے بدن میں گرمی پیدا ہو کر شہوانی بخروں بلند ہوتی ہیں۔ اور عضو مخصوص میں ایجان واقع ہو کر منی عضو کا قصد کرتی ہے۔ سب رگیں ان بخارات سے بھر رہی ہوتی ہیں۔ اور نطفہ ہو کر شہوت قوی ہو جاتی ہے۔ اور نطفہ جسم میں جا بیٹتا ہے

ہو اس کو کامل نہیں ہوتی کیونکہ وہ تین ہر دوں میں ہوتا ہے۔ اور طبیعت اپنی خواہش کو بدلا کر کے فراغت حاصل کرتی ہے۔ جس سے اس قانون قدرت کی مراد حاصل ہوتی ہے جس پر اس نے بشری پیدائش کے قاعدہ کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور اسی قانون پر کل کام ہماری ہیں کوئی مفرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے۔ لیس فیضی اللہ آمراً کان مفعولاً

پس تم کو لازم ہے کہ اپنے بدن کے حالات اور اپنے جسم کی کیفیات میں غور و تامل کرو۔ اور اُس کے منافع اور اضرار اور آلات اور اعضا کو مستحکم کرو۔ کیونکہ ہر عضو کے واسطے آفت بھی ہے اور فائز بھی اور ہر چیز میں صہرت بھی ہے اور منفعت بھی ہے۔

اطباء حقائق ملکات الہی اور لطائف صنعت ناسنہا ہی سے واقف نہیں ہیں وہ صرف اضلاع چارگانے کے احوال میں نظر رکھتے ہیں طیب یہ نہیں جانتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو کیوں بنایا ہے جس کی بنیاد ستونوں پر بلند کی ہے۔ اور اس شہر میں کس کس کو پیدا ہے انہیں معاملات میں تجھ کو غور کرنا چاہیے۔ اور بدن کی تعمیر میں جلدی سے مشغول ہونا کیوں کہ تیرے نفس کا تجھ پر متی ہے۔ تجھ کو چاہیے۔ کہ بدن کی لذتوں پر قناعت نہ کرے۔

تعمیر جو ان لذت ہے کہ نفس کی اسلحہ کے واسطے بدن کی محافظت کو اپنے اوپر واجب سمجھ۔

نہ کہ بدن کی اصلاح کے واسطے نفس کی رعایت کرو۔ کیونکہ بدن کی کتنی ہی رعایت کرو۔ وہ باقی نہ رہیگا۔ اور نفس کی اصلاح سے کتنی ہی روگردانی کرو گے وہ فنا نہ ہوگا۔ اور معلوم ہو کہ خون فاسد سے خون صالح بہتر ہے۔ کیونکہ جو خون بے حد فاسد ہو گیا ہے جب تک اس کو بذریعہ قصد وغیرہ کے بدن سے خارج نہ کیا جائے گا اس کی اصلاح نہ ہوگی۔

غلط انداز القیاس ان اخلاط چارگانہ میں سے جو خلط غالب ہوگی وہی مزاج کو فاسد کر دے گی کیونکہ مزاج کی اصلاح اسی وقت تک باقی رہتی ہے جب تک اخلاط کا اعتدال قائم رہے۔ اور جو ان میں سے فاسد ہوگی جب تک اس کو خارج نہ کیا جاوے گا اصلاح ممکن نہیں۔ قصد سے خون کو خارج کیا جاتا ہے۔ اور قے اور اسہال سے باقی کا اخراج ہوتا ہے۔

یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے۔ اس کی حقیقت میں تم غور کرو۔ اگر کوئی خواہش تم پر غلبہ کرے۔ تو پہلے اس کی تسکین میں مشغول ہو۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ تسکین سے یہ خواہش مستطی نہ ہوگی۔ تب اس کو بالکل اپنے قلب سے خارج کر دو۔ اور محبت سے نکال دو۔ کیونکہ جس طرح بُری خلط بدن کو خراب کرتی ہے۔ اسی طرح بُرا خلق نفس کو خراب کرتا ہے اور نفس کا فاسد ہونا مزاج کے فاسد ہونے سے بدرجاء بڑھ کر ہے اور دین کی آفت بدن کی آفت سے عظیم تر ہے۔

پس جس وقت خون غلبہ کرے۔ فوراً قصد لینی چاہیے۔ ایسے ہی جس وقت خواہش غلبہ کرے۔ اس کے واسطے تسکین اختیار کرنی لازم ہے اور باقی کے واسطے مسہل درکار ہے اور ہر گز ہرگز سستی نہ کرے کیونکہ مسالہ کی تاخیر سے سخت آفات درپیش آتی ہیں۔ اور نفس کے پہچاننے میں بہت فائدہ ہیں۔ پس تم کو چاہیے کہ اپنے آفت اور اپنے نفس میں غور کرو۔ تاکہ تم پر حقیقت الہی اور ماریسا کا بطلان ظاہر ہو جن اعضا کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی صورت اور مادہ اور ہیئت اور ترکیب جدا گانہ ہے۔ اس کی حقیقت کو معلوم کرو جو کوشش کے ساتھ طلب کرے وہ ضرور پایہ نگاہ اور جاہلوں کے اقوال کو دیکھ کر ان کے فریب میں نہ آؤ۔ کیونکہ اس سے تمہارے دین کا مزاج فاسد ہو جائیگا۔ اور حضرت امام مطہری محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں فاسد المزاج علاج کے قابل نہیں رہتا۔



## تیسری فصل ہیات اعضا کی کیفیت میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَبَّحَ اسْمُكَ اَلَا عَلَى الَّذِي خَلَقَ فُسُوْلِي یعنی اپنے اُس پروردگار بلند مرتبہ والے کے نام کی پاکی بیان کر جس نے پیدا کیا۔ پھر ہر عضو کو موزون کیا۔ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بدن انسان کا ہر عضو اور آلہ ایک لطیف ہیئت پر بنایا ہے۔ اور منفی حکمتیں اُس میں رکھی ہیں۔ کیونکہ وہ سب سے بڑا جاننے والا اور سب سے بڑا حاکم ہے۔ کیونکہ تم دیکھتے ہو کہ جب مہمار کسی مکان کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو پہلے ہر طرح سے اُس کی موزونیت کو خیال کر کے اُس کی بنیادوں اور ستونوں اور دیواروں کو جان تک اس سے ممکن ہو تکب مضبوط کرتا ہے۔

چنانچہ خداوند تعالیٰ نے تقویم انسانی اور ترکیب بدن سے اس طرح خبر دی ہے۔ فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ یعنی ہم نے انسان کو چھپی تقویم میں پیدا کیا ہے۔ پس ہر عضو اور آلہ کو اُس نے ایک شکل عنایت کی ہے۔ اور اُس کے مناسب ہیئت اُس کو بخشی ہے تاکہ اس شہر کی بنیاد مضبوط اور پورے انتظام کی ہو۔ ہم مختصر طور پر ان سب آلات کی ہیئتیں تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ پس کہتے ہیں۔ اس کو سمجھو۔ اور یاد رکھو۔ پہلا آلہ دماغ ہے۔ اس کے اندر چند جوت ہیں۔ جن کو بطون دماغ کہتے ہیں۔ دو جوت مقدم دماغ میں ہیں۔ ایک ایک بیج میں اور ایک نوخر میں جس کی شکل یہ ہے۔



اور انہیں بخاری سبب بہت سی شکل موافق چیزیں ہیں۔ جن کو بعض وقت سخت کر لیتا ہے۔ اور بعض وقت ڈھیلا کر لیتا ہے۔ اور اس میں دو غذا دواہی صورت کے ہیں جیسے عورت کی پستان کی مینیاں اور دماغ میں دو جھلیاں ہیں۔ ایک سخت اور دوسری نرم سخت جھلی کدو پری کی ہڈی سے متصل ہے اور نرم جھلی مغز پر لپٹی ہوئی ہے۔ سخت جھلی میں دو جگہ کثرت سے سوراخ ہیں۔ طب کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہو۔

انکھ یاں طبقوں اور تین رطوبتوں سے مرکب ہے۔ پہلا طبقہ صلیبہ ہے۔ یہ ایک موٹی جھلی ہے۔ اس کے بعد طبقہ مشیمہ ہے۔ ششیمہ۔ ان کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ طبقہ اس

سے مشابہ ہے۔ اس سبب اس کا بھی یہی نام رکھا گیا۔ اس کے بعد وہ جھلی ہے۔ اس کا نام طبقہ شبنکیہ ہے۔ یہ طبقہ جال کی صورت کا ہے اس کے بعد طبقہ عنکبوتیہ ہے اور اس کے بعد طبقہ غشیہ ہے۔ اور اس کے اوپر ایک جسم کثیف صاف اور سخت مثل ایک سفید پترے کے ہے اس کا نام طبقہ قرنیہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے شیشے کے ساتھ کوئی رنگ دار چیز لگا دیں تو شیشہ میں سے وہی رنگ ظاہر ہوگا۔ اور اس کے اوپر ایک اور جسم سفید رنگ اور سخت ہے۔ اس کو طبقہ ملحقہ کہتے ہیں اور یہی آنکھوں کی سفیدی اور رطوبتوں میں سے پہلی رطوبت زجاجیہ ہے۔ دوسری رطوبت جلدیہ ہے۔ تیسری رطوبت بیضیہ ہے مثل انڈے کی سفیدی کے مشابہ۔

ناک کا اوپر کا راستہ دو طرف گیلیا ہے۔ ایک حلق کے اندر پہنچتا ہے جس کے ذریعہ سے سانس کا سلسلہ جاری ہے۔ اور دوسرا دماغ کی طرف جاتا ہے۔ جس سے جو شیوہ غیوہ دماغ میں پہنچتی ہے۔ کان یہ سننے کا راستہ ہے۔ اور استخوانی ایک سخت ہڈی کے پاس ہوتی ہے۔ جبکہ حنجرہ پہنچتی ہے۔ افارنجی ہوا اس کے اندر داخل ہو کر قصہ خارسہ کے پاس پہنچتی ہے۔ جو دماغ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور سین آواز کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔

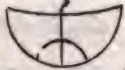
زبان کی ہیئت یہ ہے کہ یہ ایک نرم اور سفید گوشت ہے نہیں ہارین رگیں اور شریانات اور پٹھے اس کو لپٹے ہوئے ہیں۔ اور اس کی جڑ میں دو گوشت کی بوٹیاں لگی ہوتی ہیں جن میں سے لعاب نکل کر تمام مقلہ میں پھیلتا ہے۔ اور اس گوشت کا نام مولہ لعاب ہے۔

حلق کے اندر دو راستے ہیں۔ ایک راستہ جو زبان سے زیادہ قریب ہے۔ اس کو نرود کہتے ہیں اور یہی حلقوم ہے۔ اور دوسرا راستہ اس کے پیچھے لگدھی سے زیادہ قریب ہے اس کو مری کہتے ہیں۔ یہ وہ نلی ہے جس میں سے کھانا پینا معدہ میں جاتا ہے۔ اور جو سلقوم کے اوپر ایک گوشت کا ٹکڑا لٹکا ہوا ہے کہ کھانے پینے کی چیز کو اس کے اندر داخل ہونے سے روک دے اس کو کوٹا کہتے ہیں۔ اور اگر بھی کوئی چیز اس کی طرف چلی جاتی ہے۔ جب



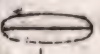
اچھو ہو جاتا ہے۔ اور سانس کی ہوا بچھڑنے سے آتی ہے۔ وہ اس کو اڑا کر دماغ کی طرف لے جاتی ہے۔ جبکہ کھانکرتے ہیں کہ یہ چیز دماغ کو چڑھ گئی۔ کیونکہ علقوم کا انتہائی درستہ دماغ میں ہے جس کے ذریعے سے سانس ناک کے اندر اگر باہر خارج ہوتا ہے۔ اور اگر غذا کا کوئی ذرہ بچھڑنے کی طرف چلا جائے تو سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ بچھڑا غذا کا مقام نہیں ہے۔ یہ محض تنفس یعنی سانس لینے کا آلہ ہے۔ اور نرخرہ اور پیچھے اور سینہ اور اس کے حجاب اور عضلات سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ آواز تنفس کے ساتھ علقوم میں پہنچ کر ایک قسم سے متصل ہوتی ہے۔ جو لسان و فاس کے مشابہ ہے۔ اور پھر زبان اور نونوں اور دانتوں کی بدولت اس میں حروف پیدا ہوتے ہیں +

معلوم ہو کہ سینہ کے اوپر کے حصہ سے لے کر کہانے کی ہڈی تک پیٹ کے اندر دو بڑی تجویفیں ہیں۔ ایک تجویف اوپر کی ہے جس میں پیچھے ۱۱ اور دل ہے۔ اور دوسری نیچے کی ہے جس میں معدہ اور تحریکات اور جگر اور طحال اور پتہ اور مثانہ اور گردے اور رحم ہیں۔ اور ان دونوں تجویفوں کی جدا کرنے والی جو جھلی ہے۔ اس کو حجاب کہتے ہیں۔ پھر اوپر کی تجویف کے بھی دو حصے ہیں۔ اور ان دونوں حصوں کو جو چیز جدا کرتی ہے۔ اس کا نام بھی حجاب ہے۔ پس ان تینوں جھلیوں کی یہ صورت ہے۔



اوپر کی تجویف کا نام صدر یعنی سینہ ہے۔ اور اس کے ہر حصہ کے بہت سے حصے ہیں۔ اور پیچھے کا آدھا حصہ سینہ کی وہ نہیں تجویف میں ہے۔ اور آدھا حصہ بائیں تجویف میں ہے۔

تحت الارض یعنی نرخرہ مرکز کی مٹی عوم پڑوں سے مرکب ہے۔ جن کی صورت دائرہ کی سی ہے۔ مگر باطل گول نہیں ہیں۔ دائرہ کی دو تہائی کی مقدار گول ہیں اور ایک نرم جھلی ان پر سنبھری ہوئی ہے۔ اور صدر اس کی خط مستقیم کی سی ہے۔



قلب کی صورت صنوبری ہے۔ میلکوس نوک اس کی بدن کے نیچے کی طرف ہے۔ اور ہوتا حصہ اوپر کی طرف اور اس کے اوپر سوئی جھلی کا ایک غلاف ہے۔ جو اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ کہ ہمارے قلب پر لپٹا ہوا نہیں ہے۔ فقط جڑ کے پاس ہے۔

قلب سینہ کے بیچ میں لگا ہوا ہے۔ اور پیچھے کی نوک اس کی بائیں طرف کو مائل ہے۔ بڑی شریان اس کے بائیں طرف سے پیدا ہوتی ہے۔

قلب کے اندر دو بطن یعنی خانے ہیں۔ ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف۔ اور اس کی جڑ میں ایک چیز غصروف کے مشابہ لگی ہوئی ہے۔ گویا کہ یہ قلب کا قاعدہ ہے یعنی قلب اسی پر لگا ہوا ہے۔ اور دائیں خانہ میں بائیں خانہ کی طرف منافذ ہیں اور اسی دائیں خانہ میں دو منہ ہیں جن میں سے ایک میں وہ رگیں داخل ہوتی ہیں جو جگر سے آتی ہیں۔ اور انہیں رگوں کے ذریعہ سے قلب کے دائیں خانہ میں جگر سے خون آتا ہے۔ اور دوسرے منہ میں وہ رگیں داخل ہوتی ہیں جو پیچھے کی طرف لگی ہیں۔ یہ رگیں غیر ضواریب ہیں یعنی ان میں حرکت نہیں ہے۔ اور ان کے ذریعے سے قلب سے پیچھے کی طرف غذائی خون جاتا ہے۔ اور جو رگیں ضواریب ہیں۔ ان کو شریانات کہتے ہیں۔ یہ بہ نسبت غیر ضواریب کے سخت اور موٹی ہوتی ہیں

قلب کے بائیں خانہ میں بھی دو منہ ہیں۔ ایک منہ ہے جس میں سے بڑی شریان داخل ہوتی ہے۔ جس کی شاخیں تمام ہاتھوں میں پہنچی ہوئی ہیں۔ اور دوسرے منہ میں وہ شریان داخل ہوتی ہے جو پیچھے کی طرف سے آتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے پیچھے کی طرف سے قلب میں ہوا آتی ہے

## مری اور معدہ کی ہیئت

ہم اوپر کہہ آئے ہیں۔ کہ منہ میں دو منفذ ہیں۔ ایک منفذ سانس کا ہے جو پیچھے کی طرف لگایا ہے۔ جسکو زغره کہتے ہیں۔ اور دوسرا منفذ کھانے کا ہے جسکے ذریعہ سے کھانا پینا معدہ میں پہنچتا ہے اس کو مری کہتے ہیں۔ یہ حلق سے لیکر نیچے تک پہنچی ہوئی ہے اور معدہ کی صورت بالکل لمبی گردن والے توبے کی سی ہے۔ اس کے تین حصے ہیں ایک مری جس کا بیان اوپر ہوا۔ دوسرا فم معدہ۔ تیسرا معدہ یعنی اس کی تہ۔

جس وقت کھانا یا پانی معدہ کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ معدہ کا منہ بند ہو جاتا ہے۔



یہ سائنک کہ کھانا یا پانی کوئی چیز اُس کے اندر سے باہر نہیں مل سکتی یہ سائنک کہ ہضم ہو جائے یا بد ہضمی ہو۔ پھر ہضم کے بعد کھانا انٹریوں میں پہنچتا ہے۔

## انٹریوں کی سبیت

انٹریوں کے کئی طبقے ہیں۔ اور داخلی طبقہ پر لزوجات ہیں۔ کل چھ انٹریاں ہیں۔ تین پہلی جوابدہ کی ہیں۔ اور تین موٹی جو مچے کی ہیں۔ اوپر کی انٹری جو معبدہ کے نیچے کے حصہ سے متصل ہے۔ اس کو اشاعشری کہتے ہیں۔ اور اس کے پاس کی انٹری کا نام صائم ہے۔ پھر اُس کے پاس کی دقاق ہے۔ پھر اس کے پاس کی اخور ہے۔ یہ سہ انٹری یہ نسبت اوروں کے کثادہ ہے۔ پھر اُس کے پاس قولون ہے۔ اور اس کے پاس کی انٹری مستقیم ہے۔ اور اس کے نیچے دبر ہے۔ دبر پر ایک فضلہ ہے۔ جو خروج ثقل کو مانع ہوتا ہے۔ یہ سائنک کہ طبیعت اپنے ارادہ سے اُس کو مطلع کرتی ہے۔ اُس وقت مقام کھل جاتا ہے۔ اور ثقل یعنی فضلہ یا پاخانہ خارج ہوتا ہے۔

جگر دائیں طرف اوپر کی پسلیوں کے نیچے لگا ہوا ہے۔ شکل اس کی ایلائی ہے اور پشت جگر کی پسلیوں سے متصل ہے۔ اور اس کا پیٹ معدہ سے ملا ہوا ہے۔ اور نیچے ۵ حصہ اس کا ٹوپے سے لگا ہوا ہے۔ اور اوپر کا حصہ اس کا حجاب صدر سے ملحق ہے اور یہ بہت سے رباطات سے بندھا ہوا ہے اور یہ رباطات اس جھلی سے پیدا ہوتے ہیں جو اس پر لپٹی ہوئی ہے۔ اور جگر کے اندر سے ایک رگ نکلتی ہے۔ مگر اس کے اندر خون نہیں ہوتا۔ پھر ان سب قسموں کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض رگیں وہ ہیں جن کے ذریعے سے کھانا معدہ سے جگر کی طرف آتا ہے۔ اور بعض اور انٹریوں کی طرف جاتی ہیں۔

طحال کی صورت مستطیل ہے۔ اور یہ بائیں طرف رباطات سے بندھی ہوئی ہے۔ اور رباطات اس جھلی سے متصل ہیں۔ جو اس پر منڈھی ہوئی ہے اور طحال ایک طرف سے معدہ سے متصل ہے۔ اور اُس کے اندر سے دو رگیں نکلتی ہیں۔ ایک جگر

میں ملتی ہے۔ اور دوسری فلم معدن سے۔

پتہ جگر سے ملا ہوا ہے۔ اور اس کے اندر دور راستے ہیں۔ ایک جگر کی طرف گیا ہے۔ اور دوسرے کی کئی شاخیں ہو کر معدن کے پھلے حصے اور اوپر کی آتشخوری میں پہنچتی ہیں۔ دونوں طرف گردے دونوں پہلوؤں میں جگر سے قریب ملے ہوئے ہیں۔ اور دایاں گردہ ذرا اوپر کو ہے اور ہر گردہ کی دو گردنیں ہیں۔ ایک اوپر جو اس بڑی رگ میں مل گئی ہے جو جگر سے آئی ہے اور دوسری نیچے یہ شانہ میں ملتی ہو ان گردوں کا کام یہی ہے۔ کہ شانہ میں پیشاب جمع کرتے ہیں۔ اور شانہ میں پیشاب کا خزانہ ہے۔ جگہ اس کی دبر اور عانہ کے درمیان میں ہے اور یہ دو طبقوں کو مرکب ہے۔ اس کے منہ پر ایک پتہ ہے جو اس کو بند کر لیتا ہے۔ اور پیشاب کو اس میں سے نکلتے نہیں دیتا۔ وقت حاجت تک۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور قضیب اور پیشین اور رحم وغیرہ کا بیان گذر چکا ہے۔ اور ہر عضو کے متعلق پوری تشریح اطباء کی کتابوں میں موجود ہے۔ ہم نے یہ مختصر بیان محض انہار صنعت الہی کے واسطے کیا ہے تاکہ سمجھ کو غفلت کی نیند سے جگا دے۔ اب سمجھ کو اپنے دل میں غور کرنا چاہیے۔ کہ خداوند تعالیٰ نے سمجھ کو بیکار نہیں پیدا کیا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ **أَفَعَسَيْتُمْ إِنَّمَا خَلَقَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْجَعُونَ** کیا تم نے سوچا کہ میں نے تم کو بس اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ تم لوٹو؟ اور **وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ** اور وہ بزرگ و عزیز ہے۔ وہ ایک چیز کو ان ہی باتوں کے ساتھ مرکب پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کی بنیاد کو منہمک کر کے بالکل اس کا نشان مٹا دیتا ہے۔ اور اس کے اس فعل کا کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ پس یہ حکمت اس کی ولایت ہے۔ اور اسی نے اس کام سے اپنی قدرت کو ظاہر کیا ہے۔ اور بندوں پر اپنی ولایت کو ظاہر کر کے دنیا میں ایک جرمہ کے واسطے ان کو مصلحت دی ہے۔ پھر ان کو مارتا ہے۔ اور پھر قیامت کے روز سب کو قبروں سے اٹھائے گا۔ اور دلوں کی باتوں ظاہر کی جائیگی۔ اور ایک منادی جس کی ندا بھی ہوگی آواز دے گا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَعْلَمُونَ** اے ایمان والو! تم کیوں کہتے ہو جو تم کو معلوم نہیں ہے۔

لے کیا تم نے خیال کر لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے۔ اور تم ہمارے پاس واپس نہ آؤ گے پس خدا تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے۔ وہ فضول باتوں سے ہر کسی کے سامنے مبرور نہیں۔ عرش بزرگ کا مالک ہے۔



پس اسے وہ شخص جو سراسر خدا کی صفات سے پر ہے۔ تجھ کو چاہیے کہ اپنی خواہش کی پیروی میں کسی سرگرداں نہ ہو۔ اور اپنی رائے اور جمالت سے رہبیت خداوندی کا انکار نہ کرے اور جان لے کہ شریعت کا ہر ایک رکن بمنزلہ ایک عضو کے ہے تیرے بدن کے مثلاً اگر تیرے بدن کے کسی عضو جگر یا طحال یا قلب یا دماغ کو کوئی آفت یا بیماری لاحق ہو تو اس کے سبب سے اس عضو کی حالت بھی خراب ہوگی۔ اور تیری زندگی بھی تنگ کی اور توجہاتک تجھ سے ممکن ہوگا۔ اس بیماری کے دفع کرنے میں کوشش کرے گا پس اسی طرح جب شریعت کا کوئی رکن فاسد ہو جائے تو اس کا تدارک بھی اسی طرح تجھ پر لازم ہے۔ کیونکہ شریعت آخرت کا راستہ ہے۔ اور آخرت ہی دارالقرار ہے۔

نظر غور سے دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قلب اور دماغ اور جگر کی پیدائش کس طرح رکھی ہے اور کس طرح اس کے مجاری میں غذا کو جاری کیا ہے اور تیرے اعضاء رئیس پر کس طرح غذا کی تقسیم کی ہے۔ تاکہ تجھ کو قوت پہنچے اور تیری روح باقی رہے۔ اور اس چھوٹے سے آلہ کی بدولت تیرا نفس تھوڑی مدت میں علم و معرفت کا کمال حاصل کرے۔ پس تجھ پر فرض ہے کہ ایک ہلکے ذوق فلسفے غافل نہ ہو۔ اگر ایسا نہ تجھ سے حقوق الہی میں سے کوئی حق فوت ہو گیا تو اس کا بدلہ بغیر اس کے ادا کیے نہیں ہو سکتا۔ وَالْقَوْتُ أَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ ۝

پس اپنے اعضاء کی حقیقت میں فکر کرو اور ارکان شریعت میں آن کی مثال ڈھونڈو۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ بیشک اس میں ارکان والوں کے واسطے عجیب فریب نشانیاں ہیں۔

## دوسرا باب

### ہڈیوں اور رگ پٹھوں کی تشریح میں

اس میں چار فصلیں ہیں

پہلی فصل عضلات کی تعداد اور ان کی وضع کے بیان میں۔ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ

نے اس ان کے بدن میں عضلات اس واسطے پیدا کیے ہیں کہ ہڈیوں کے یا بھی جوڑ بندھے رہیں۔

عضلات گوشت اور پٹھے اور رباطات سے مرکب ہیں اور یہ حرکت ارادیہ کا آگہ ہیں یعنی تمام اعضا میں انہیں کے ذریعہ سے حکم پہنچتا ہے۔ ان کی شکلیں موقع اور ضرورت کے لحاظ سے مختلف ہیں عضلات ہر طرف سے ہڈی کی حفاظت کرتے ہیں اور اوتار کی معاونت جسم کو حرکت دیتے ہیں۔ پس جو عضلہ کہ بڑے عضو کو حرکت دیتا ہے۔ اس میں سے ایک یا کئی اوتار نکل کر اس عضو سے متصل ہوتے ہیں جس کو یہ عضلہ حرکت دیتا ہے۔ اور بعض جگہ بہت سے عضلات ایک ہڈی کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں جو عضلے اور ہڈی کی پٹکوں کو حرکت دیتے ہیں یہ بہت ہی چھوٹے چھوٹے ہیں اور ان میں اوتار نہیں ہیں۔ اور جو عضو ارادی حرکت کرتا ہے۔ اس کے واسطے ضرور کوئی ایسا عضو ہوتا ہے جس سے اس کی حرکت وابستہ ہے۔

کل اعضاء بدن کی ارادی حرکتیں یہ ہیں۔ پیشانی کی حرکت۔ آنکھوں کی حرکت۔ زبان کی حرکت۔ ناک کے نچھاروں کی حرکت۔ ہونٹوں کی حرکت۔ زبان کی حرکت۔ سر کی حرکت گردن کی حرکت۔ شانہ کی حرکت۔ بازو کے جوڑ کی حرکت۔ کلائی کے جوڑ کی حرکت۔ پہنچے کی حرکت۔ انگلیوں کی حرکت۔ ران کی پور پور کی حرکت۔ سانس لینے کے واسطے سینہ کی حرکت۔ قصبہ کی حرکت۔ پیشاب روکنے اور خارج کرنے کے واسطے مثانہ کی حرکت۔ پیخانہ روکنے اور خارج کر کے واسطے معائنہ مستقیم کی حرکت۔ ران کے جوڑ کی حرکت۔ پسند لی کے جوڑ کی حرکت۔ پیر کی حرکت۔ پیچ کی انگلیوں کی حرکت۔ ان کی پوروں کی حرکت۔ پس ان سب حرکتوں کے واسطے ان کے مناسب عضلات ہیں جن کے ذریعہ سے یہ اعضا متحرک ہوتے ہیں۔ اب ہم اس کا تفصیلی بیان کرتے ہیں۔

چہرہ میں ۵ عضلات ہیں جن میں سے ۴ آنکھوں اور بلکڑوں کو حرکت دیتے ہیں اور ۱۲ جبڑوں کو حرکت دیتے ہیں۔ اور ۹ چہرہ کے باقی اعضا کی حرکت کے واسطے ہیں۔



سردار گردن کو حرکت دینے والے عضلات ۳۳ ہیں اور زبان کے حرکت دہندہ ۱۹ ہیں اور ۳۲ عضلات حلق اور حلقوم کی حرکت کے واسطے ہیں اور سات سات عضلات ہر شانہ کو حرکت دیتے ہیں اور تیرہ تیرہ عضلات ہر طرف بازوؤں کی حرکت کے واسطے ہیں اور ۴۰ عضلات خاص بازو پر لگے ہوئے ہیں۔ اور شترہ عضلات ہر کلائی پر ہیں اور ۸ عضلات ہر شانہ پر ہیں۔ اور ۷ عضلات سینہ کی حرکت کے واسطے ہیں۔ اور ۸ عضلات پیٹ پر کھینچنے ہوئے ہیں۔ اور چار عضلات ذکر کو حرکت دیتے ہیں۔ اور چار عضلات خنجر صلیب میں ہیں۔ اور ایک عضلہ شانہ کے مونہ پر ہے۔ اور ۴ عضلات مقعد کو ضبط کرتے ہیں۔ اور ۶ عضلات پتلیوں کو حرکت دیتے ہیں اور رانوں سے ان کو ملاتے ہیں۔ اور ۲۶ عضلات پیر کی حرکت کے واسطے ہیں اور ۲۲ عضلات پیر کی انگلیوں کے واسطے ہیں اور پیر سے ان کو ملاتے ہیں۔

پس کل عضلات جالینوس کی رائے کے موافق ۵۲۹ ہیں۔ اور ہر عضلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے واسطے ایک قید ہے۔ جو اس کو بھالت سے معرفت کی طرف اور گمراہی سے ہدایت کی طرف کھینچتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جسم انسان کی بنیاد اور اس کی دیواروں کو عضلات کے ساتھ قائم کیا ہے اور حرکات ارادیہ کا ان کو اسباب مقرر فرمایا ہے۔ تاکہ ہر ایک عضو جداگانہ حرکت کر سکے اور باقی جسم کو اس کے ساتھ حرکت نہ ہو۔

اسے طالب اسی بات پر غور کر کہ اللہ تعالیٰ نے بعض دلوں میں اپنی عمدہ محبتیں رکھی ہیں اور بعض میں نہیں رکھی ہیں۔ کیونکہ بعض دلوں کو لغزش کے عضلات عالم بصیرت کی طرف حرکت کرنے سے روکتے ہیں۔ اور بعض دلوں کو اور اک کے عضلات عالم بصیرت کی طرف حرکت دیتے ہیں۔ پس جیسے کہ بدن کی حرکتیں عضلات کے ساتھ ہیں۔ ایسے ہی سرح کی حرکتیں فطرات کے ساتھ ہیں اور عالم عبودیت میں بہتوں کی حرکتیں اداوار اسی کے ساتھ ہیں جو شارع علیہ السلام کی طرف سے صادر ہوئے ہیں اور شارع بھی کیسے جو عضلات پر نہایت حرکتیں ہیں پس خداوند حق کے کل احاطہ و فواید ہی۔

بجز لم عضلات کے ہیں۔ ثواب اور عذاب کے قالب میں جن سے نیکی و بدی کی رکاست ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ پس اب تم اپنے عضلات میں غور کرو +

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہاری صحت کے واسطے پیدا کیا ہے۔ پس جیسا کہ وہ تمہارے قالب کی مصلحتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اس طرح تم کو بھی اس کے احکامات کی حفاظت کرنی چاہیے۔ اور اگر تمہارا قدم جاوہ حق سے لغزش کر گیا۔ تو ہر فضلہ تمہارے عضلوں میں تمہارے واسطے عذاب کی قید ہو گا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسے ظالم بندہ کی خواری چاہتا ہے اس کو خاص اس کے نفس کے ساتھ عذاب کرتا ہے نہ اور کسی کے ساتھ پس عضلات کی حفاظت کرو۔ اور غفلتوں کی قید سے رہائی پاؤ جھوٹی اور بیہودہ باتوں میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر حرکتوں اور پوشیدہ خطوں سے واقف ہے۔ اور بیشک وہ برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ مٹا دیتا ہے۔

## دوسری فصل ہڈیوں کی تشریح میں

معلوم ہو کہ کھوپری کی شکل مستدیر ہے۔ مگر بالکل گول نہیں ہے۔ اور اس میں بہت سے سوراخ ہیں جن میں سے اس کے اندر عروق اور شریانیں داخل ہوتے ہیں۔ اور اس کے مقدم اور مؤخر میں ایک گڑھا ہے اور اس کے نیچے کی ہڈی میں ایک سوراخ سب سے بڑا ہے جس میں سے سسٹک یا ریمٹہ نکلتی ہے۔ اور یہ بہت سے ٹکڑوں سے مرکب ہے۔ اور اس کے متصل اوپر کا جیڑا ہے جس میں رخسارے اور آنکھیں لاکر کان اور اوپر کے دانت لگے ہوئے ہیں اور اس میں بہت سے ٹکڑے ہیں۔ پھر اس کے نیچے کا جیڑا ہے۔ اور یہ دانتوں کے علاوہ دو ہڈیوں سے مرکب ہے۔ اور کھوپری کے نیچے کے اوپر ایک اور ہڈی ہے جس کو دتر کہتے ہیں پس کل سر کی ہڈیاں دانتوں کے علاوہ ۲۴ ہیں جن میں سے چھ خاص کھوپری کی ہیں اور ہم اوپر کے جیڑے اور نیچے کے جیڑے کی اور ایک وہی دتر ہے۔ اور ہر جیڑے میں سولہ سولہ دانت ہیں جن میں دو دو کپیاں اور دائیں بائیں پانچ پانچ ڈاڑیاں ہیں۔ اور کبھی وہاں ہڈیاں



بھی ہوتی ہیں دائروں کی جڑیں اوپر کی طرف عین تین ہیں۔ اور نیچے کی طرف دو دو ہیں۔ اور باقی دانتوں کی ایک ہی ایک جڑ ہے۔ پس اس حساب سے سر کی سب ہڈیاں پچپن ہوں گی۔ اور سر کے نیچے اس سوراخ کے پاس جس میں سے رینہ نکلتی ہے۔ گردن کی سات ہڈیاں ہیں اور پھر اس کے نیچے پشت کی سات ہڈیاں ہیں۔ اس ہڈی کے علاوہ جو حلقوم میں ہے اور یونانی کتابوں میں اس کی صورت لام کے مشابہ لکھی ہے۔ اس طرح ۸ اور ایک ہڈی قلب میں ہے جس کو بعض لوگ غصروف بھی کہتے ہیں۔ اور چھوٹی ہڈیاں جن کو کُٹسکائیہ کہتے ہیں۔ یہ بدن میں ایسی ہیں جیسے مکان میں کڑیاں تعمیر کی درستی کے واسطے ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی لطیف حکمت کے ساتھ اس پھل عجیب کو ہڈیوں کے اجزائے مرتب کیا ہے اور یہ ترکیب از روئے کیفیت کے اپنے ہم مشوں میں نہایت عظیم الشان ہو حالانکہ وہ اس بنا کا محتاج نہ تھا اور نہ مع و ثنا کا طالب تھا۔ لیکن چونکہ وہ اپنے جو دو کم سے جس چیز کا مظہر اور ایجاد چاہتا ہے اس کو فیض وجود اور صورت عنایت کرتا ہے پھر اپنے بندوں کو دنیا میں ایک عرصہ تک مہلت دیتا ہے۔ تاکہ اس کے اوامروں و نواہی بجالائیں اور قانون شرعی اس نے احکام طاعت بجالانے کے واسطے بندوں پر قائم کیا ہے۔

پس انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ دینا لازم ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے عَلٰی كُلِّ سَلْعَةٍ مِنْ اِبْنِ اَدَمَ صَدَقَةٌ یعنی آدم کے ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے اور صدقہ سے اس جوڑ کو عبادت الہی میں حرکت دینا مراد ہے۔ یا مسلمانوں کی ادا میں کام میں لانا پس جو شخص حکم الہی کی تعظیم اور اس کی مخلوق پر شفقت کے خیال سے ہڈیوں کا صدقہ ادا کرے گیگا۔ اس کی ہڈیاں مرنے کے بعد بھی بوسیدہ نہ ہوں گی۔ اور جو ذکر الہی سے اعراض کرے گیگا۔ اس کی ہر ہڈی اس کے واسطے بمنزلہ قید کے ہو جائے گی۔ اور خداوند تعالیٰ نے جیسا کہ اس مکان کو اپنے جو دو کرم سے تعمیر کیا ہے۔ ویسا ہی اپنی غیرت و جبروت سے اس کو منہدم کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جبار منتقم ہے۔ پس وہ زندوں کو مردہ کر کے ہڈیوں اور اعضا کو بوسیدہ کر دیتا ہے۔ اور اجزا کو پریشان کرتا ہے۔ تاکہ نفوس اس بات کو

جان لیں کہ وہ تمام عالموں سے غنی ہے \*

مگر وہ کل موجودات کو بالحققتہ فنا نہیں کرتا ہے بلکہ بالمعنی فنا کرتا ہے قابیوں کو متغیر کر کے صورت کو بدل دیتا ہے۔ پھر اس فنا کے بعد ہر ایک عضو ہر ایک ذرہ ذرہ اس صورت کے ساتھ جمع کیا جائیگا۔ جو اُس کے اعمال کے لائق ہے یعنی جیسے اُس کے نفس نے اعمال کئے ہیں۔ ویسی ہی صورت میں اُس کو زنج کیا جائیگا۔ اور جو مردوں کے زنج یکے جلتے کا انکار کرتا ہے اُس کی مذمت اس فرمان الہی میں موجود ہے قَالَ مَنْ يَتَّبِعِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يٰحَيُّمَہَا الَّذِیْ اَنْشَاہَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ ط یعنی یہ منکر کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہو جائیں گی کون زندہ کریگا۔ کہ وہ وہی زنج کریگا۔ جس نے اُس کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔ اور وہ کل مخلوق کا نعم رکھتا ہے۔ یعنی تمہارے قابیوں میں دوبارہ جان ڈال کر اُن کو زندہ کرنا ضروری ہے پس اسی سبب سے لاشہ ثانیہ کے وقت تمہارا زندہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ نہایت رجوع الی الہدایہ ہو جائے۔ جس چیز کو خداوند تعالیٰ نے ایجاد کیا ہے۔ وہ درحقیقت معدوم نہیں ہوتی۔ ایٹم جان لو کہ تمہاری ہڈیوں کو بھی خداوند تعالیٰ بوسیدہ ہونے کے بعد زندہ کریگا اور اُن کے پریشان ذروں کو اکٹھا کر دیگا۔ اسی واسطے تمہارے لیے ضروری ہے کہ اپنی معرفت کی ہڈی کو قبر جہالت کے ساتھ نہ توڑو۔ بلکہ ذکر الہی اور حسن طلب میں مشغول ہو فَسَبِّحْ الَّذِیْ یَبْدَا مَلَكُوتَ کُلِّ شَیْءٍ وَالْبَیِّنَاتُ یُحْیَوْنَ

## تیسری فصل پٹھوں کی تشریح میں

معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ نے پنپے کو قوی اور نرم ہڈیوں کا محافظ پیدا کیا اور تمام اعضاء بدن کو ان کے ساتھ جکڑ دیا ہے \*

پٹھوں کا معیشت دماغ ہے اور نخاع سے بھی پیدا ہوتے ہیں اور نخاع مؤخر دماغ سے شروع ہو کر عظام عصص کے پاس پہنچتا ہے۔ ان کا ذکر ہم پہلے بیان کر چکے ہیں نخاع سے دو ٹپے نکلتے ہیں۔ ایک دائیں طرف جاتا ہے۔ اور دوسرا بائیں طرف جاتا ہے اور ان پٹھوں کا نوج ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا میں زوجیت ہی اس شے کے بقا



کاسبب ہے پتہ بخیر اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ وَمِنْ جُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا رُوحَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ یعنی ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے ہیں۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ کل پٹھے زوج ہو کر ایک پٹھا آخر میں فروز بجاتا ہے۔ اس کاسبب یہ ہے تاکہ کل اعداد ایک ہی طرف رجوع کریں۔ جس کی نظیر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ واحد ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے پس ہڈیوں اور اعضا کا قوام بدن انسانی میں اعصاب پر موقوف ہے ایسے ہی دین میں انسان کی بقا و دنیا میں رکعات نماز کی حفاظت پر منحصر ہے چنانچہ نماز فرض اور سنت کی رکعتیں بمنزلہ زوج اعصاب کے ہیں اور توجو نہایت نماز شب ہے بمنزلہ وتر عصب کے ہے پس اسے طالب فرض اور سنت نمازوں کی حفاظت کر اور اعداد رکعات کے پیوں کو مضبوط بنا اور جیسا کہ اعصاب کا مثبت دماغ اور نخاع ہے۔ ایسے ہی نماز بھی انہیں مقاموں سے ادا ہوتی ہے۔ اور تم کو لازم ہے۔ کہ اہل معصیت سے اپنے تعلق کے ٹپھے کو قطع کر لو۔ اور اہل معصیت وہ لوگ ہیں۔ جو خدا اور رسول مسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔

معلوم ہو کہ وہ اعصاب جو طہ اور شریعت کے محافظ ہیں۔ وہ خلفاء راشدین ہیں۔ اور یہ زوج ہیں۔ جب ان میں سے ایک قضا کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا قائم کرتا ہے جیسے بادشاہ اور ولی مہد کیونکہ ہر چیز کی بقا زوجیت سے ہے۔ پس روحیت ہی سے کل احکام اور حلال و حرام ظاہر ہوئے ہیں۔ تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

## چوتھی فصل عروق اور شریانیں کے بیان میں

معلوم ہو کہ رگیں جگر کی جانب عصب سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور جگر کی شکل محدب ہے۔ اور جو جانب کہ باہر کی طرف سے محدب ہے وہی اندر کی طرف سے محدب ہے۔ پس موضع محدب سے ایک بڑی رگ پیدا ہوتی ہے جس کی دو شاخیں ہو گئی ہیں۔ ایک بڑی ہے جس کے

ذریعہ سے نیچے کے اعضاء بدن کو خون پلایا جاتا ہے۔ دوسری شاخ اوپر کو نکلتی ہے۔ تاکہ اعضاء عالیہ کو خون پہنچائے اور یہ رگ حجاب صدر کے پاس ہو کر گزری ہے۔ اور یہاں پھر اس کی دو شاخیں ہو گئی ہیں۔ پھر جب یہ دونوں شاخیں حجاب کو طے کر کے آگے چلی ہیں۔ وہاں ان میں سے چھوٹی چھوٹی بہت سی رگیں پیدا ہوئی ہیں۔ اور قلب کے خلاف سے مل گئی ہیں۔ پھر ان میں سے ایک بڑی شاخ قلب کے دائیں طرف آ کر تین شاخوں میں منقسم ہو گئی ہے ایک شاخ قلب کے دائیں تجوین میں داخل ہو گئی ہے۔ اور دوسری قلب کے گرد چکر لگاتی ہے اور تیسری سینہ کے نیچے کی جانب سے متصل ہوئی ہے۔ پھر قلب سے گزر کر یہ رگ براہ راست ترقوتین کے مقابل پہنچتی ہے۔ اور یہاں بھی اس کی بہت سی شاخیں ہو گئی ہیں۔ پھر بیل کے مقابل پہنچ کر ایک بڑی شاخ اس کی بیل کے رستہ سے ہو کر ہاتھ میں لگتی ہے۔ اس کو یا سلیق کہتے ہیں۔ اور جس وقت یہ رگ ترقوہ کے نیچے مقابل میں پہنچتی ہے۔ وہاں بھی اس کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک دائیں طرف جاتی ہے دوسری بائیں طرف۔ پھر ان دونوں شاخوں سے دو دو شاخیں نکلتی ہیں۔ جن میں سے ایک ایک شاخ شانہ پر سے گزر کر ہاتھ میں آتی ہے۔ اس کا نام قیغال ہے اور ایک شاخ جسم کے اندر گھسیتی ہوئی گردن میں پہنچتی ہے۔ اور وہاں سے کھوپری کے اندر داخل ہوتی ہے۔ تاکہ اعضاء دماغی کو سزا پہنچائے۔ اور گردن سے گزرنے کے وقت اس کی بہت شاخیں ہو گئیں ہیں۔ اور باقی ایک شاخ سامنے کی طرف آ کر چہرہ اور گردن اور ناک پر سے گزر کر سر میں پہنچتی ہے۔ تاکہ ان اعضاء کا تسقیہ کرے۔ ان دونوں رگوں کو و جین کہتے ہیں۔ وہ دونوں رگیں جو شاخیں کے اوپر سے گزرتی ہیں۔ ان میں سے چھوٹی چھوٹی بہت سی شاخیں ہو کر جسم کو غذا پہنچاتی ہیں۔ ایسی ہی وہ دونوں رگیں جو بیل میں سے گزری ہیں۔ ان کی دو چھوٹی شاخیں اندر کے جسم کو خون پہنچاتی ہیں۔ اور جبکہ بیل اور شانہ کی دونوں رگیں کہتی کے جوڑ کے پاس پہنچتی ہیں۔ اور وہاں سے نیچے اترتی ہیں۔ تب ان میں سے ایک شاخ پیدا ہوتی ہے۔ جس کا نام اکل ہے۔ اور ایک دوسری شاخ کلائی کے اوپر سے ہو کر پہنچتی ہے۔ اس کا نام جبل الزلزل ہے۔ اور بیل کی رگ میں سے ایک چھوٹی شاخ کلائی کے اندر سے ہو کر نیچے پر پہنچتی ہے۔ پھر



اُس میں ایک شلخ خضر اور بنصر کے بیچ میں جاتی ہے۔ اس کا نام اُسیلہ ہے۔

وہ رگ جو بدن کے نیچے کی طرف جاتی ہے۔ اس میں سے پہلی شلخ گردوں میں آتی ہے۔ اور وہاں اُس کے دو حصے ہو کر گردہ کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ پھر اس کی دو شاخیں خصبیوں میں جاتی ہیں اور دو شاخیں دونوں طرف سے گزر کر اعضا قریب کوٹلی رحم اور شانہ وغیرہ کے غذا پہنچاتی ہیں۔ پھر اسی بڑی رگ کی دو شاخوں میں سے ایک شلخ دائیں پیر کی طرف اور دوسری بائیں پیر کی طرف جاتی ہے۔ اور ان میں سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر رانوں کو خون پلاتی ہیں۔ اور جب یہ رگ گھٹنے کے جوڑ کے پاس پہنچتی ہے۔ وہاں اس کی تین شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک شلخ پنڈلی کی مچھلی کا تسقیہ کرتی ہے۔ اُس کا نام مابض ہے اور ایک شلخ پنڈلی کے اندر گھس کر ٹخنہ کے پاس ظاہر ہوتی ہے اُس کا نام صافن ہے۔ اور تیسری پنڈلی کے اوپر سے ہو کر ٹخنہ کے باہر کی طرف سے گزرتی ہے۔ اُس کا نام عرق النساء ہے۔ پھر ان تینوں شاخوں میں سے قدم کے پاس اگر بہت سی متفرق شاخیں ہو گئیں ہیں۔ وہ شلخ جو خضر اور بنصر کی طرف ہے۔ عرق النساء سے آئی ہے۔ اور جو انگوٹھے کی طرف ہے صافن سے آئی ہے۔

## شرین کا بیان

جلد شرین قلب کی بائیں تجویف سے نکلی ہیں۔ ران میں ایک سب سے چھوٹی ہے۔ جو پچھلے پھڑے میں داخل ہوئی ہے۔ اور وہاں اس کے بہت سے حصہ ہو گئے ہیں۔ اور ایک سب سے بڑی ہے۔ اس کی دو شاخیں ہوئی ہیں۔ جن میں ایک قلب کی دائیں تجویف کی طرف آئی ہے۔ اور یہ چھوٹی ہے۔ اور دوسری قلب کے گرد پھرتی ہے۔ پھر ان دو شاخوں کے علاوہ دو شاخیں اور ہیں جن میں سے ایک بدن کے نیچے کے حصے میں آئی ہے۔ اور ایک اوپر کے حصے میں گئی ہے۔ اوپر جانے والی شاخ کی پھر دو شاخیں ہوئی ہیں۔ اور ان میں سے ایک شلخ اعضا پر سے گزرتی ہوئی بعض کے مقابل پہنچی ہے وہاں لے کر شریانی حرکت کرنا لگی ہیں۔ اور عروق وہ رگیں ہیں جو حرکت نہیں کرتی ہیں۔

اُس میں سے ایک شاخ نکل کر بغل کی رگوں کے ساتھ کہنی تک آتی ہے۔ اور یہاں سے پھر اوپر کو چڑھ گئی ہے۔ بعض لوگوں کے بدن میں یہ رگ اوپر سے معلوم ہوتی ہے۔ اور پھر یہ بغل کی رگ سے ٹٹی ہوئی نیچے کو اترتی ہے۔ پھر بدن کے اندر گھس کر ایک شاخ کلائی کے جوڑ کے پاس ظاہر ہوتی ہے۔ اور جب کلائی سے آگے بڑھتی ہے۔ تب پہنچے کے پاس اس کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک پہنچے کے اوپر سے گذرتی ہے۔ جس کو حکیم دیکھتے ہیں۔ اور دوسری پہنچے کے نیچے سے آتی ہے۔ اور یہ چھوٹی ہے۔ پھر تفصیلی میں آن کر یہ شریان متفرق ہو جاتی ہیں۔

اور وہ شریان جو ہاتھ کے پاس دو شاخوں پر منقسم ہوئی تھی۔ اُس میں کی ہر شاخ کی دو شاخیں ہوتی ہیں جن میں سے ایک دوہین سے گذر کر کھر پری کے اوپر پہنچتی ہے اور جب اُس کے اندر داخل ہوتی ہے۔ وہاں اس کی عجیب شکل ہے۔ اس شکل کو اطباء شبکہ کہتے ہیں معنی مثل جال کے کچھی ہوتی ہے۔ پھر وہاں سے واپس ہو کر اس میں سے برابر کی دو شاخیں نکلتی ہیں۔ اور دماغ کے اندر چلی جاتی ہیں۔ اس شریان کی دوسری شاخ جو چھوٹی ہے۔ گردن اور چہرے اور سر کی طرف آتی ہے۔ اس کی کوئی شاخ کان کے پیچھے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اور وہ شاخ جو بدن کے نیچے حصہ میں اترتی ہے۔ وہ پشت کی طرف جا کر دو شاخوں پر تقسیم ہوتی ہے۔ ایک دائیں طرف دوسری بائیں طرف پھر ان میں سے ایک شاخ پہنچے کی طرف جاتی ہے۔ اور ایک شاخ اس عضلہ کی طرف جاتی ہے جو پسلیوں کے بیچ میں ہے اور دو شاخیں حجاب کی طرف آتی ہیں۔ اور معدہ اور جگر اور طحال پر سے گذرتی ہیں۔ اور ان میں سے ایک شاخ نکل کر باہر کے عضلہ کے پاس پہنچتی ہے۔ پھر پشت سے نیچے آن کر ان سب شاخوں میں سے دو شاخیں رہ جاتی ہیں۔ جو ایک ایک پیر کار سے لیتی ہیں۔ اور عروق کی طرح ان کی بھی شاخیں نکلتی ہیں مگر یہ بدن کے اندر گھسی ہوئی ہوتی ہیں۔ کوئی کوئی ان میں سے ایڑی کے پاس ٹخنہ کے نیچے ظاہر بھی ہو جاتی ہے۔ اور پیروں کی پشت پر بھی ظاہر ہوتی ہے۔ عروق اور شریان کی مختلف



تشریح ہے جس کی تفصیل اطباء کی کتابوں میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان عروق اور شریانوں کو جو جسم میں اس طرح پیدا کیا ہے جیسے زمین پر نہریں ہیں۔ اور خون بھی ان میں اسی طرح بہتا ہے۔ جیسے نہریں میں پانی۔ اگر یہ پانی صاف ہوگا تو اعضا کی ہڈیاں اور اطراف کی شہیں اچھی طرح نشوونما پائیں گی۔ اور اگر نہریں پانی سے سبب سے رک گیا۔ اور اس کی صفائی باقی نہ رہی تب بغیر اس پانی کے خارج کیے چارہ نہ ہوگا۔ ورنہ یہ پانی بسبب جڑوکنے کے حد اعتدال سے بڑھ کر نہر کے کنارے توڑ دے گا۔

یہ خون جو رگوں میں جاری ہو۔ اسی کے بخروں سے زیادتی کے وقت قوت شہوانی اور غضبی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ الشیطان یخمر فی فیء یعنی ادم جھومسی الدہم۔ یعنی شیطان بدن انسان میں رگ رگ کے اندر پھرتا ہو رہا ہے جیسے کہ رگیں بدن کی نہریں ہیں۔ ایسے ہی خواطر نفس کی نہریں ہیں جن کی طرف ان کے اندر صاف پانی بہتا ہے اور اس کی اعاد سے مبتلا فکر میں درخت بصیرت پیدا ہوتا ہے۔

اب واجب ہے کہ خون کے اعتدال کی رعایت سے زیادہ خاطر کے اعتدال کی رعایت کی جائے۔ کیونکہ خون فاسد بدن کا مفسد ہے اور بخیر اس کے خارج کرنے کے اور کوئی تدبیر اس کی اصلاح کی نہیں ہے۔ ایسے ہی فکر فاسد جس پر کہ ورت غالب ہوگئی ہے یعنی ذات الہی میں فکر کرنا یہ نفس کا مفسد ہے۔ مثل ثون فاسد کے پس اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس کی رگیں اور شاخوں کو صحیح قلب سے بالکل کاٹ کر جڑ سے کھیر دیا جائے۔ اس لئے کہ فکر کا فساد خون کے فساد سے بدجہا بڑھ کر ہے۔ خون کثیف اور ردی غذاؤں کے کھانے سے فاسد ہو جاتا ہے۔ اور فکر انسانی جاہلوں کی جھوٹی باتوں اور گمراہوں کی گفتگو سے فاسد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی حکمت سے خداوند تعالیٰ نے خماث کے استعمال کو منع فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔ وَكَلا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اور حلال چیزوں کے کھانے کا حکم دیتا ہے۔ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ حلال چیزوں کو کھاؤ یعنی کلمات حق سنو۔ اور قول صدق کی پیروی کرو اور یہ وہ کلام موزون ہے جس کو عقل متبہل

یعنی شیطان و دوسروں کی پیروی نہ کرو۔

کرتی ہے۔ اور شرع نے اسی کا حکم فرمایا ہے بخلاف اقوال محدین اور جہاں کے کیونکہ یہ منکر اور خاطر کو فاسد کرتے ہیں۔ اور وارث غیب ان کے سبب سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اور غم نفس اور ذرات قلب کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

خواطر کے اندر فکر اس طرح جاری ہوتا ہے جیسے رگوں میں خون بہہتے ہیں کہ طیب وہی ٹھیک ہو جو فساد بھی ہو۔ کیونکہ جس وقت بیمار کے پاس آئے۔ اور خون کا غلبہ دیکھے فوراً فصد کھول دے اور فصد کھولنے کے متعلق سب سامان اُس کے پاس ہونا ضروری ہے تاکہ اس وقت فصد کی جگہ کو درست کر دے اور فاسد خون کے خارج ہونے کے بعد باقی خون کو اودھیں سکھنے سے روک دے۔ کیونکہ جب خون فاسد ہوتا ہے۔ اور پھر فصد کھولی جاتی ہے۔ تب فصد کے بعد بھی فساد کا اثر باقی خون میں قائم رہتا ہے۔ مگر فصد کے سبب کم رہ جاتا ہے جس کی تدبیر اودھیں سکھنے و مطفیہ سے کرتے ہیں

پہل بھی پائی ہے جس کے سبب سے مرشد کمال اپنے مرید کو سخت ریاضت اور مشقت کا حکم فرماتے ہیں۔ اور ترددات سے خاطر کے بچانے اور فکر کو راہ حق کے انحراف سے محفوظ رکھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اور قلب سے بشری و سواس اور شیطانی خطرات اور فکر سے حُب دنیا کے نکلنے کا ارشاد کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب باتیں بمنزلہ خون فاسد کے ہیں جس کو رگوں سے تنقیہ کے بعد نکالا جاتا ہے۔ اور پھر اس کو روک کر ابھی کی مداومت کا حکم کرتے ہیں۔ جو بمنزلہ اس فاسد خون کی تسکین کے ہے جو رگوں میں باقی رہ گیا ہے۔

یہ سب جو یہ خون ذکر کی کثرت سے تسکین پا کر عمدہ ہو گیا۔ اس وقت اس کو کھانا غیب میں فکر کرنے اور عالم شہادت کے ساتھ اعتبار کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ کیونکہ جب عرض فصد و تنقیہ کے ساتھ ناپاگ ہو گیا۔ اور پرہیز کے دن بھی گزر گئے۔ تب اس کے بعد اپنے مطلوب کی درمیانی چال سے کوشش کرنی چاہیے۔

پس اسے طالب ہماری دلاس طب میں شامل کر اور جان لے کہ فکر کا فساد بہت بڑا



ہے تیرا فکر اس سبب مزاجی سے پیدا ہوگا۔ جو غیر سے ذہن میں ظاہر ہوئی اور سو مزاجی کیفیت اور طبیعت کھانے اور ایسی غذا سے پیدا ہوتی ہے جو طبیعت کے موافق نہیں ہوتی پس تجھ کو فضول باتوں کا قلب سے خارج کرنا ضروری ہے۔ جیسے کہ قصد سے رگوں کا خون خارج کیا جاتا ہے۔ اور جب دماغ یا سر میں حرارت ہو جاتی ہے تب قیصال کی فصد کا حکم کرتے ہیں۔ اسی سبب سے خداوند تعالیٰ نے بھی تجھ کو جو اس کے نہیں محرمات سے محفوظ رکھنے اور اپنی خطاؤں پر رونے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ رونا غزلہ قیصال ہے۔ اور جب تمام بدن کے تقیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تب اکل کی فصد لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ نہر بدن ہے۔ اسی واسطے شرع شریف نے بھی تھک کو حسب دنیا جو ب خطاؤں کی سردار ہے۔ اس کو اپنے دل سے جو نہر بدن ہے خارج کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور حرص کے خون فاسد کو توکل اور قناعت کی نشتر سے نکال ڈال۔ پھر خواطرِ رویہ اور اخلاقِ ضعیفہ کو سکنتِ ادویات سے دفع کر جیسے تسلیم اور رضا بالقضا اور یقین اور احکامِ الہی پر نظر رکھنا ہے۔ معلوم ہو کہ تمام عروق اور شریان مع اپنی کل اقسام کے اطباء کے نزدیک تین سو ساٹھ کے قریب ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کر کے اس کے برجوں کے بھی تین سو ساٹھ حصے کیے ہیں۔ چنانچہ احکام انہیں آسمان کے درجوں سے جاری ہوتے ہیں۔ اور خون تیرے رگوں کی نہروں میں تیرے قلب سے جاری ہوتا ہے۔ یعنی قلب ہی سے خون بواسطہ عروق و شریان تمام بدن میں پہنچتا ہے۔ اے طالبِ الہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ کو نظرِ الہی کے ساتھ شہادت کے نسکینِ نبینے سے غیور و ہمتی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یَنْظُرُ اِلٰی قَلْبِ کُلِّ مُؤْمِنٍ فِی کُلِّ یَوْمٍ ثَلَاثًا کَوْنًا وَ سَیِّئًا نَظَرًا فِی کُلِّ نَظَرٍ یُّبْدِئُ وَ یُعِیْدُ یعنی اللہ تعالیٰ ہر مومن کے قلب کی طرف روزِ دین سو ساٹھ مرتبہ نظر فرماتا ہے اور ہر نظر میں ابتدا اور عادیہ کرتا ہے۔ اور یہ محض اس کی اپنی مخلوق کے ساتھ محبت کا باعث ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ خدا کی نظر محدود یا منقطع یا متصل نہیں ہے بلکہ اس کی مثال درجاتِ فلک کی سی ہے۔ کیونکہ فلک کے درجہ فوائد اور تاثیرات کے ساتھ مستقیم ہیں اور ان کے خطوط بھیجن کے ذہنوں میں تقسیم کے ساتھ جمع ہوئے ہیں۔ حالانکہ

حقیقت میں فلک انقسام اور تجزی کے قابل نہیں ہے۔ پس اسی طرح نظر الہی کے فوائد تیرے قلب میں تیرے خون کے ساتھ منقسم ہو کر تیری رگوں میں جاری ہوتے ہیں۔ اور ان رگوں ہی ذریعے سے نظر الہی کا فائدہ تیرے بدن کے تمام اعضاء کو پہنچتا ہے۔  
نظر الہی کی حقیقت یہ ہے کہ قلب کو زندہ کرنا اور روح کو مدد پہنچا کر جو ہر نفس کو اسما یا مذکورہ اور آلات مشہورہ کے ساتھ کامل کرنا۔

تیرے قلب کو خداوند تعالیٰ نے عبث اور بیکار نہیں پیدا کیا۔ بلکہ اُس کو ایک حکمت عظیمہ کے واسطے پیدا کیا ہے۔ اور بدن انسانی کی ترکیب میں جس قدر عروق اور عضلات اور اعصاب رکھے ہیں۔ وہ سب تعداد میں کو ایک آسانی سے موافق ہیں۔ یا ان سے زیادہ ہیں۔ اور ہڈیوں کو بدن کی کڑیاں بنایا ہے۔ پھر تجھ سے بندگی کی خواستگاری کی ہے۔ اور سیدر ربوبیت میں مفاسل کے ساتھ تجھ کو مقید کیا ہے۔

پس اے طالبِ حکمت الہی میں غور سے دیکھ کہ روح لطیف کو اس نے کس واسطے اس ہیکلِ بگشت میں رگ پٹھوں کی زنجیروں کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اور پھر ان قصلوں کو کس طرح سے اس نے انبیاء کے کھولنے سے محفوظ رکھا ہے۔ اور بے شک یہ فصل اُس نے اپنے اسمِ اعظم کے ساتھ لگائے ہیں۔ پس تو بھی بجز اس کے اسمِ اعظم کے اور کسی چیز سے اُن کو نہ کھول۔

اور اپنے قلب کی کثرت اور قلت دونوں باتوں سے حفاظت کر دیکو کہ خون کی قلت حرارت غریزی کو بکھا دیتی ہے۔ اور خون کی کثرت اصلی حرارت کو فاسد کر دیتی ہے چنانچہ مان و دونوں حالتوں میں تیرا قلب ہلاک ہو جاتا ہے۔ پس اعتدال کے ساتھ اس کی حفاظت کر یعنی ہمالیوں کی گفتگو سے پرہیز کر اور احاعت خدا و رسول کے حلقہ میں اپنی محنت کو محفوظ کر دیکو کہ صحت اور رفعت کا یہی ایک راستہ ہے۔ باقی اس کے سوا سب جھوٹ اور بہتان ہے۔ اگر تو اس راستہ کو اختیار کرے گا۔ تو بجز حسرت اور ندامت اور محرومیت کے اور کچھ تجھ کو حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر اس سے توبہ پرہیز کرے گا۔ تو بیشک جنت میں داخل ہو کر روح و ربیحاں اور نعیم رضواں پائے گا۔



# تیسرا باب

## نض اور اسکی کمیت اور کیفیت کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

**پہلی فصل نض کے بیان میں**۔ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جب پہلے انسانی کو مرکب کیا تھا اس کے قالب کی عمارت کو تیار کیا۔ سلطان روح کو تخت قلب پر نہکن کیا اور قلب کو سرچشمہ زندگی کا ٹھکانہ بنا دیا۔ اور جس حرکت کی قوتیں اس سے ظاہر فرمائیں۔

معلوم ہو کہ باطن جنی ظاہر جنی کے ساتھ پوشیدہ ہے اور دونوں قلب کے ساتھ متعلق ہیں۔ کیونکہ قلب ہی بادشاہ ہے اور جگر بمنزلہ وزیر کے ہے۔ اور حواس اور اطراف اور اعضا اور آلات سب نذر لعل علیا یا خدمت کے ہیں۔ اور باطن یعنی اندرون جسم ہی میں خیر اور شر اور نفع اور ضرر اور اہم و صحت اور تغیر و استحالة وغیرہ کے کل معاملات واقع ہوتے ہیں۔ اور یہ سب ان انفعالات کی طرف رجوع کرتے ہیں جو قلب اور جگر پر اخلاط اربعہ کے اختلافات احوال سے حادث ہوتے ہیں اور صحت کو حفظ بدن کی اور مرض کو دفع ہونے کی ضرورت ہے۔ پھر جو چیز کہ اندرون جسم میں واقع ہوگی۔ طبیب معالج کے حواس اس کو کیسے دریافت کر سکیں گے اور جب تک کہ وہ مرض کو نہ معلوم کرے۔ علاج کیسے کر سکتا ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت لطیف اور کمال رحمت سے ظاہر جسم میں باطن جسم کا حال معلوم کرنے کی دو دیلیں ظاہر قائم کیں۔ اور دو عادل گواہ مقرر کیے تاکہ طبیب کل حالات معلوم کرنے کے واسطے ان کی طرف رجوع کرے۔ اور حقائق افعال کی دان سے خبر لے اور وہ دونوں گواہ نض اور قارورہ ہیں۔ قارورہ جگر کی خبر دیتا ہے اور نض قلب کی خبر دیتی ہے۔ مگر نض قارورہ سے افضل ہے۔ اور قارورہ کو تغیر بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ احوالات جگر کی تفسیر کرتا ہے۔ اور اس کے اوصاف و امراض و اعراض سب کو بیان کرتا ہے۔

قارورہ مکے واسطے دلائل اور کمیات اور کیفیات ألوان و اوضاع وغیرہ سے بہت ہیں۔ اور اس کی حرکت اور جدت اور غلظت اور رقت اور مقدار یہ سب دلائل ہیں جو ایک حالت مخصوصہ کو ظاہر کرتے ہیں تفصیل اس کی نہایت طویل ہے۔ جس کو منظور ہو۔ فت خون میں دیکھ لے۔

بعض قلب کی شاہد ہے۔ اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی کی حالت بیان کرتی ہے اور یہ ایک رگ ہے جو قلب سے پیدا ہو کر تمام بدن میں بکھرتی ہے۔ اس کی شاخیں بہت ہیں۔ اور سب شریانات ہیں اور سب کی ابتدا قلب سے ہے۔ ان میں سے دو شاخیں پیروں کے نیچے چلی گئیں ہیں۔ اور دو مارغ کے اوپر چڑھ گئی ہیں۔ اور دو ہاتھوں کی طرف گئی ہیں اور اور بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں زان میں سے نکلی ہیں۔ اور ان سب شریان میں زیادہ قوی اور ظاہر اور قلب کے حال کی بتانے والی یہی دو رگیں ہیں۔ جو ہاتھوں کے اوپر حرکت کرتی معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں جو کچھ حال ہو بتلاتی ہیں اور ان کا فائدہ ظاہر اور ان کی ولایت نہایت زبردست ہے۔ یہ دونوں قلب سے پیدا ہو کر ہاتھوں کی طرف جاری ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ جب یہ ہاتھ کے سر پہنچیں جو بعض دیکھنے کی جگہ ہے وہاں ان کی حرکت رحمت خدا سے ظاہر ہوئی تاکہ ان کے ذریعہ سے قلب کا حال معلوم ہو۔ اور طبیب مرض کی حالت ان سے معلوم کرے اور طالب کو ان سے قلب کے اخبار کی خبر پہنچے۔ پس بعض عمدہ دلیل اور زبردست احساس کرنے والی ہے۔ باطن قلب سے خبر دیتی ہے۔ اور قارورہ عمدہ شاہد ہے۔ جو جگر کے اسمار کھوتا ہے۔ اور جگر ہی طبیعت کا محل ہے اور قلب روح کا منبع ہے۔ اور بعض قلب کی وکیل ہے۔ اور قارورہ جگر کا وکیل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ کے ساتھ چھوٹی چیز سے بڑی چیز کی خبر دیتا ہے۔ یہی اس کی وحدانیت کی دلیل ہے اور اس کی معرفت کا شاہد ہے۔ مَنْ عَدَّتْ نَفْسَهُ فَقَدْ عَدَّتْ رُبَّهُ جیس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

لے قاذن شیخ الزیسی بومل سینا ۱۱



عارف جب نبض کے حال میں تامل کرتا ہے۔ اور اس کی حرکات کو پہچانتا ہے۔ تو جان لیتا ہے کہ ایک ضعیف رگ خف حرکت کرنیوالی کشف کس طرح اپنی حرکات مختلفہ سے پوشیدہ احوال کی خبر دیتی ہے۔ جس سے توصیہ کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

جاننا چاہیے۔ کہ نبض قلب کی دلیل ہے۔ اور قلب عالم کی نبض ہے۔ پس جس طرح کہ قلب کا حال نبض سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم کا حال قلب سے معلوم ہوتا ہے۔

حکیم شیخ الرئیس فرماتے ہیں: قلب تمام بدن کا شریان ہے۔ اور شریان قلب عضو ہے پس ایسے ہی شریان عنوان قلب ہے۔ اور قلب عنوان عالم ہے۔ چنانچہ علم ظاہر میں نبض قلب پر دلالت کرتی ہے۔ اور علم حقیقت میں قلب تمام مخلوقات پر دلالت کرتا ہے۔ پس وہ کائنات کی نبض ہے۔ اور اسی طرح سورہ کس نبض قرآن ہے جو تمام قرآن شریف کی خبر دیتی ہے۔ چنانچہ انہیں معنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا فِي جَسَدٍ إِلَّا دَرَجَةٌ لِمُضْغَةٍ إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ بِهَا سَائِرُ الْبَدَنِ إِلَّا وَجْهُ الْقَلْبِ۔ یعنی جسم انسان میں ایک پارہ گوشت ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو اس کے سبب سے تمام بدن درست ہوتا ہے۔ جان لودہ پارہ گوشت بدل ہے۔ پس نبض کی حرکات مثل ہیجان قلب کے ہیں۔ جو بدن کے تمام احوال سے خبر دیتی ہیں۔ ایسے ہی قلب کا ہیجان احوال ملکوت کی خبر دیتا ہے۔ نبض کی جگہ دونوں ہاتھوں میں ہے۔ اور قلب کی جگہ رچمن کی اودانگیوں میں ہے۔

طیب جب نبض دیکھے تو اس کو ہاتھ کے کنارہ پر نبض کی رعایت کرنی واجب ہے ایسے ہی طالب کو مرقیہ کے وقت صحیح قلب پر خواطر کا متنبہ کرنا لازم ہے پس قلب بدن کی نبض ہے۔ اور خواطر اس کی اقسام حرکات ہیں۔ اگر یہ تمام باطن کی خبر دینے والی نبض نہ ہوتی تو آفتیں غالب ہو کر قالب کو امراض و اخل کے ساتھ تلف کر دیتیں۔ اور اس وقت نہ معالج کا علاج چلتا نہ طیب کی طب بکار آمد ہوتی۔

پس حکمت الہی کو دیکھو کہ اس نے کس طرح بدن کے اندر سے دوا نہیں ہاتھوں کی طرف جاری کی ہیں۔ اور پھر ان میں قلب سے خون جاری کیا ہے۔ تاکہ خون مصیم قلب

میں اس طرح حرکت کرے جیسے دریا میں پانی لہریں مارتا ہے۔ اور حیاۃ اس کے اندر سمندر کے پانی کی طرح سے لہریں ملے۔ تاکہ خون کی کثرت پیدا ہو جیسے کہ دریا کے جوش سے موجیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور نبض کے مقام پر جزدومد کی طرح سے اضطراب اور اختلاف ظاہر ہوں جیسے کہ موج کے وقت دریاؤں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور نفس میں قبض و بسط کا ہونا بالکل دریا کے جزدومد کی مثل ہے۔ اور بعض کا ماتھ بعض کے اوپر ہے۔ اور ظاہر باطن کی خبر دیتا ہے۔ اور سب اس بات کے گواہ ہیں کہ بیشک اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہو اور بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اُس کے قبضہ میں آسمان وزمین کا ملک ہے۔ اور اسی کی طرف کل امر کار جوئے ہے پس اُس کی عبادت کر۔ اور عبادت پر قائم رہ اور اسی پر بھروسہ کر اور (جان لے کہ) تیرا رب بندو پیر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

## دوسری فصل اُس کی کمیات اور کیفیات میں

معلوم ہو کہ قلب ایک روشن چمک ہے۔ جس میں زندگانی کی آگ روشن ہوتی ہے اور یہ آگ ہمیشہ اسی بات کی محتاج ہے۔ کہ اُس کو باہر سے تسکین دی جائے۔ اگر یہ تسکین منقطع ہو جائے تو شدت حرارت سے قلب جل جائیگا۔ اور یہ تسکین سانس کے ساتھ باہر سے ٹھنڈی ہوا کا جذب کرنا ہے۔ ہوا بھی بہنزلہ پانی کے غذا میں داخل ہے۔ پانی اس واسطے ہے کہ اس کے سبب سے طعام لطیف و دقیق ہو کر جگر کی رگوں میں پہنچایا جائے اور اندروں جسم کو فضیلت رویہ سے دھوکھ صاف کر دیا جائے اور طبیعت کو تسکین دی جائے ایسے ہی ہوا قلب کے استسحاق اور سینہ کو فضیلت خمیت سے دھونے اور روح کو ٹھنڈک پہنچانے اور حیات کو تسکین دینے اور قلب کی آتش مستعد کے اعتدال کی حفاظت کرنے کے واسطے ہے اور جس طرح کہ کھانا معدہ سے جگر میں پانی کی وساطت سے پہنچتا ہے۔ ایسے ہی شریان میں خون قلب سے پنپ کر سانس کی وساطت سے حرکت کرتا ہے۔ سانس کی پیدائش پیپٹری میں ہوتی ہے۔ اور یہ اس ہوا سے پیدا ہوتا ہے جو مونہ کے راستہ سے قلب کے اندر دنی حصہ میں پہنچتی ہے پس یہ سانس کی آمد برآمد ہی رگوں میں خون



کا متوج پیدا کرتی ہے۔ اور انقباض انبساط کی دو حرکتیں اس سے حادث ہوتی ہیں۔ یہ مردکی بات ہے کہ جو چیز ایک حال سے دوسرے حال کی طرف حرکت کرے گی۔ پس اُن دونوں حرکتوں کے درمیان میں سکون ضرور ہوگا۔ پس اسی بنا پر کہا جاتا ہے۔ کہ انقباض اور انبساط کی دونوں حرکتیں مع ران کے سکون کے ایک حرکت ہے۔ اور عیہ روح سے جو مرکب ہے۔ انقباض اور انبساط سے۔ اور نظر اس میں بالکل طور سے ہے یا جزوی طور سے۔ جیسا کہ اطباء نے بیان کیا ہے۔

اطباء نبض کے حالات دس اجناس سے معلوم کرتے ہیں۔ ایک جنس وہ ہے۔ جو مقدار انبساط سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو کیفیت قرح حرکت سے انگلیوں کو معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو ہر حرکت کے زمانہ سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو قوام آلہ سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو خوار اور انتلاء سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو نبض کے گرم یا ٹھنڈا معلوم ہونے سے لے جاتی ہے۔ اور ایک جنس نبض کے استواء اور اختلاف سے اور ایک جنس نبض کے نظام میں اختلاف نظام کے چھوڑ دینے سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وزن سے لی جاتی ہے۔

وہ جنس جو مقدار نبض سے لی جاتی ہے۔ وہ اپنی تینوں مقداروں یعنی طول اور عرض اور عمق سے دلالت کرتی ہے۔ پس نبض کے نو حالات بسیط ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے طویل۔ قصیر معتدل عرض۔ ضیق۔ معتدل۔ منخفض۔ مشرف۔ معتدل۔ اور جو نبضیں کہ ران سے مرکب ہوتی ہیں۔ اُن سے بعض کے نام ہیں۔ اور بعض کے نام نہیں ہیں۔ پس طویل وہ ہے جس کے اجزاء طول میں زیادہ ہوں۔ اور جس کے اجزاء طول اور عرض اور ارتفاع میں زیادہ ہوں گے۔ اس کا نام عظیم ہے۔ اور جو نبض ران سب باتوں میں کم ہے اس کا نام صغیر ہے۔ اور جو ران دونوں کے درمیان میں ہے وہ معتدل ہے اور جو نبض عرض اور ارتفاع میں زیادہ ہے۔ اس کا نام غلیظ ہے۔ اور جو عرض و ارتفاع میں کم ہے۔ وہ دقیق ہے۔ اور جو ان میں درمیانی درجہ کی ہے۔ وہ معتدل ہے۔

اور وہ جنس جو ران حرکت سے لی جاتی ہے۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ سرسبز

بطبی معتدل۔ اور وہ جنس جو کیفیت قریع عرق سے لیجاتی ہے۔

اُس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ قوی ضعیف معتدل۔ اور وہ جنس جو قوام آلہ سے لی جاتی ہے  
اُس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ تین۔ صلب معتدل۔ اور وہ جنس جو نبض کے خلل اور استواء  
سے لیجاتی ہے۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ متنی غالی معتدل۔ اور وہ جنس جو نبض کے گرم  
یا ٹھنڈا معلوم ہونے سے لیجاتی ہے۔ اُس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ حار۔ بار۔ معتدل  
اور وہ جنس جو زمان سکون سے لیجاتی ہے۔ اُس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ متواتر۔ متفاوت  
معتدل۔ اور وہ جنس جو نبض کے استواء اور اختلاف سے لیجاتی ہے۔ وہ یا تو مختلف مستوی  
ہے۔ یا مختلف غیر مستوی ہے۔ اور وہ جنس جو نظام اور غیر نظام سے لیجاتی ہے۔ وہ یا مختلف  
منتظم ہے یا مختلف غیر منتظم اور جب ہم جنس مستوی اور مختلف کو جان لو گے تو دسویں جنس  
کا حال خود ہم کو معلوم ہو جائیگا۔

یہ بھی جان لینا چاہیے۔ کہ نبض میں موسیقاری طبیعت ہے یعنی جس طرح کہ قانون موسیقی  
رگ کے اندر چڑھتا اور حدت ثقل سے مرکب ہوتا ہے۔ ایسی طرح نبض کا حال ہے۔ پس  
نبض کی نسبت زمانی سرعت اور تواتر میں رگ کی نسبت ایقاعی ہے۔ اور نبض کا مقام  
میں قوی یا ضعیف ہونا رگ کی نسبت تالیفی ہے۔ پس جیسے کہ رگ کے ایقاع اور غموں  
کی مقدار کے زمانے کبھی متفق اور کبھی غیر متفق ہوتے ہیں ایسے ہی نبض کے اختلافات کبھی  
منتظم اور کبھی غیر منتظم ہوتے ہیں۔

اور نیز قوت اور ضعف اور مقدار میں نبض کے حالات کبھی متفق اور کبھی مختلف ہوتے  
ہیں تفصیل ان کی طویل ہے جس کو منظور ہو قانون میں دیکھ لے۔ اور وہ جنس جو وزن  
سے لیجاتی ہے۔ وہ بقیاس چاروں زمانوں کی نسبت مقدار سے ہے جو دونوں حرکتوں اور  
دونوں دتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔

نبض مرکب کی اقسام یہ ہیں عوانی یہ وہ نبض ہے جس کی حرکت جزو واحد کے  
اختلاف سے پیدا ہوتی ہے۔ نملی یہ بہت ہی چھوٹی نبض ہے اور تواتر اس میں زور کے  
ساتھ ہوتا ہے۔ متساوی یہ موجی کے ساتھ شہوق اور عرض اور عقیم و تاخیر میں اختلاف



اجزاء کے ساتھ مشابہ ہوتی ہے۔ اور انہیں مرکبات میں سے ایک ذنب القفار جو اور متلی جو اور ذوالقرعین ہے۔ اور ذوالفترہ ہے جو وسط میں واقع ہوتی ہے۔ اور انہیں میں سے نبض مسخ اور نبض مرتشش اور نبض ملتوی ہے۔ یہ سب نبضیں نبض کلی کی جزویات ہیں جو شخص نبض کلی کو جانتا ہے وہ ان کا بھی عالم ہے۔ پھر ان کی تدبیریں ان کے اختلاف و اذکار کے موافق مختلف ہوتی ہیں۔ نبض کی اصل محض انقباض اور انبساط ہے جن کے درمیان میں قلب کا خون شریان کے اندر موج زن ہوتا ہے۔

اکثر اطباء ایسے ہیں کہ فقط مرض کو معلوم کر کے نبض کی حقیقت کو محسوس نہیں کرتے بلکہ اسرارِ علم سے غافل ہو کر اپنے ظاہرِ علم پر قناعت کر لیتے ہیں عقلمند کو چاہیے کہ طبیب کا ذوق نبض کے حالات اور اُس کی کیفیات و کمیات کے جاننے والے ہی کے قول پر اعتماد کرے۔ نیم حکیم خطرہ جان کے قول کو ہرگز نہ مانے کہہ کہ علم طب میں خطا کا واقع ہونا بڑی بھاری اور سخت آفت ہے۔ بہ نسبت اور علموں کے خطا کے سوا ایک علم شریعت کے کہہ کہ علم شریعت اور علم طب قریب قریب ہیں۔ علم شریعت علم ادیان ہے۔ اور علم طب علم ابدان ہے اور ابدان ہی موانع ادیان ہیں۔ یعنی ابدان ہی ادیان کی جگہ ہیں اور ادیان اُس کے اندر موضوع ہیں جب تک جگہ کی حفاظت نہ ہوگی۔ اُس کا موضوع کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔

## تیسری فصل نبض کی حقیقت اور اُس کے اشارات میں

معلوم ہو کہ قلب کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے یعنی ایک نام ہے اور ایک حقیقت ہے پس ظاہرِ قلب جو چیز ہے۔ وہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جو سینہ میں بائیں طرف لگا ہوا ہے۔ یہی سیات کا حشرِ چشمہ اور روح حیوانی کا محل اور مقام ہے اور اسی سے تمام اعضا میں دس و حرکت جاتی ہے۔ اور قلب کی حقیقت وہی عقل ربانی جو ہر لاثانی موضوع ہے اور وہی خدا کا خلیفہ اور رتبہ انسانیہ کے ساتھ مخصوص ہے اور وہی نفس ناطقہ اور نفس مطمئنہ ہے اور اسی سے حدس اور ہمت اور فکر برابر ہوتے ہیں جیسا کہ ہم نے گوشت کے ٹکڑے یعنی ظاہرِ قلب میں نبض کو پایا ہے جو اُس کے حالات پر دلالت کرتی ہے اور





ان دونوں کے درمیان میں مستدل ہے۔ نبض وجل: پچوں کی نبض پر دلالت کرتی ہے۔ اور نبض رجاہو ہوں کی نبض پر اور نبض توکل جو انوں کی نبض پر جو فصل ربیع کے مقابلہ میں ہیں۔ یعنی جیسے کہ فصل ربیع میں موسم معتدل ہوتا ہے۔ ایسے ہی جو انوں کا مزاج بھی معتدل ہے۔

نبض کی حقیقت قلب کا غم ہے۔ اور قلوبوں میں تفاوت ہے۔ اور تفاوت میں اختلاف ہے اس سبب سے نبضوں میں بھی اختلاف ہے۔ اور اسی صورت سے نبض مرکب پیدا ہوتی ہے یہی قول اسلام کا ہے۔ اور نبض بسیط متلب کی تصدیق ہے۔ جس سے دس قسمیں پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے فصل میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ غم نبض طویل ہے۔ غم نبض قصیر ہے۔ غم نبض قوی ہے۔ غم نبض ضعیف ہے۔ اور غم کا حس پر غالب ہونا اور علوم خفیہ کے حقائق کا ظاہر ہونا اور توکل جو بین الخوف والرجاء ہے اور تسلیم جو قدر اور جبر کے وسط میں ہے اور رضا بالقضاء وخیر شر کی دونوں حالتوں میں کبھی بیچ میں ہے اور میزان شرع میں حرکات کا وزن اور جیسا کہ تم جان چکے ہو کہ نبض اور حرکات اذنا ریس موسیقی مناسبت ہے۔ پس یہی حقیقت باطن قلب میں روح کے سماع کے ساتھ لذت حاصل کرنے کے وقت پائی جاتی ہے۔ اور یہی ضربان قلب کی نسبت ہے حرکت اوتار کے ساتھ اور اذنا ریس قلب اور لغات موسیقی میں منوائت حفظ ثقل اور آواز موسیقی کے بھانے اور طول اور قصر اور ضعف اور قوت کی خواہر قلب کے اندر حفاظت کرتے ہیں۔ یہ کیونکہ ہم بعض قلب ایسا پاتے ہیں جو ہلکا وزن سے بھی پہلے ملکوت کی سیر کر لیتا ہے۔ اور بعض قلب ایسا ہوتا ہے کہ تمام عمر میں بھی اس کو ایک نظر نصیب نہیں ہوتی۔

پس نبض کی جتنی دس ہیں۔ اور قلب کی خواہر بھی دس ہیں اور ان کی حرکات بھی دس ہیں۔ اپنا پانچ حضور علیہ السلام نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ اسلام کے دس حصے ہیں جس کو ان میں سے ایک حصہ بھی نصیب ہوا۔ وہ نہایت نقصان والا ہے۔ یہ حدیث کتابوں میں بڑی منقول ہے۔ پس جیسے کہ مردہ کی نبض حرکت نہیں کرتی۔ ایسے

ہی جاہل کے دل میں خدا کا خطرہ نہیں گزرتا۔ کیونکہ جمالت موت سے زیادہ سخت ہے اور  
 خطرہ بغض سے زیادہ تیز ہے۔ اور علم زندگی سے بہتر ہے یعنی یہاں تک کہ زندگی سے کیونکہ  
 انسانی زندگی بغیر علم کے حاصل نہیں ہو سکتی اور علم کی روح معرفت کو خاطر کی رگ میں پیونچا  
 دیتی ہے۔ کیونکہ خاطر قلب کی شریان ہے اور قلب ہی سے نسبت خداوندی اُس کے اندر  
 جاتی ہے اور اعتدال کی طرف سے توفیق آتی ہے اور معرفت کی صحت اور فکر کا مرض سب  
 اسی سے معلوم ہوتا ہے اور زندہ آدمی کی بغض کی طرح اس کی حرکت کے صغف اور قوت  
 کا اختلاف بھی ہوتا رہتا ہے۔ جاہل کے قلب میں خاطر نہیں ہے کیونکہ وہ مردہ کی مثل ہے  
 جس کی بغض نہیں ہوتی پس یہ مردار ہے۔ اُس کا کھانا حلال نہیں مگر اُس شخص کو جو سخت  
 فاقہ میں گرفتار ہو قسطنطنیہ غیور متبکافین لکھتا ہے یعنی جو شخص کہ  
 مخصوص میں گرفتار ہو اور گناہ کا قصد نہ رکھتا ہو اُس کو مردار کا کھانا جائز ہے۔ مگر شکم  
 شیر ہو کر نہ کھائے۔ بلکہ رفع اشتہا کرے۔ تاکہ زندگی قائم رہے چنانچہ تمام علوم بمقابلہ  
 علم حقیقت کے مثل مردار کے ہیں۔ ان کا حاصل کرنا محض رفع ضرورت کے واسطے جائز  
 ہے۔ اور یہ علم یعنی علم حقیقت بغیر بغض معتدل کے حاصل کیے جو ستوی اور مختلف کے  
 درمیان میں ہے حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ بغض بغیر شرک غنی کے معدوم کیے حاصل  
 نہیں ہوتی۔ اور شرک غنی بغض غنی سی حرکت کرتا ہے۔ جس سے ظن اور شک کے  
 درمیان میں علم کا تردد دوم ادب ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میری امت  
 میں شرک اندھیری رات میں چوینچی کی آہٹ سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوگا۔ پھر  
 جب یہ علم حقیقی حاصل ہوا۔ اور قلب کی آنکھ کھل گئی۔ تب وہ اشیاء کی حقیقت  
 دیکھ لیگا۔ اور جمالت کے باویہ سے نجات پائیگا۔

پس اسے طالب تحقیق حق کے حرص کرینوالے ہم نے جو بغض کے حالات ذکر کیے  
 ہیں مزاج کو اغتیار کر اور فرض و فضل میں تمیز حاصل کر اور طول و عرض میں غور کر۔ اور  
 جان لے کہ قلب بدن کا بادشاہ ہے اور بغض اس کی معرفت ہے اور اسکی صحت کی دعوی  
 ہے۔ اور اعمال صالحہ بغض حقیقی سے صادر ہونے والی دلائل ہیں وہ بغض حقیقی جو خواہر



نفس سے پیدا ہوتی ہے۔ اور خواطر نفسیہ بحر عقل میں علم و معرفت کے موجزن ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بعض انقباض اور انبساط کی دونوں حالتوں میں ظاہر ہوتی ہے پس اس شخص کو تلاش کرو۔ اور صبر کی تعلیم دو۔ اور خدا سے دُرو تاکہ خلاصیت پاؤ۔

## چوتھا باب

### امراض اور ادویہ کے بیان میں

اس میں دو تفصیلات ہیں  
 پہلی فصل جسمانی امراض اور ان کی دواؤں کے بیان میں اور اس فصل میں طوفانی  
 پہلی طرف علل اور امراض کلیہ کے بیان میں معلوم ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے  
 انسان کو دو مختلف جوہروں سے پیدا کیا ہے۔ ایک جوہر جسمانی ہے۔ جو استقامت اور قسا و اور  
 تحمل و تحمل کے قابل ہے۔ اور اسی پر امراض اور آلام اور علل کے عوارض وارد ہوتے ہیں  
 اور دوسرا جوہر روحانی لطیف و کامل عاقل عالم ناطق ہے۔ اس کے امراض بھی روحانی ہیں  
 جن کو ہم عنقریب بیان کرتے ہیں۔ جسمانی امراض بعض ایسے ہیں جو ظاہر جسم میں واقع ہوتے  
 ہیں۔ اور بعض باطن جسم میں اور بعض ظاہر و باطن دونوں میں واقع ہوتے ہیں۔ وہ امراض  
 جو ظاہر جسم میں باطن جسم کی مشارکت سے واقع ہوتے ہیں مثلاً زخم اور پیمہ و غیرہ کے ہیں  
 اور وہ امراض جو باطن جسم میں ظاہر جسم کی مشارکت سے واقع ہوتے ہیں مثلاً درد سر اور درد  
 جگر وغیرہ کے ہیں اور وہ امراض جو ظاہر اور باطن دونوں میں واقع ہوتے ہیں مثلاً گم  
 و سر بخار کے ہیں اور جس بخار کے شروع میں گرمی محسوس ہوگی وہ صفراوی یا دوسری ہوگا  
 اور جس کے شروع میں سردی محسوس ہوگی وہ بلغمی ہوگا۔ مگر ان کی تفصیل کا بیان کرنا میرا  
 مقصد نہیں ہے۔ میرا مقصد روحانیات کے متعلق بحث کرنا ہے۔ چنانچہ ان کے متعلقہ  
 میں حسب موقعہ انکی تفسیر کرونگا اور باطنی بخار کا بھی اُس کی جگہ میں ذکر کرونگا۔

جسم انسانی میں جس قدر بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اُن اعضا کی رو سے بیان کیا جاتا ہے جن سے اُن کی ابتداء ہوتی ہے۔ پس ہم پہلے سر کی بیماریوں کو بیان کرتے ہیں کیونکہ سر سب اعضا میں اشرف اور بلند مرتبہ ہے۔ اور اُس میں نقص کا واقع ہونا اذہد خطرناک ہے۔

کیونکہ محض ایک سُر اکثر حواس کو شامل ہے۔ اور بہت سے قولے انسانیہ اس کے اندر ہیں۔ اور اس کی آفات بھی بہت ہیں۔ بعض جزویہ اور بعض کلیہ جزویہ تو وہ ہیں جو سر کے اندر کسی خاص جگہ پیدا ہوں سارے سر میں نہ ہوں۔ مثلاً آنکھ میں تکلیف ہو جائے اور ناک میں نہ ہو یا ناک میں ہو اور آنکھ میں نہ ہو داخل سر میں کوئی جزوی آفت پہنچے مثلاً فکر کا آلہ بیکار ہو جائے یا ذکر کا بیکار ہو جائے۔ اور باطن دماغ میں کلی آفت پہنچے جن سے تمام قوی اور حواس میں خلل پڑ جائے مثلاً صرع یعنی مری کی بیماری ہو کیونکہ صرع والے کو جب دورہ ہوتا ہے۔ وہ بیہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ اور کوئی عضو اس کا حرکت نہیں کر سکتا ایسے ہی دیوانہ جس کے آلات عقل میں فتور آ گیا ہو۔ اُس کی عقل کا نور زائل ہو جاتا ہے۔ اور وہ بالکل حیران اور سرگشتہ رہتا ہے۔ ایسے ہی دوسرے بھی حواس گم ہو جاتے ہیں کیونکہ روح اپنے کاموں سے بیزار ہو جاتا ہے اور سر حیران ہو کر اپنے خاص کاموں سے معذور ہو جاتا ہے۔ دوسری کئی قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو دائیں طرف ہوتا ہے۔ اور ایک بائیں طرف ہوتا ہے۔ اور ایک تمام سر میں ہوتا ہے۔ اور اکثر اس کی پیدائش گرمی اور خشکی کی زیادتی سے ہوتی ہے۔ پوری تفصیل اس کی کتب طب میں مذکور ہے۔

راس کے بعد سینہ کے امراض مثلاً کھانسی نزلہ۔ ورم الصدر۔ ضیق النفس پینہ پیرے کی خرابی۔ حلق کا دکھنا۔ حلق میں زخم کا ہونا وغیرہ اور اس کے بعد معدہ کے امراض ہیں مثلاً درد شکم۔ گرمی سے ہوا سردی سے۔ معدہ کے موندہ کا کھل جانا یا بند ہو جانا۔ معدہ کے موندہ میں درد ہونا۔ جگر میں درد ہونا۔ مثلاً میں درد ہونا اور ورم ہو جانا اور رگوں کا بند ہونا طحال کا بڑھ جانا قلب میں ضعف ہونا۔ یہ ایک علیحدہ مرض ہے۔ اور اس کی حرارت یا رودت دونوں بذاتہ نقصان پہنچاتی ہیں۔ ان سب امراض کی اصل حرارت و ثبوت صفراء ہے۔ اور اوپر کے جسم میں اکثر یہ امراض مضر اور خون ہی کے غلبہ سے پیدا ہوتے ہیں۔



اور بچے کے جسم میں اکثر بلغم اور سودا سے پیدا ہوتے ہیں۔ خون جب جوش کھاتا ہے۔ تو اوپر کی جانب چلا جاتا ہے۔ اور جب سوختہ ہو جاتا ہے۔ تو بچے کی طرف مائل ہوتا ہے اور بواسیر شقاق المقعد اور انٹریوں اور فرج و ذکر میں زخم اور پھوٹے پیدا ہوتے ہیں ہر مرض کے سبب جدا گانہ ہوتے ہیں۔ اور ہر سبب کی ایک علامت ہوتی ہے۔ اور ہر علامت کا معالجہ ہوتا ہے۔ اور ہر مرض کی دوا ہے۔ مگر موت اور بڑھاپے کی کوئی دوا نہیں اور بدن انسانی زن امراض جسمانی سے خالی نہیں ہوتا۔

مرض ایک حالت ہے۔ جو بدن میں ہیئت اہل کے خلاف پیدا ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مرض تو وہ ہے جو اس فطرت میں داخل ہوتا ہے یعنی پیدائشی مثلاً کسی آلہ یا عضو میں نقصان ہو۔ یہ مرض معالجہ اور طبی بشری سے دفع نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا مرض وہ جو فطرت میں داخل نہیں ہوتا۔ بلکہ فساد مزاج سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی مزاج اپنے اعتدال طبعی سے خارج ہو جائے۔ اور اس سے مرض پیدا ہو پہلے مرض کی مثال یہ ہے۔ کہ مثلاً کوئی شخص اندھا یا گونگا یا ماتھ پیر کا ناقص پیدا ہو۔ تو یہ مرض اس کے علاج سے دفع نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی شخص صحیح اور تندرست پیدا ہوا پھر اس کے ماتھ یا پیر میں کچھ درد ہو تو وہ علاج سے زائل ہو سکتا ہے۔ بدن میں اعضا رئیسہ تین ہیں۔ دماغ قلب اور جگر۔ ان تینوں اعضا میں سے جس عضو میں مرض واقع ہوگا۔ اس کا فساد بہت سخت ہوگا۔ اور زندگانی کے متعلق سب کے زیادہ سخت آفت قلب کی ہے ایسے ہی عقل کے متعلق دماغ کی آفت بہت شدید ہے۔ کیونکہ دماغ عقل سے وہی نسبت رکھتا ہے جو زندگانی قلب سے رکھتی ہے۔ اور طبیعت ہمیشہ جگر کے ساتھ مشغول رہتی ہے اس سبب سے یہ بھی اعضا رئیسہ میں سے ہے۔ اور غصے بھی اعضا رئیسہ میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔ بعض اہباء کا قول ہے کہ وہ روح جو خصیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ مثل روح حیوانی کے سے جو قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ اور روح طبعی کے جو جگر میں پیدا ہوتی ہے۔ اور روح نفسانی کے جو دماغ میں پیدا ہوتی ہے۔ غرض کہ سب اعضا سے اشرف قلب اور دماغ ہیں۔ اور انہیں میں مرض جلد سرایت کرتا ہے۔ مگر مکرار دماغ قلب کے درد

سے آسان ہے۔ اور مرض اسی بات کا نام ہے کہ عضو اپنی اس ہیئت سے جو اس کے ساتھ مخصوص ہے - خارج ہو جائے۔ اور صحت یہ ہے کہ پھر وہ عضو اس ہیئت کے طرف رجوع کر آئے جو مرض سے پہلے تھی۔ ہمارا مقصد یہ نہیں کہ ہم امراض جزویہ کا بیان کریں بلکہ ہم تو کلیات پر گفتگو کرنے ہیں۔ کیونکہ جزئیات کا بیان نہایت طویل ہے۔

جالیئوس کہتے ہیں۔ انسان کے بدن کی تین حالتیں ہیں۔ ایک صحت یہ وہ حالت ہے جو انسان کے فرائض اور اس کی ترکیب سے مشابہ ہو یعنی کل افعال انسانی اس سے صحیح و سالم صادر ہوں۔ دوسری حالت مرض ہے۔ اور یہ وہ ہیئت ہے جو اس کے برعکس ہو۔ اور ایک حالت وہ ہے جس کا نہ صحت میں مشابہہ نہ مرض میں بلکہ دونوں کے درمیان میں ہے جیسے بچوں اور بچوں کی حالت ہے۔

شیخ الیاقیم فرماتے ہیں، امراض کی کل چار قسمیں ہیں۔ امراض خلقت اور امراض مغیرہ امراض عدد۔ امراض وضع۔ پھر امراض خلقت کی بھی چار قسمیں ہیں۔ امراض شکل اور وہ نہ عضو کی شکل اپنی صورت اصلی سے متغیر ہو جائے مثلاً سیدھا عضو بڑھا ہو جائے اور بڑھا سیدھا ہو جائے۔ دوسرے امراض مجاری ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ بیماری اپنی اصلی اندازہ سے زیادہ وسیع ہو جائیں مثلاً آنکھ کے انتشار کسرا بیماری بند ہو جائیں جیسے بگڑ گئی رگیں بند ہو جاتی ہیں زہر سے امراض ادویہ و تجربی ہوتی ہیں۔ دوسری قسمیں ہیں ایک تھوہ کہ اوہ وسیع یعنی کشادہ ہو جائیں۔ جیسے انقباض بڑھانے میں یا تنگ ہو جائیں جیسے معدہ تنگ ہو جاتا ہے۔ یا بطون دماغ صرع کے دورہ کے وقت تنگ ہو جاتا ہے یا باگل بند ہو جائے جیسے بطون دماغ میں ہو جاتا ہے یا خالی ہو جائے جیسے قلب خون سے خالی ہو جاتا ہے۔ از حد خوشی یا از حد غم کے سبب ہے جس سے ہلاکت ہو جاتی ہے چوتھے امراض مغلض اعضا ہیں۔ اور امراض مقدار اور قسمیں ہیں ایک وہ امراض ہیں جو مقدار کی زیادتی سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً واء الضبل وغیرہ کے اور ایک وہ ہیں جو مقدار کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے دوبا بدن وغیرہ ہیں



اور امراض عدد کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو عدد کی زیادتی سے ہو اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ زیادتی جو طبعی ہو جیسے پانچ انگلیوں کے ساتھ چھٹی انگلی بھی ہو اور بیاض زیادتی غیر طبعی ہو جیسے سنگرزہ۔ اور دوسرا مرض عدد وہ ہے جو عدد کی کمی سے ہو جیسے یہ کمی طبعی ہو یا غیر طبعی مثلاً کسی شخص کی پیدائشی چار انگلیاں ہوں یا کسی ایک انگلی کٹ جائے۔

اور امراض وضع یہ ہیں کہ کسی شخص کا عضو اپنے جوڑے سے اتر جائے یا اپنی جگہ سے زائل ہو جائے۔ یا اس میں کوئی حرکت غیر طبعی پیدا ہو جائے۔ مثل ریشہ وغیرہ کے یا عضو اپنی جگہ کو ایسا پکڑے کہ وہاں سے حرکت نہ کر سکے

یکل امراض جسمانیہ بمقابلہ روحانی امراض کے نہایت سہل ہیں۔ کیونکہ یہ جسمانی امراض محض جسم کی ہلاکت تک محدود ہیں۔ اور روحانی امراض روح اور قلب کو تلف اور ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ نہایت سخت اور دشوار ہیں اور جب تم نے اس بیان کو معلوم کر لیا۔ تو پھر سر سے پیر تک کل امراض تم کو معلوم ہو گئے۔ مرض استسقاء کا علاج یہ ہو۔ جب پیٹ بڑا ہونے لگا اور اس سے پہلے درد جگر اور بخار بھی تھا۔ اور زانف کا سورخ باریک اور سفید ہو گیا۔ اور اسی اثنا میں پیٹ کے اندر سے حرکت اور آوازیں بھی معلوم ہوتی تھیں۔ پس اگر اس حالت کے ساتھ پیشاب بھی سرخ تھا۔ تو اس میں مرض رجا تھوڑا ہے۔ اور اگر بول زیادہ ہو۔ اور پیٹ خشک ہو۔ تب جب ریوند جو ماذیون سے مرکب ہوں کھلا دیں۔ جب ریوند کی ترکیب یہ ہے۔ ریوند عصارہ غافقہ شحم کاسنی ہریک سدہ درم غاریقون ۵ درم ماذیون ۵ درم ازہ کی گوبیاں بنا کر ایک ہفتہ دھانی درم نوش کریں۔ اور اگر پیٹ میں انحلال ہو۔ تو آواز ہسرا رس کھلائیں۔ اور شور یا کھلنے کو دیں اور اگر پیٹ میں زنی زیادہ

استسقاء کا علاج

ہو۔ تو غلط جی کا ریت کھلائیں اور اگر ان علتوں کے ساتھ پیشاب میں سرخی اور حرارت نہ ہو۔ تو یہ گوبیاں کھلانی چاہیئے۔ ماذیون ۵ درم۔ نمک ہندی ایک سائش ورق الحمام ایک لائق یہ گوبیاں استسقاء کے پانی کو جذب کر لیں گی۔ استسقاء زنی کے واسطے یہ منہا نہایت مفید ہے۔ جو کا آٹا سعد بکری کی پرانی سیننی بورق گل ارمنی

ہموزن پیکر پیٹ پر لیپ کریں۔ اس سے پانی خشک ہو جائیگا۔ اور اگر بلیکوں اور اطراف میں نرم ورم ہو اور خبیث بھی سوچے ہوئے ہوں۔ اور سارا بدن اور چہرہ دہلا ہو گیا ہو تو یہ استسقاء لمبی ہے۔ اس کے واسطے اقراص کد مار الاصول کے ساتھ دینے چاہئیں۔ اور ہر ہفتہ میں جب ریونڈ کا سہل دینا چاہیے۔ اور اس شخص کو لازم ہے کہ گرم ریت میں نہوتا کرے۔ اور ریاضت میں مشغول ہو۔ پیاس اور بھوک کو ضبط کرے۔ اور اگر پیٹ پھولا ہو اور کھینچا ہوا ہو تو اگر اسپرٹا فائرس تو بیل کی سی آواز ہو پس یہ استسقاء طبعی ہے۔ اس مرض والے کو ہر ایک نفع کرنیوالی چیز سے پرہیز چاہیے۔ مثلاً ساگ وغیرہ اشیاء سے اور پچھنے سے لگائے جائیں۔ اور جاوڑس کا لیپ کیا جائے۔ اور نفع کی تحلیل کرنے والے ادویات کا استعمال کر لیا جائے۔

**بہق ابیض یعنی سفید و صجون کا علاج یہ ہے۔** شاترہ ہندی تخم فجل بینک کنڈش رازی ران سب کو ہموزن پیکر تیز کر کہ میں ملاویں۔ اور دھوپ میں بیٹھ کر لیپ کریں۔ اگر اس سے فائدہ ہو جائے تو بہتر ورنہ دو درم اطریقل صغیر ایک درم تربد ایک درم ایاج فیکرا ربع درم تخم حنظل ران سب ادویات میں سے مہینہ میں چار بار اور فقط اطریقل روزانہ تین درم نوش کریں۔ برص کا بھی بعینہ یہی علاج ہے۔ مگر اس میں تے بھی ہونی چاہیے۔ اور خشک کرنیوالی دواؤں کا استعمال اور یہ حلاً لگانا ضرور ہے۔ ترابج شیطیح کنیکج سیوہرج ہموزن پیکر بینک کے جوش دیئے ہوئے پانی میں ملائیں۔ اور لیپ کریں۔ اور اس سے پہلے اس جگہ کو موٹے کپڑے سے خوب مالش کریں۔ اور اگر برص کے چہرہ کو سیاہی کے خون سے لیپ کر کے لیں۔ تو یہ بھی نافذ ہے۔ اور اگر دھبہ چھوٹا ہو۔ تو اسکو داغ دیں۔ جب داغ اچھا ہو جائے۔ پھر اس پر موزن بینک دردی صغر مقرہ شبت ران سب کا بہت دھیر لیپ کریں۔ اس علاج سے بیس روز کے اندر آرام ہو جائے گا۔

**سیاہ برص کا علاج یہ ہے کہ** گشخص کی فصلی جائے۔ اور گئی بار افتیموں کے سہل دیئے جائیں۔ اور بر لیپ لگایا جائے تخم فجل کنڈش اور حمام میں جا کر غسل کیا کرے۔



اور ٹھنڈی غذا کھائے۔

**تشنج کا علاج** یہ ہے کہ اگر ایک عندنیہ کی اعضا میں اینٹھنیاں ہوتی ہوں اور اعضا کچھنے معلوم ہوتے ہیں۔ تو اس کو تشنج کہتے ہیں۔ یہ تشنج یا تو یکبار کی ہوتا ہے اور یا تھوڑا سا شروع ہوتا ہے۔ اگر یکبار کی ہو تو اس کا علاج مشل قلع کے ہے۔ روغن قسط کی خوب روزہ کے ساتھ مالش کریں اور وہ تشنج جو آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ یہ بخار یا دستوں کے پیچھے رونق ہوتا ہے۔ ادویہ بہت ردی ہے۔ اس کا اچھا ہونا نہایت دشوار ہے۔ اس مرض کو لازم ہے کہ مارا شیہ اور روغن شوربا پیوے۔ اور خالص میٹھے پانی میں مینھا کرے۔ اور روغن بنفشہ اور روغن کدو کی بدن پر مالش کرے۔ اور ٹھنڈی غذاؤں کا استعمال رکھے۔

**کان میں نقل کا پید ا ہونا**۔ اگر کان میں بھاری پن ہو جائے۔ اور آواز اچھی طرح سنائی نہ دیتی ہو تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ کان میں مہل ہے یا نہیں۔ اگر میل ہو تو اس کو کان میں سے نکلوا دے۔ اور اگر اس سے نہ نکلے تو بڑی دوا کے خارج کرے۔ اور اگر میل نہیں ہے بلکہ کسی زخم یا مرض سے یہ بھاری پن ہو گیا ہے۔ تب یہ ہسپارہ لینا چاہیئے عجز خوش فستقین۔ فوٹیج جو ان سب چیزوں کو خوش دے کر جس کو کمب سے ممکن ہو۔ اس کی ہسپارہ کان کے اندر لیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو ان سب دواؤں کو خوش دے کر ایک لمبی گون کی شیشی میں بھریں۔ اور پھر اس کے مونہ پر کان رکھ لیں اور سب طرف سے کپڑا ڈھانک لیں۔ تو اس صورت میں خوب ہسپارہ ہوگا۔ اور اگر اس علاج سے بھی فائدہ نہ ہو تو ان دواؤں کو کان کے اندر ڈالیں۔ شمع حنظل ایک درم بورق تین درم جنید بہتر نصف درم زریونہ مدح نصف درم عصا فستقین نصف درم فرعیون ایک دانق۔ گاج کا پتہ قسط چار درم پتہ میں ملا کر کان میں پکائیں۔ اور اوپر سے روٹی رکھ لیں۔ اور اگر کوئی یہ مرض سبب شقت اور روزہ رکھنے اور جانے کی کثرت سے پیدا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں تمام کے اندر جانا اور عمدہ غذا کھانی اور کان میں تیل ڈالنا اور خالی پانی سے سرد حونا لازم ہے۔

**زبان کا بھاری پن**۔ جب لفظ زبان بھاری ہو جائے علاوہ اور اعضا کے احتیاط

کو بخاریا اور کوئی گرمی کی علت نہ ہو تب نوشادر فلفل زنجبیل رائی عرق قوما سوینج . ورنہ  
صعتر نہت ہندی گلوچی مرچ تلخ خشکدان سب کو پانی میں جو شش و بحر غمرہ کرے  
اور گھونٹ لگھنے سے پرہیز کرے۔ اور اگر زبان کے ساتھ اور گل حواس میں بھی ثقل ہو تو  
مثل فلج کے اس کا علاج کیا جاوے۔ اور اگر گرم بخاروں کے ساتھ فقط زبان ثقیل ہو  
اور ورم کراوے۔ اور تشنج بھی ہو تب گدھی کوتیل کی مالش کریں اور مونہ میں بھی خاص  
تیل رکھ کر کلی کریں +

جوع بکلی جب انسان کو ہر وقت جوع معلوم ہوتی ہو۔ اور ہر چند کھاتا ہو۔ مگر سیری نہ  
ہوتی ہو۔ تو ایسے شخص کو مرغن کھانا کھلانا چاہیے۔ اور پُرانی شراب پلائیں۔ اور اگر کھانے  
کے بعد سیری ہو جاتی ہو مگر بہت کھاتا ہو تو ایسے شخص کو گائے کا گوشت اور دودھ چاول  
کھلائیں۔ اور شراب پلائیں۔ اور ٹھنڈا پانی پلائیں اور ٹھنڈی ہوائیں بھائیں۔ اور اس سے  
کو کھنی اور قابض دینے چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے چکنی اور سنسی چیزیں خوب کھائے۔  
بخار کا بیان۔ بخار کی بہت قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہے جسکو اطباء حُمی کہتے ہیں۔ یہ  
بخار فقط ایک ہی دن آتا ہے۔ اور اس کی خاص علامتیں ہیں۔ اُس میں پھر بریاں آتی  
ہیں نہ انکڑا آتا۔ اور اس سے پہلے ضرور کوئی ایسا سبب عادت کے مخالف ہوتا ہے جس  
سے یہ بخار پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً سخت مشقت کا تحمل ہونا یا سخت غصہ آنا یا سبب پھینکا یا تیز  
شراب پینا یا کثرت سے شراب پی جانا یا دھوپ میں دیر تک بیٹھا رہنا یا گرم ہوا میں رہنا  
یا بدن کو چوٹ اور معدہ پر پہننا وغیرہ وغیرہ یہ بخار ایک ہی دفعہ آتا ہے۔ اور اس کا  
علاج حمام میں بیٹھے پانی سے غسل کرنا ہے۔ مگر چلیے کہ بیچ میں دروازہ کے پاس  
بیٹھے تاکہ رگوں کے مسامات نہ بالکل کھل جائیں اور نہ اُن میں حرارت مشتعل ہو۔ پھر اپنے  
جسم پر پانی ڈالے اور غسل کے بعد تدریجاً اور چوڑوں کا شور باغوش کرے۔ اور اگر اس کو  
شراب نوشی کی عادت ہو تو عادت کی مقدار سے کم شراب بھی پی لیوے۔ اور اگر  
شراب کی عادت نہ ہو تو شکر طہرزد اور گلاب کا جلاب نوش کرے +

حمی غشی یہ وہ بخار ہے جو ایک روز آتا ہے۔ اور ایک روز نہیں آتا۔ اس میں کچھ سردی



نہی معلوم ہوتی ہے۔ اور انگڑائیاں بھی آتی ہیں۔ اور جلدی سے بدن گرم ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اُس کو ہاتھ لگائے۔ تو اُس کے ہاتھ کو سوزش معلوم ہوتی ہے۔ اور اس بخاریں پیاس اور درد سر بھی ہوتا ہے اور بعض دفعہ ششی اور کرب اور صفراوی تھے ہونے لگتی ہے۔ اور کبھی دست آنے لگتے ہیں۔ گرم و خشک مزاج والوں کو اکثر یہ بخار آتا ہے۔ اور جو شخص مشقت اور جہاگنے اور روزہ رکھنے کا عادی ہو یا جس نے گرم غذائیں کھائی ہوں یا گرم ملکوں اور گرم وقتوں میں پرانی شراب پی ہو۔ وہ بھی اس بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور یہ بخار بارہ گھنٹے سے زیادہ نہیں رہتا۔ بلکہ اس سے کم ہی چار یا آٹھ گھنٹہ کے اندر اتر جاتا ہے۔ پس جب یہ علامتیں پائیں جائیں۔ تو جان لو کہ یہ حمی غبی ہے۔ اور اس بخار والے کو بخار کے روز سے پہلے بیسی درم بڑی ہر ایک رات دن پانی میں جوش کر کے جب وہ صوب ہو جو جاوے صاف کر کے میں درم ترغیبین کے ساتھ پلائیں اور ایک درم مقویا انطاکا اور پے کلاویں۔ اور اگر گلیار بہت کم زور ہو تو ہر روز شام کے وقت دس درم الہی اور بیس آلو بخارے سیر بھر پانی میں جوشن سے کر خوب ملکر چھان کر دس درم شکر طبرزد ڈال کر سوتے وقت پلائیں۔ اور صبح کو آپ جو پلائیں۔ اور گلزنی کھیرے کا گودا کھلا کر کہو کا عرق پلائیں۔

جسے محرقہ جسکو تپ محرقہ کہتے ہیں۔ یہ بھی شے غبی ہی کی قسم ہے مگر اس میں اُس سے زیادہ سخت حرارت ہوتی ہے۔ اور یہ بخار اترتا نہیں۔ بلکہ ایک دن بیچ کر زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور اس میں انگڑائیاں بھی نہیں آتیں اور پسینہ بھی نہیں آتا۔ مگر اترنے کے وقت باقی کل باتیں حمی غبی کی اس میں زیادتی کے ساتھ ہوتی ہیں اور زبان پستے سیاہ اندومی اور حلتی ہو جاتی ہے۔ علاج اُس کا وہی ہے جو حمی غبی میں ہے بیان کیونکہ ہیں اور بار اشمیر اور اقرا من کا فور کی ملازمت کی جائے اور عرق کدو عرق تر بون کے ساتھ ملا کر گھری گھری پلائیں۔

جسے مطبقہ یہ دمومی بخار ہے۔ اس میں انگڑائیاں اور پھریریاں نہیں آتیں گرمی کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اور آنکھوں اور چہرہ اور کان اور ناک میں سرخی اور کرب

اور سوزش پیدا ہوتی ہے اور سانس بھی بڑے بڑے آتے ہیں۔ اس بخار سے پہلے دن میں بھاری پن اور سستی اور نیند کی زیادتی اور زبان میں بھاری پن پایا جاتا ہے۔ خاص کر پیشانی اور سر بہت بھاری ہوتے ہیں۔

یہ بخار جوانی کی عمر اور ربیع کی فصل میں اکثر آتا ہے اس کے واسطے فصد کی ضرورت ہے تاکہ خون کی زیادتی کم ہو جائے اور بخار کی حرارت میں انقطاع ہو اور اگر یہ بخار نہ اُترا یہاں تک کہ زبان سیاہ ہو کر حتیٰ محرقہ کے آثار ظاہر ہوئے تب اُمی کا علاج کرنا چاہیے۔ مگر یہ دوا میں بھی اضافہ کریں جیسے یمنوں کا رب اور شربت انار اور رباس اور صہم ہے اور یہ مسلسل پلائیں۔ آپ کو بخار اتر مہندی شکر طبرزد آب انار ترش جسکو چھلکوں سمیت شکہ کے ساتھ کھٹ لیا ہو۔ اور جب بخار اتر جائے تو پورے طور سے تندرست ہونے تک گوشت خوب کھلائیں۔ انہیں بخاروں میں سے اور بہت سے بخار ہیں جیسے جٹہ بلغغیہ وغیرہ ہم نمران میں سے تھوڑا سا ذکر کیا جس کو تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو۔ وہ علم طب کی بڑی بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

**خناق مینی گلا آنا۔** جب یہ مرض لگے میں ہوتا ہے تو گلاب بیج جاتا ہے۔ اور جس قدر گلا زیادہ تنگ ہوتا ہے۔ اُمی قدر مرض سخت ہوتا ہے۔ اگر گلا دکنے کے ساتھ چہرہ اور آنکھیں بھی سسرخ ہیں تو پہلے یفقال کی فصد لیں اور کچے انار کو چھلکے سمیت کھٹ کر پانی میں جوش کر کے غرغہ کرائیں۔ اور تدریجاً شہتوت پلائیں یا شاق کو گلاب میں بنا کر غرغہ کریں۔ اور اگر بیماری کو تین روز سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ تب زردایر کو جوش کر کے اس کے پانی سے غرغہ کرائیں۔ اور اب نیار شہنار العسل کے ساتھ بطور منضج پلائیں۔ پھر آو بخار را ملی خیار شہنار ترجمین کا مسہل دیں اور اگر چہرہ میں سرخی نہیں ہے۔ بلکہ موند سے لعاب بہت جاری ہو اور رطوبت کی علامتیں پانی جاتیں تب مسہل قرقا کا استعمال کریں اور سبغین صلی کے ساتھ غرغہ کرائیں۔ اور اگر زبان

لعل سے لکھ بڑا مضر ہے۔ اس کے پھل کا چھلکا مارا ہوتا ہے۔ اس کا اس مرض کے دے دے دنا لگے ہیں بلکہ مٹی خایت مفید ہے۔ جس سے انھی سانپ کا مٹھ مٹھ کر اس کو مار دانا ہو۔



کے نیچے کی رگوں کی فصدیہوں کو یہ بھی مفید ہے۔ اور گردن میں بچکنے لگانا بھی فائدہ کرتا ہے اور غسل بلا در سے گردن کا لپ کرنا۔ اور یہ مغوف حلق میں لگانا بھی نافع ہے۔ رات کی نوشادر عرق قرصا حلیت نظر و نفل قوت بخ

دوران کا علاج۔ اگر انسان کو اپنے گرد کی چیزیں چکر کھاتی معلوم ہوں اور آنکھوں میں اندھیرا ہو جائے اور گردنے کا قصد کرے۔ اور ان باتوں کے ساتھ چہرہ اور آنکھیں گرم ہو جائیں۔ اور کان کے پیچھے کی رگیں بھول جائیں۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ گدی اور پیٹلیوں پر بچکنے لگائیں۔ اور اگر چہرہ میں سُرخی بھی ہو تو باسلیق کی فصد کھولیں اور پٹلی پر بچکنے لگائیں۔ اور ایک علاج اس کا یہ بھی کہ سر پر سرکہ شراب اور دھن گلاب کی دھن لگائیں اور بڑی ہشر کے عرق کے ساتھ جس کا صلع میں نوکر ہو چکا یہ لیں۔ اور اگر دوران کے ساتھ کھانسی اور کرب بھی ہو اور چہرہ پر سُرخی نہ ہو۔ تو اقل طبیعت اور انحراف سے دماغ تنقید کریں اور معدہ کو قوت پہنچائیں۔ اور قارے شربت قوت باا استعمال کریں اور ساتھ پیروں کو گرم پانی میں رکھیں۔ تاکہ مادہ اوپر سے نیچے کی طرف صُح آوے اور شربت یا قمر بندی اور اگر بخار اسفول کے ساتھ پینا بھی نافع ہے

ذات الجنب یعنی دروہیلی۔ اگر انسان کی پسلیوں کے نیچے درد ہو۔ اور اس کے ساتھ بخار اور خشک کھانسی بھی ہو۔ پس اگر درد اوپر کی پسلی کے کنارے پر ہو تب ہی طرف کے باسلیق کی فصد کھولیں جس طرف درد ہو۔ مگر جس وقت بدن میں اشتہار بہت ہو تب جانب مخالف سے فصد کھولیں یعنی جس طرف درد نہ ہو۔ اور اگر پسلی کے نیچے کے کنارے میں پشت کی طرف درد ہو تو اس طبوغ کے ساتھ جس کو ہم بیان کر چکے ہیں میہل دیں۔

زکام اگر زکام میں کھانسی یا گل خشک ہو تو حیرہ بنفشہ آب جو کے ساتھ پلائیں اور جب ریش لکھنی شروع ہو۔ تو ہر روز آب جو سے پیلے وہ جو شانہ جو زکام میں پلایا جاتا ہے پلائیں۔ اور اگر بخار کو تسکین ہو۔ اور بیمار زور سے سختی کے ساتھ بھونک مارتا ہو تب مریض کو وہ دوا پلائیں۔ جو ربو کے بیان میں مذکور ہے۔ اور اگر ریش شش سیاہ یا بہت

رزد ہو۔ اور اسی حالت میں رہے۔ اور بخار اور حرارت کو سات روز تک تسکین نہ ہو تو اس  
مرض سے خوف ہے۔ اور اگر اس کے پہلو میں باہر سے سرخی پیدا ہو اور جب اس پر ہاتھ  
سے دبائیں۔ تو درد ہوتا ہو۔ پس اس پر پچھنے لگائیں۔ اور انجیر اور رائی کا لپ کریں۔  
وہ چشم جب آنکھیں سرخ ہو جائیں۔ اور آنسو بہنے لگیں۔ اور گوشہ چشم میں گچ  
آویں۔ تو بیشک زرد چشم ہو گیا۔ اور جس قدر یہ سب باتیں زیادتی کے ساتھ ہوں گی اسی  
قدر درد بھی زیادہ ہو گا۔ اور زیادہ خوفناک وہ مدد ہے جس میں آنکھ کی سفیدی اس قدر  
پھول جائے کہ سیاہی کے اوپر چڑھ آئے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے قیصال کی فصیدیں  
اسی ہاتھ سے جو چشم بیمار کی طرف ہو۔ اور کثرت سے خون نکالیں پھر اسکے بعد بڑی  
ہڑ اور زنجبین اور مارالغوا کہ کامسل دیں گوشت شراب میٹھی اور ثقیل غذا سے پرہیز کریں  
اگر یہ علاج کافی ہو تو خیر ورنہ شیاف امیض کوڑکی والی کے دودھ میں حل کر کے آنکھ کے اندر  
ڈالیں۔ اور میشانی اور پھونوں پر اس لپ کا لگانا بھی مفید ہے۔ جس کی ترکیب یہ ہے  
بامیہ ورد صبر حنظل صندل سیح فو قل زعفران ران سب کو ہون لیکر پیس  
اور گولیاں بنا کر رکھ چھوڑیں۔ اور بوقت حاجت ایک گولی دھینے یا کاسنی یا گلاب  
کے عرق میں حل کر کے آنکھ میں لگائیں۔ اور شیاف امیض کی ترکیب یہ ہے۔

سفیدہ مغسول دس درم۔ انٹرو تین درم۔ نشاستہ ایک درم کثیرا ایفون نصف  
درم۔ ان سب کا شیاف بنایا جائے +

زکام کا باقی بیان گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد جب انسان سر کھلا رکھے۔ اور  
شمالی سر ہو افس کو لگ جائے۔ تو اس سے ناک میں کھچلی اور دغدغہ پیدا ہو جاتا ہے  
اور جھینکیں بھی آتی ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ کپڑے کو گرم کر کے دماغ پر رکھیں  
یہاں تک کہ دماغ کو افس کی گرمی محسوس ہو۔ اور شک و کلوخی وغیرہ گرم چیزیں سنوٹھیں  
پانی بہت کم پیویں اور چت نہ سوویں۔ غذا بھی کم کریں۔ شراب بالکل چھوڑ دیں۔ پس  
اگر اس طریقے سے فائدہ ہو تو بہتر ہے۔ ورنہ قیصال کی فصیدیں اور اس مطبوخ کے  
ساتھ مسہل لیں۔ صفت اس مطبوخ کی یہ ہے یعنی جو شادہ جو زکام اور کھانسی



کے واسطے مفید ہے عَنَاب ۲۱ عدد سپتال ۳۰ عدد موزِ مُنْقٰی دس درم بنفشہ ۱۰ درم  
ملٹھی ۵ درم رُزْدِ انجیر ۳ عدد رانِ سب کو ڈیرھ سیر پانی میں اس قدر جوش دیں کہ آدھ  
سیر بچ جائے پھر سات درم املتا سب کا گودا اور دس درم زنجبین اس میں ہلکا کر نوش  
کریں۔ اور اگر قصد اور اس مہل سے فائدہ نہ ہو۔ بلکہ زکام سینہ کی طرف رجوع کرے کھانسی  
بخاریں شدت ہو تب اس وقت فصیدنی ضرور ہے۔ اور گوشت کے کھانے سے  
بالکل پرہیز چاہیے۔ اور آپ جو کے ساتھ گل بنفشہ جوش کر کے نوش کریں۔ پس اگر اس  
علاج سے بخار کو شکین ہو۔ مگر کھانسی بدستور رہے اور کھانسی میں ریزش ملٹنی شروع ہو  
تب چو شانہ ہر روز خمیر بنفشہ کے ساتھ استعمال کریں یہاں تک کہ سینہ صاف ہو جائے  
اور آواز بھی صاف ہو۔ اس مطبوخ کی صفت یہ ہے۔ انجیر زرد ۵ عدد عَنَاب دس عدد  
سپتال بیس عدد سپید منقی دس درم ملٹھی کو فٹہ ۵ درم رانِ سب ادویہ کو اس قدر  
جوش دیا جائے کہ گل کر آتا ہو جائیں پھر صاف کر کے تین اوقیہ کی مقدار روزانہ  
خمیر بنفشہ کے ساتھ نوش کریں +

**مرض سرسام** یہ لفظ فارسی مرکب ہے سر اور سام سے۔ سام کے معنی وزم کے  
پس یعنی سر کا وزم جب انسان کو حسی مطبقہ دامگیر ہو اور اُس کے ساتھ سر میں اور  
آنکھوں میں بھاری پن اور سُرخی اور سر میں سخت درد ہو اور روشنی بری معلوم ہوتی  
ہو۔ اور بھض میں تیزی ہو۔ تو یہ سب سرسام کی نشانی ہیں۔ اور جب زبان سیاہ  
یا زرد ہوگئی اور عقل میں فتور آگیا اور غینہ نہیں آتی۔ اور ہڈیاں شروع ہو گیا۔ تو ان علامات  
سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسام پورا ہو گیا ایسے مریض کے واسطے لازم ہے کہ ان علامتوں  
کے پورا ہونے سے پہلے اس کی فصیدیں اور مارا الفوا کہ کا سہل دے کر طبیعت کو صاف  
کریں اور دن بھر میں ایک یا دو بار صرٹ مارا الشیر بجائے غذا کے کھانے کو دیں جیسے کہ  
صحت کی حالت میں اس کو کھانے کی عادت ہو۔ اس کے سر پر سرکہ شراب اور روغن  
گلاب کی مالش کریں۔ اور اگر غینہ بالکل نہ آتی ہو تو اس دوا کا استعمال کریں گل بنفشہ  
پوست خشکاش خمیر مقشر بذراغس بیخ تفلح ران سب کو ایک برتن میں جوش

کر کے گرم پانی سے اس کے سر کو ایک ٹنٹ میں دھوئیں اس دوا کے استعمال سے اس کا جاننا بالکل دفع ہو جائیگا۔ اور خوب سوئے گا۔

**شقاق المقعده** (یعنی مقام جواز کا پھٹ جانا) بطح کی چربی سے جو قیر ملی بتائی ہو۔ اس کو اور زعفران اور اونٹ کی نلی کے گودے سے اس کا علاج کریں اور اگر یہ گودا نہ ملے تو گائے کی نلی کی چربی موم اور روغن سوسن یا روغن زکرس میں ملا کر لگائیں اور اگر مقام میں حرارت زیادہ ہو تو مہم سفید کا بھی اس میں اضافہ کریں۔ اگر قبل (یعنی عورت کی پیشابگاہ) میں شقاق یا پھٹن ہو تو یہ دوا استعمال کریں کہ ایک سیسہ کا ٹکڑا لیکر اس کو بقدر الحماقہ کے عرق یا مارغس میں اس قدر گھسیں یا لعاب اسبنول میں کہ سیسہ سب حل ہو کر گاڑا ہو جائے۔ پھر اس میں روغن گلاب ملا کر استعمال کریں یہ دوا اس پھوڑے کے واسطے بھی مفید ہے۔ جو عورت کے رحم وغیرہ مقامات میں پیدا ہوتا ہے۔

**صداع اور شقیقہ** (یعنی سارے اور آدھے سر کا درد) اگر صداع اور شقیقہ کے ساتھ سرخی اور کچن اور چہرے اور آنکھوں میں بوجھ بھی ہے۔ اور ہاتھ لگانے سے سر اور چہرہ گرم معلوم ہوتا ہے اور نبض میں بھاری پن ہے۔ تو اس کا علاج اس طور سے ہے کہ پہلے قفال کی اس ہاتھ سے نبض لیں جس کی طرف سر میں درد ہے پھر اس کے بعد گلاب اور روغن گلاب اور سرکہ شراب کو ایک شیشی میں آمیز کر کے برف کے اندر گھنڈا کریں پھر نبض کے سر پر مالش کریں گوشت شراب اور گرم چیزوں سے اس مرض میں بہرہ نہ چاہیے۔ ٹھنڈی ترکاریاں اور میوے خوب کھائے اور اس سہل سے طبیعت کے مرض کی صفائی کرے۔ بڑی ہڑا کو بخار اٹلی شکر طبرزد۔ اور اگر اس علاج سے بھی آرام نہ ہو تو غلٹی کو شراب میں پیس کر سر پر لپیٹ کریں۔ اور اگر صداع کے ساتھ نبض میں سرعت اور ہاتھ لگانے سے سر میں گرمی محسوس ہو۔ مگر آنکھوں اور چہرہ میں سرخی نہ ہو۔ اور نہ کھینچی ہو۔ تب اس کا علاج مسہلات سے کرنا چاہیئے۔ اور روغن بنفشہ یا روغن کدو شیریں کی تاس لیں یا روغن نیلوفر غلاف ناک میں پٹکائیں۔ اور اگر خون میں غلطت ہو گئی ہو تب صداع دیر پا ہو جائے گا۔ اس کے واسطے اس دوا کا استعمال کرے۔ آئینوں کا فور ہوزن



ان کو ہیکر روغن خلط میں ملائے۔ اور مریض کے ناک کان میں تپکائے۔ اور اگر صداع کے ساتھ ان علامتوں میں سے کوئی علامت نہ ہو تب علاج کو ماہال کے ساتھ شروع کریں۔ اور یہ سہل توقایا نہایت مفید ہے اور مجرب ہے چاندی فیرا دس تولہ طعیم حنظل ۳ تولہ سقونیا ۲ تولہ تربدہ تولہ طعیم دوس ۵ تولہ ان سب دواؤں کی دس خوراکیں بنائیں اور سہل کے بعد روغن بان دروغن زنبق کی سر اور پیشانی پر مالش کریں۔ اور صداع حار میں یہ نسخہ استعمال کرنا چاہیے۔ ہذا الحس شیان مائیشا صندل مسخ صندل سپید فلفل ایون ان سب دواؤں کو ہیکر سرکہ اور گلاب میں ملائیں اور سر پر لپیٹ کریں۔ اور لیپ کے اوپر ایک کپڑا سرکہ اور عرق گلاب میں تر کر کے رکھیں۔ پھر جب وہ خشک ہو جائے پھر اس کو ترک کریں۔ اور اگر درد سر دھوپ میں رہنے سے ہوا ہے۔ تو روغن گل اور سرکہ شراب کو برت میں گھنڈا کر کے اسی کا لیپ کریں۔

**ضعف بصر** (یعنی بینائی کی کمزوری) اگر ضعف بعصارت کے ساتھ غلبہ رطوبت کی بھی نشانیاں ہوں مثلاً بھوک اور محنت کے وقت آنکھ سے اچھا دکھائی دیتا ہو اور بعد وقتوں میں ایسا نہ دکھائی دیتا ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رطوبت کا غلبہ ہے۔ پس اس مریض کو بلاناغہ شربت توقایا پلانا چاہیے۔ اور قے سے تنفیہ کریں۔ اور یہ سرکہ لگائیں اور اگر ضعف بصر کے ساتھ بدن میں خشکی بھی ہو۔ تو مریض کو مقوی غذا کھلائیں اور سر پر خالی پانی ڈالیں۔ سرکہ کی ترکیب یہ ہے۔ یہ سرکہ رطوبت کے غلبہ سے کمزور ہونے والی آنکھ کو خوب تیز اور روشن کرتا ہے۔ توقایا مشغول ضعف ۳ تولہ کو ہیکر رکھ لیں پھر دمخوش ترکو پتھر ڈکراس کا عرق نکالیں اور ایک رات رہنے دیں صبح کو صحت کر کے توقایا اسکے اندر ڈالیں اور خشک ہونے تک رہنے دیں۔ پھر زنجبیل اور فلفل اور دار فلفل اور میرا ہریک دو دو تولہ اگر توقایا ۲۰ تولہ ہو تو نو سادر دو تولہ ان سب کو عرق زایا نج میں حل کر کے خشک کریں اور پھر حل کر کے کام میں لائیں آنکھ میں مسخ دانہ پڑنے کا علاج جب آنکھ میں ضرب یا کسی اور سبب سے مسخ دانہ داخل ہو گیا ہو۔ اور اس میں درد ہو تو اس کے تحلیل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ پس چاہیے۔ کہ ہر سال مسخ (یعنی منسل) کندر

مر اشق ان سب اجزاء کو ہم وزن پسک عرق و صنیہ میں حل کر کے آنکھ میں لگائیں اور اگر کچھ بھی درد ہو تو اندھے کو روغن گل میں ملا کر جاگتے میں آنکھ پر لپ کریں۔

**آنکھ میں ناخونہ پڑ جانیکا علاج**۔ جب تم کو آنکھ میں ناک کے پاس کے گوشہ سے لیکر سیاہی یعنی پتلی تک ایک جھلی سی معلوم ہو تو وہی ناخونہ ہے۔ اس کا نقصان بہت بڑا ہو اگر یہ پتلی کی طرف آجائے جب تک یہ جھلی پتلی رہتی ہے۔ اس کا علاج شیاف اخضر اور شیاف قلعندہ سے ہو سکتا ہے۔ اور جب عرصہ کے بعد سخت اور سوئی ہو جاتی ہے۔ تب لوہے کے

اوزار سے اس کا علاج کیا جاتا ہے۔ شیاف اخضر کا نسخہ یہ ہے۔ زنجار ۳ تولہ قلعنطار محرق ۱ تولہ زرنیخ احمر ۱ تولہ بورق ۱ تولہ زبدالجوا ۱ تولہ دوسا اور ہاشمہ اشق اشقال ان سب ادویات کو عرق سداب میں حل کر کے چھان لیں عجیب نفع کی چیز اور مجرب ہے۔ اور شیاف قلعندہ جو ناخونہ کے واسطے نافع ہے۔ اس کا نسخہ یہ ہے۔ روغن سنج ۱ تولہ زنگار ۲ تولہ دوسا اور ۱ تولہ بورق ۱ تولہ زرنیخ مصور ۱ تولہ ان سب کو پیس کر حل کریں۔ اور کئی ہفتہ تک چھوڑ رکھیں۔ پھر صاف کر کے ناخونہ پر لگائیں +

**عسر بول** یعنی خنک جب پیشاب رک رک کر کھوڑا کھوڑا آئے اور اس کے ساتھ زیر ناف امتفاح نہ ہو۔ اور نہ درد ہو نہ پیٹ میں ثقلات ہو پس ایسے موقعہ پر پیشاب بہانے والی ادویات کا جلدی سے استعمال کرنا چاہیے ورنہ اس مرض سے استسقا کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے پیشاب جاری کرنیوالا نسخہ یہ ہے۔ بذکر فس اسالیول اسپارون۔ ناخنواہ تخم رازیخ تسبل بادام تلخ صمغ ابہل قوہ سب کو ہموزن لے کر بمقدار دس درم کے جوش کو کہہ دیں۔ اور یہ دوسرا نسخہ بھی نہایت مفید ہے فوراً تیج کے سر اور پر جد کر کے ایک درم لیں اور تین درم اشق کو شراب میں حل کر کے دوا مذکور اس میں ملا کر گولیاں بنالیں۔ اور ایک درم سے تین درم تک استعمال کریں یہ دوا نہایت سیح الاثر لہ بھدی میں اس کو بول بکتے ہیں۔ یہ ایک درخت کا گوند ہے۔ تیسرے درم میں گرم امدد سے میں خشک

۱۱ اشق ایک گوند ہے در رنگ کا دوم یا سوم درم میں گرم امدد اول میں خشک ۱۲ نوہ یعنی میٹھ ۱۳ ایک جڑ ہے سرخ ترنگی مال اور پختہ ہولے پر سیاہ ہو جاتی ہے۔ دوسرے درم میں گرم و

خشک درجہ ۱۴



ہے۔ اور اگر عسر بول کسی ضرب یا صدمہ سے جو زیر ناف یا پیشاب گاہ پر پہنچا ہوا ہے۔ تو اس کے واسطے باسیق کی فصد کھولیں اور گرم پانی سے مقام کو دھاریں دوپہر تک پھر بیض سے کہیں کہ پیشاب نکالنے کی کوشش کرے۔ اور اگر عسر بول کے ساتھ متانہ بھی بھرا ہوا ہو اور اس کے بعد خون بھی پیشاب میں آنے لگتا ہے۔ اسکا علاج یہ ہے کہ اس مریض کو ایسی دوائیں دینی چاہیں جن سے خون کی حدت بند ہو جائے۔ یہ نسخہ استعمال کرنا چاہیے۔ قردمانا و مردقہ الصنع و اہل و اشق و حلیت۔ اشق کو پہلے حل کر کے سب دوا اس میں ملائیں اور گولیاں بنا کر روزانہ چار بار استعمال کریں۔ اس جوشانہ بندورات کے ساتھ جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

زبان کے پیچھے غدود۔ جب زبان کے نیچے غدود پیدا ہو کر تکلیف دیں۔ تو انکو نو سادر اور مازو سے مالش کریں۔ اگر فائدہ ہو تو بہتر ورنہ ان دواؤں کا استعمال کریں جو کتے کو فائدہ کرتی ہے۔ اور وہ نسخہ یہ ہے۔ زرنج احمر زرنج اصفر زرخض پھٹکری سب اجزاء کو ہونزن پیسکر سرکہ میں ملا کر قرص بنالیں اور بوقت حاجت ایک دانق کے مقدار میں کھرد پر لیں جیسے کہ کتے پر زور سے ملتے ہیں۔ اور کتے کے مرض میں روغن گل بھی موثرہ میں لیتے ہیں۔ اور غدود کے واسطے نمک سرکہ میں ملا کر اس سے کلی کرے۔

**فالج** جب انسان اپنے کسی عضو یا کئی اعضا کو حرکت نہ دے سکے یا ان سے حس بھی نہ کر سکے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اسکو فالج ہے۔ ایسے مریض کو پہلے وہ گولیاں کھلائی چاہئیں جن کا نسخہ محمد بن زکریا رازی نے تیار کیا ہے۔ اور اپنی کتابوں میں لکھا ہے وہ نسخہ یہ ہے۔ ایاج فیرا دس درم شحم حنظل ۵ درم فطوریوں دقیق عصارہ قنار و الحمار مرکہ پانچ درم فریون ڈھانی درم چند بیدستر فلفل حلیت سبکینج جاؤ شیر شیطرج ہندی۔ خروں ایک ایک درم پہلے جس قدر گوندیں دان کو عرق سداب میں حل کر لیا جائے۔ بعد ازاں سب ادویات کو ملا کر گولیاں بنالیں۔ اہد ایک روز ہلاکرتین روز آرام دیں لے قردمانا کو قردمانا و مردقہ صانع بھی کہتے ہیں ایک قسم کے نبات ہے۔ تیرہ درجے میں گرم نمک ۱۱

اور ان تین روزیں ہر روز صبح کو آبِ بخود زیت اور رائی کے ساتھ پلاویں۔ پھر ان گولیوں کی دوسری خوراک دیں۔ پھر تین روز آرام کر لیں غرضیکہ اسی طرح تین بار کرنا چاہیئے۔ اور گرم قیوں یا چوزوں کے ساتھ غذا دینی چاہیئے۔ اور بدن پر روغنِ قسط کی مالش کریں جسکی ترکیب یہ ہے۔ قسط ایک اوقیہ فلفل تین اونیہ اسی قدر عاقرقرا اسقندرفہون جندبیدستر نصف اوقیہ۔ اور پھر ان سب ادویات کا نصف ظل روغنِ خیر و باروغنِ خرس میں تیل بنائیں۔ اور استعمال کریں۔ اور اگر فالج کسی ضرب یا صدمہ سے پیدا ہوا ہو۔ پس اگر فوراً ہی درد پیدا ہوا اور اسی حال پر قائم ہو گیا۔ تو اس کو آرام نہ ہوگا۔ اور اگر فالج تھوڑا تھوڑا پیدا ہوا ہے پس لائق ہے۔ کہ اس جگہ پر جہاں ضرب واقع ہوا ہے۔ یہ لیپ لگا دیں لیپ کا نسخہ یہ ہے۔ آرد حلبہ حب الہان حب اللہ حب الحزوع مقل اشن بلخ کی چربی موم۔ روغنِ سوسن ان سب دواؤں کا لیپ بنا کر لگا دیں یہ ایک نسخہ فالج اور لقوہ اور رعشہ کو نہایت مفید ہے۔ زنجبیل عقرقرا حبتہ السودا قسط فلفل دار فلفل ورج سب چیزیں دس دس درم درق السداب یا بس طلیت جنطیانہ زراوند حب الغار جندبیدستر شیطرح خردل غسل بلاذہر ایک پانچ پانچ درم ان سب کو روغنِ جوز میں ملا کر شہد میں گوندھیں اور وہ درم کے انداز میں نوکس فرمادیں۔

**قونج** جب پیٹ کے درد کے ساتھ طبیعت کی بندش اور غشی ہو۔ اور بخار و حرارت کچھ نہ ہو۔ تو چاہیئے کہ بیمار کو ایسی دوا دیں جس سے اس کو دست آجائیں۔ مگر قے نہ ہو جیسے جوارش السک ہے اور اس کا نسخہ یہ ہے۔ صطلی قزقل فلفل دار فلفل زنجبیل قزو جوز بوا سک دس دس درم سقونیا ازہ جندبیدستر دس دس درم ان سب ادویہ کو کوٹ میں اور چھان کر تیار رکھیں۔ پھر بھی کاشیہ بقدر ضرورت نکالیں۔ اور اس کے برابر شہد اُس میں ملا کر آگ پر رکھیں نہ بہا تک کہ جب وہ تھوڑا تھوڑا گاڑھا ہوئے لگے اُس وقت اُس میں ادویات مذکورہ ڈال کر فوام تیار کریں۔ اور بوقت ضرورت کام میں لائیں مقدار خوراک اس کی درم سے ڈھائی درم تک ہے۔ اور اگر مریض کو غشی نہ ہو۔ تو اُس کو حسبِ التعلیل کا استعمال کراؤ جس کا نسخہ یہ ہے۔ شحم حنظل دس درم اس کی گولیاں



نہ ایک مثقال روز نوٹس کریں دفعہ قوتیج میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔ اور اگر قوتیج بھٹ ہو۔  
 اور ادویہ سہل سے کچھ فائدہ ہوتا ہو تب بعض کو یہ شافہ دینا چاہیے۔ نسخہ اس کا یہ ہے۔  
 مہرق الحروش دم تقویٰ دھانی دم تخم حنظل دھانی درہم ان سب ادویہ کے بے بے شافہ  
 بنا کر بعض کو دینے چاہیے۔ اور اگر اس سے بھی کچھ فائدہ نہ ہو تب اس حقیقہ کا استعمال  
 کریں تدبیر اس کی یہ ہے دس درم تخم حنظل ۵ درم آرد حلیہ دو درم بخور مریم ایک درم  
 عوطیثان قوتیج سداب ہریک چھوٹی پتھیلی کی مقدار ان سب کو ڈیڑھ سیر پانی  
 میں اس قدر جو شس کریں کہ ڈیڑھ پاؤ پانی رہ جائے۔ پھر اس کو صاف کر کے یہ دوائیں  
 اس کے اندر اضافہ کریں تین درم قطران اسقدر شہد ایک دم جنید بستر ایک درم سبب  
 ایک درم جاوشیر اور ایک مثقال اششیاف سے اس کے اندر ملائیں اور ٹھنڈی ہیں۔ اور اگر  
 مریض کو درد کے ساتھ نفع اور قرا اور ابتدا بھی معلوم ہوتا ہو تب اس کو حب الفار کھلانی  
 چاہیے جس کا نسخہ یہ ہے۔ سداب خشک اکے پتے دس درم ناسخوہ کون کھونجی کا تخم  
 صغیر کرویا قطر آسیون باوام تخم فلفل دار فلفل قوتیج فراتج حب الفار جنید بستر  
 ہریک دو دو درم سبب چار درم ان سب ادویہ کو شہد میں ملا کر گولیاں بنائیں اور دن میں  
 کسی بار شراب کشنیک اوقیہ بار الاصول کے ساتھ استعمال کریں نہایت نفع ہے۔  
 کا بوس جب انسان سوتے سوتے بڑھ جائے اور خواب میں دیکھے کہ گویا ایک بڑی بھاری  
 چیز اس پر گر پڑی اس کو کا بوس کہتے ہیں اس کے علاج سے غافل نہ ہونا چاہیے کیونکہ  
 یہ مرنے کا پیش خیمہ ہے۔ اس بیماری میں اگر چہہ شرح ہو۔ اور رگیں بھری ہونی معلوم  
 ہوتی ہوں آپس چلبیہ کہ صافن کی فصدیں۔ یا پنڈلیوں پر پچھنے لگائیں اور شراب  
 اور مٹھی چیز کا استعمال ترک کریں اور کل چیزیں جو خون کو کثرت سے کرتی ہیں  
 ان کا کھانا چھوڑ دیں اور اگر بالضرر ہو تب قوتیج کا سہل کی باریبوں۔ اور  
 نیچے کے اعضا کی خوب مالش کریں۔

لغویہ جب انسان کا چہرہ میٹھا ہو جائے اور وہ اپنی کسی آنکھ کے بند کرنے پر  
 قادر نہ ہو اور جب تم اس کو دیکھو اور اس سے کہو کہ بھونک مار پس جب اس نے بھونک

ماری اور تم نے دیکھا کہ ایک طرف سے پھونک نکلتی ہے اور ایسے ہی جب کئی گراؤ۔ تو سیدھی کلی نہیں کر سکتا۔ پس ایسے شخص کو ہم کہتے ہیں۔ کہ اس کو لقوہ ہے۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ پہلے اس شخص کو شروع مرض میں محلات کا استعمال کرائیں جیسے جوز بو اور عرق قرعہ وغیرہ میں انکو چھایا کرے۔ اور غذا اس کی وہی ہونی چاہیے۔ جسکو ہم فالج میں بیان کر آئے ہیں +

**مالخولیا**۔ جب انسان کے اندر خیالات فاسد خود بخود پیدا ہو کر ان سے بچ و غم لاحق ہو۔ تو یہ مالخولیا کی ابتدا ہے۔ پھر جب یہ خیالات اس درجہ قائم ہو جائیں کہ گفتگو میں انکو ظاہر کرنے لگے اور انہیں کے مطابق افعال بھی اس سے سرزد ہوں پس مالخولیا خوب تجلم ہو گیا۔ اس واسطے چاہیے کہ جس شخص میں خیالات فاسد اور بچ و غم کی ابتدا اظہار ہو۔ وہ فوراً ان کا علاج کرے کیونکہ جب وہ خیالات قوی ہو جائینگے۔ ان کا علاج دشوار ہو گا۔ پس اگر مالخولیا کیسے تھ پیٹ میں درد اور نفع بھی ہو تب باسلیق اور اسلم کی فصد لینی چاہیے یا میں ہاتھ میں سے پھر اگر تم دیکھو کہ فصد میں سے سیاہ رنگ کا خون نکلا ہے۔ تو خون کو زیادہ نکالو اور اس کے بعد طبع افتیموں جو کتابوں میں مذکور ہے اُس کو پلائیں اور اگر مالخولیا کے ساتھ یہ علاماتیں نہیں ہیں۔ یا سرسام کے بعد پیدا ہوا ہے۔ یا مصوب میں زیادہ چلنے یا سر میں چوٹ لگنے سے ہو گیا ہے۔ تب قفال کی فصد کھولیں۔ اور جودتہ میں گزر چکی ہیں۔ سبب عمل میں لائی جاویں۔ اور غذاؤں میں سے اس کے واسطے بھری کا قورمہ اور سپدہ کے پراٹھے اور شراب رقیق مناسب ہے۔ یہ گولجیوں کا ایک نسخہ ہے۔ اس سے سودا بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ اور اس کا استعمال بہت سہل ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص طبع افتیموں کو نہیں بی سکتا ہے۔ بجز ان اس کے یہ ہیں افتیموں میں درم بمضاج دس درم فاریقون دس درم۔ غزالی سیاہ۔ نمک ہندی پانچ درم اسطوخودوس سعدیارج فطر پانچ پانچ درم ان سب اجزاء کو ملا کر گویاں بنائیں۔ اور تین درم روز نویش کریں۔

**لفظ الدم**۔ اگر حقوک کے ساتھ کچھ خون آتا ہو تو مہیا رکے واسطے کچھ خطرے کی بات نہیں ہے۔ لکھ کے دیکھنے میں جن دواؤں کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ان سے غرغہ کرے اور اگر گتے کے ساتھ خون آئے۔ تو اُس میں بھی کچھ زیادہ خطرہ نہیں ہے۔ فصد کھول



دیں۔ اور قابض ادویات مثل سماق و حصرم وغیرہ کا استعمال کریں۔  
 اور بکری ارمی۔ صبح عربی۔ جاناروم الاخوبین۔ کندرتین تین درم۔ خالص بھی کے  
 مریۃ کے ساتھ نوش کریں +

وجع المعده اگر درمعدہ کے ساتھ کرب اور غشی بھی ہو۔ تب مریض کو خالص پانی پلا کر  
 تے کرانی چاہیے۔ اگر تے سے آرام ہو جائے نہا۔ ورنہ ایاج فقر کا سہل دیں اس کا نسخہ یہ  
 ہے۔ گلاب مقطی سنبل عیدان بلتان و آبرجینی سلیمہ اساروں ہریک پانچ یا پندرہ صبر  
 سقوطی سب دواؤں سے دگنا پہلے سب کو جدا جدا پیس کر ملائیں اور پھر پیسکر چھائیں  
 اس کی خوراک ایک مثقال سے دو مثقال درم تک ہے اور اگر درد کے ساتھ ڈکاریں بھی  
 آتی ہوں۔ تب ان معجونوں کا استعمال کرے جو ریاحوں کو توڑتی ہیں۔ جن کا قویج میں ذکر  
 ہو چکا ہے +

بیمہ جب انسان اپنے پیٹ میں غذا کا فساد معلوم کرے۔ تو لازم ہے۔ کہ گرم پانی پنی  
 کر چھٹ پتے کر ڈالے۔ اور کئی بار تے کرے اور غسل کرے اور جب اشتہا بہت  
 غلبہ کرے تو خفیف غذا کھائے۔ اور اگر تے اور دست شدت سے شروع ہو جائیں۔  
 اور ہولناک آثار پیدا ہوں۔ تب اقراص کندر کا برف کے پانی کے ساتھ استعمال کرے۔  
 اور اس کے اوپر آنا کارب نوش کرے۔ پھر اگر جبر سے زیادہ تے ہو۔ تو مریض کے بازو  
 اور رانوں کو خوب مضبوط باندھ دیں۔ اور برف کا ٹھنڈا پانی اُس کی پنڈلیوں پر نہائیں  
 اور عرق گلاب میں صندل اور گلاب اور کاغذ اور سک میکس پیٹ پر لپ کریں۔  
 اور شراب کنہ کو انار کے رب میں ملا کر تھوڑا تھوڑا پلائیں۔ اقراص کندر کی صفت یہ  
 ہے۔ طین غراسانی دس درم کباب صینی جھوٹی الیچی ہر ایک ایک درم ونصف کاغذ  
 یک دانق سک یک دانق قزفل یک دانق میں سب کو ملا کر اقراص بنالیے جائیں۔  
 ایک مثقال تے کے واسطے نہایت ناغ ہے۔ اور اگر اس سے بھی تے بند نہ ہو۔ تب  
 معدہ پر سنبل لگائیں +

یرقان۔ اگر یرقان کے ساتھ مریض کو بخار بھی ہو۔ تب یہ نسخہ پلائیں۔ کاسنی  
 کومار الشیر کسک گڑھی کا شہر باغدا میں دین اور کچنبین ترش پلاوین اور صندل سپید

صندل سنج کا جگر پر پٹ لائیں اور شکر کے ساتھ آدھ گارے کے آپ لال سے سہل دیں۔ پس اگر اس علاج سے نفع ہو گیا تو بہتر ورنہ اقراض کا فوراً ترش کے عرق کے ساتھ استعمال کر انہیں اقراض کا فوراً نسخہ یہ ہے۔ کافور، زرشک، ہر یک تین درم، طباشیر تین درم، گلاب سنج رنگ تین درم، تخم کاسنی، تخم کدو، تخم خیار خس، بقلة المحرقا صندل زرد۔ ہر یک یک درم۔ ان سب دواؤں کے قرص بنالیں دو درم کی مقدار میں اور ایک قرص ایک رتی کافور کے ساتھ نوش کریں۔ لکھنؤ، یرقان بخاریہ ہے تو اس دوا سے آلام ہو جائیگا۔ یہ گویاں بھی یرقان کو بہت نافع ہیں۔ نسخہ ان کا یہ ہے۔ صبر سقطری، یک درم، غارینون، ایک درم کی دو تہائی، عصارہ خافشد تین درم، ان سب ادویات کو شیرہ کاسنی میں ملا کر گویاں بنائیں۔ یہ گویاں یرقان کو از حد مفید ہیں۔ اور تین ہفتہ برابر دسی کے پانی کا پینا بھی بہت نفع کرتا ہے۔ یہ تمام وہ امراض کلیہ ہیں جو بدن السانی میں واقع ہوتے ہیں۔ اور ہر مرض کی ایک حقیقت فطری ہے جو ہر قلب کے اوپر۔ اور معلوم ہو کہ امراض روحانی کا فساد ان امراض جسمانی سے کہیں زیادہ اور نقصان دہندہ ہے۔ اور ان کی ادویات بھی بمقابلہ امراض جسمانی کی ادویات کے زیادہ کار آمد اور نافع رسال ہیں۔ ہم ان روحانی امراض سے متفرق بحث کریں گے۔ مثلاً تخم کو معلوم ہو کہ قلب کا ایک سر ہے جس کو تذکرہ کرتے ہیں۔ اور معدن اس کے تذکرہ کا اس سے نکل جانا وغیرہ وغیرہ۔ اس بحث سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مختصر طور پر چند مفرد دواؤں کا بھی ذکر کریں اگرچہ یہ ہمارا ذکر کرنا کچھ کافی نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے ہر حرف میں صرف ایک دود وائل کو ذکر کیا ہے۔ مگر تاہم اس مضمون سے بھی کتاب بخالی نہ رہے۔ اور جسکو ادویات کا حال شریح طور پر دیکھنا ہو وہ علم طب اور خواص کی بسبوط کتابوں میں ملاحظہ کرے۔

**حسن الکاف** الحوان سرد خشک ہے۔ کھجلی اور غاراش کو نفع کرتی ہے اور انتڑیوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اور بڑی ہڑ سے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور بہتر اس میں سے بڑی بڑی ہوتی ہے۔ مقدار شربت اس کا پانچ درم ہے۔

**اسنتین** مزاج اس کا گرم خشک، ہر قرہ صفر کے واسطے سہل اور صوف کو مضر ہے اور



لہ غزوہ ۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

انیسوں اس کی مصلح ہو بہتر قسم اس کی زرد اور روئی ہے۔ مقدار شربت اس کی چار درم ہے۔  
**حرف الباقلة** اجتماع مزاج اس کا سرد تر ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہو کہ صفرا کی  
سوزش کو رفع کرتی ہو۔ اور انترپوں کو نقصان پہنچاتی ہو۔ مصلح اس کی مصلح ہے بہتر اس  
میں وہ جو جس کے تپے چوڑے ہوں۔ اسکے پتے کے عرق کی مقدار شربت دس درم ہے۔

**حرف التاء توت**۔ اس کی طبیعت معتدل ہے خاصیت اس کی صفرا اور  
خون کی حدت کو رفع کرنا اور شانہ کو نقصان پہنچانا بہتر قسم اس کی سیاہ ہو۔ اس کے  
عرق کی مقدار شربت دس درم ہے۔

**حرف الشاء ثمره الطراف** خاصیت اس کی پھٹنے کے مجموعہ کو نفع پہنچانا اور سر کو نقصان  
کرنا۔ مصلح اس کی زرد ہو۔ بہتر اس میں وہ ہے جو زرا ہو۔ مقدار شربت اس کی تین درم۔

**حرف الجیم جیا و شیز گرم و خشک** ہے۔ خاصیت اس کی عرق النساء اور وجع المفاصل کو  
نفع کرنا اور انیشین کو نقصان پہنچانا۔ مصلح اس کی مرہا جو ہے۔ بہتر اسام اس کی وہ ہے  
جو نہایت بدبو دار ہو۔ مقدار شربت اس کی ایک مثقال

**حرف الحاء حض** سرد خشک اور قابض ہو۔ خاصیت اس کی یہ کہ درد جگر کو رفع کرتی اور طحال  
نقصان پہنچاتی ہو۔ مصلح اس کی انہو ہے۔ بہتر اس کی وہ ہے جو کئی ہو۔ مقدار شربت ایک درم  
**حرف الخاء خشا** سرد خشک ہو۔ پیٹ جلنے کو رفع کرتی ہے۔ اور پھٹنے کو نقصان پہنچاتی

ہو۔ مصلح اس کی مصلح ہے۔ اور بہتر قسم اس کی سفید ہو۔ مقدار شربت اس کا دھانی درم ہو۔  
**حرف الدال دار** فلفل گرم خشک خاصیت اس کی یہ ہو کہ بدن کو فرو کرتی ہو اور سردی کا  
تفتیہ کرتی ہے۔ اور سر کو مضر ہے مصلح اس کا صغریٰ ہے۔ بہتر اس میں وہ ہے جو صاف اور سفید  
ہو۔ مقدار شربت ایک درم

**حرف اللال ذرا** تر گرم خشک اور تیز ہے۔ خاصیت اس کی شانہ اور گردہ کی پتھری  
کو توڑنا اور زیادہ استعمال سے نقصان پہنچاتی ہے۔ جب کہ شانہ میں پتھری نہ ہو۔ مصلح  
اس کا تیز ہے۔ بہتر اس کا وہ ہے جو تیل میں بریاں کیا گیا ہو۔ مقدار شربت دوداق

**حرف الزاء زو** نم معتدل ہے۔ خاصیت اس کی یہ ہے کہ درد جگر کو رفع کرتا ہے اور

معدہ کو مضر ہے۔ مصلح اس کا صغیٰ عربی ہے۔ بہتر اس کا وہ ہے جسکی بوتیر ہو مقدار شربت نصف  
 حرف الزاء زعفران گرم خشک ہے۔ بلغم اور نیان کو نفع کرتی ہے۔ اور ضرر اس  
 کا یہ ہے کہ عقل کی خفت پیدا کرتی ہے مصلح اس کا شہد ہے بہتر اس میں وہ ہے جوئی  
 اور خوشبودار ہو۔ مقدار شربت ایک درم

حرف اللین سعد گرم خشک ہو۔ دانتوں کے درد کو نفع کرتی ہے۔ اور پھینچنے کو نقصان  
 کرتی ہے مصلح اس کا انیسوں ہے۔ بہتر اس میں سے وہ ہے جو سبج ہو مقدار شربت دو درم  
 حرف البشیر شیطاح۔ اس کی طبیعت گرم خشک ہے پرانے دردوں کو نفع کرتی ہے  
 اور دروہلو کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے پھینچنے کو مضر ہے۔ مصلح اس کی مصطکی ہے۔ بہتر  
 قسم اس کی وہ ہے جو کاسنی کے کھیت سے اکھیری جلائے۔ مقدار شربت دو درم  
 حرف الصاد صدف محرق (یعنی پیپ سوختہ) سرد خشک ہے۔ خاصیت اس کی  
 یہ ہے کہ دردوں کو نفع کرتی ہے۔ اور شانہ کو مضر ہے مصلح اس کا شہد ہے۔ بہتر اس کی  
 قسم میں سے وہ ہے جس میں سے سچا موتی نکلتا ہو مقدار شربت ایک درم  
 حرف الصاد صفیع یعنی سینڈک مزاج اس کا تر ہے درم کو نفع کرتا ہے اور سرد اور جلد  
 کے واسطے بہت عمدہ چیز ہے۔

حرف الطاء طباء شیر مزاج اس کا سرد ہے۔ خاصیت اسکی یہ کہ درد جگر کو فائدہ کرتی ہے  
 اور پھینچنے کو مضر ہے۔ مصلح اس کا سبج گلابی ہے۔ اور بہتر قسم اس کی سپید اور لمبی ہے۔  
 مقدار شربت نصف درم حرف الطاء ظلف یا بس دار لعل کے پیپ میں نہایت کار آمد  
 ہے۔ خاص کر ظلف الجار کر کے ساتھ بہت جلد فائدہ کرتا ہے حرف العین عود اس  
 کی طبیعت گرم خشک ہے خاصیت اس کی یہ ہے کہ معدہ کا تھقبہ کرتی ہے۔ اور پیٹ  
 کے جس کو دور کرتی ہے مقعد یعنی مقام براز کو مضر ہے۔ مصلح اس کی گلاب ہے۔ بہتر قسم  
 اس کی وہ ہے جو جزائر ہند سے لائی جاتی ہے۔ مقدار شربت نصف درم  
 حرف الغین عاف۔ اس کا مزاج سرد خشک ہے۔ خاصیت اس کی یہ ہے کہ صفراء  
 معترقہ کو نفع کرتی ہے۔ اور طحال کو مضر ہے۔ مصلح اس کا انیسوں ہے۔ بہتر قسم اس



ہوتی ہے وہ ہے جو سیاہی کی طرف مائل ہو مقدار شربت دو درم  
**حرف الفاء فرقیون** مزاج اس کا گرم و خشک ہو۔ اور خاصیت اس کی یہ ہو کہ بلغم لزج میسنی  
 لیسدار کو نفع کرتی ہے۔ اور انتیشین کو نقصان پہنچاتی ہو مصلح اس کا کثیر ہے۔ بہتر قسم  
 اس کی وہ ہے جو سفید ہے مقدار شربت دو درم **حرف القاف فیصل** اس کی  
 طبیعت گرم خشک ہے۔ اور خاصیت یہ ہے کہ پیٹ میں سے کھینچوے اور کدودانہ کو  
 دستوں کے ساتھ خارج کرتی ہے۔ اور انتڑیوں کو نقصان پہنچاتی ہے مصلح اس  
 کا شیخ الرئی ہے بہتر قسم اس کی وہ ہے جس میں بخت نہ زدی ہو۔ مقدار شربت  
 دو درم **حرف الکاف کبر** اس کی طبیعت گرم و خشک خاصیت اس کی یہ ہے۔  
 کہ نگیر اور خون جین کو روکتی ہے۔ اور سر کو مضر ہے مصلح اس کا ارزقاری ہے۔ بہتر  
 قسم اس کی وہ ہے جو موم کی رنگت ہو یعنی زردی مائل مقدار شربت دو درم  
**حرف اللام لول** یعنی موتی سرد و خشک ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہو کہ درد قلب  
 کو فائن کرتی ہے۔ اور مثانہ کو مضر ہے مصلح اس کا شکر ہے۔ بہتر قسم اس کی وہ ہے جو نرم  
 ہو مقدار شربت دو درم **حرف المیم مسک** یعنی مشک مزاج اس کا گرم خشک ہے  
 خاصیت اس کی یہ ہے کہ معدہ کا نقیہ کرتی ہے۔ اور ذہن کو مصافی بخشتی ہے اور ضرر اس  
 کا یہ ہے کہ سبب انتہاء فرحت کے خفت عقل پیدا کرتی ہے مصلح اس کا شہد ہے۔ اور  
 بہتر قسم اس کی وہ ہے جو زہمت سے لائی جاتی ہے۔ مقدار شربت اس کا ایک رتی۔  
**حرف النون نیلو** فراس کی طبیعت سرد تر ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہے کہ درد  
 شقیقہ ادوا اور ام سر اور صداع کو نفع کرتی ہے۔ اور مثانہ کو مضر ہے مصلح اس کی شکر  
 ہے۔ اور بہتر قسم اس کی وہ ہے جس کو آسمان چونی کہتے ہیں مقدار شربت تین درم  
**حرف الواو ورج** اس کی طبیعت گرم و خشک ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہو۔  
 کہ ہڈام کو فائن کرتی۔ اور مثانہ کو مضر ہے مصلح اس کا شہد ہے۔ اور بہتر قسم اس کی وہ  
 ہے جو پید ہو مقدار شربت تین درم **حرف الهاء بلبل** اس کی طبیعت سرد و خشک  
 ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہے کہ صفرا کی مہل ہے۔ اور مقعد کو نقصان کرتی ہے مصلح

اس کا آب عذاب ہے۔ اور بہتر قسم اس کی وہ ہے جس کا رنگ زرد ہو۔ مقدار شربت اس کی  
دس درم فحل الیاء یا سمین یعنی چھنسی سفید نسبت زرد کے زیادہ تیز ہے۔ اور فرج  
اس کا گرم و خشک ہے چہرہ پر کی چھائیوں کو نفع کرتی ہے۔ اور نقصان اس کا یہ ہے کہ  
خفت عقل پیدا کرتی ہے پیمشوں کے سروامض کے واسطے مفید ہے۔ اگرچہ ہر حرف  
کے ساتھ بہت سی دوائیاں ہیں۔ مگر ہم نے طول کلام کے خوف سے اسی قدر پر اکتفا  
کیا ہے۔ کیونکہ ہمارے مطلب کے واسطے یہی کافی ہے۔

اے حق کے طالب تحقیق حق پر عرض کرینو لے تجھ کو لازم ہے کہ محض  
طب جسمانی پر قناعت نہ کرے اور نہ نباتی اور حیوانی دواؤں کی طرف التفات کرے  
لکھنؤ کہ یہ چیزیں غیر حقیقیہ میں خداوند فرماتا ہے۔ وَلَا تَدْنُ عَيْنُكَ مِنَ الْمَاءِ مَتَعْنًا بِمَا  
أَفْوَاحُهُمْ تَرَاهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ یعنی اے رسول ہم نے جو دنیا و ادوں کو ان کی  
آرائش کے واسطے زینت اور رونق کے سامان بنے ہیں تم ان کی طرف نگاہ نہ کرنا  
اور اپنی آنکھوں کو مڑ کر اور دوا کی حقیقت سے بھی باہر نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ مرض کی حقیقت کیا ہر  
طبیعت کا غلبہ اور دوا کی حقیقت کیا ہے شریعت کے احکام۔ اور انبیاء علیہم السلام  
روحانی طبیب ہیں۔ وہ جنموں کا علاج نہیں کرتے۔ بلکہ روحوں کا علاج کرتے ہیں۔ ایسا  
علاج جس سے جسم بھی صحیح اور تندرست ہو جاتے ہیں مثلاً انہوں نے طاعات کے  
احکامات کا حکم فرمایا۔ اور فرائض اور سنتیں مقرر فرمائیں۔ اولیہ ایسی دوائیں ہیں جن  
سے جسم اور روح دونوں کو صحت ہوتی ہے۔

دنیا میں کوئی ایسا طبیب نہیں ہو جو مردہ کو زندہ کر سکے سوائے انبیاء علیہم السلام کے  
پس یہ شیک جہالت کے مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ اور جنہی نامینا اور کوٹھڑی کو تندرست  
کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح سے حکایت فرمائی ہے وَأُورِثْنَا مَنَّا كُمَا وَ  
أَلَا تَرَوْا أَنَّ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِلَا إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ عَنِ سِجِّ عِلْمِ السَّلَامِ نے فرمایا میں جنہی اندھے اور  
کوٹھڑی کو تندرست کرتا ہوں اور مردہ کو حکم قہی سے زندہ کرتا ہوں پس اسی واسطے تم کو  
شریعت کی متابعت اور پیروی لازم ہے تاکہ حقیقی دوائیں تم کو حاصل ہو کر ان کے ذریعہ



سے صحت ملی نصیب ہو اور خداوند تعالیٰ تکوینی زندگی گانی عنایت کرے جس کے بعد موت نہیں ہے۔ اور وہ صحت ستر ہو جس میں کبھی مرض نہیں ہوتا۔ اور کل قلبی اور روحانی امراض سے خونہایت ہی بدترین امراض ہیں تم نجات پزیر۔

## دوسری فصل امراض روحانی اور ان کی ادویہ کا بیان

معلوم ہو کہ شریعت میں قلب منزلیہ ایک قالب کے ہے اور صرف قلب ہی پر معلول ہے اور جو امراض کہ ہم نے جسم کے متعلق ذکر کیے ہیں انہیں کے مثل قلب کے بھی امراض ہیں۔ کیونکہ قلب انسانی حقیقی ہو اور اس کے اعضا کے حقائق اور ہشیا کی صورتیں بغیر آلہ اور عضو اور خارجہ کے ہیں قلب بدن کا بادشاہ ہے۔ اور بدن اس کی رعیت اور سلطنت ہے پس جب رعیت کے اعضا ہیں جیسے سر اور ہاتھ اور پیر اور پیٹ اور پیٹھ وغیرہ قلب کے واسطے بھی ان کا ہونا ضروری ہے۔ اور جو اس کی سیسکے بستر اس کے واسطے شریعت شریف ہے۔ قلب کا ایک ستر ہے جس سے اس کی زندگی گانی ہے جیسے کہ بدن کا ستر ہے اگر اس سے کو کاٹ لیں تو بدن زندہ نہیں رہ سکتا ایسے ہی اگر قلب کا سر کاٹ لیں تو اس کی زندگی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ قلب کا ستر اس کا لطائف غیب کو اور اک کرنا ہے پھر اس کے اندر پانچ قسمیں ہیں جیسے کہ سر میں پانچ حواس ہیں بصیرت تذکرہ مراقبہ تمیز تفکر پس بصیرت قلب کی آنکھ ہے۔ اور تذکرہ قلب کی زبان ہے۔ اور مراقبہ قلب کا سنا یعنی اس کے کان ہیں۔ اور تفکر قلب کا خیال ہے اور تمیز قلب کا تجربہ اور اس کا فعل ہے۔ جب خداوند تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے یعنی نیکی کی اسکو توفیق دیتا ہے۔ تو اس کے قلب کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے۔ اور اس کی زبان کو کھولتا ہو اور اس کے کانوں کو سنانا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ شر اور برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کی آنکھوں اور کانوں پر مہر لگا دیتا ہو۔ اور اور اک سے اس کو باز رکھتا ہے۔ جیسے کہ مرض جسمانی سے دماغ کے اور اکاٹ رک جاتے ہیں۔ پس قلب کے ان اعضا کا کارک جانا یعنی اس کی آنکھ کان اور زبان کا یکساں ہو جانا بھی مرض روحانی ہے۔ اور اسی

سے صدر القلب کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ اور جب یہ مرض اور ترقی کرتا ہے۔ تو اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ اور غفلت قلب کی واسطے بمنزلہ صدر کے ہے یعنی جیسے کہ بدن پر صرع کے دورہ سے غشی طاری ہوتی ہے۔ اور مثل مردہ کے گر پڑتا ہے۔ اور اعضا بالکل بے حس و حرکت ہو جاتے ہیں ایسے ہی جب قلب پر غفلت کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو غفلت کی صرع سے اس کے احوال کا پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور سکتہ والے کی طرح فنا کی جگہ میں گر پڑتا ہو۔ اور کچھ حس و حرکت اس سے سرزد نہیں ہوتی۔ اور فاسد گمانوں کا قلب پر غلبہ کرنا بمنزلہ مایخو لیا کے ہے یعنی جیسا کہ مایخو لیا سر کو خراب کرتا ہے ایسے ہی فاسد گمانوں کا غلبہ قلب کو خراب کرتا ہے جب انسان مایخو لیا کی علت میں مبتلا ہوتا ہے اس کے حواس ضبط ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے اقوال مختلط ہو جاتے ہیں یعنی کتا کچھ ہے۔ اور موٹھ سے کھلتا کچھ ہے۔ اور کرتا کچھ ہے۔ اور ہوتا کچھ ہے۔ اس کے کل کام بڑھی اور نامنا سبت سے ہوتے ہیں ایسے ہی قلب میں جب غفلت فاسدہ اور خیالات کا سدہ کی کثرت ہوتی ہے۔ تب اس میں بہتے غیظات یعنی ضبط الحواس پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس کے کل کاموں میں تشویش پر جھاتی ہے۔ اور اپنے بڑے بڑے کاموں سے باز رہتا ہے مثل دیوانہ اور مجنون کے حیران وار معرفت الہی سے اور خدا کے ساتھ حسن ظن سے رُک جاتا ہے حضور مہول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلب سے اس مرض کے دفع کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ خدا کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔ کیونکہ خدا کے ساتھ نیک گمان رکھنا جنت کی قیمت ہے۔

قلب کا طمع کی فضولیات سے بھر جانا بھی استسقاء القلب ہے یعنی جیسے کہ استسقاء والے کی پیاس پانی سے نہیں بھرتی ایسے ہی طمع والے کا دل مال و دولت دنیا سے سیر نہیں ہوتا۔ پس حرص قلب کے واسطے ایسی ہے جیسے استسقاء۔ چنانچہ اس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اگر آدمی کے پاس دو جبل سونے سے بھرے ہوئے ہوں تب بھی وہ تیسرے کو تلاش کرے گا۔ اور آدمی کے پیٹ



کوئی کے ہوا کوئی چیز نہیں بھرتی ہے غفلت کا دھواں بصیرت کو اندھا کر دیتا ہے۔  
 کیونکہ جب بصیرت اُس کے سبب سے اندھیری ہو جاتی ہے۔ تو اُس کا نور بھی ہوا کے  
 دھوئیں سے کم ہو جاتا ہے جیسے کہ دنیا میں آنکھیں دھوئیں سے اندھیری ہو جاتی ہیں  
 اور کثرتِ گریہ قلب کے واسطے ایسی ہے جیسے قالب کے واسطے مدِرات بول یا قصد  
 کھولنا اور جیسے کہ قصد کے ذریعہ زیادہ خون لینے سے بدن میں ضعف پیدا ہوتا ہے  
 ایسے ہی گریہ کی کثرت سے قلب میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔ اگر عقلند کو شش کرے۔ تو  
 امراضِ قلب کو عین بصیرت کیساتھ دیکھ لے۔ پھر معلوم ہو کہ ہر مرض کے واسطے شفا ہے  
 اور ہر دوا کی دوا ہے۔ بعض دوائیں عقلیہ ہیں اور بعض شرعیہ ہیں۔ جن کو حضرت شافع  
 علیہ السلام نے اپنے نورِ نبوت سے ظاہر فرمایا ہے۔ اور جس نے قلب کے امراض اور ان  
 دواؤں کو معلوم نہ کیا وہ انسانیت سے خارج ہے کیونکہ انسانیت اسی کا نام ہے۔ کہ  
 ظواہرِ شہیاد اور اُن کی حقائق کا علم ہو۔ اور مذمومات کو دور کر کے محامد کو حاصل کر لے۔  
 جس قلبیہ امراضِ روحانی کو معلوم کر کے ان کی دوائیں حاصل کیں اور ان کی  
 ترکیب کے موافق جس طرح کر حکم لے اس کو حکم دیا ہے ان کا استعمال کیا۔ وہ کل امراض سے  
 نجات پائیگا۔ اور صحت ملی اس کو حاصل ہوگی اور حیاتِ سرمدی سے سرفراز ہوگا۔  
 اپنی ذات کے ساتھ کامل اور صفات کے ساتھ زندہ ہو جائیگا۔ اور خداوند تعالیٰ اس کے  
 قلب کو ایک آئینہ بنا دیگا۔ جس میں جبروت کے آثار اُس پر ظاہر ہونگے۔ اور لاہوت کے  
 انوار یہ اُس کے اندر ملاحظہ کریگا جیسے کہ حضرت رائفہ اسدی سے روایت ہو کہتے ہیں  
 میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوا تاکہ خیر و شر کی نسبت  
 آپ سے سوال کروں اور لوگوں پر پھیلانگتا ہوا آپ کے نزدیک پہنچا۔ جب آپ سے  
 نزدیک ہوا تو فرمایا اے رائفہ تو مجھ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہے۔ میں تجھ کو  
 بتاؤں وہ کیا بات ہے۔ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ بتلائیے۔ فرمایا تو مجھ سے  
 خیر و شر اور نیکی اور گناہ کی نسبت سوال کرنے آیا ہے۔ پھر آپ نے اپنی انگلی میری سینہ میں  
 مار کر فرمایا اے رائفہ حیات ہو اپنے قلب سے پوچھ لے کیونکہ نیکی وہی ہے جس کا نفس

کو الہام ہو اور دل اُس کی طرف قرار پکڑے اور اس پر اطمینان کر لے اور برہمی وہی ہے جو دل میں کھٹکتی رہے۔ اس کو چھوڑ دے۔ اگرچہ فتویٰ دینے والے اُس کا تجھ کو فتوے دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان صحابی کے قلب کی صحت اور حیات معلوم تھی۔ اسی سبب سے اُن کا فتویٰ اُن کے قلب کے سپرد کیا کہ جو قلب صحیح ہے۔ وہ ہر ایک بات کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ اور جو بات قلب کے علم سے فوت ہو جاتی ہے۔ وہ محض اس قلب کی بیماری سے فوت ہوتی ہے۔ ورنہ جو قلب صحیح اور ہر ایک علت سے سالم ہے۔ اس پر معلومات ملکوت سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ قلب صحیح حق کا وطن ہے جیسا کہ اس نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے مَا وَسِعَتْ شَيْءٌ مِنْ مَلَكُوتِي وَلَكِنْ وَسِعَتْ قَلْبِي عَبْدِي الْمُؤْمِنِ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے ملکوت میں سے کسی چیز میں سیری سمائی نہیں ہے۔ مگر میرے مومن بندہ کے دل میں میری سمائی ہے۔ پس حق تعالیٰ جس قلب میں ہو اُس قلب کے نگینہ میں تمام علوم خداوندی منتقل ہو جاتے ہیں اور معلومات غیب و شہادت میں سے کوئی بات اُس قلب پر پوشیدہ نہیں رہتی۔ پھر جب قلب کی ذات صحیح و سالم ہو گئی اور کمالات اشیاء کا اُس کو علم ہو گیا تب وہ قلب امراض و علل سے پرہیز کرتا ہے۔ اور اپنی صحت کے قیام کی کوشش کرتا اور جان لیتا ہے۔ کہ سب سے مقدم اور بہتم اِشْاَنِہِی عِلَاجُہِے۔ کہ شریعتِ ظہر کی پیروی کی جاوے کیونکہ شریعتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ یہی دوارِ اعظم اور حجونِ نافع کل مزاجوں کے موافق ہے کیونکہ شریعت کی حجون سے نہ مرض مخالفت کر سکتے ہیں۔ نہ تندرست اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کل دواؤں کو شامل ہے جیسے صغ قلب کا علاج بھی ہے اور روح کی گرمی کے تسکین دینے کا بھی اور استقار کے دور کرنے کا بھی اور صداع اور سکتہ قلبی کا بھی۔

کسل اور سستی قلب کی فالج ہے اور غیبت سکتہ ہے اور غفلت صرع ہے اور فضول صداع ہے۔ اور حرص اس کی گرمی ہے۔ اور طبع استقار ہے۔ اور طبیعت کے موافق ہونا اس کا فساد مزاج ہے۔ اور گمان فاسد یا لہو لیا ہو۔ اور جھوٹی رائیں اور خیالات



اس کی بصیرت اور سماعت کا نقص ہے۔ اور محبت دنیا کی اس کا یزقان ہو۔ اور خواہش اس کی برص ہے۔ اور حسد اس کی دق ہے۔ کیونکہ حاسد کا دل ہمیشہ جلتا اور پگھلتا رہتا ہے جیسا کہ جوان آدمی کا جسم مرض دق سے کھل جاتا ہے۔ ان امراض میں سے ہر ایک مرض کا علاج ہے اور دوا ہے۔ جو ازالہ مرض میں اعانت کرتی ہے۔

حضرت رسول خدا صلعم نے بہت سی عبادتوں کو مرکب کر کے ان سے معجونیں بنائی ہیں۔ اور طباعت کی نفع دوائیں مقرر کی ہیں مریض پر واجب ہے۔ کہ اگر اس میں حبت دنیا کی خجارت ہو۔ تو پہلے فصد کھولے یا سہل لے۔ اگر اس کے اندر اخلاق کے فضیلت بھرے ہوئے ہیں۔ اور غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرے کیونکہ انسان کے اسلام کی عمدگی یہی ہے۔ کہ غیر ضروری باتوں کو ترک کر دے پھر اس فصد اور سہل اور پرہیز کے بعد اپنی مزاج کے موافق نماز روزہ وغیرہ ادویات کا استعمال کرے۔ اور شب و روز ذکر آہی میں مشغول رہنا بھی اس کی ایک بڑی دوا ہے۔ اور تندرست وہ شخص ہو جو خوش اور گناہوں سے پرہیز کرتا ہے۔ اگرچہ وہ طریقہ علاج اور دواؤں کی حقیقت سے واقف نہیں ہے۔ اور نہ ان کی کیفیات افعال سے واقف ہے۔ مگر طبیب کی بات مانتا ہے۔ جس نے اس کو دوا بتائی ہے۔ اور اس بقدر علم پر قناعت کر کے عمل میں مشغول ہوتا ہو کیونکہ دوائیں مریض کے جسم میں صحت پیدا کرتی ہیں۔ اگرچہ مریض ان کے حقائق سے واقف نہ ہو۔ اور اگر مریض اس بات کا انتظار کرے کہ اس کو مایات ادویہ سے واقفیت ہو۔ اور معالجہ کی کیفیت کو معلوم کرے۔ تو اکثر اس انتظار ہی انتظار میں مریض مر جاتے ہیں۔ اور علم کے حاصل ہونے سے پہلے مرض کی شدت ہو جاتی ہے۔ پس عاقل کا راستہ یہ ہو کہ اگر خود نہیں جانتا ہے۔ تو حکیم کے کہنے پر عمل کرے اور جس ترکیب سے حکیم علاج بتائے اس کو عمل میں لائے۔ اور عاقل کا بل وہ ہے جو علم رکھتا ہے۔ اور علم کے موافق عمل کرتا ہے۔ تاکہ اس کے نفس کو صحت اور قلب کو قوت حاصل ہو۔ اور امراض مزمنہ سے نجات پائے۔ جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے علم حاصل کر کے اس پر عمل کیا۔ اس کو خدا ان چیزوں کا علم دیگا جن کو یہ نہیں جانتا تھا۔ اسے طالب تو

یہ سمجھ کہ شریعت کی پیروی محض مرض ہی کو اچھا کرتی ہے۔ نہیں بلکہ یہ مردہ کو بھی زندہ کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکم کتاب میں فرمایا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ** یعنی اے ایمان والو! خدا اور رسول کی نصیحت مانو۔ کیونکہ وہ تم کو اسی واسطے لاتے ہیں کہ تم کو روحانی زندگی کے ساتھ زندہ کریں۔ خود اس نے حکم فرمایا ہے۔ کہ اس کے نبی مردہ کو زندہ کرنے والے ہیں یعنی جہالت اور شرک کے مردہ کو پھر رسولوں کے بسوا اور کون سا طبیب جو مردہ کو زندہ کر سکے۔ حضرت سحیح علیہ السلام کا کیا اچھا کلام ہے۔ فرماتے ہیں۔ ماورِ زادنا بنینا اور کوہمیری کو میں نے اچھا کیا اور مردہ کو میں نے زندہ کیا۔ ان باتوں سے میں نہ تھکا۔ مگر جاہلوں کے معالجہ سے میں تھک گیا۔ کیونکہ جاہل سب مریضوں سے سخت اور بدتر ہے۔ اور ایسے ہی علم سب دواؤں سے بہتر ہے۔ پس تم کو چاہیے۔ کہ اپنے مزاج کی تبدیل کرو۔ اور جہالت کی ظلمت سے اُس کو علم کے نور کی طرف لاؤ۔ رسیکے پہلے تم کو محبت الہی کی حرارت غیری حاصل کرنی چاہیے۔ اور علوم حقائق کی حرص لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **إِنَّ اللَّهَ كَاتِبٌ لِلْإِحْسَانِ** یعنی اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ثواب کو ضائع نہیں فرماتا۔ اے طالب ہم غریب تم سے کلیات ان اقوال کا حفظ و تحت کے باب میں ذکر کریں گے۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم نے امراض جسمانی کو ترتیب وار ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ہم امراض روحانی کو بھی ذکر کریں۔ پھر ان کے بعد ہم ادویہ روحانیہ کو ذکر کریں گے۔ اور امراض روحانی کو آسانی کے لحاظ سے حروفِ مجملہ کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں۔ عالم کو چاہیے کہ ان کو سمجھ لے۔ اور ان کی ترکیب سے واقف ہو جائے۔ کیونکہ جس کو مرض کو علم ہو اور دوا کو بھی اُس نے پہچان لیا۔ تو اب اس کو لائق ہے۔ کہ معالجہ میں مزاج کے موافق دوا کے اجزاء اور ان کی مقدار تجویز کرے۔

**الاکمل** یہ ایک روحانی مرض ہے۔ اور قدرت الہی اور اُس کے بندوں کے ساتھ کمال عنایت میں شک لانے اور جہالت سے پیدا ہوتا ہے۔ **وَاللَّهُ كَاتِبٌ لِلْعِبَادَةِ** یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بہرمان ہر جگہ چاہتا



ہے۔ رزق عورتا ہے اور وہ صاحب قوت اور صاحب عزت ہے اور جس کا ساتھ نیر تم کرنے اور اجل کے پہنچانے پر قافہ ہے۔ درحقیقہ کہ اس بندہ کی دوزی قدرت کی جو ایسے ہی اُن کی موتیں بھی مقدر کی ہیں۔ لَوْ اَجَاءَ اَجَلُكُمْ فَلَا يَسْتَاخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقِيمُونَ یعنی جب بندہ کے دل کی چشم بصیرت قدرت الہی کی طرف سے اور اپنی حقیقت موت سے اندھی ہو گئی۔ اور خداوند تعالیٰ کے اس فرمان سے غافل ہو گیا۔ لَنْ اَجْلَ كِتَابُ جَمَالَتِ كَسَاخِ تَنَاہِی احوال سے اور تمناؤں کے دریا میں ڈوب گیا۔ پھر یہ امید کرتا ہے کہ میں ہمیشہ زندہ رہوں گا۔ دار آخرت سے غافل ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب موت اس کے پاس آئی تو ب طرف سے آتی ہوئی اس کو معلوم ہوئی۔ اور یکایک موت نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ وہ اہل جو جہل سے مرید ہوئی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی رگ کو موت کے مطالعہ کی تلوار سے کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ موت کو سلنے رکھنا اہل کی نسیبہ کو ڈھادیستہ ہے۔ اس لئے کہ اجل کل کی دشمن ہے۔

الْبَغْضَاءُ: یہ بھی ایک روحانی علت ہے۔ اور پیدائش اس کی اہل سے ہے۔ کیونکہ جب قلب میں اہل کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ خیال کرتا ہے۔ کہ میں دنیا میں ہمیشہ لطف رہوں گا اس واسطے مال و خا مے وہ محبت کرتا ہے۔ پھر اس ضمن میں اس کی ابتلا دینا سے جنگ ہوتی ہے۔ اور بغض پیدا ہو جاتا ہے جس شخص میں یہ بیماری ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ زندگی کے مانے اور لوگوں کے ہلاک کرنے کی کوشش اور فکر کرتا رہتا ہے۔ تاکہ لوگوں کے پاس جو کچھ مال و دولت ہو۔ وہ سب اس کے پاس آجائے۔ یہ مرض بخل نفس امارہ کے خبیث ترین اخلاق میں سے ہے۔ جب قلب اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں۔ اور محبت کی خند رستی جو اس کے اور مومنوں کے درمیان میں تھی وہ بالکل منقطع ہو جاتی ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اہل کا مرض جو قلب کے اندر ہے پہلے اس کا استیصال کیا جائے۔ پھر نفس کو مسلمانوں سے جو تکلیف پہنچے۔ اس کے صبر کرنے پر مجبور کرے۔ اور ان سے محبت کرنے پر صابر بنائے۔ تاکہ بغض و محبت سے مبدل ہو۔ کیونکہ بغض جماعت کو متفرق کرتا ہے۔ اور شہروں کو اجاڑتا ہے۔ اور

اللہ تعالیٰ نے شراب کو مسلمانوں پر اسی سبب سے حرام کیا ہے کہ اس کے پینے سے بغض پیدا ہوتا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ **إِنَّهَا بَرِيدُ الشَّيْطَانِ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْكَوْكَبِ الْمَيْسَرَةِ** یعنی بیشک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے اندر شراب خوری اور تمہاری بازی کے ذریعہ سے عداوت اور بغض پیدا کرے۔ پس معلوم ہوا کہ بغض شیطان فی اخلاق میں سے ہے۔ اور انہیں روحانی امراض میں سے ایک مرض منحل یعنی مال کا بندگان خدا کے منافع اور فوائد سے روک لینا اور اسی چیز کو جو فنا ہونے والی ہے۔ حرص کے سبب سے مقید کرنا نفس جب اس مرض کے ساتھ میاں ہوتا ہے۔ جنت کی خوشبو تک اُس کو نصیب نہیں ہوتی کیونکہ جہنم میں ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں دنیا کے اندر ہیں جس نے ان میں سے ایک ٹہنی بھی پکڑ لی وہ اس کو جہنم میں کھینچ لیتی ہے ۴

**تَقْلُّ** یہ روحانی مرض ہے سب مرضوں کی جڑ اور سب کا سردار ہے۔ جو مرض بھی ہے وہ جہالت سے کم ہے۔ اور اُس کا علاج بھی سہل ہے۔ اور جہنم کا درک اسفل ہے۔ اندر جمیٹ روحوں کو اس کے ساتھ اس کے سبب سے عذاب کرتا ہے جیسے کہ طیب روحوں کو علم کے سبب سے ثواب دیتا ہے۔ اور یہ جہالت کیا چیز ہے دل کی آنکھ کا اندھا ہو جانا۔ اُس کے کانوں کا بہرہ ہو جانا۔ اس کی زبان کا گونگا ہو جانا۔ کیوں کہ جہل جب قلب پر غالب ہوتا ہے۔ معارف کے انوار قلب سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور کمال کے حاصل کرنے سے رہ جاتا ہے۔ جو اس قلب کے بالکلیہ گم ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ مثل پتھر کے بن جاتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ خداوند تعالیٰ جاہل کی عبادت قبول نہیں کرتا اور نہ اُس کی دعا کو سنتا ہے۔ نہ اُس کی نذر کا جواب دیتا ہے۔ یہ مرض جہل عقل کا دشمن اور علم کی ضد ہے۔ اور نہایت ہی مہلک مرض ہے جس وقت یہ مزاج کو فاسد کر دیتا ہے۔ اُس وقت اُس کا علاج ممکن نہیں ہوتا اور اسے اور بھی زوائد میں جیسے **الْجُنُونُ** روحانی امراض میں سے بزدلی بھی ایک مرض ہے۔ کیونکہ جاہل کا قلب بزدل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ قصا و قدر کے رازوں سے واقف نہیں ہوتا۔ راہ خدا میں قدم رکھنے سے بزدلی کرتا ہے۔ علاج اس مرض کا تقویٰ ہے۔ کیونکہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



نے فرمایا ہے جس نے خدا تعالیٰ سے تقویٰ کیا وہ قوت کے ساتھ زندگانی بسر کرتا ہے اور اپنے دشمن کے ملکوں میں امن کے ساتھ پھرتا ہے۔ جہل کا علاج یہ ہے کہ علم دین حاصل کرے کیونکہ تعلیم علم حق میں مشغول ہونے والا وہی مرض جہل کا علاج کرنا والا ہے۔

۳  
**الجبضاء** امراض روحانی اور جہل کے زوائد میں سے ایک مرض جہل ہے۔ جاہل دوسرے پر کیونکر جفا کرے گا۔ حالانکہ جب خود اس نے جہالت کے ساتھ اپنے نفس پر جفا کی ہے اور جہل سے بڑھکر اور کون سی جفا ہو سکتی ہے۔ پس جاہل کی سب سے بڑی جفایاں ہے کہ اُس نے اپنے آپ کو جہالت کی قید میں بند کر رکھا ہے۔ اور تعلیم کے انوار سے محروم کر دیا ہے۔ جہل کی اور بھی بہت خرابیاں ہیں جن کا ذکر کرنا نہایت طویل ہے۔ غرضیکہ جہل ایک کانٹوں دار درخت ہے۔ ہر جز اور ہر حصہ اس کا کاٹنا ہے جو قلب میں چھو جاتا ہے۔ اور اسکے دامن کمال کو پھاڑ دیتا ہے۔ حضرت رسول خدا سلم نے فرمایا ہے **الْجَاهِلُ عَدُوٌّ وَالْعَاقِلُ صَدِيقٌ** یعنی جاہل میرا دشمن اور عاقل میرا دوست ہے۔ **أَهْلُو**۔ یہ امراض روحانی میں سے ایک مرض کلی ہے جب قلب اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ تب اس میں بہت سی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس قدر فرماتا ہے **أَوَافَتْ مِنِّي أَخَذَ اللَّهُ حَقَّهُ** یعنی تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے پس ہوئی یعنی خواہش وہ مرض ہے۔ کہ اس مرض کے سبب سے مصلح قلب کی بصیرت سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ پھر قلب جس وقت مصلح سے محاب میں ہوا۔ اور مہات سے رک گیا اس کے آسمان میں چار طرف سے ہوئی کی ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ اور وہ مادہ معرفت سے منحرف ہو جاتا ہے۔ اور صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر ٹیڑھا راستہ اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ ہوئی ہدایت کی ضد ہے۔ اور ہوئی کا علاج ہدایت خداوندی ہے یہ تمام آفتیں جو دنیا کے ہر گوشہ اور ہر ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور جس نے ملی نظام میں خلل ڈال رکھا ہے۔ یہ سب ہوئی ہی سے پیدا ہوئی ہیں۔ کیونکہ ہوائے جب قلب پر غالب ہوتی ہے۔ تو اُس کو انصاف کے راستہ سے روک دیتی ہے

اور شریعت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سرسجود کا ہے۔ اور حضرت  
پس ہر شخص اپنی رائے پر قناعت کر لیتا ہے۔ اور اپنی خواہش میں اپنی نجات تلاش  
کرتا ہے۔

پس اسے طالبین الہی میں غور کرو اور اس فرمان نبویؐ کو ملحوظ رکھو **وَأَصْلُ عَنِ  
سُكْوَةِ السَّيْنِ** یعنی خود گمراہ ہوا۔ اور اوروں کو بھی سیدھے راستے سے گمراہ کیا۔ پس غایت  
باری جل شانہ میں شک کرنا اور بتوں کی پرستش کرنا اور ترک کرنا اور نبوت سے منکر ہونا  
اور عبادت میں سستی کرنا اور احکام الہی کی مخالفت اور فحاشی کا ارتکاب یہ سب ہوا کے  
لوازم ہیں جسوقت نبوی ایسے قلب پر مستولی ہوتی ہے۔ جو اپنی رائے پر قناعت کر لیتا ہے۔  
اور جس بات کا اس کے خیالات تقاضا کرتے ہیں۔ جس کے ساتھ تمسک کرتا ہے یہاں تک  
کہ خدا کے شریک بنالیتا ہے۔ اور خدا کے سوا دوسروں کو معبود ٹھہراتا ہے۔ **وَأَصْلُ  
خَلِيلِ الرَّحْمَنِ** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جوں سے بریت ظاہر کی اور اس سے اعراض  
فرمایا جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔ **وَالْغَنِيُّ وَبَنِيَّ أَنْ تَقُولَ إِنَّمَا فَتَنَّم رَبِّي**  
**إِنَّمَا أَصْلَانِ كَرِهَ اللَّهُ الْمُشْرِكِينَ**۔ اس پر مرد و گامح کو اور میری اولاد کو اس بات سے  
بچا کہ تم بتوں کی پرستش کریں اس پر مرد و گامح کو اور میری اولاد کو اس بات سے  
آدمیوں کو گمراہ کیا ہے۔ نبوی کی بہت سی شاخیں ہیں۔ مخلصان کے ایک ایسی مختلف  
اور متفرق ہوسیں ہیں۔ جو جاہلوں کے دلدل میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور مجموعہ فاسدہ میں  
جو جاہلوں کے سینہ میں ظاہر ہوتے ہیں اور حق کی طلب اور صدق کی پیروی سے ان کو  
باز رکھتے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جاہل جاہل کی پیروی کر لیتا ہے۔ اور ایک دوسرے  
کو لے کر تباہی۔ پس ہوسات فاسدہ نبوی کا ایک کنارہ ہیں۔ اور نبوی نبوی کا دروازہ ہے  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ بیشک اللہ تعالیٰ اس طرح علم کو نہ اٹھائے گا  
کہ محض علم ہی کو اٹھائے بلکہ علم کی وفات کر کے علم کو اٹھائے گا یعنی قیامت کو قریب  
علم اٹھ جائیگا۔ مگر یہ بندہ ہوگا کہ لوگ نہ مانا نہ بھرا نہ جینیں بلکہ یہ ہوگا کہ جو علم ہوں گے  
ان کی وفات ہو جائیگی۔ اور پھر لوگوں کو علم کے حاصل کرنے کی رغبت نہ ہوگی۔ اس



صورت کے علم اٹھ جائیگا یہاں تک کہ جب دنیا میں ایک عالم بھی نہ رہیگا۔ تب لوگ  
 جاہلوں کو اپنا مفتی بنائینگے۔ اور اُن سے مسئلے پوچھینگے اور وہ بغیر علم کے اُن کو فتویٰ  
 دینگے پس خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی سیدھے راستے سے گمراہ کرینگے چنانچہ  
 اسی طرح کفر و فسق اسلام میں پیدا ہوئے ہیں جیسے خارجی رافضی معتزلی زنادقہ قدریہ  
 جبریتہ وغیرہم ان کے اصول و فروع سب الہی ہوئی اور صحابہ ہوسکے ہیں۔ جن کو خداوند  
 تعالیٰ نے جادہ حق سے محروم کر کے خواہش کا پیرو کیا۔ اور اپنے واضح راستے سے باز رکھا  
 پس درحقیقت اُنہوں نے خواہش کی پیروی کر کے اپنے نفسوں پر آپ ظلم کیا ہے۔  
 اَللّٰهُمَّ عَلٰی الظّٰلِمِیْنَ۔ خیر دار۔ خدا کی لعنت ہے ظالموں پر۔ اگر ہوا کے پردے  
 لوگوں کی آنکھوں پر سے اٹھ جائیں تو بیشک حق کا جمال قلب کے نور سے دیکھ لیں اور  
 کل نجس امراض اُن سے دور ہو جائیں۔ مگر خدا نے اُن کو اس واسطے روک دیا ہے۔  
 تاکہ اُن کو عذاب کرے وَلَوْ شِئْنَا لَا تَسْتَاْخِرُنَّ اَنْفُسُ هٰذَا وَاُولٰٓئِکَ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ  
 لَا مَدَنَکَ بِهَکْمٍ مِّنْ مَّحَبَّتِہٖ وَالنَّاسُ اَجْمَعِیْنَ یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اسکی ہدایت  
 عنایت کرنے۔ مگر ہمارا فرمان صادر ہو گیا ہے کہ جہنم کو جن انسان دونوں سے پر کرینگے۔  
 وَسَوَاسِیْ رُوْحَانِیْ امْرَاضٍ مِّنْ سَیِّئَاتِ مَرَضٍ وَسَوَاسِیْ مَرَضٍ قَلْبٍ مِّنْ خَلْقِ  
 راستے سے خاطر کے پریشان ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور فاسد اور جھوٹے گمان  
 اس کی تائید کرتے ہیں۔ اور ہوا بھی اس کو مدد پہونچاتی ہے۔ اس مرض سے قلب کے  
 اعمال میں خطا لخواہی واقع ہوتی ہے۔ جیسے کہ مایخو لیا سے دماغ کا حال ہو جاتا ہے  
 اور اکثر اوقات یہ وسوسہ باہر سے بھی قلب کے اندر جاتا ہے۔ مثلاً شریر شخص کسی غریب شاگرد  
 کو بہکائے اور فاسق سلیم مبتدی کے دل میں وسوسہ ڈالے اور عبادت سے اُس کو  
 روک دے اور کبھی یہ وسواس قلب کے اندر سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ جیسے کہ قلب  
 اندر رحمت الہی اور اس کی وسعت اور مغفرت کا خبیال پیدا ہو کر خوف سے  
 روک دے اس قلب میں شیطان اس صورت سے وسوسہ ڈالتا ہے۔ کہ جو چاہے  
 کر۔ خدا کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ تجھ کو بخش دیگا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے افعال

کرتے کرتے دوزخ میں اُس کو گرا دیتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اسی وسوسہ کی نسبت فرماتا ہے  
 مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْغِيَةِ وَالنَّاسِ يَعْلَمُونَ  
 کہو کہ میں پناہ مانگتا ہوں خداوند تعالیٰ سے شیطان کے وسوسوں سے جو لوگوں کے دلوں  
 میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اور نظر نہیں آتا۔ اور انسان اور جنات دونوں کے  
 وسوسوں کے شر و فساد سے۔ شایع علیہ السلام نے اس سخت مرض کی دوا بھی مہیا کر دی  
 ہے یعنی استعاذہ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَقُلْ رَبِّ اعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ  
 الشَّيْطَانِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّخْضَرُوْنِ۔ اور کہو اے رب میرے پناہ مانگتا  
 ہوں تجھ سے شیطانی وسوسوں سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس بات سے کہ  
 شیاطین میرے پاس آئیں۔ اور استعاذہ کے پڑھنے کا بھی حکم فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے  
 فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ عَنِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ یعنی خدا سے شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگ اس طرح اَعُوْذُ بِاللّٰهِ  
 مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ یعنی پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کے ساتھ شیطان مردود کے شر سے  
 پس استعاذہ یہ ہے کہ قلب کو ان وسوسوں سے مراقبہ اور ذکر الہی کی موافقت کے  
 ساتھ پاک و صاف کیا جائے۔ اور خدا نے تعالیٰ کی بندگی و طاعت میں کوشش  
 کی جائے۔ انہیں امراض میں سے ایک یہ بھی مرض ہے۔ کہ نمازی کی نماز میں وسوسے  
 واقع ہوتے ہیں۔ اور وہ نماز میں بھول جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ اس کو دوبارہ  
 نیت باندھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ الغرض یہ مرض وسوسہ ایک جیسا شیطانی  
 ہے۔ اور اس مرض میں وہ قلب مبتلا کیا جاتا ہے۔ جو خواہش کے دھوئیں میں شہید  
 ہو گیا ہے۔ ایسے مریض کے حق میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ  
 الشَّيْطَانُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُلْقُوْا لَهُمْ قَوْلَ لَئِنْ هَدٰى اللّٰهُ  
 هُوَ الْهٰدِیْ وَاَوْزٰنَا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ  
 ترجمہ کرتے ہیں کہ ایک مریض ہے جو قلب میں ناشکری کے غالب ہونے اور پرہیزگاری کی  
 قلت اور جہالت کے غلبے پیدا ہوتا ہے۔ یہ مرض ہشہرہ کفخی سے مشابہ ہے۔ اور  
 اس کے پھل ایسے ہیں۔ جیسے اندرائن کا پھل کرہ وا۔ اور زہر ہستاقی کیونکہ اس



مرض کے اثر سے قلب ہر کام میں زیادتی کا طالب ہوتا ہے۔ اور اعتدال کا راستہ اس سے چھوٹ جاتا ہے۔ پس جیسے کہ ہر کام میں نقص اور کمی غل ہوتی ہے ایسے ہی زیادتی میں غل ہوتی ہے۔ اور بچاس زیادتی کے ساتھ انسان فضولیات میں پڑ جاتا ہے جن کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اکثر اوقات ان فضولیات ہی سے فوجش میں بھی گر جاتا ہے۔

مثلاً۔ یہ مرض قول میں بھی ہوتا ہے۔ اور فعل میں بھی۔ اور اصل اس کی طلب فضول کی حرص اور اپنے رائے فاسد کو اچھا سمجھنا اور اپنی خواہش کے شبہات میں پھنس جانا ہے۔ جو شخص اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ اپنے ہر ایک قول و فعل میں زور کے داخل ہونے سے پروا نہیں کرتا۔ اور آخر کو یہ مرض اس کو لاک کر کے راہ حق سے روک دیتا ہے۔

حَسَدٌ۔ نہایت مہلک مرض ہے محسود کو ضرر پہنچنے سے پہلے حاسد کو لاک کر دیتی ہے۔ حضور صلعم فرماتے ہیں۔ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا لیتی ہے۔ پس حسد ایسی آگ ہے کہ حاسد کی نیکیاں اور محسود کے گناہ جلا دیتی ہے۔ یہ مرض انسان کے قلب میں ایسا ہے جیسے جسم میں برص ہوتی ہے۔ برص والے سے سب لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ ایسے ہی حاسد کے دل سے فرشتوں کو نفرت ہوتی ہے۔ وہ اس کی کوئی نیکی قبول نہیں کرتے ہیں۔ یہ مرض برص ہی کی طرح سے بڑھتا جاتا ہے۔ اور ان دونوں مرضوں کی واسطے بجز داغ و بے کے اور کوئی جید نہیں دھمائی برص کے واسطے آگ سے داغ دیا جاتا ہے۔ اور اس قلب کی برص کو جہنم کی آگ سے داغ دیا جائیگا۔ حاسد کو نہ کھانا خوش گوار ہوتا ہے۔ نہ مینا کیونکہ ہمیشہ حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ اور اکثر اوقات اُس کا حسد اس کی جان تلف کر دیتا ہے۔ یہ مرض نہایت مہلک ہے۔ علاج کو قبول نہیں کرتی۔ اور اصل اس کی جہالت ہے۔ اور حقد اس کی ایک شلخ ہے۔ اور سب اس کا حرص جو یعنی جب طبیعت غیروں کی چیزیں حاصل ہونے کی طرف رغبت کرتی ہے۔ اور نفس امارہ اُس کو ابھارتا ہے۔ مگر کوئی راستہ

اُن کے حصول کا پیدا نہیں ہوتا۔ اُس وقت یہ حسد کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جس اُس کو ایسا غراب کرتی ہے کہ مثل کتے کے بن جاتا ہے۔ اسی کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ ابن آدم کے پیٹ کو بھر مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھرتی۔ پس یہ حسد کا مرض ہے کہ جب انسان پرستولی ہوتا ہے۔ تمام طاغوتوں اور راجتوں سے اُس کو روک دیتا ہے اور ساری عسمر اس کی حسرتوں میں برباد ہوتی ہے۔ جب اپنے محسود یعنی اس شخص کو جس سے اس کو حسد ہے۔ کسی نعمت اور آسائش میں دیکھتا ہے۔ اس کا مرض دگنا اور چوگنا ہو جاتا ہے۔ اور سخت چھینی اور اضطراب اس کو لاحق ہوتا ہے پھر جب لوگوں پر اس کے حسد کا حال ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کی حاسدانہ طبیعت سے مطلع ہو جاتے ہیں اس کی طرف سے روگردانی کرتے ہیں۔ اور عام طور پر دلوں کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے۔ کسی مسلمان کو اس پر اطمینان نہیں رہتا۔ اس مرض کا علاج یہ ہے کہ قصار الہی اور قدرتِ لمِ زلی پر شکر ہو جائے اور احکاماتِ الہی مشعلِ عدل و فضل و غیرہ کو ہمیشہ نظر رکھے اور عالمِ غیب و شہادت میں غور کرے۔ اور اس قسم کی آیات میں فکر کرے۔ **لَا تَأْكُلُ أَمْوَالُكُمْ بَيْنَكُمْ حَقِّهَا** یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے ہر چیز کو ایک اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور اسی مضمون میں ایسی آیت ہے۔ **أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ حَلَقَهُ** ہدیٰ یعنی ہر چیز کو اُس نے اُس کا وجود عنایت کیا پھر اُس کو ہدایت کی راہ پر حدیث شریف بھی اسی مرض کے معالجہ میں وارز ہے حضور علیہ التہیۃ والسلام فرماتے ہیں۔ **لَا يَلْعَنُ أَحَدٌ كَذِبَةً إِلَّا لَيْمَانٌ حَتَّى يَبُوءَ مِنْهَا الْقَذِيرُ خَيْرٌ وَشَرٌّ وَأَحْلَى وَأَمْسَرُ** یعنی تم میں سے کوئی ایمان کی حقیقت کو نہ چھوچھوگا جب تک کہ قدر کے خیر و شر اور میٹھے کر کے پر ایمان نہ لائے گا۔ پس جب یہ تدبیر کی جائے گی اور حاسد اس بات کو جان لے گا کہ قضاءِ الہی کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اور نہ اُس کی بخشش کو کوئی روک سکتا ہے پس اس پر منکشف ہو جائے گا کہ حسد ایک امر محال ہے۔ اور یہ ایک عذابِ الہی ہے جو حاسد پر نازل ہوتا ہے۔ محسود کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا خداوند تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں حاسدوں کی مذمت فرمائی ہے۔ **فَرَأَاهُ أَمْرٌ يُحْسِنُ دُونَ النَّاسِ عَلَى مَا**



اَتْلَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ یعنی کیا حاسد لوگ اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ خدا نے ان کو اپنے فضل سے عنایت کیا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةً رَبِّكَ لَوْلَا فَسَمَّا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ یعنی کیا حاسد تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں ہو سکتی) ہم نے خود ان کی معیشت کو ان کے آپس میں تقسیم کیا ہے۔ رجبھر حاسدوں کا اس میں کیا چارہ ہے ؟

حِرْص اِمراض روحانیہ میں ایک سخت مرض حرص ہے۔ اس کا اندرونی سبب حسد ہے۔ جب دل میں دنیا کی محبت اور حرص پیدا ہوتی ہے پھر دوسروں کے واسطے اسیاب دنیا کو موجود اور مہیا دیکھتا ہے۔ تب حسد کرتا ہے اور حسد کی آگ اُس کے دل میں شعلہ زن ہوتی ہے۔ پھر یہ آگ بباعث جہالت اور چشم بصیرت کی نابینائی کی ساعت بساعت قوی ہوتی جاتی ہے۔ حرص کا علاج بھی یہی ہے۔ کہ فضا را آبی پر راضی ہو جائے اور کل کام تقدیر کے حوالے کر دے اور جان لے کہ حرص رزق کو زیادہ نہیں کر سکتی اور نہ کسی کے بُرا چاہنے سے سید کا رزق کم ہو سکتا ہے اور اس آیت تشریف کا ورد رکھے مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ لِلْاِنْسَانِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهَا مِنْ بَعْدِهَا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یعنی خداوند تعالیٰ لوگوں پر جو رحمت کشا دہ کرتا ہے۔ اُس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اور جس کو وہ روک دیتا ہے۔ اُس کا کوئی بچھنے والا نہیں ہے۔ اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ اس قسم کے امراض کا بہتر معالجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت کو پیش نظر رکھے اور جان لے کہ خدا کے ہاں اُس کی کچھ قدر و منزلت نہیں ہو سکتی۔

اچھی طرح سے جان لو کہ اگر خدا کے ہاں دنیا کی کچھ کے پر کے برابر بھی قدر ہوتی تو کسی کافر کو اُس میں پانی کا گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ اور نیز اس مرض کے واسطے ان ادویات کا سہل لینا چاہیے۔ قناعت۔ تسلیم کرو بات پر عبور تفویض الامور الی اللہ یعنی کل اپنے کام خدا کو سونپنا۔ رضا بقضائے الہی۔ احکامات قضا و قدر پر نظر رکھنا۔ ان دواؤں کو اُس پانی میں حل کرنا چاہیے جس میں چشمہ سے برآمد ہوتا ہے تَوَلَّهِ عَلَيْهِ اَفْضَلُ الشَّيْءَاتِ وَالْاَشْيَاءِ قَدِيرُ الْمَقَادِرِ قَبْلَ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا رَحْمَةً الْاَوَّلِينَ سُنَّةُ یعنی حضور صلی اللہ

حلیہ تسلّم فرماتے ہیں تقدیریں آسمان زمین کی پیدائش سے چار ہزار برس پہلے مقدر کی گئی ہیں۔ پس اس پانی یعنی اس سیحہ شریف کے مفہوم میں ان دواؤں کو حل کرنا چاہیے پھر اس کے بعد یہ سقمونیا اس میں شامل کر لے۔ حدیث قدسی ہے۔ **إِنِّي أَنَا اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا مَنِ اسْتَسْقَمَ لِقَضَائِي وَصَبَرَ عَلَى بِلَائِي وَشَكَرَ عَلَى نِعْمَائِي لَكُنْتُ إِسْمَهُ فِي حُجُورِ الْوَيْلِيِّينَ وَمَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَائِي وَلَمْ يَصْبِرْ عَلَى بِلَائِي وَمَنْ لَمْ يَشْكُرْ عَلَى نِعْمَائِي فَلَيْطَلَّ كَيْدُ اسْوَأَتِي** یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں وہ خدا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو میری بیماری قضا کو تسلیم کیا اور میری بھیجی ہوئی بلا پر صبر کیا۔ اور میری نعمتوں پر شکر کیا میں اس کا نام صدیقیوں کے دفتر میں لکھتا ہوں۔ اور جو میری قضا کے ساتھ راضی نہ ہوا اور نہ اُس نے میری بلا پر صبر کیا اور نہ میری نعمتوں کا شکر بجا لایا۔ پس اُس کو چاہیے کہ میرے سوا کوئی اور اپنا رب تلاش کر لے۔ یہ سقمونیا ان ادویات میں طرا کر نوش کرے اور محو ذہن کو اپنا وظیفہ مقرر کر کے ان کلمات کی تکرار کیا کرے **مِنْ شَرِّ النَّفَثَاتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ ذَا حَسَدٍ** یعنی میں میں پناہ مانگتا ہوں ان عورتوں کے شر سے جو پھونک پھونک کر گریں لگاتی ہیں اور پناہ مانگتا ہوں میں حاسدوں کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے۔ یہ بعض حبس وقت ہمارے اس طریقہ کے موافق علاج کریگا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر خیرات و برکات کے دروازے کھول دیگا۔ اور حرص کی شقت سے اس کو راحت دیگا اور حسد کی آگ جو اُس کے دل میں شعلہ زن ہے اُس کو بجھا دیگا۔ یہاں تک کہ اُس کا دل حسد کی غلی و تاریکی سے رضا اور صاحت کے میدان میں آجائے گا۔ عام نفرت جو اس کی طرف سے دلوں میں پھیلی ہوئی تھی دور ہو جائے گی اور یہ عیش و عویش کی زندگانی بسر کریگا۔ حقد و حسد کی رگیں۔ اس کے دل کی جڑ میں سے نکل جائیں گی اور یہ سب کہ درتوں سے یہ پاک صاف ہو جائیگا۔

اور اگر مریض مریض نے ان ادویات کا استعمال نہ کیا حسد کا مرض اس سے دور نہ ہو گا اور نہ حسد کی جڑ کھڑکی بلکہ اس کے باطن میں حرص کی آگ ہمیشہ شعلہ زن رہے گی۔ طمع روحانی امراض میں سے طمع نہایت موزی مرض ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ مرض طاعون سے بھی زیادہ ایذا رسان ہے۔ فی الحقیقت یہ مرض شریعت میں طاعون



ہی کی مثل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ طبع کا مرض قلب سے حقائق ایمانی کو بالکل کھودتا ہے۔ اور احسان کی رگوں کو عرفان کی جڑ سے کاٹ دیتا ہے۔ اور یہ بھی مرض کے درخت کی ایک شاخ ہے۔ اس کے اندر کانٹے بہت ہیں جن سے اسلام کے پرنے پھٹ جاتے ہیں اور اس مرض طبع سے آزادوں کی روح کو ایسی ہی نکلنے لگتی ہے جتنی جیسے آگ کے کانٹوں سے کسی نے کیا اچھا قول کہا ہے۔ اَلْحُرُّ عِبْدٌ اِذَا طَمِعَ وَالْعَبْدُ حُرٌّ اِذَا قَنِعَ یعنی آزاد شخص جب طمع کرے۔ تو وہ غلام جتنا عت کرے تو وہ آزاد ہے۔

حدیث قدسی مشہور میں وارد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہُوَ مَنْ رَضِيَ عَنِّي بِالْيَسِيرِ رَضِيَ مِنَ الرَّزَقِ اَرْضَى عَنِّي بِالْيَسِيرِ مِنَ الْعَمَلِ یعنی جو شخص میرے تھوڑے رزق کے ساتھ راضی ہوتا ہے میں بھی اُس کے تھوڑے عمل سے راضی ہوتا ہوں چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق وارد ہے۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے

ابتداء میں مرض طبع کا علاج آسان ہے۔ مگر جب اس مرض سے مزاج فاسد ہو جاتا ہے۔ اُس وقت اس سے شفا پانا ناممکن ہے۔ اور بخاریوں کا زور شور ہو جاتا ہے۔ جو کبھی اترتے نہیں یہ بخاری طاعونی ہے۔ جو وقت اس کا دورہ ہوتا ہے۔ ہلاک کر دیتا ہے۔ شارع علیہ السلام کا حکم ہے۔ کہ جس شہر میں طاعون ہو اُس میں نہ جانا چاہیے۔ نہ وہاں سے نکلنا چاہیے۔ تاکہ

طاعونی وہاں اسی شہر میں بند رہے۔ فرمایا ہے لَا تَدْخُلُوا اَرْضَ الْمَلَائِكَةِ وَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا

یعنی نہ تم طاعون کی جگہ میں جاؤ۔ اور نہ وہاں کے لوگ اُس میں سے نکلیں۔ اس حدیث میں

اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ طماع سے مصاحبت اور دوستی یا اُس کے پاس

آمد و رفت نہ چاہیے۔ کیونکہ طمع مصاحبت کو مکر کر دیتی ہے۔ اور طماع اپنے مصاحب کی

چیزوں میں طمع کرتا ہے۔ اس واسطے مصاحبت منہدم ہو جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا

کہ طمع مصاحب کی بھی آفت اور مصاحبت کی منہدم کرنے والی قساوٹ طبیعت کی موجب قلب کی

طاعون حرص کی علامت حسد کی عنوان حسد کی سبب اور جہل اور حماقت کی علت ہے۔

علاج اس کا قناعت اور طمع کی چیزوں سے اعراض کرنا اور اہم اہم میں مشغول ہونا ہے اور سب سے بڑا علاج اس کا یہ ہے۔ کہ دنیا میں نہ پراختیا کرے۔ اور طبیعت کو تحصیل

اسباب دنیا سے باز رکھے اور دل کو اُس کی محبت سے پاک کرے۔ کہونکہ دنیا کی محبت سے  
حطاؤں کی سزا ہے۔ **حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسٌ كُلِّ خِلَافَةٍ**۔ تَسْرُ النَّاسَ مِنْ طَعْمِ مَا فِي أَيْدِيهِ  
النَّاسِ یعنی بدترین خلقت وہ شخص ہے جو لوگوں کی چیزوں میں طمع کرے۔ دوا اس کی یہی  
ہے کہ دوسروں کی چیز سے دل کو جدا کرے اور ہرگز اُس کی طرف خیال نہ لیجائے۔ حضور  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **إِذَا هَدَىٰ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللَّهُ** وَأَزْهَدَ فِي مَا  
فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ یعنی دنیا میں زہد اختیار کرنا تجھ سے محبت  
کرے گا۔ اور اُن چیزوں کے حاصل کرنے میں کوشش نہ کر جو لوگوں کے پاس ہیں  
لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔

یسا اس امراض روحانیہ میں سے ایک مرض یا اس یعنی ناامیدی ہے جو کہ وسطیٰ ہے مرض سخت آفت ہے۔ اور غلبہٴ جہالت اور ذوات و صفات الہی میں شک لانے سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اُس کی بیماری کو **لَا یَاْسُ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ** کہ لا یفرون یعنی خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے ہیں مگر کافر۔ پس یہ ایسا سخت مرض ہے کہ علت کفر اور نہایت عسran کو شامل ہے۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم رحمن کریم حلیم غفور شکور ستار ہے۔ وہ اُس کی رحمت اور مغفرت سے ناامید نہیں ہوتا ہے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کو ناامیدی سے ممانعت فرمائی ہے۔ فرماتا ہے **قُلْ یَا عِبَادِیَ الذِّنِّ اَسْرِ فَاَعْلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا یَقْبَضُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ** یعرف الذنوب جیعاً لانه هو الغفور الرحیم یعنی اے رسول کہدہ میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کیں ہیں۔ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک خدا سب گناہ بخش دیتا بیشک وہ بخشنے مہربان ہے۔ پس یا اس ایسا مرض ہے۔ جو روح کی اس صحت کو جو رحمت الہی کی امید سے پیدا ہوتی ہے۔ روک دیتا ہے۔ اور خدا کے ساتھ حسن ظن کو تو ائمہ نہیں رکھتا **علاج** اس کا یہ ہے کہ علوم حکیمہ کی امداد کے ساتھ قلب سے دست بردار کی جائیں۔ اور رحمت الہی کی وسعت پر نظر کی جائے۔ اور اس مرض کا



سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ کلام الہی میں سے اس دور کو استعمال کیا جائے۔ اِنَّ رَحْمَتَ  
وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فرماتا ہے بیشک میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے اور فرماتا ہے  
کَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ یعنی تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو فرض کیا ہے۔  
کسل امراض روحانیہ میں سے سستی بھی ایک مرض ہے۔ اور یہ مرض نضائی اور دل  
میں یہ اس طرح پیدا ہوتا ہے جیسے جسم میں نمائندگی اپنا بجلی ظاہر ہوتی ہے جیسے ماتھے  
پیر کا سیکر ہونا کہتے ہیں یہ مرض قلب کو علم و عمل میں کوشش کرنے سے روک دیتا ہے اور  
اس رگ کو جس سے نیک کاموں کی نیت حاصل ہوا ہے اس کاٹ دیتا ہے جیسے کہ اپنا بیج آدمی  
مکان میں حرکت کرنے پر قادر نہیں ہوتا ایسے ہی سستی آدمی خلوص ایمان کے ساتھ خدا  
کی عبادت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ کسل بھی کفر کا ایک جز ہے۔ اور رگوں کے وسطے مہات  
فاسد اور مفسد علت ہے۔ سعادت ابدیہ کے حاصل کرنے سے ان کو روک دیتی ہے  
کفر۔ امراض روحانیہ میں سے ایک مہلک مرض تکبر ہے۔ تکبر کی بنیاد کفر ہے۔  
اور کفر کے بعد یہی مرض بدترین مرض ہے۔ اور اسی سے کسل پیدا ہوتی ہے۔ جب  
انسان تکبر کرتا ہے اور تکبر کی گرمی اس کے قلب پر غالب ہوتی ہے تب اس کو قلب  
کے اندر کسل پیدا ہوتی ہے اور وہ اس درجہ ضعیف ہو جاتا ہے کہ حقوق الہی کے ساتھ  
قائم نہیں رہ سکتا۔ اور نہ بندوں کے حق اس سے ادا ہوتے ہیں۔ پس ایسا سمجھنا چاہیے  
کہ کفر بظنرہ سرسام اور دوران کہ ہے جس سے قلب کی رگوں کے منافذ بند ہو جاتے  
ہیں۔ اور ایمان کے دروازے مسدود ہو جاتے ہیں۔ اس مرض کا سر اپنے فضولی خیالات  
کے گرد و چکر کھایا کرتا ہے۔ اور دین کے حقائق اس پر شبہ ہو جاتے ہیں۔ سوار گھروں اور  
کپڑے کوڑوں کے اور کچھ پڑا ہوا اس کو معلوم نہیں ہوتا یہ تکبر کی بیماری قلب کے  
وسطے ایسی ہی جیسے بدن کے واسطے خفاق اس کے باعث سے قلب کا جو غیبی  
طرف درستہ ہو وہ بند ہو جاتا ہے۔ اور اس کا پیٹ غرور سے پڑ ہو کر یہ سمجھتا ہے کہ  
مجھ سے بڑا کوئی نہیں۔ کیونکہ مرض خفاق میں خون کا غلبہ ہو کر سانس کے منافذ بند ہو جاتے  
ہیں۔ اور سانس سختی سے آنا جاتا ہے۔ ایسے ہی تکبر قلب کا خفاق ہے۔ خدا کی طرف

سے جو اسرار و انوار قلب پر نازل ہوتے ہیں۔ اُن کو روک دیتا ہے۔ اور ادا و ابی کو قلب سے منقطع کرتا ہے۔ اسی سبب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ لَا يَجْتَمِعُ الْإِيمَانُ وَالْكَفَرُ فِي جَوْفِ عَبْدٍ أَبَدًا کسی بندہ کے دل میں کبھی ایمان اور تکبر دونوں جمع نہیں ہوتے۔ مرض کفر لعنت کے ساتھ دولت کو اپنی طرف کشش کرتا ہے۔ جیسا کہ ابلیس علیہ لعنت کے ساتھ ہوا کہ پہلے وہ مرض کفر میں گرفتار ہوا۔ اور پھر اسی مرض کے سبب تکبر کی بیماری اُس پر غالب ہوئی چنانچہ خداوند کریم فرماتا ہے۔ اَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ یعنی اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ اور کافروں میں سے ہو گیا مطلب یہ کہ جب اس نے حکم الہی کے بجائے عینِ سستی کی خداوند تعالیٰ نے اس سے فرمایا۔ مَنَعَكَ اَنْ تَسْبُحَ مَا خَلَقْتَ بِيدِىَ اَسْتَكَبَرْتَ اَمَّا كُنْتُ مِنَ الْعَالَمِينَ یعنی تجھ کو کس چیز نے اس بات سے منع کیا کہ تُو اُس کو سجدہ نہ کرے جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ کیا تو نے تکبر کیا یا اپنے تئیں بڑا سمجھا۔ اس نے یہ جواب دیا جس میں اس نے اپنے کبر نفس اور اپنے تئیں بہتر سمجھنے کی طرف اشارہ کیا ہے اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ یعنی میں اُس سے بہتر ہوں (جس کو تو نے سجدہ کرنے کا حکم فرمایا ہے) مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور اُس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ تب اللہ نے اُس کو سرزنش کی۔ اور اس پر لعنت فرمائی چنانچہ اس کے تکبر اور کسل کے مرض نے اُس کو کفر تک پہنچا دیا۔ اور رحمت کا طیب اُس کے معاملہ سے ناامید ہو گیا چنانچہ فرماتا ہے۔ وَرَاكَ عَلَيْكَ اللَّعْنَةُ الْاَلَمِيَّةُ الْيَوْمَ الْاَلَدِيْنِ یعنی تجھ پر لعنت ہے قیامت تک۔

کتاب انہیں امراض نفسانیہ میں سے ایک مرض جھوٹ ہے۔ جب دل کا مٹیہ فاسد ہوتا ہے۔ تب جھوٹ زبان کی گفت گو پر غلبہ کرتا ہے۔ کذب قلب میں ایسا ہے جیسے قالب میں حیض یعنی کذب مردوں کا حیض ہے جیسے کہ حیض کے سبب سے عورتوں کا دین اور عقل ناقص ہوتی ہے۔ ایسے ہی مردوں کا دین اور اُن کی عقل کذب کے سبب ناقص رہتی ہے جب نفس اس جھوٹ کے مرض میں گرفتار ہوتا ہے۔ تکبر کی پیدائش اس میں شروع ہوتی ہے۔ اور کسل و سستی کا غلبہ ہونے لگتا ہے



یہاں تک کہ آخر کو خداوند تعالیٰ جھوٹے کو ایمان کے احاطہ سے نکال کر کفران کی جہنم میں قید کر دے۔ کمال کا لباس اُس سے اتار لیتا ہے۔ اور ہلاکی اور زوال کا حکم اُس کے حق میں صادر فرماتا ہے۔ **وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ يَبْعَثْ سُوْرًا فَلَا مَرَدَّ لَهَا وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِهَا مِنْ اَمْرٍ يَّعْنٰی** جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے پس اُس کے اُس ارادہ کا کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اور نہ اُن لوگوں کے واسطے سوا اُس کے کوئی وائی ہے۔

یہ بھی امراض روحانی میں سے انسان کے واسطے ایک آفت ہے سخت غصہ کے وقت یہ آفت قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ زبان اس کے ساتھ بھرجاتی ہے۔ اور سب اس کا یہ ہے کہ حق اس کی آنکھوں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور اصل اس کی نشاں برابر باطل کا غالب ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ رسول خدا صلعم سے دریافت کیا گیا کہ بدترین آدمیوں کا کون شخص ہے۔ فرمایا **اَلَّذِيْ يَخْصَمُ اَمْرًا يَّعْنٰی سخت جھگڑا لو۔** یہ آفت اُن لوگوں پر زیادہ مستولی ہوتی ہے۔ جو علم کلام اور بحث مباحثہ میں زیادہ مشغول ہوتے ہیں۔ یہ لوگ یہ لوگ دلیل و حجت کی پیروی کرتے کرتے سخن پروری کے عادی ہو جاتے ہیں اور جناب حقیقت سے محرومیت نصیب ہوتی ہے۔ وہم و خیال کے دریا میں محو وقت یہ غوطہ کھاتے ہیں۔ جدال اور بلج جران کے دلوں پر غالب ہو جاتی ہے۔ پس یہ لوگ ہمیشہ میں مندرستوں کی صورت میں۔ خدا ان کے حال پر رحم کرے ان کے دلوں سے بلج اور جدال کا شر دفع فرمائے

مگر یہ ایک نہایت ہی خبیث مرض ہے۔ اور نفس کی خیانت سے پیدا ہوتا ہے۔ قلب کی سختی اس کو مدد اور تقویت پہنچاتی ہے۔ جب یہ مرض قلب پر غالب ہوتا ہے۔ زہر ہرانی اور محبت سے اُس کو بالکل روک دیتا ہے۔ (اور امراض حرص و حسد وغیرہ سے بھی اس مرض کا تعلق ہے) علاج اس کا یہ ہے۔ کہ علم کی تحصیل کی جائے۔ اور اس بات کو جاناجائے کہ جسے بڑا کٹر کرنے والا خدا ہے جس کے آگے کسی کا کمر نہیں چلتا۔ بلکہ اس کی تدبیر خفین میں۔ بڑا لطف ہو کہ جس کے ساتھ وہ مکر کرتا ہے۔ وہ اپنی جہالت جہلی سے کبھی اُس مکر سے واقف نہیں ہو سکتا۔ اور اس مرض کے گرفتار کو لازم ہے کہ اس

یہ بھی امراض روحانی میں سے انسان کے واسطے ایک آفت ہے سخت غصہ کے وقت یہ آفت قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ زبان اس کے ساتھ بھرجاتی ہے۔ اور سب اس کا یہ ہے کہ حق اس کی آنکھوں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور اصل اس کی نشاں برابر باطل کا غالب ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ رسول خدا صلعم سے دریافت کیا گیا کہ بدترین آدمیوں کا کون شخص ہے۔ فرمایا **اَلَّذِيْ يَخْصَمُ اَمْرًا يَّعْنٰی سخت جھگڑا لو۔** یہ آفت اُن لوگوں پر زیادہ مستولی ہوتی ہے۔ جو علم کلام اور بحث مباحثہ میں زیادہ مشغول ہوتے ہیں۔ یہ لوگ یہ لوگ دلیل و حجت کی پیروی کرتے کرتے سخن پروری کے عادی ہو جاتے ہیں اور جناب حقیقت سے محرومیت نصیب ہوتی ہے۔ وہم و خیال کے دریا میں محو وقت یہ غوطہ کھاتے ہیں۔ جدال اور بلج جران کے دلوں پر غالب ہو جاتی ہے۔ پس یہ لوگ ہمیشہ میں مندرستوں کی صورت میں۔ خدا ان کے حال پر رحم کرے ان کے دلوں سے بلج اور جدال کا شر دفع فرمائے

قرم کی آیات کو پیش نظر رکھے و مکر و اومکر سے اللہ و اللہ خیر المناجیرین یعنی انسانوں نے بھی کر لیا (اور اپنے خیال ناقص میں خدا کو دھوکا دیا) اور خدا نے بھی تدبیر کی۔ اور خدا سب سے بہتر اور زبردست تدبیر کر نیوالا ہے (کہ مکر کرنے والوں کے مکر کو انہیں پر الٹا کر دیتا ہے) اور اس آیت شریفہ کو بھی غور سے سنئے اِنَّهُمْ یَکِیْدُوْنَ کِیْدًا وَّ اُوْکِیْدُ کِیْدًا فَمِیْثَلُ اَنْکَا فِیْہِمْ سُرُوْدٌ اَللّٰہُ تَعَالٰی فرماتا ہے۔ بیشک یہ کافر اپنے مکر کر رہے ہیں۔ اور ہم بھی اپنی تدبیر کر رہے ہیں پس اسے (یعنی کفر) ان کافروں کو مہلت دو (اور زیادہ نہیں بلکہ) تھوڑی ہی سی مہلت دو۔

جب مکر کرنے والا اس بات کو جان لیگا کہ خدا کا مکر اس کا قہر ہے یعنی جسکے ساتھ وہ مکر کرتا ہے۔ تو گویا اس پر قہر کرتا ہے۔ اور یہ قہر اس کا سب مکر کرنے والوں پر حاوی اور محیط ہے۔ تو اس کے دل سے مکر و فہم کی بنیاد اکھڑ جائیگی۔ اور اس کا دل اس مہلک مرض سے نجات پائیگا اور اس مرض کا غلبہ طبیعت کی شدت اور فساد اور عقل کی قوت میں فستور آجائے سے ہوتا ہے۔

نفاق۔ امراض روحانیہ میں سے اول درجہ کا مہلک اور بدترین مرض ہے۔ یہ نہایت کہ فساد مادہ و تغیر اخلاط میں مرض کفر سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اس مرض کی پیدائش کے دو سبب ہیں۔ ایک جہالت کا غلبہ دوسرے نور معرفت کا منقطع ہو جانا۔ یہ مرض ایک نہایت سخت اور قوی آفت ہے سعادت کے چہرے پر پردہ ڈال دیتا ہے اور نیکی جنتی سے محبوب رکھتا ہے۔ جب اس مخوس مرض کا قلب پر غلبہ اور تسلط ہو جاتا ہے اس وقت قلب کا اس کے پنجے سے نجات پانا اور صحت کا بحالہ دیکھنا دشوار ہے۔ رَاقِ اللّٰہُ جَامِعُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْکَا فِرِیْنَ فِی جَهَنَّمَ جَمِیْعًا یعنی اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جگہ جگہ اکٹھا جہنم میں جمع کریگا۔ یہ مرض نفاق دو سببوں سے مرکب ہے۔ ایک ضعف ایمان دوسرے قوت کفر سے اور اسی سبب سے اس کا نام نفاق رکھا گیا ہے کیونکہ نفاق نفاقہ سے مشتق ہے۔ اور نفاقہ جگہ جگہ پر بکھل کے نفعہ یعنی دروازے کو کہتے ہیں۔ اس کے بل میں دو دروازے ہوتے ہیں۔ ایک نافقہ دوسرے قاصعہ جب نفاق کی طرف



سے اس کو پکڑنا چاہیں تو قاصعاً سے بھاگ جائیگا۔ اور جب قاصعاً سے پکڑنا چاہیں۔ تو  
 نافعاً سے بھاگے گا یہی حال منافق کا ہے کہ مومنوں میں مومن اور کافروں میں کافر۔ ان  
 کو بھی خوش رکھتا ہو۔ اور ان کو بھی۔ اور دونوں کی اذیت سے محفوظ رہتا ہے یہ نہیں  
 جانتا کہ خدا دلوں کے راز سے واقف ہو۔ اس مرض کی مثال اس بیماری کی سی ہے۔  
 جو دو سبب سے عرک ہو مثلاً حرارت اور برودت سے کہ جب ایک کا علاج کیا جائے تو  
 دوسری غالب ہو جاتی ہے۔ اور جب اس کو کم کیا۔ تو وہ زیادہ ہوتی ہے۔ اسی سبب سے  
 اس مرض نفاق سے صحت پانا دشوار ہے۔ کیونکہ یہ مرض بھی مثل تپ کہہ اور ذات الجنب  
 قدیم امراض مزمنہ کے ہے۔ منافقوں کے واسطے بحر دوزخ کے کوئی ٹھکانا نہیں اس  
 الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَجَاتِ الْاَسْفَلِ مِنَ الدَّرَجَاتِ مَنْفِقِ دوزخ کے بھی سب سے نیچے درجہ میں ہونگے  
 سَقَطُوا یعنی جہالت کی یہ فوقی یا حماقت روحانی امراض میں خفیف اور نہایت ناپاک ہے  
 پیدائش اس کی کبھی تکبر سے ہوتی ہے کبھی نفاق سے شروع شروع میں اس مرض کا علاج  
 آسان ہو۔ اس قسم کی دواؤں کا استعمال کرنا چاہیئے۔ توسیع یعنی پرہیزگاری حفظ لسان یعنی  
 نجسیت اور جھوٹ و ہتان وغیرہ خرافات و مغررات سے زبان کو محفوظ رکھنا۔  
 قَمَحْ هَوٰی یعنی خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرنی اور دل سے اُسکو بالکلینہ نکالکر پھینکنا  
 ان لوہو اثر ادویات کے استعمال سے یہ مرض ابتدائی حالت میں دفع ہو جاتا ہے۔ مگر جب یہ  
 مرض قدیم ہو گیا۔ اور طبیعت اس سے پر ہو گئی۔ اس وقت اس کا علاج دشوار ہے  
 کیونکہ یہ مودی مرض قلب میں اس طرح گھس جاتا ہے جیسے دق کی حرارت خون میں شل  
 کر جاتی ہے۔ پھر اس کا خارج ہونا ممکن نہیں اور اس سے غضب (یعنی غصہ) کا بخار  
 شروع ہوتا ہے۔ تب چاہیئے کہ حلم سے اس کا علاج کریں تاکہ غضب کا بخار از جا  
 اور سفہ کی حرارت قلب سے منطفی ہو۔

عجب امراض روحانیہ میں سے عجیب یعنی خود پرستی و خود بینی عجب نالائق مرض ہے  
 یہ مرض کفر سے پیدا ہوتا ہے۔ اور کفر کی انتہا سی پر ہے (اور متعجب یعنی انتہا و غیرہ  
 امراض اس سے پیدا ہوتے ہیں) علاج اس کا یہ ہے۔ کہ اپنی نظر میں اپنے

نفس کو نہایت ذلیل و متغیر جانے۔ اور اپنے دل میں اپنے تئیں بے چھوٹا اور بچا رہنے۔  
 مرض انتہا درجہ کا مہلک اور برباد کرنے والا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضور علیہ علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام فرماتے ہیں کُلُّ مَطْلَعٍ مَّطْلُوعٌ وَهُوَ مَجْمُوعٌ وَاجْتَابَ الْمَرْءُ بِنَفْسِهِ يَتَنَبَّهَ  
 تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں پھل اطاعت کیا گیا۔ اور خواہش پیروی کی گئی اور  
 آدمی کا اپنے نفس کے ساتھ خوش ہونا یعنی اپنے تئیں بہتر اور افضل سمجھنا۔ چونکہ اس  
 مرض کا سبب کفر ہے۔ اور اسی کے مادہ سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا  
 علاج بھی وہی ہے جو کفر کا علاج ہے۔ مگر یہ دوا میں بھی اس نسخہ میں اضافہ کرنی پڑیگا  
 استمعاۃ الشتم یعنی دشمنوں سے برا بھلا اور گالیاں سننے اور پھر ان پر صبر  
 کرنا اور ہر ایک سخت بات اور معاملہ کی سہار کرنا اور جواب دینے سے خاموش ہو جانا  
 فہر طبع یعنی طبیعت کو ان باتوں پر مجبور کرنا کہ نفس یعنی اپنے نفس کو کسی سے  
 اچھا نہ سمجھنا اور نہ کسی سے اس طرح بات کرنا کہ جس میں اس کی حقارت اور اپنی عزت  
 سمجھی جائے بلکہ جس سے گفتگو کرے تو اس طرح سے کہ اپنے نفس کی حقارت متصور نہ ہو  
 جسوقت یہ مرض قلب پر مستولی ہوتا ہے۔ ایمان کو اس سے سلب کر لیتا ہے۔  
 عشق یہ مرض نفسانی ہے۔ ہوسوں کی کثرت اور وسوسوں کے تراکم و تضاد سے  
 پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ ہوسیں اور وسوسے بڑے خیالات کے دوام سے پیدا ہوتے ہیں  
 اور شہوت کے ساتھ نظر کرنے سے ان کو قوت ہوتی ہے۔ بعض حکما کا قول ہے کہ مرض  
 عشق قلب کو کمزور اور ضعیف کر دیتا ہے۔ اس مرض کا عارض ہونا نفس کو ناقص اور علم  
 حق سے غافل کر دیتا ہے اس مرض عشق کی ابتداء دوسوا اس اور انتہا افلاس ہے  
 اس کی پیدائش کا سبب نظر ہے یعنی نظر کے وسیلے سے یہ مرض قلب پر مستولی ہوتا ہے  
 پھر فکر اس کو قوی کرتا ہے۔ اور خیال اس کو امداد پہنچاتا ہے۔ اور علت اس ناقص مرض کی  
 غلبہ شہوت ہے۔ علاج اس کا یہ ہے کہ معشوق کی صورت کی قناعت اور بدنامی اور  
 اُس کے عیوب کا خیال جمائے اور قلب سے اُس کی خوبیوں کا دھیان نکال دے  
 اور قلب کو ہرگز اُس کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ اور ایسی باتوں کا خیال جمائے کہ ایک



روزِ معشوق ضرور مجھ سے جدا ہوگا۔ پس آج وہی دن ہے۔ اور معشوق مر کر مجھ سے جدا ہو گیا ہے۔ اب گھبرانے اور پچھین ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اس مرض کو اس قدر صبر کرنا چاہیے۔ کہ یہ عادی ہو جائے اور رفتہ قلب اُس کا معشوق کے ذکر و فکر سے غافل ہو۔ یہ مرض قلب کے واسطے ایسا ہے جیسے کاہن کا مرض قلاب کے واسطے ہے۔

علاج اس کا وہی طریقہ ہے۔ جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں محققین نے عشق کی حقیقت میں عجیب لطائف فرماتے ہیں۔ اور امراض کے مرتبہ سے اس کو علیحدہ کر کے ادویہ کے درجہ میں شامل کیا ہے۔ میرے نزدیک عشق مرض نہیں ہے اور دوا بھی ہے۔ موافق لوگوں کے حالات یعنی کسی شخص کو یہی عشق اعلیٰ مقامات اور اعلیٰ الغایات میں پہنچاتا ہے۔ اور کسی کو افضل الدرجات اور ابعد الدرجات کا راستہ دکھاتا ہے۔ جن لوگوں نے اس عشق کے درخت کی آبِ عفت و حیا سے پرورش کی اور زمینِ مجاز سے اُس کے سر کو آسمانِ حقیقت پر پہنچا یا وہ اُس کے ثمرات شوق نہایت ذوق سے نوش کرتے ہیں اور لذت وصل پاتے ہیں۔ پس یہ عشق اُن کے واسطے ایک تریاقِ سیحہ النفع ہے جو ہر قسم کے زہریلے مادے اور قلبی سودا و حرارت صدف کو دور کر کے مزاج کو معتدل اور روح کو یکسو بنیختہ ہے۔ جس سے حیاتِ ابدی اور بقا و سرمدی اُن کو نصیب ہوتی ہے۔ اور وہ اس بات کے مستحق ہو جاتے ہیں کہ ہمیشہ کی واسطے اُن کی صحت قائم ہو جائے اور قیہ کون و فساد اور تبخیر و احداث سے نجات پا کر فضا و قدرت میں آزادی سے زندگی بسر کریں اور جن لوگوں نے اس عشق کو بیجانی کا ذریعہ اور بنامی کا وسیلہ ٹھہرایا اور خیالاتِ فاسدہ کی پیروی کی ان کے واسطے یہ عشق خیر الدنیا والاخرۃ ہے۔

مَحْسُوسۃ نہایت مہلک اور مضر مرض ہے۔ مگر جب اس کو معانیِ معقولہ اور احکامِ شرعیہ سے متعلق کیا جائے تو نہایت عمدہ اور نافع دوا ہے۔ اس کا ذکر ہم نے مجمل کیا ہے۔

مَشُوق روحانی امراض میں سے یہ مرض نہایت خبیث اور ناپاک ہے۔ جب یہ مرض قلب میں پیدا ہو تو گویا قلب کی موت آگئی۔ یہ مرض علاج کو بہت کم مستیول کرتا

ہے۔ اور امتثال اور امر آہی سے اس کو بالکل روک دیتا ہے۔ شہوت کی حرارت قلب میں  
 اسی مرض سے پیدا ہوتی ہے جس کا بھجان قلب کی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہر کر دیتا  
 ہے۔ اس مرض کی پیدائش قلب مرع سے ہے یعنی جب استیلاط کے ساتھ  
 پرہیز گاری پر قیام نہیں ہوتا جو قوانین صحت کا اصل اصول ہے تب یہ مرض پیدا ہوتا ہے  
 اور غلبہ ہواے اسکو تقویت پہنچاتا ہے۔ جب اس موذی مرض کا مادہ مستحکم اور مضبوط ہو جاتا  
 ہے۔ تب قلب کو اس سے وہی نقصان پہنچتا ہے جو جسم کو جنون کے مرض سے پہنچتا  
 ہے یعنی جس وقت مجنون پر جنون کا غلبہ ہوتا ہے۔ شرم و حیا کی اُس کو کچھ خبر  
 نہیں رہتی اور نہ اچھے برے میں تمیز کرتا ہے۔ کپڑے پھاڑ کر برہنہ پھرتا ہے اور نجاست  
 وغیرہ سے پرہیز نہیں کرتا۔ یہی حال اس قلب کا ہوتا ہے جو فسق کی مرض میں گرفتار ہو  
 ننگ ناموس کو بالائی طاق رکھ کر خواہش کئے پیچھے دیوانہ وار پھرتا ہے۔ غیبیوں کو منہ  
 سمجھتا ہے جس کے باعث آخر کو دولت و جوارہ کی موت نصیب ہوتی ہے۔ اس سخت مرض کا  
 علاج یہ ہے کہ مراقبہ کے سہل سے غلط سوداوی کا اخراج کرے۔ اور ذکر الہی کی سمجون  
 مقوی سے قلب کے اعضا روحانی کو قوت پہنچائے۔ اور عبادت کے باغ میں تفریح کے  
 واسطے اس کو سیر کرائے۔ تاکہ صحت کی نصیب ہو۔

صلف امراض روحانیہ میں سے بھی ایک آفت ہے۔ اور تکبر سے یہ پیدا ہوتی ہے۔  
 اس کا قلب پر یہ اثر پڑتا ہے۔ کہ اطلاق حسنہ حاصل کرنے سے اُسکو روک دیتی ہے اور  
 بہت دفعہ نفس میں ایسے ارادے پیدا کرتا ہے۔ کہ جو باتیں اُس میں نہیں ہیں اُن کو وہ  
 ظاہر کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ **اَلْمُسْتَبْعِمُ لِمَا لَا يَلُحُّ عَلَيْهِ ثَوْبٌ زُوْرٌ**  
 یعنی وہ شخص جو ایسی چیز پے پیٹ پھر اٹھا ظاہر کرے جب کو اُس نے نہیں پایا ہے۔ اُس  
 شخص کی مثل ہے۔ جو جھوٹ کے دونوں کپڑے پہنتا ہے سر سے پیر تک سب  
 جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔

**صُعُوْبَةُ تَخَلُّقٍ**۔ امراض روحانیہ میں سے بدخلقی بھی ایک مرض ہے یعنی انسان سخت  
 قلب اور بدخلق ہو کیسے دکھ درد میں شریک نہ ہو۔ اور نہ کسی سے خندہ پیشانی کے ساتھ



بات کرے۔ یہ علت نفس کی خیانت اور جہالت کے غلبے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اصلی مادہ اس کا ہوتے ہے۔ اور سب اس مرض کا عجب مایہ کہ ہے۔ اس مرض کی مثال اُن بھڑوں اور دنبوں کی سی ہے جو کھال کے اوپر سے صمیم اور تندرست معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اندر سے بالکل پیپ اور کچھ لہو بھرا ہوتا ہے۔ ایسے ہی یہ مرض ہے۔ کہ جو شخص۔ مرض ولے کی صورت دیکھے گا۔ ایک معقول انسان خیال کر کے اُس سے گفتگو کی طرف متوجہ ہوگا۔ مگر جس وقت اُس سے بات کرے گا۔ اسکی بد اخلاقی اور کج ادائی سے نہایت متقص ہوگا۔ اس مرض کا علاج یہ ہے۔ کہ تواضع کے استعمال کو اپنے اوپر لازم کرے۔ اور جو دو ایسے تجربے کے بیان میں مذکور ہوئی ہیں۔ ان کا استعمال کرے۔ اور اس مرض پر خلق کا یہ بھی علاج ہے۔ کہ علم اخلاق کی تحصیل کرے اور محاذ اخلاق کے ساتھ آراستہ ہو کر اخلاقِ نبیہ کو بالکل ترک کر دے۔ اپنی عادات کو اخلاقِ شرعیہ کے مطابق بنائے۔ اور اُن کے حکامات پر کار بند ہو کر تکلیفاتِ شریعت کا عادی بنے +

قَسْوَةُ الْقَلْبِ امراض روحانیہ میں سے سخت دلی بھی ایک شدید مرض ہے۔ یہ مرض جہالت اور حماقت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور تمام قلب کو سیاہ مطلق کر دیتا ہے۔ اور قلب میں انتہا ورجہ کی سختی اور ورشتی پیدا ہو جاتی ہے۔ وَالْقَلْبُ الْقَاسِي بَعِيدٌ عَنِ اللّٰهِ قَرِيبًا اِلَى الشَّيْطَانِ اور سختی والا قلب خالصے دور اور شیطان سے نزدیک ہے۔ پس جاہل کا دل پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے۔ اور ہمارے دل سختی اور صلابت میں پہاڑ کی مثل ہوتا ہے۔ مگر دین کی صلابت دو اور ہے بخلاف قسوت کے۔ کیونکہ وہ بیماری ہے۔ علاج اس کا یہ ہے۔ کہ اس مرض کے جوہر کو اُن آیات سے جو اس کے متعلق وارد ہیں ملین کر کے خوف کے تیزاب میں اس کو گلا دیا جائے + اس کے گھلانے کی دوائیں یہ ہیں۔ خدا پر توکل کرنا۔ کلماتِ الہی کا سنا۔ ذکرِ الہی کی مداومت کرنا۔ قرآن شریف کی تلاوت عبادت اور اطاعت میں مشغول ہونا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کرنا۔ ان ادویات سرخِ النفع کے استعمال سے بہت جلد یہ سخت مرض دفع ہوگا۔ اور صحت کلی حاصل ہوگی۔ محبوب ہے

رعونت۔ امراض روحانیہ میں سے یہ مرض نہایت خبیث ہے۔ جب ہوائی قلب پر غلبہ کرتی ہے۔ تو یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔ اور عجیب اور کبیرے اس مرض کو تعویض پہنچتی ہے اور یہی مرض ریبا کی جڑ ہے۔ کیونکہ ریبا کی آفت اسی مرض سے پیدا ہوتی ہے۔ اور زیادہ مرضوں سے مرکب ہے۔ فخر اور کبر سے۔ اور رعونت حماقت سے مشتق ہے۔ علاج اس مرض رعونت کا یہ ہے۔ کہ سامان عیش میں کمی خستیا کرے اور لبا سہارا فرخہ سوا جتنا کچھ لازمی سمجھے۔ اور ریبا کا علاج یہ ہو۔ کہ خدا کے قہر سے آگاہ رہے۔ اور کمرے خوف کرے اور جان لے کہ خدا تعالیٰ بجز اخلاص کے کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **رَأَى اللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ لِرَبِّ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيهِ غَيْرِيْ فَانَا مِنْهُ بِرُوحٍ** یعنی بیشک قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آدمی سے فرمایا گا کہ جس نے ایسا عمل کیا ہو کہ جس میں میرے غیر کو شریک کیا ہو یعنی کسی کے دلکھلا کے واسطے کیا ہو پس میں اُس عمل سے بری ہوں یعنی مجھ سے اُس عمل کا کچھ تعلق نہیں۔ میرے ذمہ میں اس کا ثواب و ناسے۔ اور اس حدیث شریف کو بھی پیش نظر رکھے کہ **اَشْرَكَ بِمَنْ شَاءَ** یعنی بیشک تھوڑی سی ریبا بھی شرک ہو ریبا کی مذمت میں کثرت کیساتھ حدیثیں ہیں جنکو ان کے ملاحظہ کرنے کا شوق ہو۔ **تَرْغِيبٌ وَ تَرْهِيْبٌ** وغیرہ حدیث شریف کتلوں میں ملاحظہ کرے۔ پس رعونت یہ مرض ہے۔ کہ نفس اسباب زینت کی طرف مائل ہو۔ اور اُن کے حاصل ہونے سے غور کرے۔ اور اُن کے فریب میں آجائے۔ یہ ہمہ مرض ریبا کی مرض سے متصل ہے۔ اور یہ شرک سے پیدا ہوتا ہے۔ اور شرک ایسا ہلکا مرض ہے جس سے زندگانی کی امید تک باقی نہیں رہتی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **رَأَى اللَّهُ لَا يَقْبِضُ اَنْ يُّشْرَكَ اَيْهَ اَوْ يَقْبِضُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لَنْ يُّشْرَكَ بِعِضِّ اَللّٰهِ تَعَالٰی** اس بات کو نہایت سخت سمجھو کہ اُس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ اور اُس کے ساتھ جو جس کو چاہے بدعت بنیشتنا ہے۔ پس رعونت بنزلہ بت پرستی کے ہے۔ اور یہاں بشارت شرک کے۔

شکوہ امراض روحانیہ میں سے خبیث ترین امراض ہے۔ اور قلب کے واسطے یہ مرض برترین آفت ہے۔ قہر کے واسطے اس کو مرض بالکلیہ مکرر کر دیتا ہے اور سرسام قاتل سے



بالکل مشابہ جو جب یہ مرض قلب پر غلبہ کرتا ہے۔ آدمی کی اس سے نجات مشکل ہو جاتی ہے اور جب تک پورے طور سے اس کا معالجہ نہ کرے اس کے زور کو نہیں توڑتا۔ اس کے شر سے مطمئن نہیں ہوتا۔ علاج اس کا یہ ہے۔ کہ نماز روزہ کی مداومت کے پانی سے اس کی حرارت کو منطقی کیا جائے۔ یہ مرض شہوت مرض ہوا کے استھکام سے پیدا ہوتا ہے پھر قوت قلب اس کی پرورش کرتی ہے۔ اور مضرت اس مرض کی نفس کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اس مرض کو ایسا سمجھنا چاہیئے۔ جیسے درندہ جانور جس کو دیکھتا ہے کھالیتا ہے اور جھک پاتا ہے پھاڑ ڈالتا ہے۔ یہ مرض دفع نہیں ہوتا یہاں تک کہ اپنے مریض کو ہلاک نہیں کر لیتا۔ علاج اس کا یہ ہے کہ اتباع شریعت کا استعمال کیا جائے۔ اور اتباع طبیعت سے پرہیز کرے۔ اور لذتوں سے باز آئے۔ اور اپنی مرادوں کو اس سے روک دے۔ اس مرض شہوت کی بہت شاخیں ہیں جن سے ایک شرہ جو یعنی لالچ یا حرص یہ بمنزلہ کتے کے کاٹنے کے ہے اور ایک ان میں شدة الجوع ہے۔ اس کا علاج روزہ ہے۔ اور انہیں میں سے ایک شے ہے یعنی غل یہ مرض قلب کے علاج کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور دین کی سعادت سے روک دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یعنی جو لوگ کہ اپنے نفس کے غل سے بچائے گئے۔ پس وہی خلاصیت والے ہیں۔ شے کا مرض غل کے مرض سے بھی زیادہ موذی ہے۔ کیونکہ غل لازمی مرض ہے۔ اور یہ مرض متعدی ہے۔ پس یوں سمجھنا چاہئے کہ شے بمنزلہ خارش کے ہے۔ اور یہ شرہ سے پیدا ہوتا ہے جو بمنزلہ کھلی کے ہے۔ اور یہ دونوں مرض زائل نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ ان کے واسطے تنقیہ اور اسہال نہ کیا جائے۔

تَفَاخُخُ امراض روحانی میں سے ایک بڑا مرض فخر کرنا ہے۔ اس مرض کی پیدائش تکبر سے ہے۔ اور یہ عجب کی ایک شاخ ہے۔ اور سبب پیدائش اس مرض کا دولت و جان کی محبت ہے۔ اور خواہش کا غلبہ کرنا۔ اور یہ مرض بمنزلہ جھری کے ہے یعنی سینہ کے دانوں کے۔ اس مرض کی بہت سی شاخیں ہیں۔ مثلاً تکبر، بغض، تحاسد

تباہ اور یہ سب اپنے مریض کو نقصان کرتی ہیں بعض دفعہ مریض ان سے صحت پا جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ اُس کو قتل کر دیتی ہیں۔ علاج ان کا تکبر کے بیان گذر چکا ہے اور علاج ان کا عجب کے علاج سے آسان ہے +

شکر شکرۃ۔ یعنی زیادہ گوئی یہ مرض بھی امراض روحانیہ میں سے نہایت مضرت سالہ اور قلب کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ اصلیت اس کی یہ ہے کہ قلب کے حکم سے زبان باہر ہو جائے اور ایسی باتیں بولے جن کا قلب نے حکم نہ کیا ہو یعنی نہ زبان کی حالت ہو جائے جس کو کہتے ہیں کہ سوچا نہ سمجھا جو منہ میں آیا بہک دیا۔ یہ مرض مقدمات صریح سے مشابہ ہے اور سبب اس کا جہالت اور عقل کی قلت ہے۔ کیونکہ عقل جب کامل ہوتی ہے تب انسان کم کلام کرتا ہے۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اَلْقَمْتُ حِكْمَةً وَ قَلِيلٌ کَلَامٌ لِّیْنِیْ خَاشِعٌ حِمْتٌ ہے۔ اور اس کے کرنوالے کم ہیں۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے۔ بَقِضُ الْعِبَادِ إِلَى اللَّهِ الْتَرْتَارُونَ الْيَكْثَارُونَ یعنی خدا کے نزدیک سب سے بُرے بندے وہ ہیں جو زیادہ گوئی کرتے ہیں۔ علاج اس کا یہ ہے کہ زبان کو ذکر الہی کے ساتھ مقید کرے اور جبراً زیادہ گوئی سے اُس کو باز رکھے۔ یہاں تک کہ جب زبان کو ذکر الہی کی عادت ہو جائیگی نہ زبان کی آفت اُس سے دور ہو جائیگی اور قلب کی اطاعت کریگی وہی بات بولے گی جس میں اس کی بھلائی ہوگی حضور عبد السلام نے فرمایا ہے۔ كُلُّ کَلَامٍ لِّکَسٍّ یَذِکُرُ اللَّهُ فَهُوَ لَعُوٌّ یعنی جس کلام میں ذکر الہی نہیں پس وہ کلام لعو ہے +

خِیَانَتٌ روحانی امراض میں سے ایک آفت خیانت ہے۔ قلت دیانت سے یہ آفت پیدا ہوتی ہے۔ اور قسوت قلب اور غلبہ خواہش سے اس کو مدد پہنچتی ہے۔ یہ مرض نفاق کی علامات سے ہے جب یہ علت قلب پر غالب ہوتی ہے۔ اُس کی حیا کی چادر کو ملا دیتی ہے۔ اور اکثر اوقات اپنے زہریلے اثر سے اپنے مریض کو آفتانگہ ہلاک کر دیتی ہے۔ غر حکم نہایت موذی علت ہے۔ اس کے علاج کے واسطے بہت جلد کوشش کرنی چاہیے۔ یہ نسخہ اس کے واسطے نہایت مفید اور مجرب



ہے خشیتِ الہی و درخِ کافور عار کا خیال کرنا بے غیرتی سے دُنا۔ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثَةٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَكَذَا اَوْ عَدَا كُفْلًا وَكَذَا اَوْ تَمَنَّيَ كَانَ يَخْنِي عَيْنًا**۔ تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرتا ہے۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کا خلاف کرتا ہے۔ اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے۔ تو اُس میں خیانت کرتا ہے۔ اور یہ بھی حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے خیانت کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ \*

**ذَنْبُ اِمْرَاٍ رُوحَانِيٍّ** میں سے ایک بہت بڑا مرض گناہ ہے۔ یہ مرض غلیہ خواہش اور قلتِ حیا سے پیدا ہوتا ہے۔ اور دل میں گھس کر نیت اور قلب کو غراب کر دیتا ہے۔ ابتدا اس کی شیطانی وسوسوں سے ہوتی ہے۔ اور علاج اس کا یہ ہے کہ خواہش کی مخالفت کی جائے۔ اور گناہ پر شرمندگی اور ندامت حاصل ہو۔ اس تدبیر سے یہ مرض دفع ہو جائیگا۔ اور اگر یہ تدبیر نہ لگئی اور مرض بڑھ گیا۔ تب یہ ایمان پر غالب ہو جائیگا۔ اور قلب کو اعتدال شرعی سے خارج کر دیگا۔ اور جو حرکت انسان کی جاوہ شریعت کے خلاف ہوتی ہو وہ معصیت ہوتی ہے۔ اور معصیت ہی ذنب ہے۔ اور ذنب آفت ہے۔ اور آفت قلب کے مزاج کو متغیر کر دیتی ہے۔ پس ذنب آفت کی ابتدا ہے۔ اور معصیت ذنب کے مستحکم ہو جانے کا نام ہے۔ ذنب کا علاج تو ندامت ہے۔ اور معصیت کا علاج توبہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو۔ کہ ذنب کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قولی ہے جیسے جھوٹ اور نمش اور گالی گلوچ وغیرہ۔ اور ایک قسم فعلی ہے۔ جیسے ظلم خیانت خلافتِ دین کام کرنا۔ اور ایک قلبی ہے جیسے طاعت کی نیت نہ کرنا اور عقائد میں فرق لانا وغیرہ۔ سب گناہوں سے بڑا وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے صادر ہو۔ اور سب سے سہل وہ ہے جو غیبِ دل کے قصد کے صادر ہو۔ پھر ان گناہوں میں سے ہر ایک گناہ کا جدا گانہ علاج ہے۔ مثلاً زنا کا معالجہ اُس کی حد لگانا ہے۔ اگر گوارا مرد یا عورت ہو۔ تو اُس کے واسطے تنہا دئے اور اگر شادی والا مرد یا عورت ہے۔ تو اُس کو پتھروں سے مار ڈالنا۔ اور چوری کا معالجہ یہ ہے کہ چور کا ماتھے کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ چوری کا مرض ایک ایسا خسر ہے

جواتھ کے پٹھے کو خراب کر دیتا ہے۔ اور جب پٹھا خراب ہو جاتا ہے۔ تو ہوا کاٹنے کے اور کوئی اس کا علاج نہیں بعض گناہ قاتل ہیں اور بعض محض مُضر ہیں یعنی ہر ایک مجدا گناہ طبیعت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے بخاروں کی اقسام کا ذکر کیا ہے۔ کہ بعض بغنی ہوتے ہیں۔ اور بعض حمی غبی ہوتے ہیں۔ اور بعض محرقہ ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے مقابلہ میں گناہ ہیں۔ چنانچہ ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ اَلذَّنْبُ ذَنْبَانِ ذَنْبٌ بِاللِّسَانِ وَيَرْفَعُ بِالتَّوْبَةِ وَذَنْبٌ بِالْقَلْبِ وَهُوَ الشِّرْكُ لَا يُكَافِرُ اللهُ الشِّرْكَ يَكْفِّرُ الْغَنَاهُ وَوَقَسَمُ كَيْسُ - ایک گناہ زبان کا ہے۔ جو توبہ سے بمعاف ہو جاتا ہے۔ اور ایک گناہ دل کا ہے۔ جو شرک ہے۔ اور شرک خداوند تعالیٰ ہمیں بخشتا ہے۔

ضَعِيفُ قَلْبٍ - امراض روحانیہ میں سے قلب کا ضعیف ہونا بھی سخت مرض ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اس قلب کا ضعیف ہونا جو سریشہ حیات ہے۔ اس ضعف سے روح ضعیف ہو جاتی ہے۔ اور حس و حرکت کو فاسد کرتا ہے۔ اور دوسرا ضعف قلب کی حقیقت کا ہے۔ یعنی نیت میں فتور ہونا اور عقل کے نور اور معرفت کی روشنی کا پردہ پوش ہو جانا یہ ضعف ایمان ہے۔ اور یہ قلب کی نظر بصیرت کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور توحید سے باز رکھتا ہے۔ یہ دوسری قسم پہلی قسم سے بہت زیادہ مضرت رسان ہے۔ یہ مرض اکثر شخص کو عارض ہوتا ہے۔ جس کی عمارت غریبہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور بعض دفعہ اس کی قلت سے بھی حادث ہوتا ہے۔ اور علاج میں یہ قافہ کلیہ ہے۔ کہ ہر مرض کی دو امراض کی ضد ہوتی ہے۔ اور روحانی ضعف قلب یہ ہے۔ کہ معرفت کم ہونے کے شبہ سے خواہش عقل کے نور پر غالب ہو جائے۔ کیونکہ عقل کا نور جب کم ہو جاتا ہے۔ تو قلب کی ذات ضعیف ہو جاتی ہے۔ اس سبب سے کہ قلب حق کی طلب نہیں کر سکتا۔ اور جب عقل کا نور کامل طور سے ہوتا ہے۔ اس وقت قلب بھی تقویٰ اور معرفت کے ساتھ قوی ہوتا ہے جب یہ ضعف قلب مرض عارض ہوتا ہے۔ تو اس سے بہت سی آفتیں حادث ہوتی ہیں جیسے حق جو بحال کا



ایک حصہ ہے۔ اور سو رطن وغیرہ آفات سے زیادہ نقصان رسان ہے۔ اور حجب بہرہ صنف قلب بر طرف ہو جاتا ہے۔ یہ آفات بھی زائل ہوتی ہیں +

ظلمہ امراض روحانیہ میں سے ظلم بھی ایک عظیم آفت ہے۔ اور اس کی پیدائش شرک سے ہے۔ اور جہالت اور قسوة قلب اس کو مدد پہنچاتی ہے۔ کیونکہ جہالت کے ساتھ جو قلب قاسی ہوتا ہے۔ وہ ظلم میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور ظالم دنیا و آخرت میں ملعون ہے ظلم کی آفت کفر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور ظلم قیامت کے روز ظالم پر ظلمات ہوگا کہ نہ ظلم کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو اس کی غیر کی جگہ میں رکھنا۔ اور یہ ایسا نامعقول مرض ہے کہ اس کا اثر دوسرے شخص کو پہنچتا ہے۔ مگر اس کا دیاں ظالم ہی کی جان اور اس کے ایمان پر ہے۔ اور ظلم ہی میں سے یہ بھی امراض ہیں۔ خیالات فاسدہ کا انوار قبولات پر مسلط ہو جانا اور حق کا باطل کے ساتھ مشتبہ ہونا۔ خداوند تعالیٰ اپنے اس کلام پاک میں ان لوگوں سے خیر و نیلے ہے جو اس ظلم کی مرض سے تندرست ہیں چنانچہ فرماتا ہے۔ اَلَّذِينَ آمَنُوا لَا كُفْرَ بَيْنَؤِ اٰیْمَانَتِهِمْ يُظَلُّوْا وَلَیْسَ لَہُمْ اَلَا مَنُّ وَہُمْ یَحْتَدُوْنَ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو انہوں نے ظلم کیساتھ خلط ملط نہ کیا انہیں کے واسطے امن ہے اور وہی ہدایت والے ہیں۔ اور ان آیات میں ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَلَا تَكْفُرُوا بِالْشَّہَادَةِ یعنی حق کو باطل میں نہ ملاؤ۔ اور گواہی کو نہ چھپاؤ۔ پس ظلم بمنزلہ سور مزاج کے ہے۔ جو بدن میں وقع ہوتا ہے۔ اور کل آفتیں سور مزاج اور خروج اعتدال ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایسے ہی دینی اور روحانی آفتیں ظلم سے پیدا ہوتی ہیں۔ جو سور مزاج حقیقی ہے۔ اس کا علاج انہیں دواؤں سے کیا جائے جو اعتدال کو قائم کر کے عدل پیدا کریں۔ اور سور مزاج کو بر طرف کریں۔

غضب امراض روحانیہ میں سے یہ بھی ایک نفسانی علت ہے۔ اسکی قوت شہوت کے اعتبار سے اور قلب کے اندر فضلات نجسینہ کے مجتمع ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور سب اس کا نفس امارہ اور اس کا اعتدال سے خارج ہونا ہے۔ یہ مرض آتش سوزندہ اور حیوان درندہ کے مشابہ ہے۔ اور یہ مرض اکثر اوقات سفک و فتنہ اور

اور ظلم دینی کو پیدا کرتا ہے۔ اور کل فواحش کا موجب ہوتا ہے۔ شدت غضب سے بہت سے امراض جسمانی اور روحانی پیدا ہوتے ہیں جسمانی جیسے سوز مزاج اور حرارت کی شدت اور بخار اور درد سر وغیرہ اور روحانی جیسے حرارت غریبہ سے خون کا محترق ہو جانا اور دین کی روکشی کا قلب سے منقطع ہونا اور چشم بصیرت کا کور ہو جانا اور خفی کا چشم غریبیت سے پوشیدہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ غضب کا مرض بنزلہ قویج کے ہے جب سخت ہوتا ہے۔ تو اپنے مریض کو قتل کر دیتا ہے۔ علاج اس کا یہ ہے کہ باطن کا تنقیہ کیا جائے کل فواحش سے اور ضمیر کو تمام قبائح سے پاک کیا جائے۔ اور خواہشوں کی کثرت کو قلب سے نکال دیا جائے۔

غمر و زامراض روحانیہ میں سے ایک مرض غرور ہے یعنی قلب کا خواہشوں کے دھوکے میں آ جانا۔ اللہ تعالیٰ اس سے منع فرماتا ہے۔ لَا يَغْرُرُ غُفْرًا تَلَكُمُ الْخَيْوَةُ الدُّنْيَا يَفِئُ اِلَيْهَا لَوِ تَرَكْتُمُ حَتَّى يَسُوءَ وُجُوْهُكُمْ فِيْ يَوْمٍ لَا يُغْنِيْ عَنْكُمْ كِبَرُكُمْ اُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ مُّسْرِئُونَ دنیا کی زندگی تم کو فریب اور دھوکا نہ دے (یعنی تم اس کے دھوکے میں نہ آ جانا یہ مرض غضب کی شدت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جب یہ قلب میں سنگم ہو جاتا ہے تو اس سے حسد پیدا ہوتا ہے پھر اس میں سے تجھ کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے جس سے چشم بصیرت کد رہ جاتی ہے۔ اور اس سے غرور کے دورے پیدا ہوتے ہیں اور قلب اپنے قبائح کے ساتھ متغیر ہو جاتا ہے غرور کا علاج یہ ہے کہ معاملات قیامت اور خدا کی سزائش کو پیش نظر رکھتے چنانچہ وہ قیامت کے روز انسان سے مخاطب ہو کر فرمائے گا۔ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا كُنْتَ لِتَكُونَ بِرَبِّكَ الْكَافِرَ الَّذِي خَلَقَكَ يَفِئُ اِلَيْهَا لَوِ تَرَكْتُمُ حَتَّى يَسُوءَ وُجُوْهُكُمْ فِيْ يَوْمٍ لَا يُغْنِيْ عَنْكُمْ كِبَرُكُمْ اُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ مُّسْرِئُونَ کو کس چیز نے تیرے پروردگار کریم کی خدمت میں جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ نافرمان اور ستمناز کروایا۔ اور پھر اس وقت شرمندگی اور استغفار سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ غرور کا علاج یہ ہے۔ کہ گدھے ہوئے لوگوں کے حالات دیکھے۔ اور ان سے نصیحت حاصل کرے۔ اور موت کو ہر وقت یاد رکھے۔

عَقَلْتُ امراض روحانیہ میں سے ایک مرض خبیث غفلت ہے۔ یہ غرور کی شدت ہے۔ کیونکہ قلب جب اپنی خواہشات میں مغرور ہوتا ہے۔ خدا کی طرف سے غافل ہو جاتا



ہے غفلت گویا ایک پادل ہے جو عقل پر گھرا تا ہے۔ یا صبح کا عارضہ ہے۔ جو دین کے مزاج کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور یہ ایک پردہ ہے جو عرفان کی روشنی کو روک دیتا ہے۔ مادہ اس مرض کا غضب کا مجموعہ ہوتا ہے۔ علاج اس مرض کا یہ ہے۔ کہ تحقیق کیا جائے۔ اور عذاب الہی سے خوف زدہ رہے۔ اور اس کے دکھ دینے والے عذاب سے ڈرتا رہے۔ اور اس کے غصہ اور غضب کو پیش نظر رکھے۔

یہ جس قدر امراض اور عیاض ہیں نے ذکر کی ہیں۔ ان کی علامات اور استدا و انتہا کی تشریح نہایت طویل ہے عقل مند پر کچھ پرستشیدہ نہیں ہم نے کتاب کی درازی کے خوف سے ان کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ کسی علم کے کل حصے ایک کتاب میں نہیں سما سکتے اور ان امور کی شرح کے واسطے جو ہم نے اس کتاب میں بیان کی ہیں۔ ایک کتاب علیحدہ چاہیئے کیونکہ ہر مرض کے واسطے سبب اور عرض اور علامات اور ابتدا اور انتہا اور علاج اور ادویہ جدا گانہ ہیں۔ پھر بعض ادویہ مفردہ ہیں اور بعض مرکب ہیں۔ دراصل جسمانی امراض بھی روحانی امراض ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر عقل طبیعوں نے تشریح امراض جسمانیہ میں روحانی امراض کو شامل نہیں کیا ہے۔ کیونکہ ان کا علاج ان کے قبضہ سے باہر تھا۔ حالانکہ ان کا علاج نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ امراض دنیاوی ہیں اور وہ امراض دینی ہیں۔ اور دینی امراض کی آفت زیادہ ہوتی ہے پس اسے طالب ہم نے اس کتاب میں تیرے واسطے امراض روحانیہ کے جو کلیات تھے۔ وہ بیان کئے ہیں اور مختصر طور پر ان کے اُسباب اور معالجات کا بھی ذکر کیا ہے۔ اگر تو اس میں پورے طور سے تامل کریگا تو جزئیات کے دروازے بھی تجھے کھل جائیں گے۔ اور تو طبیب حاذق ماہر امراض روحانی کا معالج بن جائیگا۔ پس تجھ کو لازم ہے کہ مجاہدہ جو نفس کے واسطے بہترین معاویہ ہے اختیار کرے تاکہ تیرا پروردگار تجھ کو صحت کے راستہ کی ہدایت فرمائے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے۔ **وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهَبَنَّ لَهُمْ سُبُلَنَا** وَآتَاهُمُ اللَّهُ كَثْرًا مِّنَ الْخَيْرِ یعنی جو لوگ ہمارے راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنا راستہ بتلاتے ہیں اور بیشک اللہ ان کو کامیابی کے ساتھ جو سبب طالب تجھ کو چاہیے کہ اپنی جسمانی صحت پر مغرور ہو کر قلب کی

امراض سے غافل نہ ہووے کیونکہ کل آفتیں قلب ہی کے بیمار ہونے سے پیدا ہوتی ہیں اور اگر تو قلب کے مرض سے غافل ہو یا یہاں تک کہ قلب بالکل سیاہ ہو گیا یا سوکڑا جی اُس میں ظاہر ہوئی تو پھر وہ علاج قبول نہ کریگا اور نہ دونوں جہان میں اُسکو صحت نصیب ہوگی۔ پس اسی واسطے تجھ کو نصیحت کیجاتی ہے کہ قلب کے صحیح رکھنے میں کوشش کر اور اور اُس کے مرض کو جلد زائل کرے۔

## ادویہ روحانیہ کا بیان

معلوم ہو کہ قلب کو تندرستی اور کامل صحت بغیر کلام الہی کے حاصل نہیں ہو سکتی جسکی شان میں وہ خود فرماتا ہے۔ مَوْحِطَةٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُوَ الَّذِي يُرِيهِمُ آيَاتِهِ وَيُخْفِيهِمْ عَنْهَا وَيُعَلِّمُ الْكَاتِبِينَ۔ یعنی یہ قرآن شریف نصیحت برتہا کے رب کے پاس سے اور شفا اُن امراض کی جو سینہ میں ہیں اور ہدایت اور رحمت مومنوں کی واسطے۔ اور فرماتا، وَمَن يَتْلُ مِّنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شَفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ یعنی ہم نازل کرتے ہیں قرآن سے وہ آیات یا مضامین جو شفا اور رحمت ہیں مومنوں کے واسطے۔ وَكَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لِيْلِكَ الْآيَاتِ الْكُلَّ مَا لَا يُدْرِكُ الْإِنْسَانُ إِلَّا جُزْءًا مِّنْهَا۔ اور نہیں زیادہ کرتا ہے ظالموں کو مگر نقصان میں پس قرآن شریف موافق کیواسطے دوا اور منافق کے واسطے مرض ہے۔ مومن اس میں سے شفا پاتا جو۔ اور کافر کو اس میں بلا اور صیبت دکھائی دیتی ہے۔ پس اسے طالبو نعم کو لازم ہے۔ کہ کتاب الہی میں شفا تلاش کرے اور اُس کی جبل غطاب کو مضبوط پکڑے تاکہ اُس کے خطاب سے سرفراز ہو اور اس کے غذا سے نجات پائے اور اب جو ہم امراض روحانیہ کے ذکر سے فارغ ہوئے ہیں تو ادویہ روحانیہ مفردہ کا بھی ذکر کرتے ہیں جو نفوس کا علاج ہیں۔ اور جن میں قلب کی شفا ہے تجھ کو لازم ہے کہ ان ادویہ کو معلوم کر کے اپنی عمل کرے پھر جو مفرد استعمال کر نیکیہ لائق ہو۔ ایک مفرد استعمال کرے۔ اور جس کے مرکب استعمال کر کے کی ضرورت ہو اس کو مرکب استعمال کرے۔ وَمَا تَشَاءُونَ يَفِئِلْ عَلَيْكُمْ غَافِلٌ عَمَّا تَعْمَلُونَ یعنی اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے اَلْقَلْبُ ادویہ روحانیہ میں سے ایک تہارت موافق اور ہر خاص و عام کے لئے مفید دوا



الفت ہے بشرطیکہ اعتدال شریعت سے اس کو خارج نہ کیا جائے۔ اور یہ الفت رحمتہ الہی میں موجود ہے جیسے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا: **وَلَوْ اَنْفَقْتُ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيعًا مَّا اَلَفْتُ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَفَ بَيْنَهُمْ** یعنی اگر تم زمین کے اندر جو کچھ مال و دولت ہو وہ سب بھی خرچ کر دیتے جب بھی اُن کے دلوں میں محبت نہ ڈال سکتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے آپس میں محبت ڈال دی +

پس یہ الفت اسلامی صحت اور شرعی نعمت اور عقلی دوا ہے مخالفت اور تنازعہ کے امراض اس سے زائل ہوتے ہیں۔ اور دین و دنیا کی مصاعنوں پر یہ شامل ہے +

**البر** روحانی دواؤں میں سے پر یعنی نیکی بھی عیب سیلح الاثر اور پرتاثر دوا ہے۔ کل امراض کی اس سے اصلاح ہوتی ہے۔ اور اس کی اقسام میں بہتر یا قسم وہ جو دوا امر شرعیہ کے قیام کے ساتھ ہو اور خود اللہ تعالیٰ نے اس دوا کے استعمال کا حکم فرمایا ہے۔ اور بر کے معنی کیا ہیں یعنی سب لوگوں کو پرہیزگیز اور انصاف کے جانے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لَیْسَ الْبِرُّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوْهُكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ** یعنی (اے لوگو) یہ ہی فقط نیکی نہیں ہو کہ تم اپنا مونہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ نیکی اس شخص کی جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو +

**تقویٰ** روحانی دواؤں میں سے یہ دوا نہایت نفع دہ اور مومن کے واسطے قلب کے مغلوب کرنے اور اس کی اذیت دور کرنے کے واسطے نہایت مفید ہو اور اہل عقل کے سینہ کے واسطے شفا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے استعمال کا بھی حکم فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے: **وَاتَّقُوْا یٰۤاُولِیْ الْاَلْبَابِ** یعنی اے اہل عقل مجھ سے تقویٰ کرو۔ اور فرماتا ہے: **وَتَزِدُّوْا فَاِنَّ الشَّارِدَ التَّقْوٰی** یعنی توشہ حاصل کرو اور بیشک بہتر توشہ تقویٰ ہے +

**التَّوْقُفُ** یعنی خدا پر بھروسہ کرنا سب سے بہتر دوا اور نہایت قوی الاثر ہے سینہ کا تنقیہ کرتی ہے۔ اور قلب کو قوت پہنچاتی ہے۔ یہ دوا مفتح نافع کل دیکھوں کی دفع اور مرضوں کے دور کرنے والی ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر حال میں خدا کی طرف متعلق

ہو جانا اور اس کی جناب میں رجوع کرنا حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے  
 مَنِ انْقَطَعَ إِلَى اللَّهِ كَعَاكَ اللَّهُ كُلُّ مَوْتَةٍ جَوْشَنُ خُدا کی طرف متوجہ ہو تا ہے۔ خدا اس  
 کی ہر ایک سختی کو کفایت کرتا ہے۔

جہاد یعنی نفس کشی عجیب دوا ہے شہر اور شہوت کو بالکل روک دیتی ہے اور غضب  
 کو قلب سے نکال کر اصلاح کرتی ہے۔ اس کے ساتھ معالجہ کرنے کا بھی خداوند تعالیٰ نے حکم  
 فرمایا ہے چنانچہ اُس کا فرمان ہے۔ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ یعنی جہاد کرو اللہ تعالیٰ  
 کی راہ میں جیسا کہ اُس کے جہاد کا حق ہے۔ اور نیز فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا  
 لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنا راستہ بتاتے  
 ہیں یعنی ان کے دلوں کو اپنے مشاہدہ سے صحت عنایت کرتے ہیں۔ اور فراق اور  
 دوری کا مرض ان سے دور کرتے ہیں۔

حکماً نہایت نافع دوا ہے۔ کل قبائح اور فحاشی سے باز رکھتی ہے جو شخص احکامات  
 الہی کی مخالفت سے شرم کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اُس کے عذاب سے شرم کرتا ہے۔  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اَلْحَيَّةُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ یعنی حیا ایمان  
 کی ایک شاخ ہے۔

خوف اودیات روحانیہ میں سے ایک عجیب دوا ہے جہاد اور فحور وغیرہ امراض کو  
 دور کرتی ہے۔ اور گناہوں کی تکلیف اور دکھ قلب کو پہنچنے نہیں دیتی اور یہ دوا دامن سک  
 ہے جو اپنے استعمال کر بولے سے عذاب کو دفع کرتی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اس دوا کے  
 ساتھ معالجہ کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے۔ وَخَافُونَ اَنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ یعنی مجھ سے  
 خوف کرو اگر تم مومن ہو۔

دین سب دواؤں سے افضل اور بہتر دوا ہے اور یہ دوا ہر ایک پیر و جوان کے واسطے  
 مفید ہے اور مرد و عورت سب کو فائدہ دیتی ہے۔ اور دین کیا چیز ہے مگر الہی سے نکل کر ہر ایت  
 پر ایمان خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا الْاِلٰهُ الَّذِي قَدْ تَبَيَّنَ الْاَلْمُشْرِكُ مِنَ الْاَلْمُشْرِكِ  
 بِالْحَقِّ اَلْمُؤْمِنِ وَاللّٰهُ فَضْلُ سَمْسَكٍ بِالْعَرُودَةِ الْوَقْفِ یعنی دین میں زبردستی



نہیں ہے بیشک ظاہر ہو گئی ہے ہدایت گمراہی سے پس جس نے کفر کیا توں کے  
ساتھ اور خدا پر ایمان لایا پس بیشک اُس نے حکم دوستی کو مضبوط پکڑا  
الَّذِي كَسَّرَ يَهُدَىٰ بَوْرَبَانَ كَفَضَلَاتِ اَوْرَثَا كَامِيَانِي كَبَحَارِ كُوْدُوْر كَرْتِي هِي۔ اور  
دلوں کو اس سے اطمینان پہنچتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَلِمَاتُ  
قُلُوْبِهِمْ يَرْكَبُوْنَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ تَعَالٰى تَعَالٰى الْقُلُوْبُ هِيْ يَمِيْنُ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے  
دل ذکر الہی سے اطمینان پاتے ہیں خبردار (اس بات کو خوب سن لو) کہ ذکر الہی ہی سے  
دل اطمینان پاتے ہیں

ذکر بہترین ادویہ اور سب سے زیادہ نافع ہے۔ اور اس قدر بیماریوں کو نفع کرتی ہے  
حَيْثُ حَقِيْقَتٌ رِيَّاسَتٌ دُوْكَرِ شَهْوَاتٍ دُنِيَا اس دُوْكَرِ فَضِيْلَتِ خُدَا وَنَدَتَا لِيْ نَے قُرْآن  
شریف میں جا بجا فرمائی ہے۔ اور ایمان کو اس سے بہت بڑا تعلق ہے چنانچہ فرماتا ہے  
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰذْكُرْ اللّٰهَ وَحَمَتِ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا يَلِيْلَتِ عَلَيْهِمْ اَيُّهَا تَاَدُّوْا تَمَامُ اَيُّهَا  
بیشک مومن وہی لوگ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اُن کے دل خود زندہ ہو جاتے  
ہیں۔ اور جب اُس کی آیتیں ان پر پڑھی جاتی ہیں۔ اُن کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں  
اور نیز فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اللّٰهَ كَرِيْمًا وَالَّذِيْنَ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مَغْفِرَةً  
وَبَعَثُوْا اَعْيُنُهُمْ اَعْيُنَ اللّٰهِ اَكْثَرَتِ كَے ساتھ ذکر کرنا اے مرد اور عورتیں ان کے واسطے  
اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور ثواب کثیر تیار کر رکھا ہے۔

سَرَايَا ضَمَّتْ رُوْحَانِي اَدْوِيَاتِ مِيْنِ يَهُدَىٰ بَوْرَبَانَ غَرِيْبٌ اَرْكَهْتِي هِي تَمَامُ اَمْرَانِ كَے  
فاسد مادہ اور اخلاق کے فضلوں کی سہل ہے نفوس کا رذائل سے بالکل نقیہ کر دیتی ہے۔  
قُلُوْبُ كُوْفُوْشِ سَے پاکی صاف کرتی ہو کہ یہ کیا اچھا قول ہو اِيْتِيْ يَكْمَلَةُ رُحْمَانَةٍ  
مِنْ دَرِيْخِ الْجَنَّةِ يَمِيْنُ ریاضتِ جنت کے بیج کا ایک پھول ہے اور ریاضت کیا چیز ہے  
جو کہ پیاس کا ہمیشہ رہنا اور لذت دنیا سے اِمْرَانِ کرنا خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بعض ترجمان پر اہل ریاضت کی خبر دی ہے چنانچہ حضور فرماتے  
ہیں اَهْلُ شَعْلٍ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا هُمْ اَهْلُ شَعْلٍ اللّٰهُ فِي الْآخِرَةِ يَمِيْنُ جو لوگ دنیا

میں خدا کے کاموں میں مشغول ہیں وہی آخرت میں خدا کے مشاہدہ و دیدار میں مشغول ہونگے اور حضرت یوسفؑ کے قصہ میں فرماتا ہے وَمَا أُوتِيَ فَقَسِيَتْ نَفْسُكَ كَمَا قَالَ بِلْعَيْنِ حُفْرٍ حضرت زکریاؑ فرماتی ہیں میں اپنے نفس کی بریت ظاہر نہیں کرتی بیشک نفس برائی کا حکم کرتا والا ہے۔

آلشوق روحانی دواؤں میں زہد بھی ایک لاثانی دوا ہے۔ نفع اس کا نہایت یقین اور ظاہر ہے۔ یقیناً استعمال ہی سے ظاہر ہو جائے جس کی حرارت اور طبع کے بخار کو بہت جلد دور کرتا ہے۔ اور زہد کیا چیز ہے دنیا و مافیہا کو نظر حقارت سے دیکھنا اور قلب کے اس کی محبت کو دور کرنا اللہ تعالیٰ اس کے استعمال کی طرف اپنے بندوں کو ترغیب دلانے کے واسطے فرماتا ہے۔ مَا عِنْدَكَ يَفْقَهُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ يَأْتِي مَا يَسْتَعِشُّ بِأَسْوَءِ مَا لَمْ يَلْمِزْ دُنْيَا يَوْمَ يَكُونُ لِلرَّحْمَنِ مَا يَشَاءُ وَمَا يُشِئُ لِلرَّحْمَنِ فَهُوَ لَا يُبْطَلُ۔

آلشکینتہ ادویات روحانیہ میں سکینتہ یعنی اطمینان قلب بہت عمدہ دوا ہے مومنوں کے سینوں کو اس سے شفا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ الشَّكِيكَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لَئِنْ كُنَّا ذُلًّا لَّمَّا نَمُوتْ أَوْ يُبْعَثُوا قُلْ مَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ يَكْفُرُ بِهِ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ کرے۔ پس یہ سکینتہ کی دوا بمنزلہ شکر و بطوس کے ہے۔ جو حرارت غریزہ کو زیادہ کرتی ہے۔ یعنی ایمان کو

آلشوق روحانی دواؤں میں عجیب سیرۃ الابرار دوا ہے۔ طلب تقایم مردوں کی بہت کو بڑھاتی ہے اور امید کی منزل گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنْ أَبْعَدَتْهُ أَفْعَادُ النَّاسِ يَرْجُوهَا وَمَنْ يَرْجُوهَا فَسَبْعُونَ مِائَةً مِمَّا كَسَبَ مَنْ جَاءَ اللَّهَ بِحَسَنَةٍ مِائَةً مِمَّا كَسَبَ وَاللَّهُ يَخْتَارُ۔ ملاقات کے سامان کرے کیونکہ خدا کا مقرر کردہ وقت ضرور آئے گا۔

آلصداق یہ ایسی دوا ہے کہ مرض کذب کے تمام زہریلے اثر دور کر دیتی ہے اور خلیفہ خوری غیبت کردہ و غیب احمد و غازی سب کو دور کرتی ہے۔ مفاہی رگوں اور اعمال کی قباحتوں کا استیصال کر دیتی ہے۔ اور اس کے استعمال سے صحت اور سلامتی

یہ مترجم کی رسائی زمین ہے وہ درسیات قرآن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول حضرت یوسفؑ علیہ السلام کا قول ہے۔



اور کاسمانی کی زندگی نصیب ہوتی ہے خداوند تعالیٰ اس کے استعمال کی ترغیب قرآن شریف میں فرماتا ہے چنانچہ اس کا کلام ہے **هَذَا يَوْمٌ يَنْقُصُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ** یعنی قیامت کے دن کی نسبت فرماتا ہے۔ کہ جو دن ہے جس میں سچ بولنے والوں کو اُن کا سچ فارغ کرتا ہے \*

الْضُّوْرُ سَمَاءٌ - یہ دو مغفرت کی موجب اور ناکامیابی کو دور کرنے والی ہو اور حالت اضطرار میں مبر کرنا نہایت نافع اور زیادتی شفا کا موجب ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے - اَمَّنْ يَجِئُ بِالْمُضْطَرِّ اِذَا دَعَاكَ وَيَكْشِفُ السُّوءَ یعنی خدا کے سوا کون ہے جو مضطر کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور پرانی کو اس سے دور کرتا ہے اور دوسری جگہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے - فَسَبِّحْ اِضْطَرَّ فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ اِلٰی رُحْمِ وَلَئِنْ اَللّٰهُ عَزَمُوْا لَازِلًا حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ دُوَارٍ كَوْ كَوْثَرٍ کھانے کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص انتہار فاقہ ناداری کے باعث مضطر ہو اور کھانے کو اس نے کھنپایا - پس اگر وہ دوار کے گوشت کو اس معذوری سے کھالے نہ حکم الہی سے سترائی کے قصب سے تو اُسپر کچھ گناہ نہیں ہے - اور بیشک خدا اُس کو بخشے اور اُسپر جسم کریم والا ہے -

اَلطَّهَارَةُ رُوحانی دونوں میں سے یہ دوا نہایت پاکیزہ اور نفیس ہے جو اس کو استعمال  
 سے نفس کی تمام خباثتیں اور رکشا فیتیں دور ہو جاتی ہیں۔ گویا کہ یہ فواحش کے قویج  
 کو کھول دیتی ہے۔ اور ہر سدا کو رفع کرتی ہے۔ طہارت کی دوا محبت الہی کو جذب کرتی  
 ہے۔ اور یہ کئی دواؤں سے مرکب ہے جیسے اعضا رظا ہری کا دھونا پاک پانی سے  
 اور خواص باطن کا میٹھے اور صاف پانی یعنی علم سے پاک کرنا۔ خداوند تعالیٰ نے ان لوگوں  
 سے خبر دی ہے جو اس کے استعمال سے شقا پاتے ہیں چنانچہ فرماتا ہے سَأَلَ اللَّهُ عَذَابًا  
 النَّوَابِینَ وَفُحِّطَ الْمَسْعَرَاتُ ۝ ۱۰ یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو یہ کرنے والوں اور  
 طہارت حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

الکحل الحسین یعنی تیک گمانی یہ دوا خاص کر بد گمانی کے مرض کیلئے نہایت مفید اور  
 زود اثر ہے۔ اور اس مرض کا اس دوا کے ساتھ علاج کرنا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ

اور نہ یہ نالائق مرض بہت جلد ملاک کر کے دایرین کی قباحت کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ خداوند کریم فرماتا ہے۔ اَلطَّٰلِبَاتِ يٰلہٰوَلٰی السَّوۃُ عَلَیْہِمۡ دَاۡرَةُ السَّوۃِ وَغِیۡبُ اللہِ عَلَیْہِمۡ وَحُشۡہُ حَرۡوۃُ اَعَدَّ لَہُمۡ جَہَنَّمَ کَیۡۤسَآءً مَّصِیۡرًا ہونے مشرک لوگ جو خداوند تعالیٰ کے ساتھ بدگمانیاں رکھتے ہیں انھوں نے انہیں پر برائی اور حییت کے چکر میں اور خدا نے اُنہیں اپنا غضب پہل کر دیا ہے اور اُن کو لعنت کی ہے۔ اور اُن کو واسطے جہنم جو بہت برا ٹھکانہ ہے تیار کر رکھا ہے۔ نیک گمانی کا ثواب جنت ہوا ہے دو گویا جحون مرگے ان ادویہ نامہ سے رحمت الہی کی وسعت کا خیال کرنا۔ خدا پر بھروسہ رکھنا۔ اُس کے فضل کا اعتماد کرنا۔ اُس کی عنایت کے ساتھ تسک کرنا۔ اُس کی کمان بخشش اور جو دو کرم کو جان لیسا اُس کی مغفرت کو محیط سمجھنا۔ اس کے کمال اور اپنے بشریت کے نقص کو پیش نظر رکھنا پس جب یہ سب دوایں جمع ہو گئیں۔ تب ان سب سے حزن ظن پیدا ہوتا ہے۔ کسی بزرگ کا کیا اچھا قول ہے۔ مَنْ اَحْسَنَ ظَنًّا یَا اللہُ اَحْسَنَ اللہُ نَظَرَ کَآئِیۡدِ بَعِیۡنِ اَلْمُحَمَّۃِ وَغَضَرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَآ تَاَخَّرَ یعنی جو شخص خدا کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے خدا اُس کی طرف رحمت سے اچھی نظر کرتا ہے اور اُس کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیتا ہے۔

الحقہ روحانی ادویات میں سے یہ دوا الزام امراض کے واسطے نہایت بھروسہ کی ہو۔ اُن بڑے سے بڑے مرض کو دور کر دیتی ہے۔ اس کے استعمال سے مرض ہوئے کی قوت اور مرض غضب کی شدت باطل جاتی رہتی ہے۔ اور اس سے حیا اور وقار اور عیش کی راحت اور طبع کی قلت پیدا ہوتی ہے۔ اور عفت کیا چیز ہے۔ قلب کا ماسودا سے روگردانی کرنا اور گناہوں سے باز رہنا۔ ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جس نے عفت اختیار کی خداوند تعالیٰ اس کی سب شقتیں دور فرماتا ہے۔ تحفۃ روحانی میں سے ایک عجیب الماثر دوا ہے۔ پیدائش اس کی غصہ اور غضب کے پیچھے ہوتی ہے۔ یعنی غیظ و غضب جس وقت اعتدال پر قائم ہوتا ہے اور اس حالت اصلی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جو روحانی اور قلبی مصلحتوں کی محافظ ہے۔





کے احکامات لکھے ہوئے تھے یہ کافہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عنایت کیا تھا نہ قرآن شریف میں بہت جگہ اس قسم کی آیات ہیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ یعنی جسک اس میں نشانیاں ہیں اہل عقل کی واسطے وَلِقَوْمٍ يَعْمٰوْنَ وَلِقَوْمٍ يَنْكُرُوْنَ اور اہل علم کی واسطے اور اُن لوگوں کے واسطے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ یہاں ان سب آیات کا مفہوم فہم اشیاء ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

قُرْآنَ الْقُرْآنِ یعنی قرآن شریف کا پڑھنا بھی ادویہ روحانیہ میں سے ایک معجون کبیرہ  
 ہر خاص و عام کو فائدہ کرتی ہے۔ اور بیمار و تندرست دونوں کی مقوی ہے۔ اس سے بہتر  
 قلب اور روح کی واسطے کوئی دوا نہیں ہو۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَإِنَّ الذِّكْرَ لَآتِنَعُ**  
**الْمُؤْمِنِينَ** یعنی نصیحت ایمان والوں کو فائدہ کرتی ہے پس کلام الہی نصیحت ہے اور ایسا  
 دوا ہے جس سے اللہ تعالیٰ بہت سخت امراض کو مٹا دیتا ہے۔ اگر پڑھنے والا قرآن  
 شریف پڑھتا ہے اور اس کے مضامین کو سمجھتا ہے۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے  
 کوئی شخص ایسی دوا سے اپنا علاج کرے جس کے افعال دوا میں سے خود واقف نہ ہو۔ اور  
 اگر پڑھنے والا اس کے مضامین کو نہیں سمجھتا تب وہ اس مریض کی مثل ہے جو طبیب کے  
 حکم کے موافق علاج کرتا ہے۔ خود دوا کے کسی قسم کی واقفیت نہیں رکھتا بہر حال دونوں طرح  
 کے دوا کا استعمال کرنا صحت کا موجب ہو اور شفا اس سے حاصل ہوتی ہے بیشک  
 ایک شخص جانتا ہے کہ سقونیا سہل صغرا ہے اور ایک شخص نہیں جانتا ہے پھر دونوں سہل  
 صغرا کے واسطے سقونیا کا استعمال کریں دونوں کو برابر فائدہ ہوگا۔ بلکہ جو جاہل ضرورت کی بوقت  
 دوا کا استعمال کرے وہ اس عالم سے بہتر ہے جو بوقت ضرورت استعمال نہ کرے پس جو شخص قرآن مجید  
 کے معانی و مضامین کا عالم ہے اور امیر عمل بھی کرتا ہے وہ نور علی نور ہو اور جو پڑھتا ہے اور عمل بھی  
 کرتا ہے مگر جانتا نہیں ہو وہ نور کا طالب ہے **يُؤْتِيكَ اللَّهُ مِنْ لَدُنْهِ مَخْرُجًا** جس کو خداوند تم چاہتا ہے  
 اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے اور جو شخص پڑھتا ہے اور امیر عمل نہیں کرتا نہ اس کو سمجھتا ہے۔ وہ  
 مثل مفقود کے ہے یعنی جس کی چیز گم ہو گئی ہو اور رحمت و مغفرت کا امیدوار ہو اللہ تعالیٰ  
 فرماتا ہے **أَنَّا نَعْتَذِرُكَ عَذْرًا طَيِّبَةً** میں اپنے بندہ کے گمان کیساتھ ہوں جیسا میرے



اساتذہ کرام (یعنی اگر بندہ بخشش کا گمان رکھتا ہے۔ تو میں اسکو بخش دوں گا) اور فرماتا ہے  
اَلَمْ تَرَ مَعْتَجِیْنَ یَدَ کُفْرِیْ یَعْنِیْ اُوْر میں بندہ کے ساتھ ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے  
اور جو شخص نہ قرآن شریف پڑھتا ہو نہ اچھیر کر لے کر پڑھتا ہو۔ وہ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ  
میں گھرا ہوا ہے۔ نہ اس کا دنیا میں کچھ حصہ ہو نہ آخرت میں حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ  
و سلم آتے ہیں۔ مَنْ قَرَأَ کِتَابَ اللّٰهِ فَلَهُ بِکُلِّ حَرْفٍ عَشْرٌ حَسَنَاتٍ یعنی جس نے  
کتاب الہی میں سے کچھ پڑھا اس کے واسطے ہر حرف کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ہو  
میں۔ نہیں کتنا کہ آٹھ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف  
ہے اور سم ایک حرف ہو اور ان تینوں حرفوں کے بدلے اُس کے واسطے تیس (۳۰)  
نیکیاں ہیں۔

اَلْکُفُّ عَنِ الْمَعَاصِیِ یعنی گناہوں سے رُکنا بھی روحانی دواؤں میں سے ایک  
بڑی نایاب دوا ہے جیسا کہ یہ دوا عذابِ مرض کو دور کرتی ہے۔ کوئی دوا انہیں کرتی عقاب  
کی سختی سب کی مشقت سب اس سے ہلکی اور دفع ہو جاتی ہیں صحت یعنی ثواب کے  
نوازا اس سے بڑھ جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شایع علیہ السلام سے مروی ہے مَا تَزَكَّیْتَ  
مِنْ عِبَادٍ مَّعْصِیَةٍ مِّنْ مَّعَاصِیِ اللّٰهِ حَشِیَّةٌ مِّنْ اللّٰهِ لَا تُحْفَرُ لَهَا مَاعِلٌ فِیْ عَمَلٍ بِیْہِ  
بندہ نے خدا کے گناہوں میں سے کوئی گناہ محض خدا کے خوف سے ترک کیا خداوند  
تعالیٰ اُس کی تمام عمر کے گناہ بخشت دیتا ہے +

یٰ اَیُّہُ زَمَّیْ۔ یعنی زہی روحانی دواؤں میں سے یہ دوا تنہی کا نسخہ ہے۔ اس کے استعمال سے جو بھرم  
سب لوگوں کے دل اُس کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اس کی محبت کی کشش ہر طرف سے  
اُن کو گھیر لاتی ہے۔ اس دوا کا حُب کے باب میں بڑا دخل ہے یہ پیدائش اس کی  
زمت الہی سے ہے۔ جیسا کہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خداوند تعالیٰ  
مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔ فَمَا رَحْمَةٌ مِّنَ اللّٰهِ لَئِنْ لَّمْ یُوکِّدْکُمْ فُضْلًا غَلِیْظَ الْقَلْبِ۔  
کہ انصاف میں حیرت یعنی اے رسول مقبول تم رحمت الہی ہی کے سبب ان لوگوں کے  
واسطے نرم ہوئے ہو اور اگر تم جاہل طبیعت اور سخت قلب ہوتے تو یہ لوگ تمہارے

پاس سے بھاگ جاتے۔ اب نرمی کی حقیقت کا بیان آیت کے اس آخری حصہ میں ہے  
 فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ  
 اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (یعنی پس ان لوگوں کی خطاؤں اور ناواقفیت کی گستاخوں سے  
 درگزر کرو۔ اور ان کے واسطے مغفرت مانگو اور ہر ایک کام میں ان سے مشورہ نہیں  
 اور جب قصد مصمم کرو تو بس خدا ہی پر بھروسہ کرو بیشک خداوند تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں کو  
 دوست رکھتا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو لوگ ناواقف ہیں۔ ان کی خطاؤں سے درگزر  
 چاہئے۔ اور جو نگار ہیں۔ ان کے واسطے دعا مغفرت چاہیے۔ اور جو عقلمند ہیں ان  
 سے مشورہ لینا چاہیے۔ تاکہ ان کے دل خوش رہیں یہ طلب نہیں کہ تمہاری رائے  
 ناقص ہو۔ اس سبب سے کہ تم کو مشورہ کی ضرورت ہے۔ بلکہ حضرات کی خوشی کی واسطے  
 ان سے مشورہ لینا چاہئے۔ اور جب تم کسی کام کا مصمم قصد کرو تب پھر تم کو کسی کے مشورہ  
 کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ حقیقت فقط تمہاری ہی رائے کافی ہے۔ پس اس وقت  
 خدا کی رحمت پر بھروسہ کرو کیونکہ جہاں تم ہو خدا تمہارے ساتھ ہے۔

یہ نرمی کا عمل محبت اور دلوں کے جذب اور تغیر کرنے اور شننا اور ثواب کے حاصل  
 کرنے میں عجیبے نظیر خاصیت رکھتا ہے۔ اور یہ ایسی دوا ہے کہ تن تنہا ہی بہت بڑا  
 کام کرتی ہے۔ کسی دوسری دوا کے ساتھ اس کے ملانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے  
 اس کے استعمال کرنے سے عین آہی اور عنایت خداوندی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ حضور  
 رسول کریم علیہ علی آلہ التحیات والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے۔ رَأَى اللَّهُ فِی عَوْنِ الْقَبِيلِ مَا كَانَ  
 الْعَبْدُ فِی عَوْنِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کی امداد میں رہتا ہے جب تک کہ بندہ  
 اپنے بھائی مسلمان کی امداد میں رہتا ہے۔

النَّبَالُ: وصحت نفسانیہ کے کمالات میں سے ایک کمال ہے۔ اور یہ کمال ان  
 دو اہوں کے استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے کاموں میں ان  
 کی نیابت کرنی۔ اور ضرورت کے وقت دل جان سے ان کی امداد کرنا اور ان کے کاموں

سے نجات کے معنی تیر غلام اور اگلا اور رنگ پھنا۔ کھدینے ان کے سر کے کھوکھڑاں کو پر لکھ دینا۔



کی درستی میں ہمہ تن کوشش بلوغ کرنا آخرت کے کاموں میں جہاد تک ہو سکے شقت  
 انسانی حقانیت علوم اور تہذیب اخلاق کو حاصل کرنا۔ جو وقت یہ سب دو امیں ملا کر استعمال  
 کی جاتی ہیں اسی وقت نبالت کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ حالت صحت اور راحت کا  
 کمال ہے۔ ہماری حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا اللَّهُ يُحِبُّ الرَّجُلَ**  
**الَّتِي يَمْلِكُ الْوَدَّ** یعنی اللہ تعالیٰ پر ہیزگار نہیں شخص کو دوست رکھتا ہے جیسے شرعی کاموں  
 میں وسع کا اعلیٰ درجہ ہے ایسے ہی طبی کاموں میں نبالت کا افضل رتبہ ہے۔ غرض یہ کہ یہ  
 دو انہایت ہی نافع ہے جو شخص فضولیات میں متفرق ہو اس کو اس کی از حد ضرورت ہے  
 جیسے کہ طبیعت کو لیلہ زرد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ اس دو کا غرض تلخ ہے۔ مگر نفع بہت  
 رکھتی ہے۔ اور فائدہ بھی اس کا ظاہر ہے جب حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم نے حضرت ابو ہریرہ کو وصیت فرمائی ہے۔ تو اس میں وسع کا حکم فرمایا ہے جس کے  
 الفاظ یہ ہیں۔ **يَا أَبَا هُرَيْرَةَ كُنْ وَرَعًا لَّكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ** یعنی اے ابو ہریرہ وسع

اختیار کر سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ہو جائیگا

**أَلْهَدَ آيَةً** یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایک شفا ہے۔ جو بندوں کو ہر ایک دوا کے تردد  
 اور سامان سے بے پروا کرتی۔ اور اس کے حاصل کرنے کے بعد معالجات کی کچھ  
 ضرورت نہیں رہتی۔ خداوند تعالیٰ کسی بلا واسطہ ہدایت کرتا ہے جیسے اپنے رسول  
 حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت فرمائی چنانچہ اس ہدایت کی حقیقت  
 سے وہ خود خبر دیتا ہے۔ **مَا كُنْتُ تَذَرِي مَا الْكُتُبُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْتَهُ مُفَعَّلًا**  
**مُحْدًى** یہ من لکھاؤ میں عبادت لکھیے اے رسول ہمارے ہدایت کرنے سے پہلے تم  
 نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے۔ مگر ہم نے اس کتاب کو ایک نور بنا  
 ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور  
 کبھی اللہ تعالیٰ واسطہ سے ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ واسطہ خیر البشر شفیق روز محشر سید  
 السادات و صاحب السعادات حضرت محمد بن عبد اللہ بنی ہاشمی مطہری ہیں۔ جن کی  
 شان میں فرماتا ہے **وَأَنَّكَ لَمُحْدًى إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ** صراط اللہ الذی

لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ یعنی بیشک اے رسول تم سیدھے رستہ کی ہدایت کرتے ہو۔ سیدھا رستہ اس خدا کا جسکے واسطے میں کل چیزیں آسمان و زمین کی خبر و خدا ہی کی طرف کل کام رجوع ہوتے ہیں۔ اور نیز حضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مَا أَشَاءَ أَنَا رَحْمَةٌ مُّهِدَةٌ یعنی بیشک میں کی ہوئی رحمت ہوں۔

الغرض جب بندہ ہدایت میں سے اپنا پورا حصہ لے لیتا ہے۔ پھر اُس کو کجی کی ضرورت نہیں رہتی بس اُس کے واسطے یہی ضروری ہوتا ہے کہ طبیعت کے موافق چیزوں سے اپنی صحت کو قائم رکھے۔ اور حفظِ صحت کے قوانین سے بولے طور پر تم کو آگے واقفیت ہوگی

الْيَقِينُ۔ روحانی دواؤں میں سے یہ دوا یقیناً فائدہ مند ہو۔ اس کو ایسا خیال کرنا چاہیے جیسے اکیلے ملک تمام دکھ درد اور تھکان اور تلب کی تنگی اور بھینسی اور سانس کے پھولنے کو فائل کرتی ہے۔ اس دوا سے بہت تکلمِ امراض دور ہوتے ہیں۔ ہم نے اس وقت تک جس قدر دوائیں ذکر کی ہیں۔ اُن سب میں یہ دوا اول نمبر کی ہوگی۔ اس دوا کو استعمال کیا وہ دین کے حقائق سے مطلع ہو گیا۔ اور تنگی کی روح اس کو حاصل ہوئی اور توبہ کے امراض سے اُس نے نجات پائی۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دوا اللہ تعالیٰ بَصَلِّیْہِ وَسَلِّمْ وَكُلُّفِہِ جَعَلَ الشُّرُوحَ وَالْفَرْجَ فِي الْحَيَاةِ وَالْيَقِينُ وَجَعَلَ لَهُمُ الْفَتْحَ فِي الشَّقِ وَالشَّحْطَ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و مہربانی سے خوشی اور فرحت کو امید اور یقین میں رکھا ہے۔ اور رنج و غم کو شک اور غصہ میں کھا کر اور اپنی کتاب مقدس یعنی قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ یعنی اس میں بیشک نشانیاں ہیں اہل یقین کے واسطے۔ یقین کے بہت سے مراتب ہیں۔ جن کا ہم نے باب یقین کی نوع اول میں ذکر کیا ہے۔ طالب وہاں تلاش کرے

۱۰

۱۱



روحانی صحت حاصل کرنے کے واسطے ان دواؤں کے استعمال میں مشغول ہونا چاہیے اور علاج کو اس بات کا معلوم ہونا نہایت ضروری ہے کہ شافی حقیقی خداوند تعالیٰ ہر دوا میں شافی نہیں ہیں دواؤں کو محض خداوند تعالیٰ نے شفا کا ذریعہ بنایا ہے۔ اسی سے ربوبیت کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ اور اسی کے اور اساس عبودیت کی انتہا ہے **قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا يَسْتَرْحِ صَدْرُهُ لَاسِيَاكُمْ وَمِنْ يُّرْدُ اَنْ يُّضِلَّكُمْ يَجْعَلْ صَدْرُهُ ضَيْقًا حَرَجًا كَانًا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ** یعنی جس شخص کو خداوند تعالیٰ ہدایت کرنی چاہتا ہے اُس شخص کو قبول نور اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے۔ اور جب کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اُس کے سینہ کو بہت تنگ و تاریک کر دیتا ہے گویا کہ وہ آسمان میں چڑھتا ہے۔

وہ مجھ کو کیر جس میں کل ادویہ کے حسبِ تشاہل ہیں۔ اور تمام امراض کیلئے نفع اور مفید ہے۔ وہ ایسی مجھ کو ہے کہ اس کی شکل دوسری مجھ کو تیار کرنے سے تمام معالجات عاجز ہو گئے ہیں۔ اور اطباء کی عقلیں اس کی شکل میں گم ہیں۔ علماء کے فہم اس کی اصیت میں حیران ہیں یہ وہ مجھ کو ہے جو حکو طیب ابھی نے ترتیب دیا ہے یعنی کلمہ طیبہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**

اس سے بہتر کوئی دوا نہیں ہے اسی سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہے چنانچہ اس کا فرمان ہے۔ **يُضِلُّ يٰۤاَكْثَرُ اَوْ يَهْدِيْ يٰۤاَكْثَرُ اَوْ يَضِلُّ يٰۤاَكْثَرُ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ** یعنی اس قرآن پاک کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہے اور نہیں گمراہ کرتا ہے اس کے ساتھ مگر فاسقوں کو۔ اس دوا کو خداوند تعالیٰ نے طبیعت کی تربیت سے نکالا ہے۔ شروع اس کا کلمہ ہے اور آخر اس کا پھل دار درخت ہے جو جسکی جڑ اور شاخ اور پتے اور پھول اور پھل سب کے سب کامل شفا میں اللہ تعالیٰ کا عظیم شکر ہے **اللّٰهُمَّ تَلَا عَلِمًا حَيَّةً قَلْبُهُ طَيِّبَةٌ اَصْلُهَا نَابُتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تَوَفَّى اُكْلَهَا كُلَّ حَيٍّ يَّادٍ يَّرْتَمَا وَتَهْتَزُّ بِاللهِ اَلَمْ تَشَالِ لِلنَّاسِ لَعَلَّكُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ** یعنی اے رسول کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال کس طرح بیان فرمائی ہے جیسے کہ ایک پاکیزہ درخت ہے۔ جڑ اُسکی زمین میں مضبوط ہے۔ اور شاخیں اُسکی

آسمان میں پہنچی ہوئی ہیں۔ ہر موسم میں اپنا پھل دیتا ہے اپنے پروردگار کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے اس لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

## ایک نفیس نکتہ

اس کلمہ طیبہ میں دو طرفیں ہیں۔ ایک نفی کی دوسری طرف اثبات کی نفی کی جو طرف ہے وہ کڑوی۔ اور اثبات کی جو طرف ہے۔ وہ میٹھی ہے۔ کڑوی طرف کو ایسا خیال کرنا چاہیے جیسے دوا کا مزہ کڑوا ہوتا ہے۔ اور میٹھی طرف کو دوا کا نفع اور اس کی خاصیت خیال کرنا چاہیے۔ اگر ہم اس دوا کا پورا تفصیلی بیان کرتے ہیں۔ تو کتاب طویل ہوئی جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ لالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دوا اپنے خاص بیان کے واسطے ایک بڑی پوری اور ضخیم کتاب چاہتی ہے۔ ہماری اس مختصر کتاب میں اتنی گنجائش کہاں ہے۔ پس اسے طالب سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ پہلے تم ان دواؤں کو اچھی طرح سے حاصل کرو۔ بعد ازاں ان کے استعمال میں جہانتاک ہو سکے کوشش اور سعی بجالاؤ۔ اور ان کی مقداروں کو خوب اندازہ کر لو۔ کیونکہ جب دوا تیار ہوئی ہو۔ تو وہ بھی زہر کا کام کرتی ہے۔ اس واسطے ضرورت ہے کہ تم اس دوا کو اس کے انداز ہی سے استعمال کرو۔ اور استعمال سے پہلے تم محل اور موقع اور زمانہ اور عمر اور بیماری کو خوب غور کر لو۔ پھر اپنی طبیعت کے موافق ادویہ کے ساتھ علاج شروع کرو۔ اور بات یاد رکھو کہ ان کے استعمال میں کسی کی تقلید نہ کرنا یعنی کسی کو کوئی علاج کرتے دیکھو تو خود بھی وہی علاج کرنے لگو۔ اس سے بڑے خطرہ کا اندیشہ ہے۔ ایسا نہو کہ تمہاری جان جاتی رہے۔ کیونکہ پھر مرنے کے بعد زندگانی نہیں نصیب ہوتی۔ اور نہ گرفتاری کے بعد نجات ملتی ہے۔

پس اسے حریص اس بندہ ضعیف پر عنایت لھی کو دیکھ کہ اُس نے کس طرح میری چشم بصیرت کو حقائق کے ساتھ کھول دیا ہے۔ اور کس طرح حقائق کو ظواہر کے مقابلہ میں رکھا ہے۔ ان ادویہ میں سے ہر ایک دوا اور ان امراض میں سے ہر ایک مرض



کے متعلق ہمارے ہی بڑی گفتگو ہو کر گیا کریں کہ اس مختصر کتاب میں نہیں سمجھ سکتی ہے  
 اس کو قلب کے خون اور خواہ کی حد میں پرستیدہ کر دیا تاکہ خداوند تعالیٰ اس کو اس روز جس  
 روز پر شہیدہ راز ظاہر ہو سکے ہمیں لازم ہے کہ شیطان و وسوسوں سے خدا کی پناہ چاہو  
 اور مرض کو اپنی طرف اور شفا کو اپنی رب کی طرف منسوب کرو۔ اور حضرت ابراہیم  
 خلیل اللہ علیہ السلام کی پیروی بجا لاؤ چنانچہ ان کے کلام کو خدا تعالیٰ نقل فرماتا ہے وَ  
 الَّذِي خَلَقْنِي فَهُوَ يُحْيِيْنِي وَ الَّذِي يُمْرِتُنِي فَهُوَ يُمِيتُنِي ۚ اِنَّ رَحْمَتَهُ لَظَافِرَةٌ ۝  
 یعنی میرا رب وہ ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے۔ اور وہی مجھ کو ہدایت کرتا ہے اور وہی  
 مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں وہی مجھ کو شفا دیتا ہے اس کلام  
 میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مرض کو اپنی طرف اور شفا کو خداوند تعالیٰ کی طرف  
 منسوب کیا ہے کیونکہ کل امر اس کا سر شہ نفس ہے اور خداوند تعالیٰ شاق برحق ہے خداوند  
 کریم نے تم کو اپنی کتاب میں بتا دیا ہے۔ مَا آتَاكُمْ مِنْ شَيْءٍ فَيُنِزِّلْهُ اللَّهُ وَمَا أَهْلَكَ مِنْ  
 شَيْءٍ فَيُنِزِّلْهُ فَيُنِزِّلْهُ فَيُنِزِّلْهُ فَيُنِزِّلْهُ فَيُنِزِّلْهُ فَيُنِزِّلْهُ فَيُنِزِّلْهُ فَيُنِزِّلْهُ  
 تمہارے نفس کی طرف سے ہے۔ اور یہ بھی وہ فرماتا ہے وَتَنْتَهِجُ كَيْدًا لِّتُجَاهِدَ فِيْ نَفْسِكَ  
 یعنی جو کوشش کرتا ہے وہ اپنے نفس کے واسطے کوشش کرتا ہے۔ اور یہ بھی اسی کا فرمان ہے  
 كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۖ اَلَا اَصْحَابُ الْاِيْمَانِ هُمُ الَّذِيْنَ هُمُ الَّذِيْنَ هُمُ الَّذِيْنَ هُمُ الَّذِيْنَ  
 ساتھ رہن ہو گئے مگر وہیں طرف والے (وہ آزاد ہو گئے) پس سارے علاج معالجہ کا سردار  
 خدا و رسول کے ساتھ ایمان لانا ہے اور سب وہ اوں سے فضل اور بہتر و اور رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور پیروی ہے۔ اور سب معجونوں سے اعلیٰ اور اولیٰ  
 اور نافع اور مجرب معجون یہ ہے کہ خدائی محبت اور رسول کی متابعت اور خلیفہ وقت کی  
 اطاعت کو اپنے دل میں اکٹھا کرے پھر جو اس معجون کو کام میں لائے گا ظالموں کی  
 دستبرد سے نجات پائے گا۔ اسلام علی سیدنا و سید الانام و علی ابہ الکرام و صحابہ العظام  
 ہے یعنی قیمت کے روز سب لوگ ان اعمال میں گرفتار ہوں گے۔ اور انہیں طرف والوں کے حجتی اور خدا  
 کے نیک بندہ ہو گئے۔ اور انہوں نے مذہب سے مرض کا پتہ ہی کسی علاج کو لیا ہوتا ہے

# پانچواں باب

## حفظ صحت کے قوانین میں

### اس کے اندر دو فصلیں ہیں

پہلی فصل صحت جسمانی کی حفاظت میں یہ معلوم ہو کہ مرض کے نفع کرنیکا طریقہ بالصد ہے اور حفظ صحت کا قاعدہ بالمثل ہو یعنی مثلاً اگر مرض غلیظ حرارت و ہیوست سے پیدا ہوا ہے۔ تو اس کا علاج ایسی دواؤں سے کرنا چاہیے جن کی مزاج میں برودت و رطوبت ہے۔ اور حفظ صحت کا یہ قاعدہ ہو کہ جس کا مزاج گرم تر ہے اور سرد خشک چیزیں اس کے موافق نہیں تو اس کو گرم تر چیزوں کا استعمال رکھنا چاہیے۔ تاکہ مزاج اپنی حالت طبعی پر قائم رہے۔ اطبائے حفظ صحت کے متعلق جو قوانین بنائے ہیں مثلاً ایسا کھانا پینے اور ایسا کھانا کھاوے اور یہ کرے اور وہ کرے یہ باتیں قرین قیاس نہیں بلکہ عقل و ان کو قبول ہی نہیں کرتی کیونکہ انسان ہمیشہ سے زمان اور مکان کا تابع ہے مکان کی حالت بھی زمانہ کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ اور زمانہ بھی حرکات فلک کے سبب سے مدام تغیر میں ہے۔ اور حرکات فلک بھی اپنی نظرات اور تاثیرات کے اعتبار سے ایک حالت پر قائم نہیں ہیں نہ ان کا حد و حصر ہو سکتا ہے بلکہ یہ ام خارج عن النہای ہے قیاس سے بالکل باہر مخلوق ہم ہونی شان ہر روز اس کا ایک نئی شان میں جلوہ ہے۔ **تَوْبَهُ الْلَّیْلِ فِي الْهَيَاةِ وَ تَوْبَهُ الْهَيَاةِ فِي الْلَّیْلِ**۔ یہ ہر دو کا تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔ یعنی رات کو گھٹا کر دن بنا دیتا ہے اور دن کو بڑھا کر رات بڑھاتا ہے یہ سید تیری ہی قدرت کا کرشمہ ہے اور تیری قدرت ہر چیز میں جدی ہو ایک چیز ایک وقت نفع دیتی ہے اور وہی چیز دوسرے وقت نقصان پہنچاتی ہے۔ کسی وقت دوا کا کم کھانا فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور کسی وقت نہیں پہنچاتا۔ کسی شخص کو ایک بار امیر بادشاہت سے نقصان پہنچتا ہے۔ اور کسی کو دس بار سے نہیں



پہنچتا۔ پس جب یہ باتیں میں تب کو کسی غفل سے طبیعت کی کنہ اور حقیقت معلوم ہو سکتی ہے جس سے اشیاء کی کیا تہ معینہ پر حفظ صحت کی واسطہ حکم لگایا جائے۔ اس واسطہ طیب وقت کو لازم ہے کہ اپنے زمانہ کی حالت اور فضا اور اختلاف ارکان کی کیفیت اور پھر اس سے اشیاء کی پیدائش کی ماہیت اور فضا ہوا اور حرکی حالت اور فصلوں کے تغیر اور تبدل اور مکان کی جہات اور طبیعتوں کے غلبہ اور کو ایک کے تصرفات اور طبع انسانی سے ان کے تعلقات کا خوب اندازہ کرے۔ پھر معالجہ اور حفظ صحت میں مشغول ہو۔ اور مزاج میں جو خلط اور خلطو غیر غالب ہے۔ اس کو معلوم کرے اور اس بات میں بھی غور کرے۔ کہ کس طرح مزاج اصلی حالت پر قائم رہیگا۔ اور اس وقت مناسب غذائیں تجویز کرے جب یہ سب باتیں کر لے گا۔ اس وقت شوق سے حکومت کاؤنکا بجائے اور حفظ صحت کے قوانین پر لوگوں سے عملدرآمد کرے اور اسی وقت اس کی نذر بھی اچھی رہیگی۔ اور یہ بات ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص اس طرح سے تمام دنیا کا معالجہ کر سکے بلکہ ہر شہر کے رہنے والوں کو ہر وقت میں ایسے ہی طیب کی ضرورت ہے۔ جو ان کے معالجہ کے طریقہ سے واقف ہو۔

پہلے زمانہ کے اطباء ان باتوں میں بہت غور و تامل کیا کرتے تھے چنانچہ بقراط سے نقل ہے کہ انہوں نے کہا ہم اے شہر میں ایک پرندہ مچھلیاں کھاتا تھا۔ بقراط نے اس کو دیکھ کر خود بھی ایک جزیرہ میں مچھلیاں کھانی شروع کیں اور چونکہ کوئی اور چیز زرق کی قسم سے وہاں دستیاب نہ ہوئی۔ اس سبب سے خوب کثرت سے مچھلیاں کھائیں۔ مگر پھر پاخانہ آیا بقراط پریشاں ہوئے۔ اور اس پرندہ کو تلاش کر کے اس کے حال کی فحاشی کی کہ یہ پرندہ مچھلی کھا کر کیا ترکیب کرتا ہے جس سے اس کی فضا حاجت ہوتی ہے چنانچہ دیکھا کہ پرندہ سمندر پر آیا اور اس نے اپنی چونچ میں پانی لیکر اپنی منہ میں داخل کیا جس سے اس کو پاخانہ آیا۔ بقراط نے اسی اصول پر حقہ کا عمل ایجاد کیا۔ اسی سبب حکماء نے مختلف طریقوں سے معالجات کے قوانین ایجاد کیے ہیں۔

باب کے واسطے ضروری جو کہ ہر وقت کے لحاظ سے وہ دواؤں کی مقدار

کم یا زیادہ کرے اپنے وقت اور موقع اور مرض کے مناسب۔

حفظ صحت کے واسطے ضروری ہو کہ انسان اپنی عمر کے حالات میں غور کرے  
ابتداء سے لیکر اُس وقت تک اور دیکھے کہ کل میری طبیعت کیسی تھی اور آج کیسی ہو  
پھر اسی انداز سے دو یا غذا کی کمی اور زیادتی کرے مثلاً اگر صفر کا غلبہ پائے۔ تو ایسی  
چیزوں کا استعمال کرے جن سے صفر کو تسکین ہو یعنی اُس کے زور کو کم کریں۔ اور  
باقی اخلاط کو قوت پہنچائیں اور حجبِ خون کا غلبہ پائے تب ایسی چیزیں استعمال  
کریں جو اُس کی تلخیف اور تصفیہ کریں اور باقی اخلاط کو قوت دیں اور اگر خونِ فاسد  
ہو جائے تب اُس کو نذیر یہ فصد کے خارج کریں۔ اور اگر صفر یا سودا فاسد ہو جائے تب اُنکو  
نذیر یہ مسہلات کے خارج کی قوت اور صنعت کے موافق اخراج کریں بعض لوگ کہتے  
ہیں کہ صفر کی جدت دور کرنے اور تسکین دینے کے واسطے پانی اور ٹھنڈے پانی کے  
ایک دو گھونٹ پیئے مفید ہیں۔ اور سودا اس کے برعکس ہے۔ اُس کے واسطے پہلے  
ایسی دواؤں کی ضرورت ہے جو اُس کے مادہ کو اکھیر کھار کر تیار کر دیں۔ اور پھر نذیر یہ  
مسہلات کے خارج کریں۔ فصد کے واسطے بہتر وقت پھر دن چڑھنے کا ہے۔ اُس  
وقت معدہ خالی ہونا چاہیے۔ اور ماہِ قمری سے آدھا مہینہ گزر چکا ہو۔ یعنی چاند کمی میں  
ہو زیادتی میں نہ ہو۔ اور فصد یعنی حجام کو لازم ہے کہ فصد کو خوب کثرت سے کرے تاکہ غلیظہ  
اور فاسد خون نکل آئے۔ ورنہ غلیظہ خون تنگ سوراخ میں نہ نکلے گا تلخیف نکل جائیگا  
اور فصد سے بچائے فالو کے نقصان پہنچے گا۔

اور مسہلات کا استعمال موسمِ خریف کے اعتدال یعنی دسمبر میں کرنا چاہیے۔  
جب چاند انی برجوں میں سے کسی برجوں میں ہو۔ آبی برج میں۔ سرطان عقرب  
حوت۔ اور مسوقت چاند برج جوزا میں ہو۔ تب فصد نہ کھلائی جائے اور جب ثور  
میں ہو تب پچھنے نہ لگوائے۔ حافظِ صحت کے واسطے یہ بات خیال بھنی چاہیے۔ کہ  
ہمیشہ پیٹ بھر کر کھانے کی حرص نہ کرے۔ کیونکہ پیٹ بھر کر کھانا صحت کا دشمن ہے  
بلکہ اتنا کھائے کہ قدرے اشتہا باقی رہے۔ اور اس وقت کھانا چھوڑ دے۔ اور



کھانے کے بیچ میں پانی نہ پیوے۔ مگر یہ حکم سخت نہیں ہو جسکے مزاج میں حرارت ہوگی۔ وہ پانی سے صبر نہیں کر سکتا ہے۔ میں نے بہت سے بڑے بڑے علما کو دیکھا ہے۔ کہ وہ کھانے کے درمیان میں پانی پیتے تھے۔ میں نے اُن سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے بیان کیا۔ کہ بعض طبیعتوں کے واسطے کھانے کے درمیان میں پانی پینا مضر ہے۔ اور بعض کے واسطے مضر نہیں۔ اور کھانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دو دن میں تین مرتبہ کھانا کھائے۔ پہلے روز دو پہر کو۔ پھر دوسرے روز صبح کو اور پھر شام کو اور پھر تیسرے دن دو پہر کو۔ اسی ترتیب سے۔

جماع کا طریقہ یہ ہے کہ جب پیٹ بھرا ہو اور جب پیٹ خالی ہو جماع ہرگز نہ کرے بلکہ پیٹ بھرے ہوئے کی حالت میں جماع کرنا زیادہ نقصان کرتا ہے۔ اور جس وقت طبیعت جماع کی طرف راغب ہو اُس وقت جماع سے دریغ نہ کرے اور جب طبیعت راغب نہ ہو تو جماع پر اُس کو مجبور نہ کرے بلکہ بہتر جماع وہی ہے جسکے واسطے طبیعت بہت راغب ہو اور کھانا بھی اُسوقت ہضم ہو چکا ہو۔ اور جان کو راحت ہو یعنی کوئی تکلیف نہ ہو جماع کے وقت لازم ہے کہ عورت چت لیٹ جائے اور مرد اُس کے اوپر آ جائے۔

جماع کی حالت میں سو جانا مضر ہے۔ اور ایسے ہی نشہ کی حالت میں بھی جماع کرنا مضر ہے۔ اور فصد کے روز اور اُس کے بعد کے روز اور مسہلات کے ایام میں اور خوف کی حالت میں اور حمام کے اندر ان سب صورتوں میں جماع کرنا بہتر نہیں ہے ان صورتوں میں جماع کرنے سے جو نقصان پیدا ہوتا ہے بعض طبیعتیں اُس کی متحمل ہوتی ہیں۔ اور فوراً اس کا نقصان اُن کو محسوس نہیں ہوتا۔ اور بعض طبیعتیں متحمل نہیں ہوتیں۔ اُن کو فوراً اُس کی مضرت محسوس ہوتی ہے۔ اور جماع کے بعد ہی دوبارہ جماع کرنا مضرت سے خالی نہیں ہے۔ اور کھانے کے بعد کھانے سے بھی نقصان پہنچتا ہے۔ ایک کھانا ایک ہی دفعہ کھا لینا چاہیئے اور کھانے کے واسطے چاہیئے کہ اپنی طبیعت اور مزاج اور وقت زمانہ میں غور کر کے اُن کے موافق غذا کھائے اور لباس بھی ہر فصل کے موافق جدا گانہ بیٹھ جائے گا الگ گرمی کا الگ برسات کا الگ گرم لباسوں کا جو ان آدمیوں کو بہت مضر

ہے۔ خاص کر گرمی کے موسم میں +

کھانے سے چار ساعت بعد تک مشقت کے کام نہ کرنے چاہئیں حمام میں جانے کی بھی عادت چاہیے۔ مگر حمام کی واسطے شرط یہ ہے کہ حمام وسیع ہو اور چھتیں اونچی اونچی ہوں غسل کرنے کے واسطے پانی بھی میٹھا ہو حمام کی نسبت کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ خَيْرُ الْحَمَامِ مَا قَدَّمَ بِنَاءَهُ وَطَابَ مَاءُهُ وَانْتَسَمَ قَضَاءُ لَوِ الشَّفْتُ هُوَ اَوْ دَهْ عِنِّي اچھا حمام وہ ہے جس کی بنائیدم ہو اور پانی صاف اور میٹھا ہو اور میہ ان وسیع ہو۔ اور ہوا شفات لہی ہو دبلے پتلے آدمی کو پسینا نہ لانا چاہیے۔ بلکہ ٹھنڈا پانی ڈال کر بنانا شروع کریں اور جو آدمی فہر اور چکنا ہو اس کی پہلے اس قدر مالش ہونی چاہیے جس سے اسکو پسینہ آجائے پھر گرم پانی ڈال کر نہائیں۔ حمام سے باہر آنے کے بعد صفروںی مزاج والا ایسی چیزوں کا استعمال کرے جیسے کنجبین یا شربت انار ہے۔ اور سوداوی مزاج والا کنجبین۔ علی نوش کرے۔ اور بلغمی مزاج والا صرف شربت۔ نوش کرے + اور دھوبی مزاج والا انار کا عرق اور شربت آو بخار نوش کرے۔ حمام میں نہا رہو نہ نہ اور کھانا کھا کر نہ غسل ہو بلکہ ایسے وقت جانے کہ کھانا ہضم ہو چکا ہو۔ خاص کر صفروںی مزاج والا اس کو اس بات کی بات کی احتیاط ضروری ہے۔ گرم مزاج والے کو یہ خوشبو میں استعمال کرنی چاہئیں جیسے عود اور عنبر اور کارفور اور صندل ہے۔ سب کو ملا کر۔ اور مشک کا استعمال نہ کرے اور یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے۔ کہ سب خوشبوئیں بالوں کی سیاہی کو مضر ہیں مگر قلب کو قوت دیتی ہیں حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو بہت دوست رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کا فرمان ہے۔ حَبَّتْ اِلٰی مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثُ اَطْيَبُ وَالْقِسَاءُ وَجُعِلَتْ قَرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ یعنی تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں میری مرغوب خاطر کی گئی ہیں۔ خوشبو اور عورتیں اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں کی گئی ہے۔ اور حفظ صحت ہی کے متعلق خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں فرمایا ہے۔ کَلُوا وَاشْرَبُوا وَكُلُوا لَيْسَ فَاِیْنِیْ كَآوْ اور پو اور حد سے نہ پڑھو۔ کھانے کے آداب یہ ہیں کہ بسم اللہ کہہ کر کھانے کو شروع کرے۔ اور خدا کے شکر کے ساتھ ختم کرے۔ اور سیر ہو کر نہ کھائے



یہ جھوک بھوک لگنے سے کھانے لگے حضرت امیر المؤمنین امام المتقین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے کبھی پیٹ بھر کر گلیہوں کی روٹی نہیں کھائی مبالغہ کا اصل اصول احتیاط اور جمع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **الْجُوعُ طَعَامُ الصِّدِّيقِ** یعنی بھوک صدیقوں کا کھانا ہے۔

حفاظتِ صحت میں سے جو شخص دو اپنے اور جلاب لینے کی عادت رکھتا ہو۔ اس کو چاہیے کہ گلاب اور شکر کا استعمال کیا کرے۔ کیونکہ یہ مقوی اور قلب کو ناف ہے اور حافظہ صحت کو قلب اور جلاب اور شکر ہی کی حفاظت زیادہ درکار ہے۔ کیونکہ یہی اعضا رئیسہ صحیح اور تندرست رہتے ہیں تو تمام بدن ٹھیک ٹھیک رہتا ہے اور جب ان میں سے ایک میں خلل پڑ جاتا ہے۔ تمام بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ گرمی کے موسم میں آگ سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ اور ایسے ہی گرم کپڑے بھی نہ پہننے چاہئیں۔ اور ٹھنڈی ہواؤں سے سر کی حفاظت رکھے خاص کر غریف کے موسم میں کیونکہ اس موسم میں ٹھنڈی ہوا سے زکام کھانسی اور درد سر پیدا ہوتا ہے۔

حفظ صحت کے واسطے سب سے بڑی وہ اقلب سے بچ کا دور کرنا ہے۔ اور مفرحات اور معونات سے قلب کو تقویت دینا اس لئے کہ رنج روح کا دشمن ہے اور غم قلب کا خصم ہے۔ اگر انسان تمام مبالغہ کرے گا۔ اور قلب اس کا غمگین اور رنجیدہ ہے ایک علاج فائن نہ کریگا۔ اور اگر اس کا قلب خوش ہے۔ تو چاہے جس قدر بے احتیاطیان کرے کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حفظ صحت کی جڑ قلب کی فرحت اور قوت کی حفاظت ہے اور اس قلب کی فرحت کی حفاظت کی دو قسمیں ہیں جسمانی اور روحانی۔ جسمانی تو ہوا رشو اور معجونوں سے ہوتی ہے۔ غذاؤں اور عمدہ شربتوں سے اور روحانی تقویت اچھی اچھی صورتوں کے دیکھنے اور اچھی اچھی آوازوں کے سننے اور خوشبوؤں کے سونگھنے سے ہوتی ہے اور اصل

اس روحانی تقویت کی یہ ہے کہ قضا و قدر پر شکر ہو کر حرص و ہوا کو چھوڑ دے اور سب کام خدا کے سپرد کر کے اُسی پر بھروسہ کرے غرضیکہ جب قلب کو بے فکری حاصل ہوگی بیخ و بن دور ہونگے۔ اور اُس کے واسطے اس بات کی ضرورت ہے کہ قلب حسیزائل ہو۔ اُس کی مصاحبت میں نہ ہو اور اس کا وصل ہو جائے۔ تمام بیخ و اندوہ سے قلب نجات پائیگا۔ اور صحت کلی نصیب ہوگی۔ پس جو شخص اس دو کو حاصل کر لیا۔ گویا اُس نے منفح اکبر کو استعمال کیا۔ اے طالب تیرے لئے ضروری ہے کہ اپنے قلب کا حکیم بنے تمام بیخ و بن اُس سے دور کر کے اس کو قانع اور قضا و الہی پر راضی بنائے۔ کیونکہ یہی فرحت اور بقا کی کنجی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی حقیقت کو معلوم کر **يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا يُؤَيِّدُ بَيْنَهُمْ فَاصْبِرْ** یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ اور جو ارادہ کرتا ہے وہی حکم فرماتا ہے۔

## دوسری فصل صحت روحانی کی حفاظت میں

حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **صُومُوا تَصِحُّوْا** معلوم ہو کہ صحت روحانی قلب کا ایمان لانا ہے۔ اور اس صحت کی حفاظت یہ ہو کہ ایمان کے جو اعمال ہیں۔ اُن پر موانعت رکھی جائے۔

صحت روحانی کا خیال رکھنا صحت جسمانی سے مقدم ہے۔ کیونکہ جسم فنا ہو تو روحانی چیز ہے۔ اور روح فنا ہو تو روحانی نہیں ہے۔ اس واسطے جو چیز ہمیشہ رہنے والی ہو۔ اُس کو امرائش کی قید سے نجات دینی زیادہ ضروری ہے۔ اور صحت اُس کی یہ ہے۔ کہ جن امرائش کا ذکر ہو چکا ہے۔ اُن کو روح کے جوہر سے دور کیا جائے اور ایمان کی اُس پر محافظت کی جائے۔ ہم یہ بات پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔ کہ حفظ صحت بالمشغل کے ساتھ ہوتی ہے اور ایمان کی مشغل ایمان ہی ہے۔ اور ایمان کے ارکان ایسے ہیں جیسے ہر مزاج کے موافق کھانا پینا۔ دنیا کی سب غذا ایسی نہیں ہیں جو تمام میوات کے مزاج کے موافق ہوں کیسے مخالف نہ ہوں۔ پس ایمان اور اعمال شریعت کی مشغل گینہوں

۱۵ یعنی روزہ رکھنا و تم کو صحت حاصل ہوگی



اور پانی کی سی ہو جو ہر ایک کے مزاج سے موافق ہے۔ اور یہی طبیعت کے مخالف نہیں ہے۔ ہر عالم اور جاہل اور کامل اور عاقل کو ان کی حفاظت ضروری ہے۔ اور انہیں کے ذریعہ سے اپنی صحت کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ اگرچہ اعمال اور عبادات بہت کثرت سے ہیں۔ مگر جن عبادات اور اعمال سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صلاحیت اور فلاحیت اور تحفظ و صحت کے واسطے خبر دی ہے وہ اوروں سے بے پروا کرتی ہیں جیسے ان کو انسان بجالائے۔ تو پھر اور عبادتوں کی ضرورت نہیں رہتی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعَصِّمُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرْجِهِمْ حَافِظُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِمَا نَاقَبْتُمْ مِنْكُمْ رَاعُونَ كَلِمَتِي مَنِيكَ فَلَاحِيتَ بَانِي أَنْ مَوْمِنُونَ نے جو اپنی نماز کو خشوع و خضوع سے بجالاتے ہیں۔ اور جو لغو باتوں سے روگردانی کرتے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے میں اور جو اپنی پیشابگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان شرائط کے ساتھ حفظ و صحت کا حکم فرمایا ہے۔ اور مومنوں کی حالت سے خبر دی ہے۔ کہ وہ نماز کو خشوع و خضوع سے بجالاتے ہیں اس سے مرد خدا کی رویت ہے۔ اور اُس کی حرمت اور ظاہر و باطن کے ساتھ اُس کی حرمت رجوع ہونا اور قلب کا اُس کے ماسوا سے قطع کرنا اور زکوٰۃ کا فعل یہ ہے۔ کہ اچھے مال میں سے زکوٰۃ نکالے۔ اور مسلمان مرد و عورتوں کو جو اُس کے مستحق ہیں تقسیم کرے۔ اور امانت اور عہد کی حفاظت یہ ہے کہ خیانت اور بد عہدی کی آفات سے محفوظ رہے۔ اور خدا کے عہد کا پوشیدہ اور ظاہر میں لحاظ رکھے اور پیشابگاہ کا محفوظ رکھنا یہ ہے۔ کہ خواہشات نفسانیہ مثل زنا وغیرہ سے جستناہ کرے یہ دو اب سے بڑے فائدے کی ہے۔ کیونکہ فرج کی آفت بھی سب آفتوں سے بڑی ہوتی ہے۔ فرج کا آنکھ اور کان سے بھی تعلق ہو۔ پس جو اپنی فرج کو زنا سے محفوظ رکھنا چاہے۔

لے خدائی رویت سے یہ مراد ہے کہ یہ خیال کرے کہ میں ہر وقت خدا کو دیکھ رہا ہوں یا خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے جب یہ خیال مستحکم کر لگا۔ پھر گناہ اُس سے کہو کہ سرزد ہو سکتے ہیں ۱۲ از ترجمہ مسیحین علی نظامی

اس کو لازم ہے۔ کہ آنکھ کی حرام نظر سے اور کان کی ایسی باتوں کے سننے سے جو شہوت کو ابھاریں پرہیز کرے۔ اور اس کام کے واسطے روزہ بڑی عمدہ دوا ہے۔ شہوت کو بالکل توڑ دیتا ہے۔ اور اُس کی قوت کو زائل کرتا ہے۔ اسی سبب کے جناب شایع علیہ السلام نے روزہ کے ساتھ صحت طلب کرنیکو معلق فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کا فرمان ہے **صُومُوا تَصِحُّوا** یعنی روزہ رکھو تم کو صحت حاصل ہوگی۔ جب آدمی روزہ کی مدد سے صحت پائے۔ اس کی خواہشیں زائل ہو جاتی ہیں اور شہوت اُس کی ضعیف ہوتی ہے۔ اور ایسی کوئی بات وہ نہیں سنتا جس سے اُس کی شہوت زیادہ ہو یا کوئی آمادگی پیدا ہو۔ پس قوتِ شہوانی اُس کی مقبض ہو جاتی ہے۔ بلکہ نفس ہی اپنے عمل سے برکات ہو جاتا ہے۔ اور نفس کی اس کمزوری سے نقصان کم اور منافع زیادہ پہنچتے ہیں۔ اور اسی سبب کے صحت پیدا ہوتی ہے۔ جس شخص نے خواہشوں کے غلبہ کرنے کے سبب سے روزہ رکھنا اختیار کیا۔ اُس کو اس مرض سے صحت بھی حاصل ہوئی اور آخرت بھی حاصل ہوئی۔ اور آخرت میں بہت بڑے ثواب کا بھی مستحق ہوا۔ پس ایمان کے واسطے حفظِ صحت یہ ہے کہ شہوت کو بالکل دفع کر دے۔ اور خواہشوں کو توڑ دے اور خلافِ شریعت کاموں سے حواس کو محفوظ رکھے۔

حفظِ صحت کے قوانین میں سے یہ بھی ایک قانون ہے کہ کھانے کی حرام ترک کرے اور غضب اور غصہ کو بالکل جدا کر دے۔ ایک شخص نے حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو وحیئت فرمائیے حضور نے اُس سے فرمایا تو غصہ نہ کیجو اُس نے عرض کیا اگر غصہ آئے تو کیا کروں فرمایا کھڑا ہو جائیو۔ اور وضو کر لو حضور نے اُس کو وضو کا اس واسطے حکم فرمایا کہ آگ پانی ہی سے بھرتی ہے غصہ کی برائیاں اور اُس کے سبب کے قلب میں حرارت پیدا ہونے کا بیان تم جان چکے ہو۔ پس حفظِ صحت کے شرائط میں سے غصہ کا دفع کرنا بھی لازمی ہے۔ اور انہیں میں سے حسد کا دل سے خارج کرنا بھی ایک ضروری بات ہے۔ بلکہ چاہیے کہ سب لوگوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کا خیال کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس



کے متعلق منقول ہے۔ کہ آپ نے فرمایا لَا یَسْتَكْمِلُ اَیْمَانُ اَحَدٌ کَوْحَیْخِیْخَ کَوْحِیْہِ مَا حُبَّ  
لِنَفْسِہِ یعنی تم میں سے کسی کا ایمان کامل نہ ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی کے واسطے وہ  
بات نہ چاہے گا۔ جو اپنے واسطے چاہتا ہے۔ اور انہیں نفعِ صحت کی شرائط میں سے  
ایک شرط طاعات کے ادا کرنے پر موانعت ہے خصوصاً نماز کا قائم کرنا کھانے کے  
بعد اس کے متعلق حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ہے۔ اَذْبَحُوا طَعَامَ کُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ۔  
یعنی ذکر الہی کے ساتھ اپنے کھانے کو ہضم کرو۔ اور جب انسان کھانا کھا کر سورتنا  
ہے۔ تب اس سے بہت بہت برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جو اس میں کدورت اور  
سر میں ثقالت ظاہر ہوتی ہے۔ اس واسطے حافظِ صحت کو چاہیے کہ کھانے کے بعد  
تیار میں مشغول ہو خاص کر شام کے وقت تاکہ شام کا کھانا ذکر الہی اور عبادت سے  
ہضم ہو جائے۔

۱۔ بات پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ صحت کا اصل اصول قلب کی تقویت ہے  
یہی قلب تقویت کی تقویت بھی اصل صحت ہے۔ اور یہ تقویت مفرج  
کبر یعنی علم معقول سے ہوتی ہے۔ پس جب تو نے علم الہی کے ساتھ قلب کو تقویت  
اور فرحت پہنچانی تمام شکوک اور اذیات اس سے برطرف ہو جائینگے اور ہمیشہ  
وہ خوش اور سرور رہیگا۔ پس اسے غالب تیرے واسطے بڑی ضرورت ہے۔ کہ سب  
سے پہلے ان دواؤں کو حاصل کرے۔ جن سے معرفت الہی جیسی کہ چاہیئے حاصل ہو۔  
اور علم توحید اور علم ذات و صفات اور علم حشر و قیامت اور علم نفس جو آئینہ ذات الہی  
ہے پیدا ہو۔ اور علم شریعت جس سے منزل و مآدیل کی نظر مآد ہے۔ اور علم نبوت اور  
رسالت منکشف ہو پس یہی دوا میں قلب کی تفریح دینے والی ہیں اور وہ جو جنس جن سے  
قلب کو اعلیٰ درجہ کا نفع پہنچتا ہے۔ وہ قصص قرآنی کے اسرار اور کلمات فرقانی کی  
رموزات ہیں۔ یہی چیزیں حقیقی حفظِ صحت میں نفع دیتی ہیں۔ اور غذا و روحانی یعنی  
اعمال صالحہ و فرائض اور نوافل اور ان کی تقدیریں اور ان کی رکتوں کی گنتی اور سب عبادتوں  
کے اوقات وغیرہ سب باتیں تم کو معلوم ہیں پس جب تم ان ہمتات سے واقف

ہو گئے تو اب تمہارے اوپر واجب ہے کہ اپنے قلب کی صحت اور تقویت میں کوشش کرو اور ان دواؤں کا استعمال کرو جن کا نام مفرجات ازلیہ ہے۔ اور علم الہیات میں ہم نے ان کا ذکر کر دیا ہے۔

جب تم اس بات کو جو ہم نے کہی جان گئے اور جو ہم نے حکم کیا ہے۔ افسوس تم کا رہند ہوئے۔ تو بیشک نماز میں تم کو خشوع و خضوع حاصل ہوگا۔ اور تمہارا رمانہ تم محفوظ ہو گئے غرضیکہ صالحین کے زمرہ میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور ان لوگوں میں تمہارا شمار ہوگا جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرْتَوُونَ الْفِرَادُوسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ** یعنی وہی لوگ وارث ہیں جنت الفردوس کے اور وہی اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ جنت کے لوگ ہمیشہ صحیح و تندرست رہتے۔ کبھی وہ بیمار نہیں ہوتے نہ بزرے ہوتے ہیں نہ پیشاب کرتے ہیں نہ پاخانہ روزانہ صبح و شام خداوند تعالیٰ کے دربار سے مشرت ہوتے ہیں۔ معلوم ہو کہ حفظ صحت کے واسطے سب سے بہتر اور افضل معجون حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے اور آپ کے احکامات کو بجالانا کہ کو کر طیب کامل اور نجات دہندہ اور راست کی رعوں کے ترنم کرنے والے آپ ہی ہیں۔ اسی کے منطلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **إِنْ تَطِيعُوا مِثْقَالَ حَبِّ خَلْبَةٍ** یعنی اے لوگو اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے۔ تو ہدایت پاؤ گے۔ اور نیز اسی کا فرمان ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُفْلِحُونَ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ** یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو دکھ دینے والے عذاب سے بچائے تو خدا اور اُس کے رسول کے ساتھ ایمان لاؤ۔ پس اے طالب ابن معجون متابعت اور مفرج حقیقت کا استعمال کرو۔ اور امام زمان خلیفہ وقت کی اطاعت اور محبت میں مشغول ہو۔ یہی سیک اچھی دوا اور عمدہ منقذہ ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** اے رسول کہہ دو کہ اے لوگو اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ خدا تم کو اپنا محبوب بنائے گا۔



# دوسرا مقالہ الہیات کے بیان میں

اس میں چھ باب ہیں

## پہلا باب

ذات باری کے بیان میں

اس میں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل توحید اور ذات باری جل شانہ کے ذکر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ مَنْ عَلِمَ أَنَّ لَوْلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ يَفِيضُ حَسَنَاتٍ بِأَتَمِّهَا جَانِبِي - کہ جو خدا کے کوئی معبود نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَأَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفَرَ لِيَنفِكَ يَتْنِي اس بات کو خوب یقین کے ساتھ جان لے کہ جو خدا کے کوئی معبود نہیں۔ اور اپنے گناہوں کی مغفرت مانگے معلوم ہو کہ توحید کی دو طرفیں ہیں۔ ایک نفی کی طرف جو اضداد اور اشکال اور امثال اور شبہ اور کل عوارض کو ذات معبود سے نفی کرتی ہے۔ اور دوسری طرف اثبات کی ہے جو وحدت اور اولیت اور ربوبیت کو ثابت کرتی ہے۔ اس طرح کہ وہ صفات کثرت کے ساتھ آمیختہ ہوں اور یہ بھی واجب ہے کہ نفی تعطیل سے خالی ہو اور اثبات تشبیہ سے مجرود ہو کیونکہ تعطیل حقیقت نفی کی مفسد ہے۔ اور تشبیہ صفو اثبات کو فاسد کرتی ہے۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ نفی و اثبات دونوں سے منزه ہے جس قدر زوائد ہیں وہ اس کی ذات سے علیحدہ ہیں اس کی عزت اور ربوبیت کے ساتھ اور متبہ نہیں اس کی ہوتیت کے ساتھ۔ اگرچہ چاہاں اس کی ذات و صفات کی نفی کرتے ہیں اس لئے ایسی ہی نہ ہو ذات باری کائنات ہادی کوئی کرے اور نہ اسلاف اثبات ہو جس سے ذات باری کے ساتھ تشبیہ لازم آئے ۱۲

سے اُس کا کچھ کم نہیں ہوتا۔ اور عارف و حواس کی عبادت اور مع سرائی کرتے ہیں۔ اس سے اس کی ربوبیت میں کچھ رُخ نہیں جاتا۔ وہ اپنی ذات کے ساتھ کمال اور صفات کے ساتھ مشکل ہے نہ کوئی چیز اُس کے مشابہ ہے نہ مقابل اُس کی ذات و صفات قدیم ہیں۔ اور ذات اُس کی صفات کے ساتھ موصوف ہے جنہیں سے بعض صفتیں ذاتی ہیں۔ اور بعض معنوی ہیں۔ اس کی شجہ اور تفصیل ہم صفات کے بیان میں کریں گے اس جگہ فقط ذات کا بیان ہو رہا ہے۔ جس کی حقیقت کے ظاہر کرنے سے عبارت کی زبان عاجز ہے۔ اور بیان کی طاقت سے اُس کا ذکر خارج ہے۔

ذات جناب باری میں لوگوں نے بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ ذات کے معنی ہویت اور ائیت کے ہیں اور اس بات میں کوئی فرد مخلوق میں سے شک نہیں کرتا ہے۔ بلکہ تمام مخلوق اس بات کی گواہ ہے۔ کہ صانع ہی نے سب کو بنایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ یَعْنِیْہِ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا قَوْمٌ کٰفِرٌ۔ اگر تم اُن سے سوال کرو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہیں گے کہ خدا نے۔ پھر بعض لوگ جاہلہ توحید سے خوف ہو کر احکام وحدت سے بے خبر ہو گئے یہاں تک کہ اختلاف اُن میں پیدا ہوا اس وقت بعضوں نے عقل اول کو اپنا معبود ٹھہرایا۔ اور ان لوگوں کی نظر اُن لوگوں سے زیادہ باریک ہے جنہوں نے فلک اعظم کو معبود بنایا ہے۔ کیونکہ جو لوگ فلک اعظم کو معبود کہتے ہیں۔ انہوں نے صانع کو مجسم قرار دیا ہے۔ اور جو عقل کو معبود کہتے ہیں۔ انہوں نے جوہر کو صانع ٹھہرایا ہے اور جوہر فرد یعنی عقل جسم مرکب یعنی فلک سے اعلیٰ ہے۔ اور بعض نے کوکب کی عبادت اختیار کی ہے۔ اور اُن کو معبود قرار دیا ہے۔ پھر جب کام اور آگے چلا تو بہت سے لوگوں نے زمین میں عبادت گاہیں بنائیں۔ اور اُن میں ستاروں کی صورتیں بنا کر اُن کی عبادت میں مشغول ہوئے جیسے کہ حکماء صابین اور نصاریٰ نے مشتری اور مریخ وغیرہ ستاروں کی معذنیات وغیرہ سے سیکیلیں تیار کی تھیں اور کہتے تھے

لے لہذا عقل کو معبود ماننے والے فلک پرستوں سے باریک میں ہوئے حالانکہ دونوں گمراہ ہیں ۱۲



کہ چھوٹیں اپنے اپنے کو اکب کی طرف ہمارے وسائل ہیں۔ ان کے ذریعہ سے ہم ان سے امداد چاہتے ہیں۔ یہ لوگ ان صورتوں پر انگ کٹ کر کے ان کی تصویر میں مشغول ہوتے تھے۔ اور اپنی روحانیت کو ان کو اکب کی روحانیت سے متصل کر کے ان سے ہر طرح کی امداد اور سعادت چاہتے تھے (اس کی مفصل کیفیت کتب سحر و طلسم مثلاً سر مکتوم فخر رازی و کلید اسرار وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ اور اگر اس علم کو قانون شریعت کے موافق کیا جائے۔ تو نہایت کار آمد ہے جیسا کہ بعض علماء اسلام مثل محمد غوث گوالیری و شیخ شہاب الدین نقول قدس سرہ و ابو مشر بنی و ابو نصر فارابی و غیرہ نے کیا ہے۔ مگر ان لوگوں نے کو اکب کی پرستش نہیں کی بلکہ محض اپنی روحانیت کو بذریعہ ریاضت کے اس قابل بنایا کہ کو اکب کی روحانیت سے متصل ہو گئے۔ اور ان کے آثار کو حاصل کر کے اُنسے فائدہ اٹھایا (مترجم) آدم بر سر مطلب اور بعض لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم کی صورتیں بنا کر رکھ لیں۔ اور کہنے لگے۔ کہ یہی ہمارے معبود ہیں۔ پس لوگوں کے خیالات جسمانی چیزوں کی عبادت میں منہمک ہو گئے۔ اور جو اہر اور کو اکب کے پوجنے والوں کے درجہ سے بھی گر گئے۔ پھر بہت سے لوگوں کی طبیعتیں اس طرف راغب ہو گئیں۔ کہ انہوں نے ایک خدا کے دو کر دیے اور بعض نے چار کر دیے۔ ایک قوم یہ کہنے لگی کہ تین خدا ہیں۔ ایک عقل و دوسرا نفس تیسرا خدا یہ قول بہت سے فلاسفہ کا ہے۔ اور انہیں کے قائم مقام وہ لوگ ہیں جو ان تین کے اور نام رکھتے ہیں یعنی عیسے اور مریم اور اللہ یہ قول نصاریٰ کا ہے۔ اور ایک قوم وہ ہے۔ جو دو خدا کہتے ہیں۔ یہ مجوس ہیں۔ یعنی آتش پرست۔ جو عقل و نفس یا نور و ظلمت کو خدا کہتے ہیں۔ اور بعض لوگ چار خدا مانتے ہیں۔ یہ طبعی ہیں۔ اور بعض پانچ خدا مانتے ہیں۔ یہ مجوسیوں کے قریب قریب ہیں۔ اور رافضیوں میں سے بھی ایک سخت فرقہ پانچ خدا مانتا ہے۔ ان کو مخمسہ کہتے ہیں۔ غرض کہ ذات جناب باری عز اسمہ میں جمیع کثرت سے اختلافات ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ذات باری نور ہے۔ اور اس آیت کو یہ لوگ دلیل

لاتے ہیں اللہ نُورُ السَّمَوَاتِ وَفُلاَکِ یعنی السد نور جو آسمانوں و زمین کا حالانکہ ان لوگوں نے آیت کے سمجھنے کی کیفیت نہیں جانی اور یہ نہ سمجھا کہ نور کے معنی منور کے ہیں۔ یعنی السد تعالیٰ آسمان و زمین کو ایجاد کے نور سے روشن کر بنوالا ہے۔ نور کے معنی آیت میں ایجاد کرنے والے کے ہیں یعنی السد تعالیٰ نے آسمان و زمین کو ایجاد کیا جو۔ اور بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ عقل ہے۔ اور یہ لوگ یہ نہیں جانتے ہیں کہ عقل یا جوہر ہے یا عرض۔ اور جس چیز پر حکم کے اختلاط جاری ہوں وہ ممکن الوجود ہے۔ کیونکہ حکم کو اس پر اطلاق بھی کر سکتے ہیں۔ اور اس سے دفع بھی کر سکتے ہیں۔ صانع کے حق میں یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ صانع کے واسطے یہ بات ضروری ہے۔ کہ وہ واجب الوجود ہو۔ پھر اس کے ابداع اور ایجاد سے ممکنات پیدا ہوں حالانکہ عقل دوسری چیز ہے۔ ذات باری سے اس کو کیا نسبت ہو لے ہی جسم بھی اس کی ایک مخلوق ہے۔ نہ اُس کی ذات۔ اُس کی ذات ان سب باتوں سے بری ہے تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا یَقُولُ الْغَافِلُونَ عَلَوًا کَبِیْرًا۔ بہت بلند ہے اللہ تعالیٰ اُن باتوں سے جو غلام جاہل اس کے حق میں کہتے ہیں۔ عاقل کو چلیے۔ کہ ذات باری کو کیفیت اور کثرت اور مشیت کے طریق سے ثابت نہ کرے۔ ورنہ اسکو عرض مثل ستمے اور اُن اور وضع کے لازم آجائینگے اور توحید کی حد سے محل جائیگا۔ بلکہ عاقل کو چاہیے کہ فقط توحید ہی پر اکتفا کرے۔ اور یہی ذات اور ہویت کا اثبات ہے۔ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ رَءٰیہُ وہ وہی ذات پاک ہے جو آسمان میں بھی مسجود ہو اور زمین میں بھی مسجود ہو یَعْلَمُ سِرَّ کُمْ وَ جَهْرَکُمْ وَ یَعْلَمُ مَکْتُبُکُمْ جَانِبًا ہر تمہارے پرستید اور ظاہر کو۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اُس پر روشن ہے۔ وَ هُوَ الْغَافِرُ ذُو الْعَرْسِ عِیَادَہُ وَ هُوَ الَّذِیْ یُعِیْدُکُمْ فِی الْحَیٰۃِ دِی غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہ حکمت والا خبر دار ہے۔ مخلوق کو اُس نے عقل اور شریعت کے فتویٰ کے ساتھ اپنی توحید اور نفی عدوت اور اثبات وحدانیت کا حکم فرمایا ہے +

پھر موجدوں نے توحید میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ توحید کے کئی مرتبہ ہیں ایک

۱۔ یعنی عقل اور شریعت اسی بات کا حکم لگاتے ہیں کہ وہ ایک ہے +



توحید عالم ہے۔ اس سے سیری مراد عام لوگوں کی توحید نہیں ہے۔ بلکہ عام مسلمانوں کی جو بنیاد اور لوگوں کے خواص ہیں۔ اس توحید کی شرط یہ ہے کہ ذات کو وحدانیت کے ساتھ پہچانا جائے اور اُس کے اسماء اور صفات کو بھی پہچانا جائے جیسا کہ عقرب ہم اس کا ذکر کرتے ہیں اور اسماء و صفات ایجاب سلب کی دونوں طرفوں سے باہر نہ کر لے کیونکہ اگرچہ وہ حد و حصر سے باہر ہیں اور اُن کے استخراج اور معانی کثرت سے ہیں مگر حکم درحقیقت ایک ہی معبود پر ہے۔ یعنی جتنے اسماء و صفات ہیں سب ایک ہی معبود کے ہیں صفات کے نشتر سے ذات کا کثرت لازم نہیں آتا۔ اور اثبات کے محض امتداد کا جو اپنی صفات کی جامع ہونا ثابت کرنا مقصود ہے۔ اور نفی سے اُن باتوں کی نفی مراد ہے جو ذات کے لائق نہیں اور اثبات سے اُن باتوں کا ثابت کرنا بھی مراد ہے جو کثرت میں ذات کے لائق ہیں۔ معبود کی عبادتوں میں نہ توحید کی حقیقت میں۔ اور چونکہ توحید واحد کی طلب میں تحلیل اسباب اور رفع حجاب ہے۔ اس سبب سے یہ توحید بغیر تکثیر اسمی کے آسان نہیں ہوتی۔ کیونکہ توحید بغیر شرک کے اور ایمان بغیر کفر کے حاصل نہیں ہوتا۔ تاکہ اثبات اور نفی کی دونوں طرفیں پوری ہوں۔ (یعنی جب سے لوگوں میں شرک اور کفر شروع ہوا اسی وقت سے توحید کی بھی ضرورت ہوئی اور توحید کا نام پھرا ہوا۔ اور نہ پہلے ایک ہی حق کا مذہب تھا۔ جب لوگوں نے اس میں اپنی راؤں سے غلطیاں کرنی شروع کیں یہاں تک کہ شرک کی حد کو پہنچ گئے۔ اس وقت جو ایمان والے تھے اُن کو اہل توحید یعنی ایک خدا کے ماننے والے کہا گیا۔ اور اہل شرک جنہوں نے کسی کسی معبود بنائے تھے۔ وہ اُن کی طرف منسوب ہوئے۔) اور بعض لوگوں نے صفات پاری کو بھی ذات قرار دے کر دو دو اور تین تین ذاتیں مان لی ہیں۔ جیسے مجوس نے ایک معبود صفت رحم کو مان رکھا ہے۔ جس کو وہ مزداں کہتے ہیں۔ اور ایک معبود صفت قہر کو ٹھہرا رکھا ہے۔ جس کو ابہرمن کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں ایک ہی ذات واجب الوجود کی صفتیں ہیں۔ اور یہ اُن کی غفل کی غلطی ہے۔ جو انہوں نے ایسا اعتقاد کیا۔ اہل اسلام ایک ہی خدا کو مانتے ہیں۔ اور رحم و قہر کو اُنہی کی صفتیں جانتے

ہیں یہی سبب ہے جو ان کو اہل توحید کہا جاتا ہے۔ مگر یہ توحید سیلوت سے ظاہر ہوئی جس وقت سے شرک ظاہر ہوا۔ ورنہ سب ایک توحید ہی کی حالت میں تھے۔ اور جب اہل توحید نے اس اعتقاد کا انکار کیا جو اہل شرک رکھتے ہیں۔ پس یہی نفی کہلانی اور جب ذات واحد کا اقرار کیا تو یہی اثبات ہوا۔ کیونکہ ایک ہی ذات پر نفی اور اثبات کا اطلاق نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ دونوں آپس میں ضد ہیں اور دو ضدیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ خلاصہ یہ کہ نفی سے مراد متحد کے احکام کا باطل کرنا ہے۔ اور اثبات سے مراد واحد کے اوصاف کا باقی رکھنا۔ پس یہی ابطال لا الہ کی طرف میں پایا جاتا ہے اور یہ اقرار لا الہ کی طرف میں موجود ہے۔ اور یہ نفی اور اثبات کے درمیان کی گرہ بغیر کسی گرہ لگانے والے کے نہیں لگ سکتی۔ اور وہ گرہ لگانے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے توحید کی دعوت کی اور لوگوں کو کلمہ حق تعلیم کیا۔ حالانکہ ہدایت کی کنجی اُن کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اور نہ دلوں کا کھول دینا اُن کے اختیار میں ہے۔ بلکہ دل خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ جدھر چاہتا ہے۔ اُن کو پھیر دیتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدمہ کی پوری تفسیر سے خبر دی ہے چنانچہ فرمایا یَعِشْتَ دَاعِيًا وَلَا يَسْأَلُكَ مِنْ هَذَا يَأْتِيكَ شَيْءٌ وَكَأَنَّكَ بِلَيْسَ قَهْرًا وَلَا يَسْأَلُكَ لَهُ مِنَ الصَّلَاةِ لَوْ شِئْتَ يَعْنِي اگرچہ میں لوگوں کو ہدایت کی طرف بلانے والا بھیجا گیا ہوں مگر ہدایت کے معاملہ میں میرا کچھ اختیار نہیں ہے (یعنی جس کو میں ہدایت کرنا چاہوں وہ ہدایت پر آجائے یہ میرے اختیار میں نہیں ہے) اور شیطان گمراہ کرنے کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ مگر گمراہی میں کچھ اُس کا اختیار نہیں ہے یعنی جیسو کہ وہ گمراہ کرنا چاہے وہ گمراہ ہو ہی جائے بلکہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے) پس توحید کیا ہے ذات الہی کو وحدانیت اور ہونیت کے ساتھ پہچاننا۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ذات کو ہم اس طرح مانو۔ کہ نہ وہ مرکب ہے۔ نہ مولود نہ متجزی ہے۔

لے سہ کے احکام سے مخلوقات کی صفات مثل حدوث و حیاتیات وغیرہ عدا ہیں۔ جن کی خالق سے نفی کرنی چاہیے اور خالق کی صفات مثل قدم و خلق وغیرہ کو اُس کے ساتھ ثابت کرنا چاہیے۔ سید سلیمان عسکری نے ترجمہ کیا ہے ۱۴



نہ متغیر نہ قابل اُبعاد ہے نہ محل اغراض اور نہ جسمیت اور جو ہریت اور عرضیت کے ساتھ  
موصوف ہے مکان سے وہ منزوی ہے اور زمان سے بلند ہے۔ حدوث سے خارج ہے  
وہ واحد ہے بلا مثل و لا وضع نہ اُس کا کوئی نظیر ہے نہ شریک نہ اُس کے کوئی برابر ہے۔ نہ  
اُس کے مشابہ ہے نہ حواس اُس کا ادراک کر سکتے ہیں۔ نہ قیاس اُس پر حکم لگا سکتا ہو  
جنے اُس کی ذات کو وحدانیت کے ساتھ پہچان لیا اُس نے اُس کو پایا لہٰذا جس نے اُس  
کی توجہ بیان کی اُس نے اُس کی حمد ثنا اور تصنیف تجمید کی و جس نے اُس کی تجمید کی اُس نے اُس کو پایا  
اور جس نے اُس کو پایا اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرنے کا وہی تَبَّالِیَّاب ہے وہی تَبَّالِیَّاب ہے وہی  
واحد اور وہیاب ہے یہ ظاہری توحید کا بیان ہوا ہے۔ اب رہی باطنی توحید یعنی توحید  
خواص اس کی بحث اس قدر طول طول نہیں ہو۔ اور اس کا مختصر بیان یہ ہو۔ مَنَی  
عَرَفَ اللہَ کَلَّ لِسَانُهُ یعنی جس نے خدا کو پہچانا اُس کی زبان گونگی ہو گئی یعنی وہ اس  
توحید کو بیان نہیں کر سکتا۔ اس واسطے کہ یہ مرتبہ مشاہدہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے  
اور مشاہدہ کی بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو مشاہدہ ہی سے سمجھ میں آتی ہیں نہ کہنے  
والا اُن کو کہہ سکے نہ سننے والا سمجھ سکے حالانکہ اس کے متعلق بھی ہم بہت کچھ لکھ سکتے  
ہیں۔ مگر اختصار کا پہلو ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اور نیز عام فہموں کو اُس سے کچھ فائدہ  
نہیں پہنچ سکتا ۛ

معرفت الہی سے بھی مراد ہے کہ جن لوگوں نے اُس کو پہچانا ہے۔ اُن کی جبلت میں  
اس کی معرفت مرکوز ہے۔ ورنہ اس کی ہویت خاصہ کی معرفت ممکن نہیں ہے سب  
خاص و عام اس کے اشراق مبادی کے ادراک میں حیران ہیں۔ طالبوں کی عقل  
اُس کی تلاش میں گم ہو گئی اور جو بندوں کے نفس اُس کے شواہق سے سرگرداں

لے قابل ابعاد جسم کہتے ہیں۔ جس میں ابعاد مثلاً عین و عرض و طول و عمق پائے جائیں۔ یعنی لہائی چوڑائی اور گہرائی کوئی جسم  
ان سے خالی نہیں ہو سکتا۔ وہی سب مل احوال بھی جسم ہی ہے جس کے اندر عرض طول کرتی ہے۔ یہی پکڑے یا

پتھر کے اندر سپیدی۔ سپیدی جو عرض ہے۔ اور کپڑا یا پتھر کا عرض۔ یہی جسم یا جوہر ہے۔ سپیدی نہ نفی و جوی

سے پوششوں کا مادہ شاہ اور اسباب کا مکیا کر نوالا

ہو گئے مومنوں کے دل اس کے قہر سے خوف زدہ ہو گئے ہیں اسم الہی طالبوں کا ملجھا  
 سالکوں کا ماوا مومنوں کا قرار گاہ اور موحدوں کا مسکن ہے۔ پس کلمہ اللہ کا اشتقاق  
 عقول میں نہیں پایا جاتا بلکہ اسامی کا اشتقاق پایا جاتا ہے۔ خواص کی توحید لارالہ الا  
 اللہ سے بھی اعلیٰ ہے کیونکہ ہویت آیت الذات ہے۔ بس اس سے زیادہ بیان ممکن  
 نہیں اور نہ کلام میں طاقت ہے کہ اس کو ظاہر کر سکے۔ وہ فقط ہوئے جو کل اشارات  
 اور استعارات سے بھی بعید ہے۔ عارف جب اس کی طرف اشارہ کریگا۔ تو محض ہو  
 کہے گا۔ پس اوام اس کو کیا خیال کر سکتے ہیں۔ اور حواسوں کو اس میں کیا دخل ہے۔  
 اور روحوں کے واسطے اس ہوتیں کوئی جگہ نہیں ہے  
 یہ توحید نہایت باریک ہے اس سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے اور نہ اس سے بہتر  
 کوئی درجہ ہے۔

اسم اللہ اپنے چار حرفوں کے ساتھ چار باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے علوم۔ اقرار  
 اشارہ بیان۔ اور لفظ ہو صرف دو معنوں کی طرف اشارہ کرتا ہے کمال علم اور لفظ اشارہ  
 حضرت امیر المومنین امام المتقین سیدنا و مولانا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے  
 ہیں توحید یہ ہے کہ واحد کو ہم میں بھی نہ لائے۔ اور عدل یہ ہے کہ اس کو اتہام نہ کرے  
 پس معلوم ہوا کہ تو ہم سے احتراز اور اتہام سے اجتناب کرنا علم ہویت کا ایک بڑا  
 درجہ ہے۔ اسم اللہ الہیت پر ولالت کرتا ہے۔ مگر ہویت بحر ہویت کے کسی چیز پر  
 ولالت نہیں کرتی۔ اور ہویت درجہ میں الہیت سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ الہیت صفات  
 کا اشارہ ہے اور ہویت ذات کا اشارہ ہے جو کامل اور عاقل ہوتا ہے۔ وہ پہلے ہویت  
 کو جانتا ہے۔ اس کے بعد الہیت کا اقرار کرتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ الہیت کا درجہ ہویت  
 سے کم ہے جیسے کہ اقرار کا درجہ علم سے کم ہے۔ عوام کی توحید کے واسطے ایک موقف  
 ہے۔ اور خواص کی توحید کے واسطے موقف انہیں ہے۔ بلکہ وہ اسی توحید کے سبب سے  
 موافق امکانیہ پر جو اسمی اور اشارات کے سبب سے ہیں ترقی کر جاتے ہیں۔ پھر ہوت  
 محضہ کو وحدت حق کے ساتھ جان کر توحید کا رنجاب اور تشبیہ کا سلب اور تعطیل



سے احتراز کرتے ہیں۔ پس یہی توحید کی انتہا ہے۔ توحید کی ابتدا یہ ہے کہ قلب کو ماسوا سے مجرود کرے۔ اور انتہا اُس کی یہ ہو کہ حق کی تفرید کل چیزوں سے معلوم کرے جو حد و شہ اور وجود اور قدم اور ہم کے اندر داخل ہیں۔

## دوسری فصل وحدت ذات باری میں

اسم تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ کہ وہ الہ ایک ہے۔ الہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ اُس کے کوئی قبیلہ ہے معلوم ہو کہ اسم احد اسم واحد سے بھی متمیز اور مخصوص ہے۔ کیونکہ واحد کے مقابلہ میں اثنین ہیں۔ اور احد لا شریک ہے یعنی اس کے سامنے دو نہیں آسکتے کیونکہ اثنین واحد کی ضد ہیں اور واحد ہی اعداد کا منشا اور مبدأ ہے۔ اور احد ایک اسم ہے جو ہویت جناب باری کے واسطے وضع کیا گیا ہے تاکہ طبع اور افہام کو حقیقت عرفی سے قریب کر دے کیونکہ طبیعتیں خواہش کی کدورتوں میں آلودہ ہیں۔ اور قلوب ظلمت کے ساتھ موصوفہ ہیں۔ مگر جس کو خدائے تعالیٰ ان شرور سے نجات دے اور اُس کے سینہ کو کھول دے۔ پھر جب فاسد گمانوں پر معدودات کا تصور غالب ہوا اور اعداد اور اُن کے مراتب گمانوں کے اندر ثابت ہو گئے اور قرآن کے اندر انہوں نے کثرت اور وحدت کو تلاش کیا۔ کثرت کے گمان کیا ہیں اعداد کا اجتماع اور وحدت کیا ہے۔ اسی کثرت کا افتراق اور قلت کا کرنا اور کثرت اضافات کی طرف سے ہے چنانچہ دس بیس سے کم ہیں اور پانچ سے زیادہ ہیں۔ وحدت ہی عدد کا منشا ہے جیسے کہ واحد معدودات کا منشا ہے۔ کیونکہ وحدت واحد کی صفت ہے جیسے اثنیت اثنین کی صفت ہو اور ہر صفت اپنے موصوف کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اسی سبب سے فاسد گمان کثرت سے طبعی ہوئے اور جالبوں نے یہ سمجھ لیا کہ کثرت ہی میں قلت سے زیادہ بھلائی ہے اور چونکہ وحدت بھی قلت ہی کے قبیل سے ہے۔ اس سبب سے انہوں نے الہیت کا نام ران چیزوں پر اطلاق کیا جو عدد کے اندر داخل ہوتی ہے جیسے عقل اور نفس اور ملک اور کوکب

اور طیلان وغیرہ ہیں۔ اور پھر انہیں معانی کو اجسام انسانیہ میں فرض کر لیا مثلاً کہنے لگے کہ  
 مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ خدائیں۔ اور عزیر خدائیں۔ اور پھر اس بات کے یہاں تک  
 غلبہ کیا کہ بعض لوگ خود دعویٰ خدائی کر بیٹھے۔ اور خواہش نے غالب ہو کر ان کی چشم  
 بصیرت کو اندھا کر دیا۔ ایک نے کہا انا اللہ یعنی میں خدا ہوں۔ اور ایک نے کہا انا  
 ربکم انا علیٰ یعنی میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں۔ اور ایک نے کہا انا الملک العظیم  
 یعنی میں بڑا بادشاہ ہوں۔ پس جب ظن کے مزاج نے یہ دعویٰ ظاہر کیا اور خدا کے  
 ساتھ بدگمانیاں کرنے والوں پر خواہش کا شکر غالب ہو عقل کا ستارہ چمکا اور وسوساں  
 اور وہم و خیال کے ستارے ڈوب گئے چنانچہ عقل کے نور نے اعداد کے مراتب کو ظاہر کر کے  
 موجودات کی اقسام پر ان کو تقسیم کر دیا پس مراتب اعداد نے اشیاء مبتدعہ کی طرف  
 رجوع کی اور عقل اول بنزلہ واحد ہوئی اور نفس اول بنزلہ ثانی ہوا۔ کیونکہ وہ عقل  
 اول سے استفادہ کرتا ہے۔ پھر یہی بنزلہ ثلثہ ہوا۔ اور طبیعت بنزلہ اربعہ کے اور حرکت  
 مطلقہ بنزلہ خمسہ کے۔ اور جسمیت بنزلہ ستہ کے۔ اور اہلاک بنزلہ سبعہ کے اور اجرام  
 زراتب بنزلہ ثمانیہ کے اور قسۃ ارکان بنزلہ تسعہ کے پھر قابلیت روح سے عشرہ کا عدد  
 پورا ہوا۔ پس واحد اشہب کا منشا ہوا۔ اور جوڑ بنا۔ اور آئین ثلاثہ کے واسطے بنزلہ والدین  
 کے ہوئے اور چونکہ وحدت واحد سے زیادہ لطیف ہے۔ کیونکہ واحد کا اطلاق عدد میں  
 سے کسی حرف پر نہیں کیا جاتا۔ اور وحدت کا اطلاق ایک عدد پر قلت اور کثرت کی  
 دونوں طرفوں میں کیا جاتا ہے۔ پس وحدت صحیحہ ہے واحد کے واسطے اور مکملہ ہوا نہیں  
 کے واسطے اور مشتبہ ثلاثہ کے لئے۔ اسی طرح اسکی خاصیت تمام اعداد اور ان کے  
 مراتب و اجزائیں جاری ہے۔ یہ وحدت یا مجازی ہے یا حقیقی وحدت مجازی وہ ہے  
 جو اپنے منقذ کو قبول کرتی ہو۔ اور یہ وحدت تمام محدثات میں جاری ہے۔ مثلاً کہتے  
 ہیں جماعۃ واحدۃ و امۃ واحدۃ و مائۃ واحدۃ و الف واحدۃ کیونکہ ایک جماعت  
 کے مقابل میں دوسری جماعت ہے اور ایک الف کے مقابل میں دوسرا الف ہے

لے ایک جماعت۔ اور ایک ہزار اور ایک گروہ اور ایک سو اور ایک ہزار ۱۴۳



اور ایک ماحضہ کے مقابل میں دوسرا مانع ہے۔ پس جب اس مقابلیت کو قائم رکھا جائے۔ تو واحد کا اسم اس سے منقطع ہو جائیگا۔ بلکہ اُس موضع سے اس کا حکم بھی اُٹھ جائیگا۔ بسبب مزاحمت متقابل اور متضاد کے۔ اور وحدت حقیقی وہ ہے جس میں کسی وجہ سے کثرت نہ ہو نہ محسوس اُس میں وضع کیا جاتا ہے۔ اور نہ معقول اُس میں سمجھا جاتا ہے۔ اور جس چیز میں تخریج ہے۔ وہ وحدت کے قابل نہیں۔ بلکہ وہ کثرت ہے۔ اور عدد و اندر داخل ہے۔ وحدت حقیقی میں وہی چیز داخل ہے جو تجزی کو قبول نہ کرتی ہو۔ اور نہ کثرت میں داخل ہو اور نہ اُس کی ضد اُس کے مقابل ہو۔ اور نہ اُس کے سامنے اس کا سایہ پڑتا ہو۔ پس یہی ہوت کا ملہ شامل ہے اپنے مبدءات کی حافظہ ہے اپنی مخلوقات کی غیر متکثرہ ہے۔ متغیر اور متغیر نہیں ہو۔ نہ اثبیت اُس کے مقابل ہے۔ بلکہ یہ ہوت ہوا محض ہے اور دیومیت ہے۔ قیوم دائم کی۔ اس وحدت میں اعداد کے پر حمل جلتے ہیں۔ اور کثرت کے اوصاف اس میں پریشاں بستے ہیں اور اس وحدت کے لواحق اور لوازم کچھ نہیں ہیں۔ پس یہ وحدت نہ داخل ہے نہ خارج نہ کسی صفت کے ساتھ موصوفہ ہے۔ نہ تجزی اور تغیر کے قابل ہے۔ بلکہ اپنی ذات سے ضدیت کی نفی کرتی ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا ہے۔ کہ یہ وحدت تھی یا ہوگی۔ کیونکہ یہ وحدت ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ راسخی۔ پس یہ وحدت احدیت کی حقیقت ہے۔ اور احدیت کی ہوت ہے۔ اور احد نہ رک میں احدیت سے زیادہ آسان ہے۔ اور احد اور احدیت کی مثال محدثات کے حق میں ہوا اور ہوت کی ہے۔ اور صفت اور موصوف متفرق ہو کر کثرت اور قلت ان میں داخل ہو جاتی ہے۔ افتراق اور اجتماع کے ساتھ چ

ذات باری میں احدیت اور احد ہوا اور ہوت ہے۔ پس اس کے اوصاف کا شمار نہیں ہو سکتا کہ وہ ایسا اور ایسا ہے۔ چنانچہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہو اور واحد اور صمد اور ایسا اور ایسا ہے۔ بلکہ یوں کہیں گے **هَوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الْاَبَدِيُّ** **لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ** یعنی وہی اللہ واحد احد صمد ہے جسے

یہی کسی چیز کا اس مقابل ہونا اس کے برابر نہ جاننا

دینا نہ وہ جنا گیا۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ اگرچہ اس طرح کہنے میں بھی وہی اسماء اور صفات  
 ہیں۔ مگر اس میں اشارہ ہے۔ اشارات متواترہ متراذفہ کے ساتھ واحد کی طرف کہ وہی بعینہ  
 نہ ہوئے۔ اور وہی بعینہ واحد ہے۔ اور وہی بعینہ متحد ہے۔ اور وہی بعینہ اُحد ہے۔ اور  
 اور وہی بعینہ کم یکذہ ہو اور وہی بعینہ و کم یؤلذہ ہو۔ اور وہی بعینہ لیس کہ کفوؤا ولا نظیرا ہو  
 پس یہ کلمات اگرچہ کثرت سے ہیں۔ مگر سب وحدت محضہ کی تفسیح کی طرف راجع ہیں۔  
 کیونکہ اس کا قول احد وحدت کی دلیل ہے۔ اور اس کے قول صمد سے یہ مراد ہے کہ اس  
 میں قرعہ نہیں ہو۔ اور نہ ظاہر ہے جو مخالف ہو۔ اور نہ باطن ہے جو منافی ہو مخالف  
 ظاہر ہیں۔ پس یہ بھی اثبات وحدت ہی کی طرف راجع ہے۔ و لم یکن لہ کفو اُحد  
 اس میں بھی وحدت ہی کا اثبات ہے۔ کیونکہ جب انکار اٹھ گئے اور ضمیمہ باقی نہ رہیں  
 تب واحد کے سوا اور کیا رہا۔ پس آیات اگرچہ کثرت سے ہیں۔ اور کلمات اگرچہ مطابق ہیں  
 اور دلائل اگرچہ شکر کم ہیں۔ مگر سب خدا و وحدہ لا شریک سے خبر دیتی ہیں اور اس  
 کی وحدانیت پر کہ وہی احدیت ہے دلالت کرتی ہیں۔ اور احدیت یہ ہے کہ وہ اُحد  
 لا شریک لہ اور احدیہ ہے۔ ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو۔ پس کون سی عقل ہے  
 جو اس کو پہچانے اور کونسی زبان ہے۔ جو اس سے تعبیر دے۔ اور کونسا حس ہے  
 جو اس کی طرف اشارہ کرے۔ کیونکہ یہ سب چیزیں مقام حدوث میں ٹہر گئی ہیں ساور  
 مراتب اعداد اکافی و صفائی اور سیکڑے میں منقطع ہو گئے ہیں۔ پس پاک ہو وہ ذات جو سبحانہ  
 کہنے سے بھی پاک ہے۔ اور بلند ہے اس بات سے کہ علیٰ الغریش استولیٰ کہا جائے۔  
 اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی آلہ اور علت نہیں ہے۔ اور نہ حدوث سے اس کا کوئی  
 تعلق ہے۔ اور نہ موجودات کی طرف التفات ہے اور نہ کوئی چیز بغیر اس کے علم و ارادہ  
 کے ہے۔ اور نہ اس کو کسی آلہ کی احتیاج ہے نہ اس کے کنارہ ہے نہ دربان ہے۔  
 اس کی توحید نہیں ہے۔ مگر اس کی احدیت کا علم اور اس کی احدیت کا علم نہیں ہے  
 مگر اس کی ہویت کی معرفت۔ اور اس کی ہویت کی معرفت نہیں ہو مگر اس کی اُحدیت

لہ انکار کوئی چیز نہ ہے۔ و نہ ظاہر ہے کہ کثرت میں کثرت کے ساتھ ۱۴



کی تصدیق اور اُس کی اُست اور ماہیت اور عزت اور وحدت اور وحدت سب اُس کی  
ہویت کی طرف راجع ہیں۔ اور ہویت اُس کی وہی ذات **مُحَمَّدٌ بِالْقَلَمِ الْمُبِیِّنِ** جس نے  
عقل کو اتنی رسانی نہیں دی کہ اُس کی مثال بیان کر سکے۔ اُس کا فرمان ہے **فَلَا تَصِفُوهَا**  
**لِلَّهِ كَمَا تُمَثِّلُ لِلنَّاسِ** کی مثالیں نہ بیان کرو۔ کیونکہ وحدت کے اندر مثال کی کیا  
طاقت ہے کہ قدم رکھ سکے۔

اُس واحد کریم معبود رحیم نے اپنے علم کے ساتھ اپنی تمام مخلوقات کا احاطہ کر رکھا ہے  
اور اپنی ربوبیت کی مثال کو عارفوں کے دلوں میں اپنی عزت کے سمجھانے کے واسطے  
بیان فرماتا ہے۔ **وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ** یعنی اُس  
کے واسطے ہے بلند مثال اور وہ عزت والا حکمت والا ہے۔ اور فرماتا ہے **وَتِلْكَ**  
**الْأَمْثَالُ مَثَلُ مِثَالٍ لِّأَنَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ** یعنی ان مثالوں کو ہم لوگوں کے واسطے  
بیان کرتے ہیں تاکہ وہ منکر کریں۔

پس رحمت ربوبیت کی وسعت میں مثال بڑھتی ہیں اور انشکال حرکت کرتی ہیں۔ اور  
عقلیں غویٰ کرتی ہیں مگر توحید محضہ اور وحدت صرفہ میں نہ انشال کی مجال ہے نہ انشکال کا ثبوت ہے  
اور نہ معرفت کو چارہ ہی بجز اُس کے کہ عقل عاجز ہو جائے۔ اور قلب انکسار کرے۔ کیونکہ وہ ذات  
اپنی وحدت کے ساتھ اولام کی حد سے اوپر ہے۔ اور افہام کے تصور سے باہر ہے چنانچہ  
اُس کا فرمان ہے۔ **وَمَا مَكَدُوا لِلَّهِ فَتًی قَدَرًا** یعنی لوگوں نے خدا کی قدر جیسی کہ چاہیے۔  
ویسی نہ کی۔ اس کی شان ایسی ہے۔ کہ وہ سب آسمانوں کو پیٹ کر اپنی ایک انگلی پر رکھ لے گا  
اور زمینوں کو بھی پیٹ کر ایک انگلی پر رکھ لیگا۔ کوئی شخص اُس کی معرفت کے لائق اُس  
کو پہچان نہیں سکتا۔ کیونکہ اُس کی معرفت کا راستہ بجز اُس کے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ  
اُس کی معرفت سے عاجز ہو کیونکہ عارف جب اپنی معرفت کے دعوئے سے عاجز ہوتا ہے  
اور اُس کے قلب پر معرفت کا نور غالب ہوتا ہے تب اُس کو اس بات کے کئے  
سے حیا دامگیر ہوتی ہے کہ میں نے حق کو پہچان لیا۔ بلکہ وہ یہی کہتا ہے کہ میرا فہم کو پہچانا  
بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اور یہ کمال معرفت کا مقام ہے۔

اُس کی احدیت کی نہ صورت ہے نہ حقیقت اور احدیت کی روشنی تمام موجودات کو اس کا احاطہ کرنا ہے۔ اور اسی کا نام ربوبیت کاملہ ہے جس میں شرکاء کے لیے مجال نہیں ہے۔

فَرَمَانُہِ وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَاَنْتُمْ وُجْہُ اللّٰہِ یعنی خدا ہی کے واسطے مشرق اور مغرب ہے۔ پس جہرہ تم کو نہ کرو۔ اور صہری خدا ہے۔

پس وحدت اور احدیت کی حقیقت ہویت محض کی عزت ہے۔ کہ جس کو نہ عبارت  
ممكن ہو نہ اس کی طرف اشارہ ہے نہ نگاہیں اس کا اور اک کر سکتی ہیں نہ مقدار اس کو  
گھیر سکتی ہے۔ نیکی اور کسادگی دونوں سے وہ منزہ ہے۔ لَيْسَ هُوَ الْاَهْوَاوُ وَلَا الْاَهُوَاوُ  
وَلَا اِلَهَ اِهْوَاوُ هُوَ الْعَقُوْرُ الْوَدُوْدُ وَوَالْحَمْدُ لِلْجَبْدِ عَالِ الْكَمَالِ رِيْدُ

پس صورتِ احدیت کے وقت وہ حقِ قیوم ہے۔ اُس کے سوا سب باطل متغیر  
متناہی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنْشَاءُ دَعْوٰنَہٗ  
الْبَاطِلُ مِیْثَیْہِہٖ اِس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اُس کے علاوہ جن جن چیزوں کی  
پرستش کرتے ہیں۔ سب باطل ہیں اور حقیقتِ احدیت کے وقت وہ ہزرتِ محض ہے  
پس وہی حق ہے دینے والا۔ حق اور باطل اُس کی مخلوقات میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اُس  
کافران ہے وَلَیُّحَقُّ الْحَقُّ وَیُبْطِلُ الْبَاطِلُ تاکہ حق کو اپنے کلمات کے ساتھ حق  
ثابت کرے اور باطل کو باطل ثابت کرے اور فرماتا ہے یٰحٰی وَیَمِیْتُ وَرَایْکُمُ الْمَصِیْرُ  
وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ اور اُسی کی طرف سب کو جاتا ہے۔ پس اسے طالب  
تجھ کو معلوم ہو کہ وحدت کی حقیقت کے بیان کرنے سے زبانیں عاجز ہیں۔ اور اُس کی ہویت  
کے اور اُس کے فہم قاصر ہیں اور عقل کے لیے اس ذات کے ثابت کرنے کے واسطے کوئی  
راستہ نہیں ہے۔ جو حق اور باطل بھی اور موجود ہے۔ بجز اس کے کہ عقل یہ اقرار کرے۔  
کہ وہ ٹوہ ہے۔ اور ہویت اُس کی بلا پدایت اور بلا نہایت ہے۔ عارفوں کا اُس  
وحدت اور ہویت سے حاصل اقرار ہے اپنی استعداد کے موافق نہ اُس کے کمالِ کنہ کے  
برابر اور موصدوں کا اس سے حصہ غرقان ہے۔ اپنی بصیرت کے موافق نہ اس کے جلال  
کے بلکہ کیونکہ وہ کمالِ اذنیام سے بھی اعلیٰ ہے اور جو دو اقسام سب اسی سے ہے۔



دنیا میں نفوس کے واسطے بڑی لذت اس کی تعریف ہے۔ اور آخرت میں اس کی ملاحظات نہیں اسی واسطے اسے طالب تجھ کو توحید میں پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اور جان لے کہ وہی سب چیزوں کا پیدا کرنا ہوا ہے۔ جو دکھائی دیتی ہیں۔ اُن کا بھی اور وہ افق اعلیٰ میں ہے۔ آسمان اور مٹی کی جہت سے یعنی سب چیز کو محیط ہے۔ اور اس کی احدیت امکان اور وجوب کی قسموں سے خارج ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی بعض مخلوقات کو ممکن الوجود اور بعض کو واجب الوجود بنایا۔ اور اپنے مقربوں میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے تاکہ وہی موجد اور مبدع اور مقدم اور مؤخر ہو۔ ہریت اور واحدیت کے ساتھ اور وہ منزه ہے حدوث اور حدود اور حلول اور نزول اور وصول سے اور ان اوصاف کے جو اس کی مخلوقات میں ہیں۔ پس اسے طالب جب تو نے احدیت کو ہر ایک معلوم کر لیا اور خالق اور مخلوق میں تجھ کو امتیاز ہو گئی۔ اور تو نے جان لیا کہ جو اوصاف مخلوقات میں ہیں خالق پر اُن کا اطلاق جائز نہیں اور یہ بھی تجھ کو معلوم ہو گیا کہ خالق کے وہ اوصاف نہیں ہیں جن کے ساتھ مخلوق متصف ہوتی ہے پس بیشک تو نے اپنی صفت کے موافق اس کو پہچان لیا اور اس کی ہریت کو اپنے عقل کے نور سے معلوم کر لیا اور جب تو نے حق کو پہچان لیا۔ تو بیشک باطل کی ظلمت سے تو نے نجات پائی۔ کیونکہ معرفت الہی میں ہی نجات ہے۔ اور معرفت کا کمال یہ ہے۔ جس کی معرفت کی جائے اس کو اس کی تمام مخلوقات سے یکساں مانا جاوے اور مخلوقات کی صفات کو اس میں شریک نہ کیا جائے

امیر المؤمنین امام المتقین سیدنا و مولانا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جس نے کہا فی اللہ یعنی خدا کے اندر اسے بیشک خدا کا وصف بیان کیا اس نے ٹمک کیا اور جس نے کہا فیہم اللہ یعنی اس کے چہرے میں ہے اس نے اسکو محدود کیا اور جس نے کہا عا اللہ یعنی خدا اس کے چہرے پر ہے۔ اس نے بھی خدا کو محدود کیا اور جس نے خدا کو محدود کیا اس نے خدا کے ساتھ کفر کیا۔ پس توحید میں یہ انتہا کی نظر ہے۔ اس سے آگے کوئی مقام نہیں ہے۔

جن باتوں کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے جب تم ان کو سمجھ گئے یعنی توحید اور احدیت کو۔ تو یہ نہ سمجھنا کہ اب میں پورا عارف ہو گیا یا اس کی معرفت کمال کے ساتھ مجھ کو حاصل ہو گئی کیونکہ یہ گمان کفر سے بھی بدتر ہے۔

معلوم ہو کہ ذات کی معرفت ذات سے زیادہ کسی کو نہیں ہے۔ وہ خود ہی اپنی ہویت کو آپ جانتا ہے۔ اور تو غیر میں داخل ہے یہ تجھ کو وہ معرفت نصیب نہیں ہو سکتی جو خود اس کو اپنی معرفت ہے۔ وہی اپنا عارف ہے۔ اور وہی معروف ہے۔ وہی معرفت ہے۔ وہی علم ہے وہی عالم ہے وہی معام ہے۔ وہی اپنی ذات کا عاشق ہے وہی معشوق ہے عشق ہے۔ عاشق کا حصہ اس میں سے یہی ہے کہ اس کی ہویت کا علم اس کو حاصل ہو جائے۔ وہ بھی اس کی استعداد کے موافق۔ اور بیشک وہ ذات پاک تمام عالم سے بے پروا ہے۔ لشعر

لَقَوْلُ جُوهَا مِنْ وَجْهِهَا فَتَمَّ وَيَعَيْنُهَا مِنْ عَيْنِهَا فَكُتِلَ

اسمطاطا لیس کہتے ہیں یہی مقدار ہم کو اس کے عرفان سے حاصل ہوئی ہے۔ اور عرفان کی جود لذت ہم نے پائی ہے اس کے آگے دنیاوی لذتوں کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ اور نہ ہم اس عرفانی لذت کو بیان کر سکتے ہیں۔ پس اب دیکھو کہ اس کے شہود میں کس طرح لذت حاصل ہوتی ہے اور چہرہ دیکھو کہ عرفان کی کیسی کمال لذت ہے۔ اور جب یہ لذت حاصل ہوتی ہے۔ تو زبان ٹوٹی ہو جاتی ہے۔ اور نظر سے مینائی جاتی رہتی ہے۔ اور اس کے بیان کرنے سے کچھ فائدہ نہیں نکلتا۔

یہی حقیقت عرفانی ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شب معراج میں غالب ہوئی تھی۔ اور نور عرفان اور جبروت ہویت جب آپ کے قلب پر مستولی ہوا۔ تو آپ نے یہ جملہ فرمایا لَا تُحْصِي نِعْمَاتَكَ عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَنْتَ بَيْتٌ عَلَى نَفْسِكَ یعنی میں تیری ثنا و صفت ادا نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہو جیسی کہ تو نے اپنی آپ صفت و ثنا کی ہے۔

فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحُكْمُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعِشْيَا

لہ اس کے چہرے کے واسطے اس کا چہرہ ہی چاہئے اور اس کی آنکھیں اس کی آنکھ ہی کا سر ہے۔



وَحِينَ تَضَرُّونَ يَسْأَلُكُمْ اللَّهُ فِيهِمْ كَمَا كُنْتُمْ تُصَلِّونَ ۚ كَمَا كُنْتُمْ تُصَلُّونَ كَمَا كُنْتُمْ تُبَيِّنُونَ ۚ وَكَمَا كُنْتُمْ تُخْفُونَ كَلِمَاتِهِمْ ۚ فَذُكِّرُوا ۚ  
اور اسی کے واسطے ہے حمد آسمانوں میں اور زمین میں اور عشا اور ظہر کے وقت بھی  
اُس کی پاکی بیان کرو۔ ۚ هُوَ لَا ذُلَّ وَلَا خِرَ وَلَا ظَاهِرَ وَلَا بَاطِنَ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ  
وہی اول ہے اور وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔ اور وہی ہر چیز کے  
ساتھ علم رکھتا ہے ۚ

## دوسرا باب

### صفات باری کی تشبیح میں

اس کے اندر دو فصلیں ہیں

پہلی فصل اسمی اور صفات کی تشریح کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ۚ هُوَ  
اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْأَرْكَانُ الْأَقْدَامُ ۚ وَالسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهِمِّنُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ  
هُوَ اللَّهُ الْغَالِبُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ۚ یعنی وہی اللہ ہے کہ اُس کے سوا  
کوئی معبود نہیں بادشاہ ہے۔ منزه اور پاک سلام ہے۔ مومن ہے۔ مہمّن ہے۔ عزیز ہے۔  
جبار ہے۔ منکبر ہے۔ خالق ہے۔ باری ہے۔ مصور ہے۔ اور کل اچھے نام اُسی کے ہیں۔  
معلوم ہو کہ صفت کے ثابت کرنے اور خاص صفت کے متعلق لوگوں نے بہت گفتگو  
کی ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صفات کے ساتھ موصوف ہے۔ اور بعض صفات  
کی اُس سے نفی کرتے ہیں۔ اور یہ اختلافات خیالات سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ عقول  
صافیہ سے۔ کیونکہ اہل عقل ذات باری کو اُسی وحدانیت کے ساتھ ثابت کرتے ہیں  
جو اُس کے نمایاں ہے۔ اور اہل ظنون یعنی خیالات والے لوگ وہ پردوں کے پیچھے  
سے جمال عرفان کے منتظر ہیں۔ مگر اُس کی حقیقت کو چونکہ دیکھ نہیں سکتے۔ اس سبب  
سے خیالات سے کام لیتے ہیں۔ پس کبھی تو ایسی چیز کو ثابت کر دیتے ہیں جس کا  
ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور کبھی ایسی چیز کی نفی کر دیتے ہیں جس کا نفی کرنا نہ چاہیے

اور یہ ظنی اثبات اور ظنی نفی علم توحید سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ پس معتزلہ اور ایک اور جماعت جو انہیں کی مثل ہیں ذات باری سے صفات کی نفی کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ وہ ذات کل حقائق اور اوصاف سے معزنی ہے۔ اور محض وہ ذات عالم ہے۔ اور علم بھی اُس کو ذات کا ہے نہ صفات کا۔ یہ لوگ فلاسفہ کے قدم بقدم اس مسئلہ میں چلتے ہیں کیونکہ فلاسفہ بھی ذات کے واسطے فقط ایک علم کی صفت جائز رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ذات باری کے واسطے صفات نہیں ہیں۔ وہ ایک وجود محض ہے۔ اور کل اوصاف اور صفات سے منزہ ہے۔ یہ سب طرح کی مختلف گفتگوئیں ظنون قاصرہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

ورنہ عقول باسیرہ تو اس کو اثباتِ عد و اور نفی صفت سے خارج کرتی ہیں پس بیشک اللہ تعالیٰ اُن صفات کے ساتھ موصوف ہے جو اُس کی ذات کے لائق ہیں۔ اور اُس کی ذات اشیاء اور اشکال اور امثال سے منزہ اور پاک ہے ھُوَ اللہُ الْوَّاحِدُ ذُو الْکَرَمِ وَالْجَلَالِ وَہی اللہ واحد ہے کرم اور جلال والا۔ اسی نے تمام چیزوں کو پیدا کر کے اُن کو ترتیب دیا ہے۔ اور اپنی کل مخلوق کو اپنے علم کے ساتھ صورت عنایت کی ہے۔ وہ اُن کے ماننے اور زین کرنے پر قادر ہے۔ اُس کے علم نے کل مخلوقات اور موجودات کا احاطہ کر رکھا ہے۔ وَاصْطَفٰی کُلَّ مَخْلُوْعٍ عَدَدًا یَّحِبُّ ہر چیز کی گنتی کو اُس نے معلوم کر رکھا ہے جو لوگ علم حق اور ہدایت میں کامل ہیں وہ اللہ کی نقد پس کرتے ہیں۔ اور اُس کے اندر نوعیت اور جنسیت کو ثابت نہیں کرتے کہتے ہیں وہ اپنی وحدانیت اور ہویت کے ساتھ کل سیدرات اور مخلوقات کا مالک ہے اور اوصاف اور صفات اور اسمی اور سمائی اور معانی سب اُس کے خلق و امر کے نیچے ہیں اور خلق و امر ایک واسطے ہیں کہ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی یعنی اُس کے واسطے جو کچھ کہ آسمانوں و زمین کے درمیان میں ہو۔ اور وہ چیز جو تحتِ اشری میں ہے۔ غرضیکہ اُس کے سوا جو کچھ ہے۔ سب اُس کا ہے۔ بس یہی اتنا راہدیت ہے اللہ لَا اِلٰهَ اِلَّا ہُوَ وَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْفَخْصَۃُ یعنی اللہ کہ نہیں ہے مجبور مگر وہ اُس کے واسطے ہیں۔ اسماء رحسے جیسے



کہ اسی کے واسطے اجزاء سفلی اور علوی ہیں۔ اور جس جگہ کہ لکھا جاتا ہے۔ وہاں ہو کہتا  
 جائز نہیں یہ یاریکی احدیت جلال اور ہیئت کمال میں تحقیق کے ساتھ ہے۔ لیکن کون  
 ربوبیت اور وسعت الہیت میں۔ پس وہی مسئلہ ہے اسمی کثیرہ کا موصوف ہے  
 صفات کثیرہ کے ساتھ اور بیشک وہی ذات واحد ان اسمی اور صفات کے ساتھ  
 موسوم اور موصوف ہے جیسا کہ اُس نے اپنے ان اسماء اور صفات سے اپنی کتاب  
 میں خبر دی ہے۔ اور صفات کے ثابت کرنے کے وقت اُس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک  
 صفات ذاتی اور ایک غیر ذاتی۔ پس ذاتی صفات وہ ہیں جن کے ساتھ اُس کی ذات ازلاً  
 اور ابداً وصف کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ صفات ہیں۔ حیات قدرت علم سمیع۔ بصیر کلام۔  
 ارادہ۔ پس بیشک وہ حتی یعنی زندہ ہے اپنی حیات کے ساتھ۔ قادر ہے اپنی قدرت  
 کے ساتھ سمیع ہے اپنے سننے کے ساتھ بصیر ہے اپنے دیکھنے کے ساتھ مرید ہے  
 اپنے ارادہ کے ساتھ متکلم ہے اپنے کلام کے ساتھ عليم ہے اپنے علم کے ساتھ اور یہ  
 صفات اُس کی ذات کے واسطے موجب کثرت نہیں ہیں۔ اور نہ اعراض ہیں۔ اور نہ  
 اُس کی ذات کے لواحق ہیں نہ اُس کی ذات کے اجزاء ہیں بلکہ یہ صفات ذاتی ہیں  
 جسے جسوقت کہا جاتا ہے۔ اللہ تو سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ ایسی ذات ہے جو ان صفات  
 کے ساتھ موصوف ہے۔ تاکہ کمال ربوبیت پورا ہو پس وہ علم رکھتا ہے اور جانتا ہے  
 بغیر غلط اور ضمیر اور رویت کے اور بغیر ارادہ و اشت کے۔ مگر ہم اسطرح کا علم نہیں رکھتے  
 اور اُس کے علم میں نہ شک ہو نہ تردد نہ غلطی نہ خطا۔ نہ ایک ذرہ اُس سے پوشیدہ ہے  
 زمین میں نہ آسمان میں اور نہ وہ چیز جو ذرہ سے بھی جھوٹی یا بڑی ہو۔ اور پوشیدہ اور  
 ظاہر سب کو وہ جانتا ہے وہ جاننے والا ہے غیب اور حاضر کا اور وہ بزرگ اور برتر ہے  
 عَلِيمٌ مَّابِیْنِہُمْ وَمَا خَلْفَہُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ جانتا ہے جو  
 کچھ کہ مخلوق کے آگے ہے اور جو کچھ کہ اُن کے پیچھے ہو۔ اور نہیں اسطرح کر سکتے ہیں۔ وہ  
 اُس کے علم میں سے کسی چیز کا۔ مگر جس قدر کہ وہ چاہے۔ یَعْلَمُ مَا تَحْتِلُ كُلُّ اَنْثٰی وَمَا  
 سَلَفَہَا کے علم میں جو کچھ ہو یعنی جو نہ ہو یا ملے ہو اُس کو اللہ ہی جانتا ہے اور ہم کے لئے بہت کو بھی دیکھ جانتا ہے ۱۳

تَقِيضُ الْأَرْحَامِ وَمَا تَزِدُّهُ أَذْوَكَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ اللَّهِ بِخَيْرٍ وَأَوَّلُ مَا تَمُوتُ بِهِ رُءُوسُ الْأَشْيَاءِ  
حُرَّتِ كُوسُنُهَا - یہاں تک کہ اندھیری رات میں چوہنی کے چلنے کی آہٹ بھی اُسکو  
سنائی دیتی ہے۔ اور مارا اعلیٰ میں اپنے مقرعوں کی دعا کو بھی سنتا ہے۔ اور وہی ہے  
جس نے حضرت یونس کی دعا جو انہوں نے پھیل کے پیٹ کے اندر تین اندھیروں میں  
سے کی تھی سنا تھا۔ ایک اندھیرا رات کا تھا۔ دوسرا دریا کا تیسرا مچھلی کے پیٹ کا  
اَنْتَحَسِبُونَ اَنَّا لَا نَكْسِمُ بِرَأْسِ مُحَمَّدٍ وَبِجَوْهِهِمْ بَلَى وَرُسُلُنَا لَدَيْكُمْ يَكْتُمُونَ ہ کیا یہ لوگ خیال  
کرتے ہیں کہ ہم پوشیدہ باتیں اور ان کے مشورے نہیں سنتے۔ ہاں بیشک ہمارے بھیجے  
ہوئے فرشتے ان پاس رہ کر سب کچھ لکھ لیتے ہیں غیب اور حاضر میں جو کچھ ہے۔ سب کو دیکھتا  
ہے۔ اور جو کچھ بندوں کے دلوں میں ہے کچھ پوشیدہ نہیں ہے مَلِكٌ يَعْلَمُ مَا فِي  
الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَمَا تُخْفُونَ مِنَ السَّمُوتِ وَمَا فِي  
الْاَرْضِ وَمَا يَنْتَظِرُكُمْ فَتُكْسَرُ رُءُوسُكُمْ كُلُّ شَيْءٍ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ اسی کے واسطے  
ہے جو کچھ کہ اسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے۔ اور جو  
کچھ ثری کے نیچے ہے۔ نہیں ہے مثل اس کے کوئی چیز۔ اور وہ سننے والا دیکھنے والا  
ہے۔ وَهُوَ الْغَادِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَبَيِّنَاتٍ مِّمَّا تَخْفِیْ فِی الْاَرْضِ وَفِی السَّمَاءِ  
اور اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی کنجی ہُوَ قُلْ اَللّٰهُمَّ مَا لَكَ الْمَلٰٓئِكَةُ تُؤْتِیْكَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِّنْ تَشٰٓئَلُ  
تَنْزِعُ الْمَلٰٓئِكَةُ مِّنْ تَشٰٓئَلُ وَتَعْرِضُ مِّنْ تَشٰٓئَلُ وَتُنٰٓئِلُ مِّنْ تَشٰٓئَلُ بَيِّنَاتٍ لِّتَعْرِضُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ  
شَيْءٍ قَدِيْرٌ کہہ اے اللہ مالک ملک کے تو جس کو چاہے ملک اور سلطنت دیتا ہے۔ اور جس  
سے چاہے۔ ملک اور سلطنت لے لیتا ہے۔ اور جس کو تو چاہتا ہے۔ عزت دیتا ہے  
اور جس کو تو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔ اور بیشک  
تو ہر چیز پر قادر ہے۔ منکلم ہے کلام قدیم کے ساتھ جو منزه ہے۔ حروف اور لغات  
اور اصوات سے اور تعاقب کلمات اور تراوٹ سے اور کل استعارات سے بلکہ وہ کلام  
کرتا ہے اپنی صفت کے ساتھ اِنَّمَا اَمْرٌ فَاِذَا اَرَادَ شَيْءًا اَنۡ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنۡ فِیْکُوْنُ  
بیشک اُس کا حکم یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس سے کہتا ہر کہ تو



پس وہ ہو جاتی ہے قَسْبُكَانَ الَّذِي يَبْدِيهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَالْاِيَهُ تَرْجَعُونَ ۝ پس  
 پاک جو وہ ذات جس کے قبضہ میں ہے سلطنت ہر چیز کی اور اسی کی طرف تم واپس کیے  
 جاؤ گے۔ مَرِيدٌ ہے اپنے قدیم ارادہ کے ساتھ نہ عاوت اور نہ ایسے ارادہ کے جو کسی خواہش  
 سے تعلق رکھتا ہو۔ ارادہ کرتا ہے اُن باتوں کا جو بندوں پر بغیر انفعال اور تغیر اور فساد  
 کے جاری ہوتی ہیں۔ وہ کَحْج یعنی زندہ ہے اپنی حیات قدیمہ کے ساتھ نہ اُس حیات  
 کے جو حس و حرکت اور اضلاط و شبلح سے پیدا ہوئی ہے۔ پس یوں سمجھنا چاہیے۔  
 کہ وہ زندہ ہے بغیر روح اور نفس کے اور مُرِيدٌ ہے بغیر انفعال اور حدوث خواہش  
 کے اور متکلم ہے بغیر زبان اور حرف و آواز کے اور سَمِيعٌ ہے بغیر کان کے اور بَصِيرٌ  
 ہے بغیر آنکھ کے اور قَادِرٌ ہے بغیر مہلت اور فتور کے۔ اور عَالِمٌ ہے بغیر خطا اور غلطی  
 اور کھول چوک کے۔ پس یہ صفات قدیمہ ہیں نہ ذاتیہ ہیں نہ غیر ذاتیہ نہ ذات سے خارج  
 ہیں نہ اُس کے اندر داخل ہیں شُعْبَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ پاکی و تہیے  
 رب کی جو رب ہے عزت والا اُن کل اوصاف نامالائقہ سے جن کے ساتھ جاہل اُسکو  
 موصوف کرتے ہیں۔ غیر ذاتی صفات ہیں جیسے خلق اور ذوق اور قبض اور بسط اور  
 رحمت اور عطا اور رضا وغیرہ جو اسماء حسنہ میں مذکور ہیں۔ حضور رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ان سے خبر دی ہے فرمایا ہے سَأَلَ اللَّهُ تِسْعَةَ وَتِسْعِينَ اسْمًا مَا كَانَ  
 يَكُنَّ وَاحِدًا لَمْ يَخْصُهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ يَمِينًا ۝ بیشک اللہ تعالیٰ کے نانے یعنی ایک کم سو  
 نام میں جس نے اُن کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ مَلِكٌ  
 یعنی اپنی سلطنت کا بلا شرکت غیر ہی بادشاہ ہے۔ نہ اُس کا کوئی وزیر ہے۔ نہ شیر آسمان  
 جو زمین اور اُن کے درمیان کی سب چیزیں اُسی کی ملک ہیں۔ قُدُّوسٌ پاک اور  
 منزہ ہے۔ اُس کی صفات قدس تشبیہ کے میل اور تعطیل کی کدورت سے آلودہ نہیں  
 ہیں۔ سَلَامٌ اسی کی طرف مسلمانوں کا اسلام اور متوکلوں کی تسلیم رجوع کرتی ہے۔ اور  
 قیامت کے روز اپنے خاص بندوں کو سلامت رکھے گا۔ مُؤْمِنٌ اپنے بندوں کو اپنی  
 رحمت کے ساتھ امان دیتا ہے اور وہ اُس کی وحدت میں قرار پکڑتے

ہیں اور وہ اُن کو اپنے کلمہ اور رحمت کی نعمت کے ساتھ اُمن دیتا ہے۔ مُہمَّقِنٌ  
 یعنی بنناہ دینے والا ہے۔ دل اُس کی مغفرت کی تمنا کرتے ہیں۔ جَحَنُ نُوْ غَالِبِ ہے  
 اُس کے کہ نہ جلال کو خیال باندھنے والوں کے وہم نہیں پہنچ سکتے اور نہ حیرت کرنیوالوں  
 کے فہم اُس کو پاسکتے ہیں۔ اور نہ اُس کی عزت گہان کرنیوالوں کی ضمیر میں ہما سکتی  
 ہے۔ جَبَّارٌ ہے ظالموں کی گردنیں توڑنے اور مسلمانوں کی سستہ ذلی کا جبر لقمہ  
 دینے کے واسطے متکبر مغزی عزت کفاروں کے ذلیل کرنے اور متکبر فاسقوں کو خواہ  
 کرنے کے واسطے۔ خالِقٌ ہے۔ جو کچھ پیدا کیا ہے۔ اُس کا۔ اور جو پیدا کریگا۔ اُس  
 کا بھی اسی نے مادہ اور صورت اور آلہ اور زمان اور مکان کو پیدا کیا ہو۔ پس وہ خالق ہی  
 ہر چیز کا خلق اور امر میں کوئی اُس کا شریک نہیں ہے باری ہے زمین میں تخم اور  
 رحم میں نطفہ کو ڈالتا ہے۔ اور پھر اُس نے روئیدگی اور پھل پھلاری لکھاتا ہے۔  
 مصمور ہے رحم کے اندر جیسی چاہتا ہے۔ صورتیں بناتا ہے بغیر تدبیر اور تامل اور  
 کسی پہلے نمونہ کے عفار ہے مومنوں کے گناہ بخشتا ہے۔ اور گنہگاروں کے سزوں  
 پر اپنی مغفرت کا منہ فرمے خود پہناتا ہے (تاکہ عذاب سے محفوظ رہیں) قہار۔ اپنے  
 شرک بندوں پر تہ کرتا ہے۔ یعنی اُن کے اعمال کے بدلہ ان کو عذاب کرتا ہو اور مومنوں  
 کے گناہوں کو اُن کی توبہ اور اپنی رحمت کے سبب سے بخش دیتا ہے۔

وَهَابٌ بخشندہ ہے بغیر کسی غرض کے دیتا ہو۔ اور بغیر کسی معاوضہ کے عنایت کرتا  
 ہے۔ جسکو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔

رَزَّاقٌ رزق دہندہ ہے تمام حیوانات اور حشرات کو رزق اور گل اُن کی ضرورت  
 کی اشیا پہنچاتا ہے۔ اور وہ کو وہ کھلاتا ہے۔ خود نہیں کھاتا۔ اور جس کو چاہتا ہے  
 بے حساب رزق دیتا ہے۔ چنانچہ اُس کا فرمان ہے۔ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُحَدِّثُونَ  
 لَدُنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْ لَدُنْكُمْ يُعَذِّبُكُمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَالْجِبَالُ وَالْجِبَالُ وَالْجِبَالُ  
 کے جاتے ہو پس قسم ہے آسمانوں اور زمین کے رب کی یہ بات بالکل حق ہے۔

فَتَّاحٌ رحمت کے دروازے اُس کے اہل پر کھادہ کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہو



آسمان کے اور جنت کے دروازے کھولتا ہے۔ اور اپنے بندوں کے دلوں کو اپنے ارادہ  
 کے ساتھ مفتوح فرماتا ہے۔ عَلَیْہِ اِس کی طرف ہم پہلے ہی اشارہ کر چکے ہیں۔ قَابِضٌ  
 بَاسِطٌ۔ تنگی کرتا ہے۔ اور فراخی کرتا ہے رزق کی جس کے واسطے چاہتا ہو۔ اور دلوں  
 کو بھی قبض و بسط کرتا ہے۔ چنانچہ اسی کے ارادہ سے دلوں میں قبض و بسط پیدا ہوتا ہو  
 حَافِظٌ ہر چیز کی اُس کی جگہ میں نگہداشت اور حفاظت رکھتا ہے۔ اور زندگی کی  
 زندوں کے واسطے حفاظت کرتا ہے۔ اور اپنے ذکر کا بھی محافظ ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے  
 اِنَّا لَنَحْنُ نَزَّلُ الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ یعنی ہم ہی نے ذکر کو نازل کیا۔ اور ہم ہی اُسکے  
 محافظ ہیں۔ کَرِیْمٌ ہر ایک شے کا اُس کی مقصد کی طرف بلند کر نیوالا اور اُس کی انتہا  
 تک اُس کو پہنچا نیوالا ہو حَافِظٌ جب کا نیوالا ہو اُن کو جھکا تا ہو اور وہی اُٹھاتا ہو  
 مُعِزٌّ مُذِلٌّ سرکش مشرکین کو ذلت دیتا ہے۔ اور مسکین اور منکسر المزاج مومنوں کو  
 عِزّت دیتا ہے۔ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ۔ اِس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ حَکْمٌ عَدْلٌ قِیَامَت  
 کے روز لوگوں کا فیصلہ کریگا۔ اور جو حکم لگائیگا وہ انصاف کا ہوگا۔ اور فرمایگا۔ الْیَوْمَ  
 نَجْزِیْ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ اِنَّ اللہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ آجکے دن ہر  
 نفس کو اُن اعمال کا بدلہ دیا جائیگا۔ جو اُس نے کسب کیے ہیں۔ آج کے دن ظلم نہیں  
 ہے۔ بیشک خدا جلد حساب لینے والا ہے۔ لَطِیْفٌ اپنے بندوں پر اپنا قرب عنایت  
 کرنے میں مہربان ہو۔ خَبِیْرٌ ہر چیز سے خبردار ہے۔ اُسکے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔  
 حَیْکُمْ علم والا ہے۔ متلون مزاج نہیں ہے کہ کافروں کے کفر و فسق سے جلدی اسکو قصہ  
 آجائے یا مومنوں کے ایمان سے خوشی کے بلبلے پھولانے سمائے عَظِیْمٌ اِس قدر  
 بزرگ ہے کہ اُس کے ملک میں سے کوئی چیز اُس کی گنجائش نہیں رکھتی اور نہ اُس  
 کی مخلوقات میں سے کوئی چیز اُس میں تفرقہ ڈال سکتی ہے۔ عَفُوٌّ بَرِّیْ عَفْرَتٌ والا  
 ہے۔ اُس کی مغفرت کے آگے بندوں کے گناہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ شَکُوْرٌ تھوڑی سی  
 عبادت بھی جو حضور قلب سے ہو قبول کر لیتا ہے۔ اور طاقت سے زیادہ بندوں  
 کو تکلیف نہیں دیتا۔ عَلِیْمٌ اپنی تمام مخلوقات سے بلند ہے۔ اور بلندی سے بھی بلند ہے

اس کے اوپر کوئی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مقداریں اس کو قطع کر سکتی ہیں نہ حدود اس کو  
 احاطہ کر سکتی ہیں۔ حقیقت چھوٹے بڑے سب کی حفاظت کرتا ہے حقیقت ایک  
 کام اس کو دوسرے کام سے روک نہیں سکتا حسیب اس کا علم سب چیزوں کو  
 گھیرے ہوئے ہے۔ جلیل اس کے احکامات اس کی مخلوق میں با عظمت ہیں۔  
 عجیب بے حسنیوں اور مضطربوں کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ وایسے تمام معلومات اس  
 کے اندر ہے۔ اور اس کی ذات کے واسطے کوئی جگہ گنجائش نہیں رکھتی۔ جیکر ہر کام کو  
 پرستی سے کرتا ہے۔ اور ہر چیز کی حقیقت سے واقف ہے۔ وودود بندوں سے قریب ہے  
 اور ان کو اپنا مقرب بناتا ہے۔ عجیب بندوں کے ساتھ مہربانی اور محبت کرنے سے  
 اس کو کوئی فائدہ نہیں بغیر کسی غرض کے عنایت کرتا ہے۔ باعث پوشیدہ  
 چیزوں کو باہر لاتا اور ظاہر کرتا ہے۔ اور مردوں کو قبروں سے زندہ کر کے نکالے گا۔  
 شہید اپنے قول و فعل پر اپنا گواہ ہے۔ اور بندوں کی ہر حالت کا نگراں ہے۔ متین نہنگ  
 کی ربوبیت میں کچھ خلل پر سکتا ہے۔ نہ اس کی عزت پر بٹا سکتا ہے۔ وائی مومنوں  
 سے رحمت کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے۔ عجیب بندوں کی عبادت بجالانے پر تعریف کرتا  
 ہے۔ اور شائبہ کرتا ہے۔ محض ہر چیز کے شمار اور اندازہ کرنے کی قدرت رکھتا  
 ہے۔ کوئی چیز اس کے اندازے سے خارج نہیں ہے صمدی و معید چہروں کو اس  
 نے عدم سے پیدا کیا ہے۔ اور پھر ان کو اس طرح معدوم کر دیا جیسی کہ وہ پیدا ہونے سے  
 پہلے تھیں۔ جب وہ پیدا کرتا ہے۔ تو اس کی ذات میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ اور جب فنا  
 کرتا ہے۔ تب کوئی تغیر نہیں آتا۔ محض اپنے علم سے چیزوں کو زنجیر کرتا ہے۔  
 رعیت اپنے قہر سے زندوں کو مار ڈالتا ہے۔ حق اس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ قیوم  
 تمام چیزیں اس کے ساتھ قائم ہیں۔ اور وہ بحرانی ذات کے کسی چیز کے ساتھ قائم  
 نہیں ہے ماحد۔ اس کا بھی ذکر گذر چکا ہے۔ واحد کسی چیز کو گم نہیں کرتا۔  
 واحد اس میں کثرت نہیں ہے۔ صمد بے نیاز ہے۔ کسی کا محتاج نہیں قادر اس  
 کا ذکر بھی پہلے گذر چکا ہے۔ مقتدر اپنے قدرت اس کی ذاتی صفت ہے کہیں



اور سے اُس نے حامل نہیں کی مَقْدَم نیک بختوں کو مہربانی کے وقت مقدم رکھے گا۔  
 مُؤَخَّر بختوں کو پیچھے رکھے گا۔ اَوَّل اُس کی ابتدا نہیں ہے۔ اَخِر اُس کی انتہا نہیں ہے۔  
 ظاہراً بالکل ظاہر ہے۔ اُس میں کچھ شک نہیں۔ باطناً پوشیدہ ہے۔ جو اُس  
 اُس تک گزرنیں کر سکتے۔ یوں عارفوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا ہے۔ تَوَاتُر گنگا  
 کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور گناہ سے باز آنے کی اُن کو توفیق دیتا ہے۔ مُتَتَفَرِّق و شَمْل  
 سے بدلہ لیتا ہے۔ اور ان پر تھرتھاتا ہے۔ عَقُو نیکوں کی خطائیں معاف کرتا ہے۔  
 رُءُوف اپنے بندوں پر مہربان ہے مَالِکُ الْمُلْکِ ذُو الْجَلَالِ وَ الْکَرَامِ  
 والی اپنی ولایت اور سلطنت میں تصرف کرتا ہے۔ مُتَعَالِ بلند ہے کوئی اُس کی طرف  
 چڑھ نہیں سکتا۔ مُقْسِط ہر کام عدل و انصاف کے ساتھ کرتا ہے۔ جَمَاعِ اُس کی جمع  
 کی ہونے چیزیں پریشان نہیں ہو سکتیں غُنی اُس کی تو نگرہی اور بے پرواہی کی اتہا  
 نہیں ہے۔ مُعْنٰی بخشش کرنے سے تھکتا ہے۔ اور نہ فقر و فاقہ اُس کے پاس  
 گزرے۔ دَافِعُ حُدُودِ اورد حدود اور صفات مخلوقات کو اپنی ذات پاک سے دفع کرتا  
 ہے۔ نُوْرُ اِنے مخلوقات کا اپنی ایجاد کے نور سے روشن کرنے والا اور عدم کی ظلمت سے  
 ان کو نکالنے والا ہے۔ ضَاہِ اُس کے ساتھ کفر و شرک کرتا ہے۔ اُس کو نقصان پہنچانے  
 والا ہے۔ نَافِعُ اُس کے ساتھ ایمان لاتا ہے۔ اور اُس کی توجید پر یقین رکھتا ہے اُس  
 کو نفع پہنچاتا ہے۔ هَادِ اہل قبول کے واسطے اپنے عرفان کی طرف ہدایت کرنے والا  
 بَکِیْعُ آسمان و زمین اور اُن کے اندر کی سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ یَاقِ  
 مخلوقات کو فنا کر کے خود باقی رہنے والا ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَاِنٌ وَ یُعْیِ وَجْہُ  
 رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْکَرَامِ وَ اَرِثْ مخلوقات کے فنا کرنے کے بعد آسمان  
 و زمین کا وارث ہے۔ اور پھر آسمان و زمین کے پیٹ لینے کے بعد اپنے نفوذ کا وارث  
 ہے۔ کَشِیْدُ اپنے دوستوں کو رشد یعنی ہدایت اور نیک بختی عنایت کرتا ہے۔ تاکہ  
 اُس کو جیسا کہ چاہیے پہنچائیں صَبُوْرُ جاہلوں کی اذیت اور جفا پر صبر کرنے  
 والا ہے۔ حَالَاکُ اُن کی جفا کا کوئی ضرر اُس کی ذات کو نہیں پہنچتا۔

ان اسماء کی تفصیل ہے جو شمع میں وارد ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ ان میں سے انھائیں نام اسماء ذات ہیں اور انھائیں اسماء صفات ذاتی ہیں۔ اور چالیس اسماء صفات الفضل ہیں۔ ان اسماء میں سے ہر اسم کی تفصیل بہت طویل ہے جس میں اس کے کے اشتقاق اور معانی کی تفصیل اور محال اور مدارج اور تاویلات اور صورتوں اور اشکال کو بیان کیا جائے اس مختصر کتاب میں ان کی گنجائش نہیں ہو جیسے سب کو معلوم کر لیا۔ اس پر اسماء کی شرح اور ان کے معانی کا معلوم کرنا بہت آسان ہو و اللہ اعلم السماوات المستغنی کا دعویٰ ہمارا و الذین یلحدون فی اسمائنا ھیتیرکم اللہ یوم الھیکامہ و سیکھن یرم یوم التدامہ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی واسطے اسماء حسنی ہیں پس ان کے ساتھ اس کو پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں میں الحاد اور کفر کرتے ہیں۔ ان کو چھوڑ دو عنقریب وہ ان کو اس کی سزا قیامت کے روز جو ندامت کا دن ہے۔ دیگا۔

ان تناوئے ناموں میں سے اکثر نام کتاب اللہ میں پائے جاتے ہیں۔ میں نے ایک کتاب دیکھی ہے جو میرے ایک دوست کی تصنیف ہو۔ اس میں انہوں نے کچھ اور ڈر ٹھہرا نام ذکر کیے ہیں۔ اور ہر نام کی شہادت میں قرآن شریف کی ایک آیت بھی پیش کی ہے غرضیکہ یہ کتاب انہوں نے نہایت ہی عمدہ لکھی ہو۔ صفات باری میں سو بہت سی صفتیں اس کے ناموں سے پہچانی جاتی ہیں۔ اور بہت سے اسماء اس کے علم اور قدرت اور کلام اور سمع و بصر پر دلالت کرتے ہیں جیسے خیر حکیم حسیب علیم وغیرہ اور بعض اسماء کلام پر دلالت کرتے ہیں جیسے قایلین باسط۔ معطی۔ رحیم۔ غفور۔ رحیمی۔ مہیت۔ مادی۔ رشید وغیرہ اور بعض سمع پر دلالت کرتے ہیں جیسے سمع مجیب وود۔ قریب سلام وغیرہ۔ اور بعض بصر پر دلالت کرتے ہیں جیسے رقیب۔ حفیظ۔ وکیل۔ کفیل۔ ذی البیضاء۔ والی۔ اور بعض اسماء قدرت پر دلالت کرتے ہیں جیسے خالق۔ رازق۔ جبار۔ منار۔ مانع۔ صور۔ شکور۔ ان کے علاوہ باقی اسماء اس کے افعال پر دلالت کرتے ہیں جیسے صانع باری۔ دیاب۔ مقدم۔ مؤخر وغیرہ اسماء قدرت سے مستخرج ہیں۔ اور صفات سمع و بصر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور یہ صفتیں صفات کلام سے مستفید ہیں اور کلام علم میں مستقر ہے۔



اور علم اس کا اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے۔ اور وہ ہر چیز کے ساتھ علم رکھتا ہے۔  
اب اسے حریص طاب بچھ کو اسماء و صفات میں فرق بھی معلوم کرنا چاہیے۔ کہ کس جگہ کس  
کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور کس جگہ دونوں بولے جاتے ہیں۔ اسماء سے مراد وہی صفات ہیں  
کیونکہ موصوف اور مسمیٰ ایک ہیں۔ جو چیز بمنزلہ اسمیٰ ہیں۔ مگر متکلمین کے نزدیک  
اسم اور مسمیٰ ایک ہے۔ مگر تسمیہ اسم سے جدا ہے۔ اس واسطے کہ اسم مسمیٰ کے لیے بمنزلہ  
صفت کے ہے واسطے موصوف کے اور صفت موصوف سے جدا نہیں ہوتی۔ اسی  
سبب سے اسم سے جدا نہیں ہوتا۔ پس اسم مسمیٰ کے ساتھ اور تسمیہ مسمیٰ کے ساتھ  
مثل صفت کے ہیں اسم موصوف کے اور وصف کے ساتھ و وصف کے پس وصف  
بمنزلہ تسمیہ کے ہیں۔ اور صفت بمنزلہ اسم کے پس تسمیہ اگرچہ اسمیٰ میں متعدد ہوتا ہے۔  
مگر مسمیٰ کی ذات ایک ہی ہوتی ہے۔ اور اوصاف یا صفات میں متعدد ہوتے ہیں۔ مگر  
موصوف کی ذات ایک ہی ہوتی ہے۔ جب تم اس نکتہ کو سمجھ گئے۔ اور تم نے جان لیا۔  
کہ صفات باری نہ ذاتی ہیں نہ معنوی ہیں۔ نہ غیر قدیم ہیں۔ پس جانو کہ کلام خداوند تعالیٰ کی  
قدیمی صفت ہے جو اس کی ذات سے جدا نہیں ہوتی مگر اس کا کلام مثل کلام مخلوقات  
کے نہیں ہے یعنی میں نے آواز ہے نہ حروف ہیں نہ آواز ہے نہ نغمہ ہے۔ وہ ممکن کمال ہے۔  
اس کے ظہور علم کے لئے اس کے مقنیات معلوم ہیں۔ وہ اسباب جن سے کلام  
کے معنی لفظ اور قول میں ظاہر ہوتے ہیں وہ سب کون کو چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان  
باتوں سے بالکل منزہ ہے۔ اسی طرح سب صفات کو سمجھنا چاہیے۔ تاکہ مشرکین کے  
شبہوں سے نجات میسر ہو کہ ہدایت والوں کے زمرہ میں داخل ہو جو غیب پر ایمان  
رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ خدا نے ان کو دیا ہے۔ انہیں سے خیرات پانتے ہیں۔

دوسری فصل  
صفات کے متعلق اور زیادہ تحقیق کے بیان میں  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلِ ادْعُوا اللہَ اَوْ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیُّمَا تَدْعُوا فَاِنَّہٗ

الْأَسْمَاءُ الْمُتَشَبِّهَاتُ وَلَا يَجْهَرُ بِصَلَاةِكَ وَلَا تَخْتَلِفُ بِهَا وَأَبْنَيْتَ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا رَكَدُو  
 اے رسول کہ اے لوگو! اللہ کو پکار دیا رحمن کو سارے اچھے نام اُسی کے ہیں۔ اور تم  
 (اے رسول) اپنی نماز کو نہ بہت پکار کر بلند آواز سے پڑھا کرو نہ بہت آہستہ سے۔ بلکہ  
 اس کے درمیان میں رستہ ڈھونڈ لو۔ معلوم ہوا کہ ربوبیت الہیت سے نیچے ہے اور  
 الہیت عزت سے نیچے ہے اور عزت وحدت سے نیچے ہے۔ اور وحدت ہوتیت سے  
 نیچے ہے۔ عاقل توحید کی حقیقت پر نہیں پہنچتا۔ تاکہ صفات کے مدارج پر ترقی کرے  
 بلکہ یہ محابطہ اسمی کی طرف منحط ہو کر ان کے حقائق اور اطلاقات اور محامدے واقف ہوتا  
 ہے۔ کیونکہ ہر اسم کے لیے ایک خاص معنی ہیں۔ اور اُس اسم کا سٹے پر اُسی وقت اطلاق  
 ہوتا ہے۔ جب وہ معنی اُس پر صادق آتے ہیں چنانچہ اسم خالق کا اطلاق خلق کے ظہور  
 سے پہلے جائز نہیں۔ اور نہ رازق کا اطلاق حصول رزق سے پہلے جائز ہے۔ کیونکہ  
 اگر یہ کیا جائے کہ خداوند تعالیٰ ازل الازل اور ابد الابد سے خالق اور رازق ہے۔ تو رزق  
 اور خلق دونوں قدیم ہونگے اور مخلوقات کی قدامت لازم آئے گی۔ پس اس سے معلوم ہوا۔ کہ  
 جب سے خلق ہوئی ہے جب ہی سے وہ خالق ہوا۔ اور جب سے رزق دیا تب سے  
 رازق ہوا علیٰ ہذا القیاس صفات لطف و قہر اور صبر اور غفران ہیں۔ یعنی جب سے یہ افعال  
 اُس سے صادر ہوئے جب ہی سے ان اسماء کا اُس پر اطلاق ہوا۔ اسی طرح اسم رب کو  
 سمجھنا چاہیے۔ کہ اس کا اطلاق بھی مَرْتُوب کے حصول کے بعد ہوتا ہے۔ اور اس اسم  
 رب کا اطلاق ذات باری اور دیگر چیزوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ اور نیز یہ جائز نہیں ہو  
 کہ ان اسماء کا اطلاق ازل اور ابد کیا جاوے کیونکہ اسم رب مشتق ہو۔ سَرَابٌ رُؤْبٌ دَبْطٌ  
 فَمَوْرَابٌ وَذَلِكَ مَرْتُوبٌ ہے۔ اور اس سے بھی کُلٌّ مِنْ یُرْبُ یَسْبُ اَیْکُمْ مَ فَمَوْرَابٌ  
 ذَلِکَ الشَّیْءُ مَرْتُوبٌ یعنی جو شخص جس چیز کی پرورش کرتا ہے۔ وہ اُس چیز کا اکرام کرتا ہو  
 پس وہ اُس چیز کا رب ہے۔ اور وہ چیز اُس کی مَرْبُوب ہے۔ اور حدیث شریفہ میں وارد  
 ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مِنْ أَمَارَاتِ الشَّاعَةِ أَنْ تُلْجَلَ الْأَمَةُ  
 رَبًّا لِمَا كُنْتَ قِیَامَتِ الْبَیِّنَاتِ میں یہ بات ہے کہ لونڈی اپنے آقا کو چنے یعنی جب



لوندی کا آقا اس سے ہم بستر ہوگا اور وہ اپنے آقا سے لڑکی جنے گی۔ تو یہ لڑکی چونکہ آقا کے  
نطفہ سے ہے۔ لہذا اپنی ماں کی بھی آقا ہوگی، اور باپ کو بھی بیٹے کا رب کہتے ہیں۔  
اور آقا کو غلام کا رب کہتے ہیں پس اس حساب سے عقل کل نفس کل کی رب ہے۔  
اور آفتاب رزق کا رب ہے۔ اور رزق نہات کی رب ہے ۛ

ربوبیت کا درجہ الہیت سے نیچے ہے۔ کیونکہ رب مروب کو چاہتا ہے۔ اور اللہ بندہ کا  
محبت سے کار ہے جو شخص کسی پرورش کرتا ہو اسکو بھی رب کہہ سکتے ہیں۔ مگر اللہ نہیں  
کہہ سکتے جب تک کہ وہ مروب سے پرستش نہ کرانے۔ اس وقت اسکو اللہ کہینے پر اس  
الہیت ربوبیت سے اوپر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر اللہ رب ہے۔ اور ہر رب اللہ نہیں  
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی رب ہے تمام آسمانوں کا  
اور زمین کا۔ اور اسی کا فرمان ہے۔ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً  
یعنی وہی اللہ جس نے زمین کو تہا سے واسطے جائے قرار و مسکن اور آسمان کو سقف  
مرتفع و وسیع و بلند فرمایا ہے۔ اور اسی کا فرمان ہے۔ هُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي  
الْأَرْضِ رَحْمَةٌ یعنی وہی ذات پاک معبود برحق ہے جو آسمان میں اللہ اور زمین میں بھی  
اللہ ہے۔ پس اسم رب اس ذات پر وقع ہوتا ہے جس کے مروب ہوں اور اسم اللہ اس  
ذات پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ جس کے بندے ہوں۔ مگر ہوت الیت اور ربوبیت سب  
سے اوپر ہے۔ توحید میں اس طرح نہیں کہا جاتا اللَّهُ هُوَ اور رَبُّ هُوَ بلکہ یوں کہا جاتا  
ہے۔ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ تاکہ ربوبیت اور الیت دونوں کی تعریف لفظ ہو  
میں حاصل ہو جائے۔ اور ہو کی تعریف اسم ربوبیت اور الیت کے ساتھ جائز نہیں  
ہے۔ پس وہ ہو ہے۔ اِلَّا اور اِذَا اپنی ذات اور وحدانیت کے ساتھ اور وہ رب  
ہے۔ اپنی مخلوقات کی حاجات کا اور اللہ ہے۔ اس لیے کہ اس نے اپنی مخلوقات سے  
پرستش کرائی ہے۔ پس وہ ہوت ہے اللہ اور رب کی کیونکہ وہ اپنی ربوبیت اور الیت  
کے ساتھ رب ہے۔ یہ نکتہ ایسا باریک ہو کہ اس کا انکشاف اسی قلب پر ہوتا ہے  
جس کو خداوند تعالیٰ نے اپنے نور سے معمور کر دیا ہے۔ اور رحمت اور رافت اور رضا

اور لطف اور تربیت اور رزق اور بسط اور عفوان اور غفویہ سب ربوبیت کے لواحق اور  
 اوصاف میں سے ہیں۔ اور قہم اور غضب اور رفع ادا اخذ اور قبض اور حساب اور منع  
 اور دفع یہ سب الہیت کے اوصاف اور لوازم ہیں سے ہیں۔ اور ربوبیت اور وحدانیت  
 اور علم اور قدرت اور خلق یہ سب ہوت کے لوازم میں سے ہیں حقیقت محضہ ہی ہوت  
 ہے پھر اس کے بعد الہیت ہو پھر ربوبیت ہو۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی ہوت کے ساتھ  
 اپنی ذات کا عاشق اور اپنی ذات ہی کا معشوق ہو۔ اس کی اپنے سوا اور کی طرف نظر نہیں  
 ہے اور نہ اس سے محبت ہے۔ وہ بندوں کا محبوب الحق تھا رجبا متکبر یغفل یا نسا اور حکم  
 کر بری ہے اور پھر وہ اپنے ربوں کے ساتھ جو باطل مایہ اور بے دست و پا ہیں۔ رب بر  
 لطیف رحیم رحمن غفار ستار ہے گناہ اور کی اور کفر اور ایمان اس وقت ہو جب  
 اس کی الہیت پر نظر کی جائے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ یَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي  
 خَلَقَكُمْ اور فرماتا ہے یَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ  
 اور فرماتا ہے مَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ مَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ  
 اور فرماتا ہے قَوْلِكَ لَسْتُ لَهُمْ رَحِيمٌ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ فَاصْبِرْ بِمَا تَوَمَّرُوا عِندَ  
 عَنِ الْمَشْرِكِينَ اور فرماتا ہے مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي الرَّحْمَنِ عَيْدٌ  
 لَقَدْ أَخْطَأْتُمْ وَعَدَّ قَوْمٌ حُدًّا وَظَلَمُوا أَمْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرَّهَادٌ اور فرماتا ہے لَقَدْ أَسْرَعَتْ  
 لِكَيْلَ عَمَلِكُمْ وَلِتَكُونُوا مِنْ الْخَائِصِينَ بِإِلَهِ اللَّهِ فَاعْبُدْهُ وَلَنْ تَرَى الشَّاكِرِينَ  
 اور فرماتا ہے وَلَوْلَا أَنْ مَتَّعْنَاكَ لَقَدْ كُنْتَ تَرْكُنَ إِلَهُمْ فَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا كُنَّا  
 ضَعْفُ لِحَيَاتِهِ وَمِنْ عَفْ السَّاعَةِ اور فرماتا ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرِبْ مَثَلًا فَاذْكُرُوا لَهُ الْآثَاتِ  
 الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَعَلَ آلَهُ فَإِنَّهُمْ لَكَابِتٌ  
 فَيَسْأَلُونَكَ لَسْتُمْ تَقْنُونَ وَمِنْهُمْ ضَعْفُ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ  
 ترجمہ رات کا یہ ہے۔ اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔  
 اے لوگو اپنے رب سے تقویٰ کرو بیشک قیامت کا روز بہت بڑی چیز ہے۔ جو شکر  
 کرتا ہے وہ اپنے ہی واسطے شکر کرتا ہے کیونکہ اس شکر سے اُس کو زیادہ نعمت کا



فائدہ پہنچتا ہے اور جو کوئی کفرانِ نعمت کرتا ہے۔ پس بیشک اس بے پناہ تعریف کیا گیا ہے (اس کے کفران سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا پس قسم ہر تیرے رب کی ہم ان سب ان کے اعمال کا ضرور سوال کریں گے) اے رسول تم کو جو کچھ حکم کیا گیا ہے اس میں مشغول رہو۔ اور مشرکوں کی طرف سے موندہ پھیر لو۔ آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ خدا کے سامنے بندہ (و بے چارہ) ہو کر آئیوا لائے۔ بے شک اس نے ان سب کو گن گن کر جان لیا ہے۔ اور شمار کر لیا ہے۔ اور سب اس کے حضور میں قیامت کے روز تنہا حاضر ہونگے۔ اگر تو نے اس کے ساتھ شرک کیا تو جان لے کہ تیرے اعمال ضبط ہو جائیں گے۔ اور تو نقصان والوں میں سے ہو جائیگا۔ بلکہ تجھے کو لازم ہے کہ خدا ہی کی فقط عبادت کرو اور شرک گزاروں میں سے نہ جا۔ اور اگر تم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے۔ تو بیشک تم بھی ان (کافروں) کی طرف تھوڑے تھوڑے جھک جاتے اور اس وقت تم تم کو زندگانی اور موت کا دگنا عذاب چکھاتے۔ اے لوگو ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ اس کو (ذرا غور سے) سنو جن کی تم خدا کے علاوہ پرستش کرتے ہر انہوں نے ایک مکھی ایک پیدا نہیں کی اور اگر مکھی ان سے (ایک ذرہ) چھین کر لے جاتی ہے۔ تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔ اور خدا کی قدر جیسی کہ چاہیے یہ لوگ نہیں کرتے۔ اس قسم کی سب آیتیں آیت سے نازل ہوئی ہیں۔ جب کہ اس نے اپنی ربوبیت کی طرف نظر کی۔ اور فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِعَوْمٍ يُحِيثُهُمْ وَيُجْزِيهِمْ** اور فرماتا ہے **إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ** وَ **إِنَّهُ لَعَقُورُ الرَّحِيمِ** اور فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ بِالْكُفْرِ الَّذِي خَلَقَكَ** اور فرماتا ہے۔ **كُتِبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ** اور یوسف علیہ السلام سے حکایت کر کے فرماتا ہے۔ **رَأَى رَبِّيَ لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ**۔ **رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَعَلَّمْتَنِي مِمَّنْ تَأْوِيلُ الْأَحَادِيثِ** مَا ظَلَمَ السَّنُونَ وَالْأَرْضِ فَنَسْتَدْعِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ **تَوْفِيقٌ مِّنَّا وَمُخِيطٌ بِالصَّبَاحِ وَالْعِشَاءِ** اور فرماتا ہے **رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ** دیکھا کہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول نقل فرماتا ہے۔ **رَبِّ هَبْ لِي مَلِكًا لَا يَنْبَغِي**





کاخلاف نہیں کرتا۔ اے رب ہمارے ہمارے دلوں کو ہدایت کرنے کے بعد ٹیڑھانہ کیجیو۔ اے  
 رب ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا ایمان کی طرف پکار رہا ہے۔ پس ہم ایمان لے آئے  
 اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے ہیں۔ چکو گواہوں میں لکھو۔ اے ہمارے پروردگار ہم  
 کو دنیا میں بھی میلی دے اور آخرت میں بھی نیکی دے۔ اے پروردگار بیشک تو نے جس کو  
 دوزخ میں داخل کیا ہے۔ اس کو ذلیل اور خوار کر دیا ہے۔ پروردگار مجھ کو توفیق دے  
 کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ کو اور میرے باپ کو دی ہے۔ اے ہمارے  
 پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے۔ تو چکو مٹاؤ نہ کیجیو۔ اور نہ ایسا جو چھ  
 ہم پر لکھیں جس کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ چکو معاف کیجیو اور ہم کو بخش دیجیو اور ہم پر رحم  
 کیجیو۔ تو ہمارا مولائے اور کامل کے مقابلہ میں ہماری مدد کیجیو۔

اس چیز کے ساتھ جو کہ غافل فرمائی اور فیہ رسول کی پیروی ملکی ہے

پس اس قسم کی سب آیتیں ربوبیت سے ناا دل ہوئی ہیں اور ان آیات میں رب کی  
لئے ربوب کے ساتھ مہربانی کا بیان ہے۔ اور اپنی ہویت اور احدیت کی طرف نظر  
کئے قرآن ہے۔ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
لَهُ الْقِيَمَةُ وَأَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ هُوَ الْوَلَدُ وَالْأَخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ لَا تَدْرِكُهُ  
الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ لَيْلَ ذَلِكَ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ وَعَنْتِ الْوَجْهَ  
لِلْقِيَمَةِ فَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

ہو ہی اس کی ہویت ہے۔ وہی احدی۔ یہوم

حق حق ہے۔ فرمایا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ توحید ان آیات کا ہے۔  
گو ایسی ہی ہے اللہ نے کہ نہیں ہے معبود مگر وہ۔ خالق ہر چیز کا نہیں ہے۔ معبود  
مگر وہ۔ نہیں ہے معبود مگر وہ زندہ اور قائم ہے۔ جان کو کہ نہیں ہے معبود مگر وہ۔ وہی  
اقل ہے وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ نگاہیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں  
اور وہ نگاہوں کو دیکھتا ہے۔ آج دن کس کی سلطنت ہے اللہ کی جو واحد اور قہار  
ہے۔ اور جھک گئے مومنہ خدا زندہ و پاییدہ کی بارگاہ میں پس برتر ہی اللہ جو حقیقی بادشاہ  
ہے۔ نہیں ہے معبود مگر وہ۔ اللہ ہے عرش کا۔

پس اس قسم کی سبائیتیں ہویت اور احدیت سے نازل ہوئی ہیں ۵

قرآن میں اقسام پر مثال نازل ہوا ہے ایک قسم اس کی ذات پر دلالت کرتی ہے۔ اور ایک قسم صفات پر اور ایک قسم افعال پر دلالت کرتی ہے۔ پس مرجع ربوبیت کا اور منبع الہیت کا حقیقت ذات یعنی ہویت اور احدیت ہو۔ اور فرقان کریم ان تینوں اقسام پر مثال نازل ہوا ہے۔ ہوا اور اصل پہلے جس صفت سے موصوف ہوتا ہے۔ وہ صفت الہیت ہے پھر اس کے بعد ربوبیت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صفات کی اصل الہیت ہے اور اسماء کی اصل ربوبیت ہے کل اسماء کا اشتقاق رب سے ہے۔ اور کل صفات کا استخراج اسماء اور اس سے اور وہ حال و جمال کے مجاہدوں میں پوشیدہ ہو۔ جو الہیت اور ربوبیت سے اسپر پڑے ہوئے ہیں جن میں سے ایک عزت کی نار اور دوسرا رحمت کا نوبہ ہے۔ اور ان کے علاوہ جس قدر باقی اسماء و صفات ہیں۔ وہ ان دونوں مجاہدوں کے اوپر نقش و نگار ہیں۔ جو شخص ان مجاہدوں پر نظر ڈالتا ہے صفات کی آیات اور اسماء کے آثار اس کے سامنے آتے ہیں۔ اور جو مجاہد سے پرے نظر ڈھکتا ہے۔ وہ الہیت اور ربوبیت سے اوپر حق واحد کو پہچان لیتا ہے اور اختیار کی غلامی سے چھٹکر پردہ کی ذلت سے نجات پاتا ہے۔ یہ نہایت ہی عجیب حکمت ہے جس نے اس کو سمجھا وہ مؤید من اللہ ہے۔

اے طالبانِ حقیقت ذات و صفات جانو اور پھر خوب جانو۔ کہ ذات وہ ہے کہ جس کے لفظ و شلہ نہ جس سے عبارت ہو مگر اسی قدر کہ یہ کہا جائے ہو تو اجماع الحق بمنہ منطبق اور صفات میں تشدد و نہیں ہو کر ان سب کی اصل دو صفتیں ہیں۔ ایک الہیت اور دوسرے ربوبیت باقی سب صفتیں انہیں کے اندر ہیں۔ الہیت کی صفت نے عقل کو مجاہد بنایا اور ربوبیت کی صفت نے نفس کو مجاہد بنایا۔ نفس مرہوب ہے۔ صاحب حق کا۔ اور عقل محق منطبق ہو محض کے پاس ہے۔ ان سب مراتب کو خوب سمجھو اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور شہادت کو پوشیدہ نہ کرو اور نہ

۱۔ انبیاء جمع غیر کی ہو۔ یعنی فیض اسماء کی غلامی سے آزاد ہونا ہو ۱۲



خدا کے مکر سے امن میں رہو۔ اور سب کے سب خدا کے حضور میں تو پیکر و اور اپنے  
 ریکے مغفرت مانگو بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ اگر کو تم پر برستا ہوا بھیجتا ہے۔  
 اور مال و اولاد کے ساتھ تنہا رہی ادا کرتا ہے۔ اور تمہارے واسطے بارخ اور نہریں بنانا  
 ہے۔ اور جو شخص خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا اور نہ خدا کی تعظیم و عزت بجالایا  
 اس کا مال اور اس کی اولاد بجز تباہی اور بربادی کے اس کو کچھ نفع نہ پہنچائینگے۔ اسے  
 پروردگار ظالموں کو بجز نقصان کے اور کچھ نہ دے گا۔

## تیسرا باب امر الہی کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل ظاہر امر کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ  
 اٰدَمَ مَخْلُوْقًا مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ مَا يَنْصُرُ خَلْقَ خَلْقِ عِيسٰی  
 مثال آدم کی سی ہے۔ مٹی سے اس کو پیدا کیا۔ پھر فرمایا ہو جا پس ہو گیا۔ معلوم ہو کہ جو چیز  
 تھی پھر ہوئی۔ وہ ام الہی سے ہوئی یعنی اس نے معدوم کو عدم سے وجود میں آنے کا حکم فرمایا وہ آگئی  
 اور ام اس کا حقیقی ہے مجاز سے آلودہ نہیں اور نہ خواہشوں سے صادر ہوتا ہے اور نہ ان ارادوں  
 سے ہے جو تصورات سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ فقط یا شاہ جبار قادر کا ام ہی جب وہ کسی چیز  
 کے اختراع اور ایجاد کا ارادہ کرتا ہے۔ تو بس ارادہ کے ساتھ ہی فرماتا ہے ہو جا پھر چیز موجود  
 ہو جاتی ہے۔ ام کے ساتھ ہی بلا تقدم و تاخر کے کسی چیز کو یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ اس کے حکم سے  
 پس و پیش کر کے دگویا یوں سمجھنا چاہیے۔ کہ اس کا ارادہ ہی اس کا امر ہے۔ اور اس کا امر ہی  
 کن کا کنا ہو۔ یہ محض لغوی فرق سمجھنے کے واسطے ہیں۔ درجہ علم توحید میں ان کے یکساں فی ہیں  
 اس کے امر کو ہم مخلوق کے امر پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مخلوق عیسیٰ محدثات

اس سے پہلے امر کے متعلق چیز کا تصور کرتے ہیں اور اپنی غرض اور مصلحت کو اس کے اندر  
 دیکھتے ہیں۔ پھر اس کے اندر ان کو قوت اور انتظام اور آلات اور وقت اور کار و تدوین  
 کی ضرورت پڑتی ہے۔ تاکہ ان کو اپنی اغراض کے متعلق اپنے کام کا حکم کریں۔ پھر بھی  
 باوجود ان سب سامانوں کے یہ لوگ جس کو حکم کرتے ہیں۔ وہ بعض دفعہ ان کے امر کو نہیں  
 بجا لاتا یا تو یہ کہ وہ امر اس مامور کے خست یا رے سے باہر ہوتا ہے۔ اور مامور میں اس کے  
 بجا لانے کی طاقت نہیں ہوتی۔ اور یا وہ کام جس کا امر کیا ہے۔ وہ ہی ایسا ہوتا ہے۔  
 کہ اس کا ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ پھر اگر مامور اس امر کو بجا بھی لایا۔ تب بھی وہ کام غرض مامور  
 طبع یا خوف سے خالی نہیں ہوتا۔ بخلاف امر باری تعالیٰ کے کہ وہ غرض اور مدت اور  
 نور اور تصور اور فائدہ اور خوف سب سے پاک ہے۔ وہ حکم نہیں کرتا مگر عاقل بالغ کو  
 افکار عزیمت کا اور اسی کو حکم فرماتا ہے۔ جہاں کے لائق اور اس کا قبول کرنا ہوتا ہی  
 اور اپنے علم و ارادہ ہی کے ساتھ اس کو حکم فرماتا ہے۔ وہ مامور کا موجب ہے۔ نہ اس کا  
 متحرک اور اس کا مبدع ہونہ بدیر کیونکہ تحریک ایجاد کے بعد ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایجاد  
 اور ابداع کیا ہے۔ پس مامور کا حرکت کرنا وجود کے تابع ہے۔ اس لئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ  
 نے معدومیات کو وجود کے قبول کرنے کا حکم فرمایا اس کے بعد ادا و عبودیت کا امر کیا۔  
 پس اس کا امر ہی موجودات کے وجود کی علت ہے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ اس کا امر  
 موجودات کے وجود کا سبب ہے۔ کیونکہ سبب (مقابلہ علت کے) ضعیف سے مامور  
 ممکن ہوتا ہے کہ یہ سبب کسی دوسرے سبب سے بھی پایا جائے بخلاف علت کے کیونکہ  
 معلول بغیر علت کے پایا نہیں جاتا اور یہ علت ملتی ہوتی ہے۔ پس پہلا امر جو خدا نے کیا  
 ہے۔ وہ مخلوق کے ایجاد کرنے کا تھا۔ جو عدم کے پردوں میں پوشیدہ تھی اور یہ حکم  
 اس کلامی ارادہ تھا۔ اور ارادہ وہی تھا جو اس کو منظور تھا۔ مگر کو ہر جائز نہیں کہ  
 پیدا ہو۔ مگر اس کے ارادہ کے موافق۔ اور آخری امر اس کا یہ تھا کہ اس نے مٹی کو خلیفہ  
 بننے کا حکم فرمایا۔ اور ان دونوں امروں کے درمیان میں اس نے آسمان و زمین کو حکم دیا  
 کہ تیار ہو کر میرے سامنے حاضر ہو۔ چنانچہ انہوں نے فوراً ہی عرض کیا کہ ہم دل و جان



سے حاضر ہیں۔ جب اُس نے دو روز کے عرصہ میں اُن کے سات طبقے بنائے۔ اور ہر طبقے میں جو کچھ کہ اُس کے لائق تھا مہیا کیا۔ پھر دنیا کے آسمان کو تاروں اور چراغوں کے ساتھ زینت دی۔ پھر آدم علیہ السلام کو حکم کیا۔ کہ ہو جاوہ ہو گئے قدرت اور صنعت سے نہ مادہ محسوس سے مدد معلومہ میں۔ اور آدم علیہ السلام حکم کے آنے سے پہلے مٹی میں پوشیدہ تھے اور اختیار اور اضطراب کے درمیان میں کھڑے ہوئے تھے۔ فیہی استفادہ کے انتظار میں پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو کل اسماء اور بعض معانی تعلیم کئے۔ پھر جب آدم کا زمانہ بہت دور ہو گیا۔ اور امم بالا ایجاد کی کیفیت پوشیدہ ہو گئی۔ مادہ عقل سے نہیں نہ موضع انفعال سے (بلکہ عوام الناس کی نظر سے) تب اللہ تعالیٰ نے عیسے علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور اُن سے اُن کی والدہ کے پیٹ میں فرمایا۔ ہو جا پس وہ ہو گئے بغیر والد کے اور بغیر نطفہ کے اور امم اتہی نے اُن میں اس قدر اثر کیا کہ انہوں نے وجود میں آتے ہی اُس کی صفت و ثناء کی یعنی مکی عبودیت کا اقرار کیا یہ چنانچہ فرمایا ہے۔ قَالَ رَاقُوا عَبْدُ اللَّهِ یعنی عیسے علیہ السلام نے کہا میں خدا کا بندہ ہوں \*

عقلندیہ بدگمانی نہ کرے کہ خدا کا حکم آدم سے منقطع ہو گیا۔ یا عیسے سے متصل ہوا کیونکہ یہ بدگمانی اُس کی عقل ہی کی طرف رجوع کریگی۔ خدا کا حکم اس کی رحمت ہے۔ اور اُس کی قدرت کی شعاع کی روشنی ہمیشہ ہے جب تک اُس کا ارادہ معدوم کے ایجاد کا تضاہل کرتا ہے۔ پس کبھی تو حسن میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی عقل میں چھپ جاتا ہے پس اسی ظہور و حسی کے وقت عیسے علیہ السلام کا وجود ہوا اور اس اعتبار سے گویا آدم سے لیکر عیسے تک کچھ زمانہ نہیں گزرا بلکہ دونوں امر ساتھ ہوئے کیونکہ یہ امر غرضی نہیں ہے۔ جو آخر مرکب سے صادر ہوا ہو۔ بلکہ یہ امر صفت لازمہ ہے۔ امر کے علم اور اُس کے ارادہ کے ساتھ جس کے نور کا فیضان مامورین پر کبھی عدم میں اور کبھی وجود میں صادر ہوتا ہے \*

مشککین امر کو صفات ذاتیہ میں شمار نہیں کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں۔ جب اُس نے امر کیا جب ہی وہ آہر ہے جیسے کہ جب اُس نے خلق کیا۔ جب ہی وہ خالق ہوا

بخلات علم کے کہ وہ ہمیشہ سے عالم ہے۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہمیشہ سے خالق ہے۔ کیونکہ اگر ہم یہ کہیں گے کہ وہ ہمیشہ سے خالق ہے۔ تو مخلوقات ازلیہ ثابت ہوں گی۔ ایسے ہی اگر کو جب کہیں گے کہ وہ ہمیشہ سے آدم ہے۔ تو لازم ہوگا۔ کہ مامورین بھی ازلی ہیں۔ اور جو چیز ازلی ہے۔ وہ ابدی بھی ہے۔ پس وہ قدیم ہونی حالانکہ سوا خداوند کرم کے کوئی چیز قدیم نہیں بنے وہی قدیم بالحققت ہے۔ اور علم تحقیق میں یہ مسئلہ اس طرح ہے۔ کہ خلق اس کے واسطے ہے۔ جو وہ چاہتا ہے۔ پیدا کرتا ہے۔ اور ام بھی اس کے لئے ہے۔ جب چاہتا ہے۔ اکر کرتا ہے۔

## دوسری فصل امر کی تحقیق میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُنَا لَشَيْءٍ اِذَا ارَادْنَاهُ اَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ بیشک ہمارا حکم یہ ہے کہ جب ہم کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں کہ ہو جا۔ پس وہ ہو جاتی ہے۔ اے طالب تجھ کو معلوم ہو کہ امر کمال قدرت ہے۔ جو منقطع نہیں ہوتا اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ وہ علم اور ارادہ کا فیضان ہے۔ اس کی نسبت جو خطاب کی استعداد اور امثال کی قدرت رکھتا ہو +

معلوم ہو کہ امر الہی کے تین مرتبے ہیں ایک حقیقت الامر یہ علم ذاتی ہے۔ جو شامل ہے کل چیزوں پر جو ہو گئیں۔ اُن پر بھی اور جو ہوں گی اپر بھی اور جو نہ ہوں گی اُن پر بھی۔ اسی ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی سے قدرت متعلق ہے۔ اور اسی پر اثبات قول صحیح ہے خداوند تعالیٰ کا امر فعل و انفعال نہیں ہے۔ اور نہ اس میں انقطاع اور اتصال ہے۔ وہ فقط اس کا قول اور فعل اور کلام اور اس کی مراد ہے۔ اور اس کی مراد اس کے علم کے اسرار میں سے ہے۔ اور اس کا علم اس کی ہونیت ہے۔ پس اس کا امر اس کی آئیت کی برہان اور اس کی ربوبیت کا محافظ ہے +

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ آئیت اور ربوبیت صفات باری ہیں نہ ذات باری

۱۷۱ امثال یعنی علم کا بجالانا اور امثال کی قدرت یعنی حکم کے بجالانے کی قابلیت ۱۷



پس اس سے معلوم ہوا کہ امر کی حقیقت صفات سے متعلق ہے نہ ذات سے۔ کیونکہ وہ اپنی ذات کی حیثیت سے اس بات سے برتر ہے۔ کہ حکم کرے یا حکم کیا جائے اسکا فرمان ہے۔ اَلْهٰٓمُ الْخَلْقُ وَالْاَمُوْمَا مُتَبَارَكَ اَللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی اسی کے واسطے ہے۔ خلقت اور امر پس برکت والا ہے خدا جو رب ہے تمام عالم کا۔ پس امر اسی کے واسطے ہے جیسے کہ اُس کے واسطے ربوبیت ہے۔ اور الہیت ہے۔ اور جب وہ الہیت کی طرف بھی نظر کرتا ہے تو امر کی طرف بھی نظر کرتا ہے۔ پس اور اپنے بندہ کو امر کرتا ہے۔ مگر ربوبیت محض کی ذات نہ امر کے ساتھ وصف کی جاتی ہے۔ نہ ہی کے ساتھ۔ اُس کا امر محض معدوم کا موجود کرتا ہے۔ اور اُس کی نہی محض موجود کا معدوم کرنا ہے پس جب کہا جائے۔ کہ ربوبیت محض امر و نہی کرتی ہے۔ تو اُس کے یہ معنی ہیں کہ وہ زنجیر کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اس امر کی حقیقت لفظ اور فعل کی محتاج نہیں ہے۔ اور نہ زجر و توبیخ کی محتاج ہے۔

جو شخص کسی بات کا حکم کرتا ہے پس ضروری ہے کہ اُس حکم سے اُس کا کوئی مقصد ہو طبع ہو یا طلب ہو یا جلب منفعت ہو۔ یا دفع مضرت ہو ایسے ہی جو شخص کسی چیز سے منع کرتا ہے اس بات سے خالی نہیں ہو کہ اسکو اس سے نفرت ہو یا غصہ ہو اور خداوند تعالیٰ ان سب دعوئوں سے پاک ہے۔ پس اس کا امر اُس کے علم اور صفات کے لوازم سے ہے۔ اور اُس کی صفات اُس کی ذات کے لوازم سے ہیں۔ خداوند تعالیٰ امر و نہی سے کوئی کمال نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ اپنے امر کے ساتھ اپنے بندوں میں جس طرح چاہتا ہے۔ تصرف کرتا ہے۔ پس اس کے امر کی حقیقت اُس کا کلام ہی اور اُس کا کلام ہی اُس کی وحی ہو جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحٰیٓنَا لَیْلٰكَ رُوحًا مِّنْ اَمْرِنَا یعنی جس طرح کہ ہم نے پہلے نبیوں کی طرف وحی کی تھی۔ اسی طرح تمہاری طرف اپنے حکم سے روح کو وحی کیا۔

دوسرا مرتبہ امر کا اثر الامر ہے۔ یہ اثر ربوبیت میں سے ہے۔ پس امر کی حقیقت الہیت میں سے ہے۔ اور امر کا اثر ربوبیت میں سے۔ امر ایک صورت مشخصہ ہو جیسا کہ تم عنقریب جان لو گے۔ اور امر کا اثر اجسام کا حرکت دینا اور روح کا پیدا کرنا ہے۔

اس امر کو یہ نہیں کہا جاتا۔ کہ یہ صفات الہیہ میں سے کوئی صفت ہو۔ بلکہ یہ مقرب ملائکہ میں سے ایک فرشتہ ہے جس کے ہاتھ میں روحوں کی کنجیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں خبر دی ہے۔ **وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّوْجِ قُلِ الشَّوْجُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ** تم سے پوچھتے ہیں روح کا حال (کہ وہ کیا چیز ہے) کہہ دو روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ پس ارواح امر سے مستفاد ہیں مگر نہ امر ذاتی سے بلکہ امر کے آثار سے۔ اور یہ الہیت سے ظاہر ہے۔ نہ وحدت اور ہویت سے۔

تیسرا مرتبہ کا صورت الامر ہے اور یہ شریعت منبغہ ہے۔ نبوت کی وحی اور رسالت کی دعوت سے۔ اس کا مرتبہ اثر کے نیچے ہے اور اثر خاص حقیقت امر کے نیچے ہے پس اس کی ترتیب یوں سمجھی چاہیے کہ حقیقت الامر امر الہی ہو۔ اور اثر الامر جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اور صورت الامر ہمارے حضور سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ امر کے بیان میں یہ انتہا درجہ کی تحقیق ہے جو بیان ہوئی۔ لیکن حقیقت امر پس وہ خلق اور ایجاب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمانا اور یہ فرمانا لفظ اور عبارت کے ساتھ نہیں ہے۔ اور خداوند تعالیٰ کا لفظ کن جو ہے۔ وہ کاف اور نوں سے مرکب نہیں ہے۔ بلکہ عقل کا قاضی اور نفس کا استفادہ ہے۔ اور اثر امر کلام کی تبلیغ اور شہادت کی ان کے مراتب میں ترتیب ہے۔ اور یہ اثر امر ایک مقرب بارگاہ الہی فرشتہ سے صادر ہوتا ہے۔ جو ہمیشہ اس کے جلال کی طرف نظر کرتا رہتا ہے۔ اسی فرشتہ کا نام جبرئیل ہے اور طاؤس ملائکہ اور امین وحی اور معلم الملائکہ اور صاحب شریعت بھی اسی کا نام ہیں۔ اور یونانیوں کی زبان میں اسی فرشتہ کو ناموس اکبر کہتے ہیں۔ اسی فرشتہ سے شرع کی تنزيل اور تبلیغ ہے۔ اور اسی سے بندوں کو خدا کی طرف بلانے کی دعوت ہے۔ اور صورت امر پس اسی سے نبوت اور رسالت اور دعوت اور شریعت ہے۔ اور وہ اس زمانہ میں میں ہمارے حضور حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

صورتہ امر کو اثر امر سے امداد پہنچتی ہے۔ اور اثر امر کو حقیقت امر سے امداد حاصل

یعنی عقل اول نے نفس اول کو فیض دیا۔ اور اس نے قبول کیا۔



ہوتی ہے پس چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صورتہ امر تھے۔ اسی سبب سے  
 اپنے اثر امر سے وحی کو قبول کیا اور اس سے پہلے علم کی کو حقیقتہ الامر سے حاصل کیا۔ جو  
 علم الہی ہے پھر جب جبرائیل سے حواثر امر ہے امداد چاہی اس نے وحی نازل کی۔  
 خداوند تعالیٰ اپنی کتاب میں اس کی خبر دیتا ہے۔ نَزَّلَ بِالرُّوحِ الْأَمِينِ عَلٰی قَلْبِكَ  
 نَازِلٌ كَیْلَہ۔ اس وحی کو تمہارے دل پر روح الامین یعنی جبرائیل نے۔ اس جگہ جبرائیل کا نام  
 روح الامین لکھا ہے۔ کیونکہ روح اثر امر سے ہے۔ اور جب کہ حضور نے علم کا استفادہ  
 ذات باری سے کیا۔ تو اس کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّكَ خَلَقْتَ  
 الْاِنْسَانَ عَلَّمَتْهُ الْبَيِّنَاتُ ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ كِسْفًا مِّنْ سُلٰطٰنٍ ۚ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اِلٰی سَابِقِ الْحَقِّ الْمُبِينِ  
 حقیقتہ الامر علم الہی ہے۔ اور اثر امر جبرائیل علیہ السلام میں اور انہیں سے وحی کی تسریلات  
 ہیں۔ اور صورت الامر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔ اور شریعت  
 اور دعوت اور تکلیف اور اوام و نواہی آپ ہی سے ہیں۔ پس آپ گویا بمنزلہ شب قدر  
 کے ہیں۔ کہ آپ میں اللہ تعالیٰ نے جو وسیلہ روح کے حقیقتہ علم کو نازل کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے  
 بندگان خدا کو امر کی صورت میں خدا کے دروازے کی طرف بلایا چنانچہ انہی معنوں پر اللہ  
 کا یہ فرمان شامل ہے۔ اِنَّا اَنۡزَلْنٰہُ فِیۡ لَیۡلَةِ الْقَدَرِ ۚ وَ مَا اَدۡرَاکَ مَا لَیۡلَةُ الْقَدَرِ ۚ لَیۡلَةُ الْقَدَرِ  
 الْغَدِ ۚ خَیۡرٌ مِّنَ اللَّیۡلِ الْغَدِ ۚ تَنۡزِیۡلُ الْمَلٰٓئِکَةِ وَالرُّسُوۡلِ فِہَا یَاۡذُنُ ۚ نَعْلَمُ مِنْ کُلِّ اَمۡرٍ سَلٰمٌ  
 (ترجمہ) ہم نے نازل کیا اس قرآن کو شب قدر میں اور تم کو کیا خبر ہے۔ کہ شب قدر کیا ہے  
 ہزار عینوں سے بہتر ہے۔ ملائکہ اور روح (یعنی جبرائیل) اس میں اپنے رب کے حکم سے (یعنی  
 اترتے ہیں۔ ہر امر سے سلام ہے یعنی جبرائیل الیت اور ربوبیت کے حکم سے نازل ہوتے  
 ہیں۔ اور ملائکہ رو میں ہیں۔ جو عطا وہ جبرائیل کے پیدا ہوئی ہیں۔ اثر امر سے ہر امر سے  
 یعنی حقیقت سے طرف صورت کے سلام ہے یعنی شریعت ہے۔ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ  
 (طلوع فجر تک) یعنی روز قیامت تک اور اجزاء کے اپنے مضامد کی طرف رجوع کرنے تک  
 پس جو حقیقت امر سے ظاہر ہوا ہے۔ وہ بحر تحقیق اور تاویل کے حلقہ و عبارت

نے مصاعد یعنی سجدہ اور اصلیت جہاں سے کہ پیدا ہوئی ہیں ۱۲

[illegible]



وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ ۖ إِنَّهَا كَانَ كُفْلٌ زَكَاةً ۖ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَجْعَلْ لِنَفْسِهِ عَذَابًا ۖ إِنَّهُ يَكْفُرُ بِمَا كَفَرَ ۖ وَهُوَ يَكْفُرٌ مُّبِينٌ ۚ  
 کیا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّا الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْأَنْصَابَ وَالْأَزْلَامَ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ  
 الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا ۚ یعنی بیشک شراب اور جوا اور انصاب اور ازلام ناپاک ہیں شیطان  
 کاموں میں سے پس ان سے پرہیز کرو۔ اور دوسرا نسی خبیثت کے ساتھ عبادت کے قریب  
 جانے سے ہے مثلاً فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا  
 وُجُوهَكُمْ ۖ یعنی اے ایمان والو جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو تو اپنے  
 مونہ وصولو (آخر آیت تک) اور فرماتا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا  
 مَا تَقُولُونَ ۖ وَلَا جُنُبًا ۖ یعنی نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ تم کو اتنا ہوش  
 ہو جائے کہ تم اپنی کبھی ہوئی بات کو جان لو اور نہ جنابت کی حالت میں نماز کے قریب جاؤ  
 وضو کا حکم اگرچہ امر کے صیغہ کے ساتھ ہے۔ مگر اس سے بے وضو نماز پڑھنے کی بھی سمجھی  
 جاتی ہے۔ اور وہ امر شرعی جس کو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں علمی اور  
 علمی اس کے دو حکم ہیں ایک امر علمی یعنی معرفت کی طرف بلانا اس کا حکم اصول کا حکم ہے۔  
 اور اس کی نافرمانی سے ہمیشہ کا عذاب ہے اور دوسرا امر علمی یعنی عبادت کی طرف بلانا  
 اس کا حکم فرع کا ہے اور اس کی نافرمانی اگر خطایا سہو سے ہو تو وہ بخشنے والا اور مغفرت  
 کرنے والا ہے۔ اور اگر اس کی نافرمانی انکار اور قصد سے ہے تو اس کے واسطے بھی عذاب  
 الیم ہے۔ اور جس نے ان دونوں امروں کو مانا اور اطاعت کی اس کے واسطے ثواب  
 جزیل ہے۔ پھر یہ امر دو قسموں پر منقسم ہوتا ہے۔ ایک کلی ہے یعنی دعوت اسلامی۔  
 اور دوسرا جزئی ہے یعنی اربکان اسلام کا حکم جو شارع علیہ السلام نے فرمایا۔ پس خطاب  
 یعنی شارع کا حکم امر کے نیچے ہے۔ اور امر جو صلوٰۃ امر سے صادر ہوا ہے۔ اثر امر کے نیچے  
 ہے۔ اور اثر امر حقیقت امر کے نیچے ہے اور یہ ذات باری کی طرف مضاف ہے۔ اور  
 اسی کی مخالفت سے شرک پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا اَمَرْنَا النَّفْلَ  
 تَسْتَحِلُّوهُ فَسَبَّحْنَاكَ يَا مَعْزُتُ الْعَالَمِينَ ۚ وَنَبَّأْنَاهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ اگیا امر خدا کا پس اس کی جلدی نہ کرو۔

لہ انصاف دو چیزیں ہیں جو کہ مستحکم و نام کی ہیں جیسے بت وغیرہ اور ازلام سے کہ تیرہ جہادوں میں سے کہندہ اور  
 مشہورین نال یا بتے تھے ۛ

پاک ہے وہ اور برتر ہے۔ ان چیزوں سے جو اُس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔  
 پس یہ امر یہی صورتہ امر ہے۔ اور یہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔  
 اے طالب امر کے ان مراتب کو معلوم کر اور جان لے کہ امر حقیقتاً خداوند تعالیٰ ہے۔ اور  
 اُس کے بعد اُس کے رسول جو صاحب اثر ہیں اور جبریل ان دونوں کے درمیان واسطہ  
 ہیں جو شخص ان دونوں کے علاوہ امر کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہے خدا کے ساتھ پس روز قیامت  
 سے خوف کر دے مَا آذَنَّاكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَتَنفُسُ نَبِيَّكَ وَالْأَمْرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
 اور تجھ کو کس چیز نے بتلایا کہ کیا ہے روز قیامت۔ وہ دن ہے کہ جس دن کوئی شخص کسی شخص  
 کو کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکیگا۔ اور کل کام اُس دن خدا کے اختیار میں ہوگا۔ پس تجھ کو لازم  
 ہے کہ اُس کے اوامر و نواہی کو اطاعت کے ساتھ بجالائے۔ کیونکہ مومن خلیفہ خدا کا ہے  
 اور کافر خدا کا مخالف ہے۔ اور خلافت خلافت سے بہتر ہے۔ اور جب تو نے صورتہ امر کو جانی  
 لیا۔ کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو یہ بھی جان لے کہ ہر صورت کا ایک  
 دراز سایہ ہوتا ہے۔ اور صورت محمدی کا سایہ بادشاہ وقت اور خلیفہ عصر ہے۔ جو تسبیح  
 شریعت ہو اس کی بھی اطاعت بجالا تا کہ تجھ کو خداوند تعالیٰ قیامت کے روز خاص اپنے  
 عرش کے سایہ میں جگہ دے۔

## چوتھا باب

خداوند تعالیٰ کے فعل اور خلق کی بیان میں

اس میں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل ظاہر افعال اور مخلوقات کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَلَا يَنْظُرُونَ  
 اِلَى الْاَوَّلِ كَيْفَ خَلَقَتْ وَاِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ



نُصِبَتْ وَارِثُ الْأَرْضِ كَيْفَ سَطَحَتْ (یہ لوگ) دُف کی طرف کیا نہیں نظر کرتے ہیں۔ کہ اُس  
 کی پیدائش کس طرح کی گئی ہو۔ اور آسمان کو نہیں دیکھتے ہیں کہ کیسا بلند کیا گیا ہے۔  
 اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے ہیں۔ اور زمین کو نہیں دیکھتے ہیں۔ کہ  
 کیسی بچھالی گئی ہے۔ اور فرماتا ہے۔ قُلْ أَنتُمْ لَكُمْ رَبُّمْنَ وَالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي  
 يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (اے رسول) کہہ دو کہ اے کافر و کیا  
 تم اُس ذاتِ پاک کے ساتھ کرتے ہو جس نے دو دن کے عرصہ میں زمین کو پیدا کیا  
 ہے۔ اور اُس کے ساتھ تم شریک کرتے ہو۔ وہی ہے پروردگار تمام عالم کا  
 معلوم ہو کہ فعل قدرت کا اثر ہے۔ اور قدرت یا حقیقت وہی ذاتِ باری ہے۔  
 پس تمام جزویہ اور کلیہ سب اسی کی طرف منسوب ہوئے۔ مگر جزویات باعث اپنے  
 احتیاج اور ضرورت کے دفعاتِ زمان سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس جزویات تدبیر  
 کی جہت سے ہماری طرف منسوب ہیں۔ اور کلیات تقدیم کی جہت سے اُس  
 کی طرف منسوب ہیں یَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيُخَوِّكُم مَّا يُرِيدُ (کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم  
 دیتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔ انسان کا فعل مادہ اور مدت اور آہ اور غرض اور قصور اور حرکت  
 اور قوت کا محتاج ہے۔ مگر خداوند تم ایسا فاعل ہے۔ جیسو ان اسباب کی مطلق ضرورت  
 نہیں اور نہ ان میں سے کسی چیز کی ضرورت ہو۔ کیونکہ وہ مادہ اور مدت اور حرکت وغیرہ  
 سب کا خالق ہے۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص تخت بنانا چاہے۔ تو اُس کی لکڑی کی ضرورت  
 ہوگی جو تخت کا مادہ ہے۔ اور بنانے والے یعنی برہمن کی ضرورت ہوگی جو کہ ہے اور حرکت  
 کی ضرورت ہوگی یعنی بنانے اور تراشنے کی اور غرض ہوگی یعنی اس صورت کا تخت بننا  
 چاہیے اور مقصود ہوگا یعنی بنانا والا جو بنائے گا۔ تو اپنی ضروری کی خاطر بنائے گا۔ اور  
 مگر خداوند تعالیٰ کو ان استیام میں سے کسی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ بغیر ان اسباب  
 کے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جیسے کہ اُس نے پہلے اُولی کو بننے والا کہہ دیا اور عقل  
 اور نفس کو بننے والا کہہ دیا اور فلک کو بننے والا کہہ دیا اور حرکت پیدا کی پھر ان  
 سب چیزوں سے باقی تمام اشیاء کو پیدا کیا۔ پس حقیقتاً وہی فاعل ہے۔

فعل کے کئی مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ ابداع ہے۔ یعنی بغیر واسطے کے کسی چیز کو پیدا کرنا جیسے کہ اس نے عقل کو بلا واسطہ کے ایجاد کیا۔ اور واسطہ سے پیدا کرنا دوسرا مرتبہ ہے جیسے کہ نفس کو عقل کے واسطے سے خلق کیا۔ تیسرا مرتبہ صنعت کا ہے۔ یہ خلق سے بھی نیچے ہے۔ مخلوق جب کوئی چیز بنائے تو اس کو خالق نہیں کہہ سکتے بلکہ صانع کہہ سکتے ہیں۔ پھر صانع کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری کے ساتھ ترکیب دینا۔ جیسے بخاری اور خیاطی اور نوربانی کے کام ہیں۔ پس ان معنوں میں تو یہ اسم صانع بندوں اور خدا کے درمیان میں مشترک ہے۔ اور دوسرے معنی صنعت کے کسی چیز کا ایجاد کرنا ہے۔ یہ خدا ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور اس وقت صانع کے معنی خالق کے ہوں گے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** اور صنع کے معنی خلق کے ہونگے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **صُنْعَ اللَّهِ**۔ **الَّذِي لَئِنْ شِئْتُ لَأُخْرِجَنَّكَ مِنْهَا** اور چوتھا مرتبہ فعل ہے۔ یہ بھی بمنزلہ صنع کے ہے۔ مگر صنع سے نیچے ہے۔ کیونکہ صانع کو تو کبھی کبھی فاعل کہہ دیتے ہیں۔ مگر فاعل کو صانع نہیں کہتے پس صانع بمنزلہ استناد کے ہے۔ اور فاعل بمنزلہ شاگرد کے۔ پس صنع اور فعل کو لو بیت کے لوازم سے ہیں اور خلق اور ابداع آئیت کے لواحق سے ہیں۔

درحقیقت سب پر قادر وہی اللہ واحد تھا رہے۔ جیسا کہ خود اس کا فرمان ہے۔ **هُوَ الْغَايُ قَوْلًا وَعِبَادًا** وہی قادر ہے اپنے بندوں پر۔ پس جب تم کو صنع اور فعل اور خلق اور ابداع کا فرق معلوم ہو گیا۔ تو اب یہ جان لو کہ فعل سے نیچے عمل کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ فعل کسی امر و حکم سے جاری نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ فاعل خود مختار ہے۔ اور عامل خود مختار نہیں ہے۔ بلکہ وہ فاعل کے حکم سے کرتا ہے۔ پس درحقیقت فاعل خداوند تعالیٰ ہے۔ اور عامل اس کی عبادت کرنیوالا اور اس کا مطیع ہے۔ اے طالبِ تجلّہ پر فرض ہے۔ کہ اس کے احکامات کو بجا لائے۔

خدا کے افعال بعض ظاہر ہیں اور بعض باطن ہیں۔ بعض محسوس ہیں اور بعض معقول ہیں۔ جو محسوس ہیں وہی ظاہر ہیں۔ اور وہ وہ ہیں جن کی طرف اعیان (یعنی فی النہایج)



میں اشارہ کیا جاتا ہے جیسے آسمان زمین پہاڑ عناصر اور مرکبات میں سے نبات معدن حیوان  
السان وغیرہ اور اس جگہ انہیں محسوسات میں ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ کیونکہ بہ نسبت  
معقولات کے یہ ہمارے ذہن سے زیادہ قریب ہیں اس سبب کہ ہماری طبیعتوں کا  
میلان جس کی طرف زیادہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال ظاہرہ کو آیات باطنہ کا آئینہ  
بنایا ہے۔ اور بنیات حقیقہ کو افعال محسوسہ کی اشکال میں پوشیدہ کیا ہے۔ پس یہ  
اشکال محسوسہ بنزلہ حروف تہجی کے ہیں۔ کہ اسناد شاگرد کو پہلے انہیں کا سبق دیتا ہے۔  
پھر اس کے بعد ان حروف کی ترکیب اور لفظ بنانے کی طرف ترقی کرتا ہے۔ اسی واسطے  
اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال محسوسہ مثل آسمان زمین وغیرہ کو بنزلہ حروف تہجی کے بنایا  
ہے تاکہ بچکان کو سمجھیں اور علم ان کی قاصد طبیعتوں سے قریب ہو جائے اور بچہ شخص  
حروف تہجی کی تعلیم حاصل نہ کرے گا۔ وہ مکتوبات کو کیسے سمجھ سکیگا۔ پھر جب اُس نے اپنے  
افعال ظاہرہ کیے اور فعل کی بنیاد کو قائم کیا۔ تب آسمان زمین اور جبال و بحال کو ظاہر کیا  
چنانچہ اس کا فرمان ہے۔ اَفَلَا يَنْظُرُونَ اِلَى الْاٰیٰتِ كَيْفَ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالَ وَالْبَحٰرَ  
اس واسطے فرمایا۔ کہ اس کی بڑی حسیت اور قوت اور شدت مزاج اور بھاری بھاری بوجھ  
اٹھانے اور قلت ثبوت اور کثرت منفعت اور رفاقت اور نرمی اور انقیاد و اطاعت میں عجیب  
وغریب قدرت کی نشانیاں ہیں اسی اعتبار سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے  
مؤمن کی مثال اونٹ سے دی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ الْمُؤْمِنُونَ هَيِّنُونَ كَيْسُ الْكَلْبِ  
اَلَا تَعْلَمُوْنَ قِيْدَ اِنْقَادٍ وَاِنْ اُنْفِخَ الصُّرُوعُ اسْتَسْلَخَ بَيْنَ مَوْنٍ زَمْرُ فَرَجٍ اور نرم دل ہیں  
جیسے سدا ہوا اونٹ جب اس کو چلائیں تو چلنے لگتے ہیں۔ اور جب کسی پتھر کے پاس  
اترنے کے واسطے بٹھائیں تو بیٹھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال ظاہرہ میں سے  
اسی واسطے اونٹ کا ذکر پہلے کیا ہے۔ کہ وہ ہماری طبیعتوں سے زیادہ قریب ہے۔ تاکہ  
طالب اُس سے اخلاق حسنہ حاصل کرے یعنی اطاعت اور نرمی اور خضعت و موت اور  
قلت زاد اور بوجھ کا اٹھانا اور جو رزق مل گیا۔ اس پر قناعت کر لینی۔ اونٹ کے  
بعد پھر آسمانوں کا ذکر کیا ہے تاکہ بندہ اونٹ کا حال دیکھ کر اور اُس کے اخلاق سے

اُس سے ہو کر آسمان کی طرف نظر کرے۔ اور پھر ستون کے اُس کی بلندی اور رفعت اور حرکت کی شدت اور اُس کی لطافت اور صفائی جو ہر کو غور کرے۔ پھر اُس کے بعد زمین کا ذکر کیا ہو یعنی طالب زمین کے انقیاد اور اُس کی کیمت مقدار کو غور کرے۔ اور دیکھے کہ کس طرح اس میں بیج ڈالا جاتا ہے۔ اور روئیدگی کی تربیت ہوتی ہے۔ اور اپنے جواہر کی کیسی حفاظت کرتی ہے۔ اور اسرار کو کیوں کر چھپاتی ہے۔ اور کیسی مہربان اور نرم مزاج ہے۔ کہ نیک و بد سب ہی اپنے پیروں سے اس کو روندتے ہیں۔ پھر اُس کے بعد پہاڑوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ اُن کے فقاہ اور ثبات اور سطح اور پانی کے چشمہ بہانے اور جواہرات کی کانیں اپنے اندر رکھنے میں غور کریں۔ اور پہاڑوں ہی کے اندر درخت اور دریا اور معاون بھی شامل ہیں۔ دریا اگرچہ اپنے جسم کی حیثیت سے ظاہر ہیں مگر اُن کے اندر جواہرات وغیرہ کے بہت سے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور زمین کی صورت اگرچہ ایک دکھائی دینے والی چیز ہے۔ مگر اُس میں بہت سے اخلاق غیر محسوس ہیں۔ اور آسمان کی سیکل اگرچہ مٹی ہے۔ مگر اُس میں حکمت کے دوار اور لطائف غیر محسوس ہیں۔ اور اونٹ بھی اگرچہ ایک محسوس چیز ہو مگر اُس کے اندر جواہر و صاف انقیاد اور قناعت وغیرہ کے ہیں وہ طالبان حقیقت پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو آسمان اور اُس کی رفعت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس میں شخص عالم اور اجزا معقول کی طرف اشارہ ہے۔ اور زمین اور اُس کی سطح کا جو ذکر فرمایا ہے۔ اُس میں ظاہر مکان اور اُن چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو زمین میں مستقر ہیں۔ اور پہاڑوں کے ذکر میں پتھروں اور اُن کی اقسام اور معاون اور چشموں کی طرف اشارہ ہے اور اونٹ کا جو نام لیا ہے اس میں تمام حیوانات اور اُن کی انواع و جنس کی طرف اشارہ ہے پس گویا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے تمام افعال ظاہرہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے ان کے سوا اللہ تعالیٰ کے اور ظاہری افعال نہیں ہیں یعنی تمام محسوسات ان چار کلموں میں مختصر الفاظ اور جامعیت معانی کے ساتھ آگئے۔

محسوسات یاد آئے ہیں یا مستحیل ہیں یا ساکنہ ہیں یا متحرک ہیں پس اونٹ سے تو متحرکات

محسوسات چہرہ ہیں جو اس فقرہ کے مذہب معلوم ہوتی ہیں۔ اُن کا ہم ذکر چنے کر چکے کیا۔ مترجم





اُس کی مخلوق میں تبدیل نہیں ہو۔ اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

## دوسری فصل حقائق افعال کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اَنْظُرْ مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اے رسول کو کہہ دیکھو کیا کیا نشانیاں) ہے آسمان و زمین میں۔

معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پہلے ظاہر عالم کی طرف نظر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ حواس اور فہم سے زیادہ قریب ہیں۔ پھر اس کے بعد ان کو معرفت اور احکام توحید کے پختہ کرنے کا حکم دیا ہے یعنی عالم کے اندر نظر کرنے کا۔ تاکہ ان عجائب و غرائب صفتوں کو دیکھیں جو عالم کے اندر پیدا کی ہیں۔ کیونکہ ظاہر افعال حواس و حرکات ہیں۔ اور باطن افعال مینات اور آیات ہیں اور معرفت جو آیات ہی کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا قُلِّیْتَ عَلَیْہِمْ اٰیٰتِنَا زَادَتْہُمْ اَسَیٰتًا (یعنی جب نومنون کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں جس کل مستحولات نفوس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حس اور عقل کے درمیان میں اپنے افعال کے ساتھ انعام کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَ اَسْبَغْ عَلَیْکُمْ نِعْمَہٗ ظَہِرًا وَّ بَاطِنًا یعنی اُس نے تمہارے نعمتیں پورے طور سے کی ہیں۔ ظاہری بھی اور باطنی بھی۔

ظاہری نعمتیں تو وہ ہیں جو ہم نے بیان کر دیں اور باطنی نعمتیں آفت اور نفوس میں اسکی آیات جلالیہ پر دلالت کرتی ہیں۔ آفاق میں جو آیات جلالیہ کے دلائل ہیں وہ روحانیات میں جو نام عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم فرشتے ہیں جن کو بجز انبیاء علیہم السلام کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا اور یہ خدا کی نافرمانی بالکل

شے اس جنوں اس آیت کی طرف اشارہ ہے سُبْحٰنَہٗ لِمَا تَدْعٰی اِلَیْہِہٖمُ الْاَفَاقُ (وہی انہیں کلمہ آیت اعلیٰ۔ یعنی غفر رب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق یعنی اطراف عالم میں دکھا لیگے۔ اور خود ان کے نفوس کے اندر بھی۔ تاکہ ان پر وہ ظاہر ہو جائے کہ یہ کون سی شے ہیں جو ہر سیرت میں علی تعالیٰ خواجہ زادہ حضرت محبوب الہی (علیہم السلام) کا تبارک و تعالیٰ علم جلیات یعنی سائنس کی بھی خاصکر ترقیب دیتی ہے۔



نہیں کرتے جو کچھ ان کو حکم دیتا ہے۔ وہی بجالاتے ہیں۔ اور انہیں میں سے ایک گروہ  
 کڑویوں کا ہے جو خدا کی تقدیس کیا کرتے ہیں۔ اور روحانیات میں سے دوسری قسم  
 جنات اور شیاطین ہیں۔ ان میں بہت سے مختلف طبقہ ہیں۔ بعض ان میں سے  
 نہایت سرکش مفسد اور شریر و مکاریں ہیں۔ دیو اور عفریت اور شیاطین انہیں کو  
 کہا جاتا ہے۔ اور بعض ان میں سے مسلمان جنات ہیں یہ خدا اور رسول کے ساتھ ایمان  
 رکھتے ہیں۔ اور ان کا مسکن زمین کے گردا گرد ہے وہاں بیٹھے ہوئے خدا کی عبادت کیا  
 کرتے ہیں۔ شیاطین زمین کے اوپر رہتے ہیں۔ اور لوگوں کے ساتھ ساتھ پھرتے  
 ہیں۔ آسمان پر یہ نہیں جاسکتے۔ ان سب کی پیدائش خداوند تعالیٰ کے باطنی افعال  
 سے ہے۔ اور نیز خداوند تعالیٰ نے افلاک کے واسطے بھی روحانیات پیدا کی ہیں۔ اور سیاروں  
 اور ثوابت کے واسطے بھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یرخ کی خاص روحانیات پیدا کی ہیں  
 ایسے ہی شتری اور شمس وغیرہ سب ستاروں کی روحانیات بنائی ہیں۔ اور یہ سب  
 خداوند تعالیٰ کے حقیقی افعال میں سے ہیں۔ اور کواکب ثابتہ میں سے ہر ستارہ کے  
 ساتھ پانچ پانچ روحانیات ہیں۔ اور حاملان عرش معنی عرش کے اٹھانے والے  
 فرشتوں کو پیدا کیا ہے۔ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور اس کے گرد وسیع میں  
 مشغول ہیں چوں کہ یہ سب اتفاق میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ اور بند و نکو اسے اسی  
 واسطے آسمان و زمین میں نظر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تاکہ ان آیات میں غور کریں۔ اور  
 ان مینیات سے نصیحت پائیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے وہ باطنی افعال جو نفوس کے اندر  
 ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ غطرہ۔ و ہم خیال۔ اچھی چیز کو اچھا سمجھنا بری چیز کو برا سمجھنا۔ اخلاق  
 حسنہ کا طبیعت میں پیدا ہونا دلوں کے اندر لطیف باتوں کا حاصل ہونا اور وہ قوتیں  
 جو خداوند تعالیٰ نے انسان کے اندر پیدا کی ہیں جیسے مفکرہ۔ حافظہ۔ متحیدہ وغیرہ اور  
 دلوں کے اندر کے ارادہ اور دلوں کا میلان اور عرفان الہی کی طرف کھینچ آنا یہ سب  
 خداوند تعالیٰ کے باطنی افعال ہیں۔ کیونکہ دلوں کی باگیں اس کے ہاتھ میں ہیں۔  
 اور سینوں کی کنجیاں اس کے قبضے میں ہیں۔ جدھر چاہتا ہے۔ اور جسوقت چاہتا

ہے۔ اُن کو پھیر دیتا ہے۔ کھولتا ہے۔ اور بند کرتا ہے۔ فیض کرتا ہے۔ اور بسط کرتا ہے۔ اور  
 جیسے کہ قلب کے اندر اپنے مخفی افعال میں سے یہ افعال ظاہر کرتا ہے جیسے ایمان اور  
 احسان اور تقویٰ اور اعمال صالحہ کی توفیق اور نیک باتوں کا الہام کرنا ایسے ہی نفسِ امارہ  
 کے اندر اپنے مخفی افعال میں سے یہ افعال ظاہر کرتا ہے جیسے عقل کا شر اور نورِ ہدایت  
 سے حجاب اور تبعیض اور تفسیر اور قلب کا نیکیوں سے پھر جانا اور دل میں بری نیت کا پیدا  
 ہونا کیونکہ درحقیقت خیر و شر کا وہی فاعل ہے۔ اور یہ دونوں اُس کے فعل ہیں اسی سبب  
 سے شارعِ علیہ السلام نے اپنی امت کو تقدیر پر ایمان لانے کا حکم فرمایا ہے چنانچہ  
 فرمایا ہے۔ کہ قدر پر ایمان لاؤ۔ اور اُس کا خیر و شر اور میٹھا اور کڑوا سب خدا کی طرف  
 سے سمجھو اور جب حضور علیہ السلام سے جبرائیل نے ایمان کی بابت سوال کیا۔ تو آپ  
 نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم خدا اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس  
 کے رسولوں کے ساتھ ایمان لاؤ۔ اور مرنے کے بعد زندہ ہونے اور جنت اور دوزخ  
 اور قدر کے خیر و شر پر ایمان لاؤ۔

پس خیر و شر اور نفع اور ضرر کے ساتھ قدر کا جاری ہونا سب خداوند تعالیٰ کے  
 باطنی افعال سے ہے۔ اور یہ باطنی افعال نفوس میں اس طرح جاری ہیں جیسے روحانیت  
 آفاق میں جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آفاق اور نفوس کو اپنی نشانیوں کا منظر بنایا ہے۔  
 اور اُن میں اپنے افعال کو جاری کیا ہے۔ اور دونوں طرفوں میں اپنی مخلوق کو ظاہر فرمایا  
 ہے۔ تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ بیشک وہی حق متین و واحد فعالِ کبائرِ یزید ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے افعال ظاہرہ عالم اور اُس کے اجزا ہیں اور افعال باطنیہ وہ چیز  
 ہے جو نفسِ عالم میں ہے اور اُس کے اجزا ہیں۔ پس عالم محسوس ہے۔ اور عالم کے اندر  
 جو ہے وہ معقول ہے۔ اور معقولات محسوسات کے اندر پوشیدہ ہیں جیسے کہ افعال  
 ظاہرہ کے اندر افعال باطنیہ پوشیدہ ہیں۔ اور اُس کے افعال ظاہرہ کے محل اشخاص  
 ہیں۔ اور افعال کے محل (یعنی اُن کی پیدائش کی جگہ) نفوس اور معقول ہیں۔ خداوند تعالیٰ

سُبحَہ یعنی وہ نام کرے جس سے رحمت الہی سے دور ہو۔ ۲۰ نیک کاموں سے نفرت کرنی ۱۱



کی باطنی آیتیں پہلے آسمان وزمین کے اندر ظاہر ہوئیں۔ پھر انسان کے اندر چنانچہ اسی کی نسبت فرماتا ہے۔ وَفِیْ أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ یعنی تمہارے نفسوں کے اندر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ کیا تم کو اُن کو نہیں دیکھتے (دیکھتے تو ہو مگر غور سے نہیں دیکھتے ہو) خداوند تعالیٰ نے پہلے اُن نشانوں کے دیکھنے کا حکم کیا ہے جو عالم کے اندر ہیں پھر اُن نشانوں کے دیکھنے کا حکم فرمایا ہے جو نفوس کے اندر ہیں تاکہ آفاق اور نفوس دونوں کی نشانیاں جمع ہو جائیں۔ پھر اپنے افعال میں سے۔ سب سے زیادہ لطیف اور چمیدہ افعال کو قالب انسانی کے اندر ظاہر فرمایا۔ اور قالب انسانی میں سے بھی اس شرف کے ساتھ تین اعضا کو مخصوص کیا جو اعضا رئیسہ کہلاتے ہیں۔ ان تینوں اعضا میں سے ہر عضو کو اُس نے اپنے افعال خفیہ کا محل بنایا ہے چنانچہ دلغ میں اس کے افعال خفیہ یہ ہیں جس مشترک تین تذکر حفظ خیال فکر و ہم۔ پھر حس مشترک کے پانچ حصہ کر کے اُن سے افعال خفیہ اُس نے ظاہر کیے ہیں یعنی حواس ظاہری چنانچہ آنکھ میں بینائی کی قوت رکھی اور کان۔ سننے کی اور ناک میں سونگھنے کی اور زبان میں چھلنے کی اور تمام کھال میں چھوٹنے کی یہ قوت سر سے پیر تک ساری جلد میں ہے۔ اور بعض افعال خفیہ اُس نے قلب میں ظاہر کئے ہیں جیسے حیات اور حس حقیقی اور حرکت اصلی اور بعض باطنی افعال جگر میں رکھے ہیں جیسے طبعی قوتیں۔ مثل ہاضمہ اور وافہ اور غذا یہ اور اس کے اور شہوت کی قوت کو باطن میں جگہ دی ہے۔ یہ نہایت ہی اللہ کے پوشیدہ افعال میں سے ہے۔ باوجود کہ اُس کے آثار ظاہر ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے واسطے ایک مخصوص آلہ تیار کیا ہے جو اُس کی مملوک پورا کرتا ہے۔ اور اسی کام کے واسطے مخصوص ہے۔ اور کوئی کام اُس سے نہیں لے سکتے اور قوت مولودہ کو انٹین میں جگہ دی ہے۔

خداوند تعالیٰ کے ان افعال میں سے ہر فعل کے جز اور جزویات بہت ہیں جن کی تشریح نہایت طویل ہے۔ اس مختصر میں دان کی گنجائش نہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال کو ظاہر اور باطن کی دو قسموں میں ظاہر کیا۔ اور فعل کو انسان پر رکھ دیا۔ اور حقیقت فعل میں بھر نکلا اور تدکار کے کچھ باقی نہ رہا تب فعل کو انسان ہی کے ساتھ

لازم کیا اور انسان کے ذمہ میں کر دیا اور انسانی سیکل میں اس فعل کو اپنی قدرت کا خلیفہ بنایا تاکہ یہ انسان بھی افعال الہی میں سے اس کام کے کرنے پر قادر ہو جو اس کی طاقت میں ہے۔ پس انسان بھی جس کے اندر مثل قدرۃ اُولیٰ کے فعل کا فاعل ہو گیا۔ اور جب انسان اپنی عقل کے ذریعہ سے افعال ظاہرہ اور خفیہ کا فاعل ہوا۔ تب اللہ تعالیٰ نے صنعت کا دروازہ اس کے اوپر کھول دیا۔ اور آیتہ صل کو اسی پر ختم فرمایا تاکہ انسان حق کا منفصل ہوا و خلقی کا فاعل ہو فعل اور انفعال دونوں کے معنی اس کے اندر پائے جاسے۔ پس یہ انسان منفصل اس سبب سے کہ خدا سے نیچے مرتبہ میں ہے۔ اور نفس اس سبب سے کہ کل مخلوقات سے مرتبہ میں بلند ہے۔ اور افعال الہی کا فعل اور خلق کا آئینہ اور صحن کا عنوان اور قدرت کی بزرگان ہے۔ اور یہ انسان اپنے نفس کے ساتھ فاعل اور اپنی عقل کے ساتھ محنت ر ہے۔ اور اپنی روح اور جس کے ساتھ شرف یافتہ ہے۔ اس کا مرتبہ کل مخلوق میں بلند ہے حق اور باطل کے بیچ میں یہ ٹیڑھا ہوا ہے۔ اور کفر و ایمان کے درمیان میں کروی میں بدلتا ہو نوع انسان میں سے جس نے یہ استفادہ حاصل کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ظاہری و باطنی افعال کو دیکھے اور آفاق اور نفوس میں اس کی نشانیاں ملاحظہ کرے پس وہی کامل مومن ہے اور جو اس مرتبہ سے رہ گیا وہ درجہ انسانیت سے بھی محروم ہے۔ بلکہ جنس بہائم میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ** وہ گونگے بہرے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

پس اسے طالب ہم نے افعال الہی میں سے جن اقسام کی طرف اشارہ کیا ہے ان کو خوب پہچان اور اپنی آنکھ سے سحران کے ظاہر کو دیکھ۔ اور چشم بصیرت سے ان کے باطن پر نظر کر اور آیات و حقائق سے عرفان کی جستجو کر اور جان لے کہ مستقبل محسوس میں چھپا ہوا ہے۔ اور محسوس مقبول کے ساتھ قائم ہے۔ اور افعال الہی ان دونوں سے خالی نہیں ہیں۔ پس جب تو افعال کے ان مراتب کو جان لے گا۔ تب نیز ایمان قوی ہو جائیگا۔ اور دین تیرا کامل ہوگا۔



اور یہ بھی جان لے کہ وہی حقیقی فاعل ہے۔ اہم چیز کا پیدا کنندہ ہے اُس کے سوا  
 نہ کوئی خالق ہے نہ فاعل کل مخلوقات اُس کی قدرت کے نیچے ہیں۔ پس خدا کا فعل وہی حقیقی  
 وہ ہے۔ اور مخلوق عورت ہے۔ کیونکہ توالد بغیر نر مادہ کے نہیں ہو سکتا اور اسی توالد  
 کا نام فعل و افعال ہے عقل سلیم پر یہ بات روشن اور واضح ہے۔ پس تجھ کو چاہیے  
 کہ افعال شیا من کی متابعت سے نکل آئے اور افعال الہی میں نظر کرنے  
 تاکہ تجھ کو وہ باتیں دکھائی دیں جن میں تیرے دین و دنیا کی بہلائی اور نجات ہو۔ اور یہ بھی  
 تجھ کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ خلافت کا جتنہ افعال الہی میں سے بہتر فعل ہو۔ موجودات میں  
 خدا تعالیٰ اس واسطے خلیفہ قائم کرتا ہے۔ تاکہ سب اخرا استغاثہ کے ساتھ خلیفہ کی طرف  
 رجوع کریں اور انتظام قائم رہے۔ اس واسطے خلیفہ کی متابعت بھی تجھ کو ضروری ہے  
 تاکہ تو صنع الہی سے مداف ہو۔ اور اس کے خاص مخفی اور مختار فعل کو افعال ظاہرہ و باطنہ  
 میں سے ملاحظہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہر متقی پر ہمیز گار اپنی طرف رجوع ہونے والے کو دوست رکھتا ہے۔

# پانچواں باب

## ترتیب موجودات کے بیان میں اس کے اندر تین فصلیں ہیں

پہلی فصل :- پیدائش عالم کی کیفیت اور اس کی ابتدا کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَوَّلَ  
 رِیْزَمِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتِّ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ  
 بیشک تمہارا پروردگار وہ ہے جسے چھ روز میں آسمان و زمین کو پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر اُنہیں اپنا نور عطا

معلوم ہو کہ عالم ایک جامع نام ہے جس کے اندر بہت سے اجزاء ہیں۔ جیسے آسمان و زمین اور اُس کے اندر جو کچھ چیزیں ہیں مولیات اور ارکان وغیرہ سے اور اصلاق کے ساتھ جب یہ نام یعنی عالم بولا جاتا ہے۔ اُس وقت یہ فلک اعلیٰ پر واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کل اشیا پر شامل ہے۔ اور سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ عالم کے کل اجزاء خالق واحد کی مخلوق ہونے میں برابر ہیں۔ اور ان اجزاء میں سے ہر ایک جز دوسرے جز سے خالق کی طرف محتاج ہونے اور امکان اور صنف اور فانیس برابری کی نسبت رکھتا ہے۔ کیونکہ خالق کا مخلوق میں تفاوت نہیں ہے۔ بلکہ تفاوت مخلوقات ہی میں ہے۔ مگر نہ خالق کی طرف سے بلکہ اپنی اپنی استعدادوں کی طرف سے کیونکہ عالم کی ہر صنف اور ہر نوع نے اپنی استعداد کے موافق اپنی مقدار کو قبول کیا ہے۔ اور وجود کے اندر جو فی شکل اور ہیئت اختیار کی ہے یہ بات نہیں ہے کہ صورت کے غشتے والے نے نجات سے کیسکو بری صورت دی۔ اور کسی کی طرف مائل ہو کر اچھی صورت سے اُس کو سزا فرما دیا۔ کیونکہ وہ غیض الوجود بلا منع ولا بغل ہے۔ بلکہ موجودات میں سے ہر ایک نے اپنی قوت اور طاقت کے موافق اپنی صورت اختیار کی ہے۔

اسی جگہ قلت اور کثرت میں تقدم اور تاخر اور شرف اور نقص کے ساتھ مراتب کا اختلاف ظاہر ہوگا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ عالم کا حادث ہونا صحیح ہے کیونکہ عالم تغیر سے اور متحرک ہے۔ اس کے واسطے محرک اور متغیر ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ تغیر کون و فساد کے درمیان میں ہوتا ہے۔ اور حرکت استحالة اور انتقال سے ہوتی ہے اور اگر متحرک بغیر محرک کے بذات خود حرکت کرتا ہو۔ تو لازم ہے کہ بذات خود بغیر محرک کے حرکت کرے۔ اور یہ بھی لازم ہے۔ کہ تمام حرکت کینولی چیزیں کمال کی طرف حرکت کریں۔ یہ بات نہیں سچو۔ بلکہ لازم ہے کہ کمال محرک کے ساتھ ہو۔ کیونکہ اُس کو غیر سے استعانت چاہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ متحرک غیر کا مستلج بنے یا محرک کے ساتھ یا تنہا کے ساتھ

مطلوبہ حرکت دینے والا اور اُس کے اندر تغیر کو یاد اگر نہ والا۔ یعنی جب کسی چیز کو حرکت ہوگی تب اُس کا کوئی حرکت دینے والا ہوگا۔ اور جب کوئی حرکت کرنا والی چیز نہ ملے گی۔ تب اس کا کوئی محرک نہ ہوا ہوگا۔



سب سے پہلی حرکت وجود کی طرف ہے جو چیز کہ نہ تھی پھر ہوئی۔ اس کے واسطے  
 تکون ضروری ہے۔ پھر اُس کا تکون اُس کو وجود کی طرف لاتا ہے۔ وہ تکون جس نے اُس  
 کو تکون بخشا ہے۔ وہ غیر کے تصرف سے منزہ ہے۔ اور وہ خدا کے واحد ہے یعنی وہ ذات  
 پاک جس کی طرف تمام موجودات حدوث اور تکون میں محتاج ہیں۔ پس جب اُس چیز نے  
 موجود طلق سے وجود کو قبول کر لیا۔ تب وہ احکامات مختلفہ کے قابل ہو گئی اور اپنے حدوث  
 کے ساتھ اپنے خالق اور موجود کی قدامت پر دلیل ہوئی۔ اور اُس کا احتیاج اس کے  
 خالق کے جو دو کرم اور عنایت کی دلیل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عالم بحیثیت خود محدث اور  
 خالق کی حفاظت اور عنایت کا محتاج ہے۔ اور کل اس کے اجزا اُس کے سامنے ذلیل  
 ہیں اور اس کا احتیاج ہی اس بات کی گواہی ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ اس کا محرک اور  
 خالق ہے۔ اور یہی گواہی اس کی تسبیح ہے۔ جو اُس جزو سے صادر ہوتی ہے۔ جیسا کہ  
 خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَلَا تَمْنُنْ شَيْءًا إِلَّا لَيْسَ بِمُحَمَّدٍ وَلَا لَكِنَّ لَا تَفْهَمُونَ تَسْبِيحَهُ** یعنی  
 کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔ مگر تم اُن کی تسبیح نہیں  
 سمجھتے۔ اور فرمایا ہے۔ **إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَمْدُ عَمْدًا** یعنی جو چیز  
 آسمان و زمین میں ہے۔ سب خدا کی حضور میں بندگی کے ساتھ حاضر ہوگی۔ اور فرماتا ہے۔  
**وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** یعنی اللہ ہی کے واسطے سجدہ کرتی ہیں سب چیزیں  
 جو آسمان و زمین میں ہیں۔

جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ عالم حادث ہے۔ اور حدوث کے معنی بھی معلوم ہو گئے  
 کہ یہ محتاج ہونا ہے ایسے موجود سابق کی طرف جس سے پہلے کوئی موجود نہ ہو۔ اور یہ موجود  
 جس سے پہلے کوئی موجود نہیں ہے۔ ذات باری جل شانہ ہے۔ جس نے کل چیزوں کو  
 پیدا کیا ہے بغیر کسی غرض اور طمع اور فساد اور کسی دوسرے کی ضرورت اور احتیاج  
 کے بلکہ محض اپنے تعاضد وجود اور اتساع قدرت کے سبب سے۔ پس اسی نے بغیر  
 کسی آلہ اور مادہ امدادت اور موضوع کے پیدا کیا اور یہ مبداء اول یعنی وہ چیز جس کو  
 خداوند تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ پھر سب چیزیں اُس سے پیدا کیں ایک

صاف جوہر تھا کامل اپنی ذات میں اور اپنے عقل رکھنے والا اور سمجھنے والا پھر اُس جوہر کی آنکھوں میں خداوند تعالیٰ نے وحدانیت کا سرہ لگایا۔ اُس وقت اُس نے دونوں نظریں کھلیں۔ ایک نظر کمال ابداع کی طرف اور دوسری نظر نقص حدوث کی طرف۔ پس ران دونوں نظروں کے پیچھے واقع ہونے سے فعل اور افعال ظاہر ہوئے مگر چونکہ فعل نقصان کے مشابہ ہے۔ اور نقصان منہی عنہ کے اپنی ذات کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ پس یہی نقص اور کمال فعل اور افعال پر دلالت کرتے ہیں۔ جو دونوں نظروں سے پیدا ہوئے جھوٹے ہیں۔ اور یہی مضمون السعدی کے لفظ کُن میں پوشیدہ ہے یعنی کاف اُس کمال کا محل ہے جو فعل میں رکھا ہوا ہے۔ اور مبدع کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ اور نون اُس نقصان کا محل ہے جو افعال میں رکھا ہوا ہے۔ اور مبتدع کے اپنے حدوث کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوا ہے۔

یہی فعل اور افعال سب سے پہلی دو اصلیں ہیں۔ پھر ان سے تمام عالم کا وجود ہوا ہے۔ اور یہ دونوں کون و فساد کی دونوں طرفوں میں جاری ہیں۔ اور تمام کائنات انہیں سے پیدا ہوتی ہے۔ اور ان دونوں قوتوں فعل و افعال سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے۔ فعل ضار و عظیم و قدیم کی قدرت سے پیدا ہوا ہے۔ اور افعال حادث کے قبول سے پیدا ہوا ہے۔ اور یہ دونوں بمنزلہ نر و مادہ کے ہیں فعل نر ہے۔ اور افعال مادہ ہے۔ اور یہ دونوں حکم الہی سے حادث ہیں

پس کلمہ اَوَّلُ بِالْبَرَاءِ اللہ منہ ذابہ ایک جامع اور منزه کلمہ ہے۔ استعارہ اور عبارت اور زمان و مکان سے اور یہی کلمہ امر الہیت میں پوشیدہ تھا۔ پھر جب وحدت اور ہویت محض نے الہیت کا لباس پہنا یہی کلمہ اُس کا امر ہو گیا۔ اور اُس سے ایک جوہر کامل الذات و الصفات ظاہر ہوا اور اُس جوہر نے اپنی ذات کی طرف ایک نظر کی اور ایک نظر اپنے خالق کی طرف کی پس انہیں دونوں نظروں سے فعل اور افعال کی قوتیں ظاہر ہوئیں فعل نے عقل کی ذات میں قرار پیرا۔ اور افعال نے نفس میں جبر

لہ منبع یعنی وہ جوہر جو پیدا کیا گیا ہے۔ اور مبدع اس کا پیدا کرنے والا یعنی خداوند تعالیٰ ۱۲



پائی۔ اسی سبب سے نفس عقل سے منفصل ہوا اور عقل نے نفس کے اندر فصل شروع کیا۔ اور  
 اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے اوپر سے ان کے باہم ملنے جلنے کا حکم فرمایا۔ تاکہ تو والد و نسل  
 ملے ہو۔ اور یہ حکم ابی گویا ان دونوں کے نکاح کا خطبہ تھا۔ عقل مرد اور نفس عورت گویا کہ  
 آدم اور حوا عالم اشخاص میں عقل اور نفس ہی کی مثال ہیں۔ پس پہلی جو چیز اللہ تعالیٰ  
 نے پیدا کی وہ نفس ہے۔ اور پہلی جو چیز اللہ تعالیٰ نے ابداء کی وہ عقل ہے۔ اور خلق اور ابداء  
 کا فرق تم کو معلوم ہو گیا ہے۔ سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے اپنے صمیم علم کے کلمہ  
 کے ساتھ پیدا کی۔ وہ ایک جو ہر کامل عاقل تھا عرفان اور عقل اور کمال اور شرف اور  
 تعظیم اور رجولیت کے ساتھ موصوف اور یہ جو ہر پاک تھا۔ الوان اور اشکال اور مقادیر اور  
 کمیات اور ہونیات سے اور اس میں اور اس کے مبعوع میں کوئی واسطہ نہ تھا۔ بلکہ یہ خود  
 واسطہ بنالک اشیا اور خالق کے درمیان میں۔ پھر اس عقل ہی کے واسطے سے ایک جو  
 کامل عاقل زندہ عالم بالقوت نہ بافضل درجہ اعتدال پر قائم پیدا کیا یہ نفس تھا۔ کیونکہ  
 نفس عقل کے فیضان کا محتاج ہے جیسے کہ عورت مرد کے نطفہ کی احتیاج رکھتی ہے  
 تاکہ اپنے رحم میں اس کی تربیت دے کر انسان بنائے پس اس طرح نفس اول عقل  
 کے نطفہ کا محتاج ہوا۔ اور اس کا عاشق بن گیا۔ نب اللہ تعالیٰ نے جو عقل کو بھی اس کی  
 طرف متوجہ ہونے کا حکم فرمایا۔ تاکہ اس کے اندر رحم نشانی کرے۔ کیونکہ اس میں غم کے  
 قبول کرنے کی فطرتی قابلیت تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نفس کے پیدا کرنے کے بعد قوت  
 بیہوشی کو پیدا کیا۔ یہی مادہ ہے جو سب صورتوں کو قبول کرتا ہے۔ جیسے کہ شہوت کا مادہ  
 تمام اقسام حیوانات میں ہے۔ اگر یہ شہوت گھوڑے کو دامگیر ہوئی تو اس سے گھوڑے  
 ہی کی صورت پیدا ہوگی۔ اور اگر گدھے کو دامگیر ہوئی تب اس سے گدھا ہی ظاہر ہوگا۔  
 اور اگر نوع انسان میں رنگینہ ہوئی۔ تب انسان ہی پیدا ہوگا۔ پھر بیہوشی کے بعد اللہ تعالیٰ  
 نے طبیعت کو پیدا کیا۔ اور یہ قوت موافق حکم فعل و انفعال کے بیہوشی پر تسلط ہوئی۔  
 اور اسی سے صورت کا کام پورا ہوا۔ یہی قوت بیہوشی کو اس صورت کے ساتھ جو  
 اس کے لائق ہے آراستہ کرتی ہے۔ جیسے کہ آسمان کے بیہوشی کو آسمانی

صورتِ عنایت کی۔ اور انسان کے بیوٹی کو انسانی صورت اور گھوڑے کے بیوٹے کو گھوڑے کی صورت بخشی۔ حضرت رسول خدا صلعم نے اس قوتِ طبعی سے خبر دی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔  
 اِنَّ اللّٰهَ مَلَكًا يُّسَوِّقُ الْاَهْلَ اِلَى الْاَهْلِ يَعْنِيْ بَشِيْكَ اِلٰهٍ تَعَالٰی کا ایک فرشتہ ہے۔ جو اہل کو اہل کی طرف چلاتا ہے۔ پس فرشتہ یہی قوتِ طبعی ہے۔ جو ہر صورت کو اُس کے مناسب مادہ کی طرف لیجاتی ہے۔ پس گویا کہ طبیعتِ بیوٹی پر دیکھیں مسلط ہو گئی۔ پھر اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حرکتِ مطلقہ کو پیدا کیا۔ یہ حرکت نفسِ طبیعت کے اندر ہے۔ تاکہ طبیعت حرکت کرے۔ اور اُس کے سبب مادہ اور صورت بھی حرکت کریں۔  
 چنانچہ طبیعت حرکت کرنے لگی۔ پھر اُس کو بیوٹی جسمیہ کے ساتھ متعلق کیا۔ تب جسمیت ظاہر ہو گئی۔ اور یہ طبیعت حکمِ الہی سے جسمِ مطلق کی صورت میں ظاہر ہوئی۔  
 اور اللہ تعالیٰ نے اس کو عالم کا قالب بنایا۔ یہی جسمِ فلکِ اعلیٰ ہے۔ پھر اسی جسمِ مطلق سے اللہ تعالیٰ نے تمام افلاک پیدا کیے۔ یعنی طبیعت نے فلکِ اعلیٰ میں تصرف کر کے اُس کے نو حصے کر دیئے جس سے نو افلاک ظاہر ہوئے۔ اور افلاکِ البروج میں کو ایک کو پیدا کیا جن میں سے سات سیاے پیدا ہو کر ایک ایک فلک میں مقیم ہوئے۔ اور یہہ طبیعت تصرف کرتی ہوئی فلکِ قمر کے پاس آئی۔ یہ سب آخر فلک ہے۔ اس میں بھی اس نے تصرف کیا۔ اور اُس کو حرکت دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیوٹی مطلقہ سے ارکانِ اربعہ کا مادہ پیدا کیا یعنی عناصرِ اربعہ کو جو مختلف صورتوں کے قابل ہیں۔ اور ان کو آسمانوں کے بیچ میں مرکزِ عالم پر جگہ دی۔ یہ نقطہ دائرہ کے بیچ میں ہو جیسے کہ قلب ہوتا ہے۔ تمام اعضا اُسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ایسے ہی یہ مرکزِ عالم گویا قلبِ عالم ہے۔ اور یہ مرکزِ محسوس نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک نقطہ موصوفہ غیر متعین ہے اور غیر متحرک ہے۔  
 اسی کی طرف تمام عالم قرار پکڑتا ہے۔ اور اسی پر سارے عالم کا مستقر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قوتِ طبعی کے ساتھ ارکان کے اندر مزاج کو پیدا کیا۔ جس کے باعث سے ارکان ایک دوسرے سے خلط ملط ہوئے۔ اور مختلف اشیاء کا اُن سے ظہور ہوا۔ چنانچہ سب سے پہلے معدنوں کے اندر جواہرات پیدا ہوئے۔ ابتداً ان کی بہت کمزور



تھی۔ مگر پھر قوت طبعی کے تصرف سے ان کو قوت پہنچی اور یہ نہایت مضبوط ہو گئے۔ جیسے مونگا وغیرہ اسی طرح نہروں کے کنارہ پر نباتات اور اشجار کا ظہور ہوا۔ ان کی ابتدا بھی بہت ضعیف تھی۔ جب پیدا ہوئے تو گھاس ہی کی طرح کم زور تھے۔ مگر قوت طبعی نے ان کو نہایت تنومند درخت بنا دیا۔ اور حیوانات کی طرح سے ان کو بھی ترویج اور تغذیہ کی ضرورت ہوئی۔

پھر طبیعت نے حیوانیت کی طرف رجوع کی اور نہایت ہی کمزور کمزور جینیٹی سے بھی چھوٹے چھوٹے کیرے پیدا کیے۔ اور پھر ان کو پرورش کر کے بڑے بڑے ہوام اور حشرات الارض بنا دیا۔ اسی طرح دواب اور وحش و طیور میں تصرف کیا۔ جس سے ہاتھی وغیرہ بڑے بڑے حیوان پیدا ہوئے۔ اور ذہن اور تیز گوئی انہوں نے قبول کیا۔ پس ہاتھی اتنا درجہ کا حیوان ہے جیسے کہ کھجور سب سے اونچا درخت ہے۔ ایسے ہی مونگا سب سے بڑا معدن ہے۔

چنانچہ نباتیت اور صورت نخل حیوانیت کی ہدایت ہو۔ اور صورت فیل انسانیت کی ہدایت ہو اور صورت انسانیت نبوت کی ہدایت ہے۔ ان سب کاموں سے فارغ

۱۱۔ یعنی جسوقت مزاج نے ارکان کے اندر تصرف کر کے نباتات کو پیدا کیا اور کھجور سب سے اونچا درخت کے اس کے اوپر نباتات کے کال کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد جو مزاج نے ترقی کی اس سے حیوان ظاہر ہوا یعنی نشوونما اور چھوٹی مقدار کے ساتھ پیدا ہو کر بڑی مقدار تک کرنے اور غذا کے محتاج ہونے میں نباتات اور حیوانات برابر ہیں۔ مگر حیوانات میں یہ ترقی زیادہ ہے کہ ان کو اور اک اور شعور بھی حاصل ہے۔ جو نباتات کو حاصل نہیں۔ جو میں نباتات کی انتہا حیوانات کی ابتدا ہے۔ پھر اس کے بعد حیوانات میں سب سے بڑا جانور ہاتھی ہے۔ وہ جو اوصاف رکھتا ہے۔ اور سب انسان کے اندر موجود ہیں۔ مگر انسان میں عقل اور شعور کا مادہ اس سے بڑھا ہوا ہے۔ اس حساب سے حیوانات کی انتہا انسان کی ابتدا ہے ۱۲۔ یعنی جب انسان نے تمام حیوانات اور نباتات وغیرہ پر کمال حاصل کیا تب انسان کے اندر چند اہم اہم اہم اور معرفت آئی کے ساتھ ایسے مخصوص ہوئے۔ جن کے مرتبہ کو اور کوئی انسان نہ پاسکا اور نہ وہ مرتبہ کوشش سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہی مادہ کی قابلیت سے ایسا ہی عقل رکھتا ہے۔ جیسے انسانی صورت انسانی مادہ سے عقل رکھتی ہے۔ یعنی اگر کوئی حیوان چاہے کہ میں انسان بن جاؤں یا کوئی درخت چاہے کہ میں حیوان بن جاؤں یا کوئی درخت چاہے کہ میں حیوان بن جاؤں تو نہیں بن سکتا۔ وہی بنی ہوگا جس کے مادہ نے نبوت کو قبول کیا ہے ۱۳

سید یسین علی نظامی خواجہ ارزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی ترجمہ کتاب





حواس خمسہ کی پانچوں طرف حرکت کا تقسیم ہونا ہے۔ اور نیز حرکتیں بھی پانچ ہیں۔ چار فلک کے نیچے اور ایک خاص فلک کی حرکت۔ چھٹے مرتبہ پر فلک ہے۔ اور یہ جسم ہے کیونکہ یہ چھٹا (۱۶) جہتوں کو قبول کرتا ہے۔ پھر یہی جسم چھٹے مرتبہ میں سات افلاک پر تقسیم ہوا۔ اور یہہ ساتواں مرتبہ ہے۔ پھر آٹھویں مرتبہ پر ارکان سفر وہ مرکب ہیں۔ اور نویں مرتبہ پر مولدات کا مزاج ہے۔ پھر دہائی کے نمبر پر حضرت انسان ہیں جیسے کہ گنتی دس کے عدد سے پوری ہوتی ہے۔ ایسے ہی صورت (مطلقہ) صورت انسان سے کمال ہوئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ یعنی بیشک پیدا کیا ہم نے انسان کو اچھی شکل و صورت میں۔ پس اس صورت انسانی کے سوا نہ اور کوئی صورت ہے۔ نہ مرتبہ ہے نہ زینت ہے۔ کیونکہ اور جس قدر اقسام مخلوقات ہیں۔ سب ایک دوسرے سے صورت یا صفت میں مشابہ ہیں۔ سوا انسان کے یہ کسی سے مشابہ نہیں ہے۔ اور نہ کوئی مخلوق اس سے مشابہ ہے۔ پس یہ مخلوق مثل اپنے خالق کے یکتا ہے۔ یعنی انسان لیس کثیر شے جیسے کہ اس کے خالق کی مثل کوئی چیز نہیں۔ ایسے ہی اس کی مثل بھی کوئی مخلوق نہیں ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے امثال کی نفی کی ہے ایسے ہی انسان کی ذات سے بھی امثال کی نفی کی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ فَان تَوَلَّوْا لَسْتُمْ بِاَعْدَائِكُمْ تَوَلَّوْا يُكُوْنُوْا اَمْثَالُكُمْ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مخصوص صورت کے ساتھ جو تمام صورتوں میں رگزیدہ ہے پیدا کیا ہے۔ اور اسی سبب سے انسان کا کوئی شریک اور نظیر نہیں ہے۔

پس مفردات میں سے ذات جناب باری سے زیادہ قریب غفل ہے۔ اور مرکبات

لے حواس خمسہ کی پانچ حواس ہیں ذائقہ یعنی چکنا چار یعنی سونگھنا۔ ساندہ یعنی سنا۔ لاشہ یعنی چھونا۔ بصر یعنی دیکھنا۔ ہر پانچ حواس غامضی اور ایک کا ذریعہ ہیں۔ لہذا ان سے حقائق ہشیار کا کام نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ حواس رنگ اور صورت اور مزہ اور بوہی کے معلوم ہونے کا فائدہ دیتے ہیں۔ اس کے بعد ذات سبقت ہے جس کا کام یعنی آگے۔ غفلت یعنی پیچھے۔ بین یعنی دیکھنا۔ بین یعنی بیان فوق یعنی اوپر تختہ یعنی نیچے۔ اس کے ارکان مفرد یعنی عناصر ربوہ۔ آگ۔ ہوا۔ چانی۔ خاک ہیں ۱۲ اس کے مولدات شے یعنی حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ حسب جہاد ہیں۔ نباتات تمام روئیگی اور درخت وغیرہ ہیں۔ جمادات میں تمام معدنیات اور پتھر وغیرہ ہیں ۱۳

شے اور اگر تم بیٹھ پھر لوگ تو وہ تھکے ہوئے دوسری قوم کے آئیگا۔ اور پھر وہ تھکے ہوئے شے نہ ہونگے ۱۴

میں سے سب سے زیادہ جناب باری کا مقرب عاقل یعنی حضرت انسان ہے۔ اور کل اشیاء، عقل و عاقل کے درمیان میں ہیں۔ اور عقول محض وہی ذات خداوندہ تعالیٰ ہے۔ اور کل موجودات میں سے اُس کی زیادہ مقرب عقل ہے۔ اور عقل کا شرف عاقل سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس عالم عاقل کا تاج ہے۔ اور عاقل عقل کا لباس ہے۔ اور عقل عبد اللہ اور عند اللہ اور مع اللہ ہے اور غیر اللہ کی طرف اُس کی نظر نہیں ہے۔ جب کہا جاتا ہے۔ عالم غیب تو اُس سے عقل ہی مراد ہوتی ہے۔ اور جب کہا جاتا ہے۔ عالم شہادت تو اُس سے عاقل مراد ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غیب و شہادت دونوں کا عالم ہے۔

مکان (یعنی ظرف) فلک کے اندر داخل ہے۔ اور زمان (یعنی ظرف) فلک کی حرکت سے ہے۔ فلک کی پیدائش سے پہلے نہ مکان تھا نہ زمان۔ اور جب زمان ہی نہ تھا۔ تب پھر سال اور مہینے۔ اور رات دن کہاں تھے فقط اللہ تعالیٰ اپنی ہویت اور وحدت کے ساتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ (یعنی پید کیا اُس نے آسمان وزمین کو چھ روز میں پھر قائم ہوا عرش پر)۔ اس کے وہ معنی نہیں ہیں جو ہم ظن اور ظلال مکتب بیان کرتے ہیں۔ یعنی بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں دنوں کا اندازہ کر کے اُس اندازہ میں عالم کو پیدا کیا اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دنوں کو پیدا کر کے پھر اُن میں عالم کو پیدا کیا۔ بعض کہتے ہیں اُن دنوں جو آسمان میں مذکور ہیں دنیا کے دن مراد نہیں ہیں۔ بلکہ آخرت کے دن ہیں اور اس آیت کو یہ لوگ حجت پیش کرتے ہیں وَمَا يَوْمُ الْاٰخِرَةِ كَالْاَوَّلِ سَنَةٌ مِّمَّا تَعْلَمُونَ کا معنی تیسرے رب کے ہاں کا ایک دن تہائے شہاد کے ہزار برس کی برابر ہے۔ حالانکہ یہ جاہل یہ عقل کی ہیقت میں بہت اختلاف ہے۔ اور ہر ایک اپنی عقل کے موافق اس کی اہمیت بیان کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عقل ایک ایسی لطیف چیز ہے جس کی کیفیت کا ہر اک ہمارے دہم میں نہیں آسکتا اور فلسفہ کا یہ قول ہے کہ عقل ایک روشن جس کو اللہ اور فائز دینے والا جو ہے۔ روح میں یہ داخل ہوتا ہے۔ اور شمس و چاند کے واسطے بھی جسم میں داخل ہوتا ہے۔ عقل ہے۔ پس روح کے واسطے اعمال اور احوال عقل ہی کے اتصال سے سمجھتے ہیں جیسے کہ جسم کے اعمال اور احوال روح کے اتصال سے ہوتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ بہت سے اقوال ہیں اور ان کی بحثیں مطولات میں مذکور ہیں۔

سید یسین علی ہشتی نفاذی دہلوی خواہر زادہ حضرت محبوب اعلیٰ قدس سرہ (رحمہم اللہ) کا تہ





ہے۔ وہ آسمان وزمین کا جب کسی چیز کا پیدا کرنا چاہتا ہے۔ پس اُس سے فرماتا ہے ہو وہ ہو جاتی ہے۔ اس آیت میں انہیں صفات کی طرف اشارہ ہے۔ جو دوسری آیت میں لفظ ایام کے ساتھ ظاہر کی گئی ہیں۔ اور جن میں محی قیوم کا نور ظاہر ہوا ہے۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایام یعنی صفات میں عالم کو پیدا کیا ہے۔ اور دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ اُس نے جو عالم کو چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ ان چھ دنوں سے چھ جہات مراد ہیں جن سے عالم کا خارج ہونا ممکن نہیں ہے۔ تم پہلے جان چکے ہو۔ کہ جسم وہی عالم ہے جس جہات ستہ عالم کے ساتھ محیط ہیں۔ اور جہات ستہ یہ ہیں یعنی چھ طرفیں جن سے کوئی چیز باہر نہیں ہو۔ فوق یعنی اوپر تخت یعنی نیچے خلیف یعنی پچھا۔ اُمّام یعنی آگا۔

یعنی یعنی دایاں یسار یعنی بایاں۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں چھ جہات میں آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے۔ ان چھ جہات سے ذیہ نکل سکتے ہیں نہ ان کی خلاصی ان سے ممکن ہے۔ پس جب اُس نے عالم کو اپنی ذات کے ایام صفات میں پیدا کیا۔ اس کی حدود اور جہتیں ظاہر کر دیں اور خود اپنی ذات کا صفات اور جہات سے منفرہ ہوتا اس جملہ کے ساتھ بیان فرمایا ثم استَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یعنی پھر عرش پر قائم ہوا اور فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَفِیْ عِزِّ مَلٰئِکَیْنِ یعنی اللہ تعالیٰ تمام عالم سے بے پرواہ ہے۔ اور ایک دوسرے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے چھ روز میں آسمان وزمین کو پیدا کیا یعنی تین چیزیں آسمانوں میں بنائیں آسمان اور کو اکب اور ملائکہ اور زمین چیزیں زمین میں پیدا کیں۔ معدنیات نباتات اور حیوانات پھر عرش پر قائم ہوا یعنی انسان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس کی تصویر اور ترکیب کو وجود میں لایا۔ اور انسان کی صورت کو جو ساتویں روز کی مشعل ہو اور صورتوں میں ایسا ممتاز کیا جیسے

اسطے مصنف رہنے اس آیت کی ہدایت قابل تفسیر کی ہے۔ اور اس کی توضیح اس طرح ہو جو حضرت شیخ ابن عربی نے اپنی تفسیر میں لکھی ہے اور میں اُس کا خلاصہ نقل کرتا ہوں خلق السموات والارض فی ستۃ ایام یعنی خداوند تعالیٰ آسمان وارض و زمین وسموات چھ ہزار برس پہلے پیدا کر کے ان کا ایک روز انسانوں کے شمار سے ایک ہزار برس کے برابر ہے۔ اور یہ چھ ہزار برس آدم سے لے کر حضور کے زمانہ تک ہے۔ اس لیے کہ خلق کے سننے حق کا معیار تخلیق میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور ساتویں دن زمانہ نبوت سے شروع ہوا یعنی عیسا علیہ السلام تک۔ و تم استودای علی اعش یعنی قلب محمدی پر چڑھنے کے ساتھ قائم ہوا اپنی کل صفات کے ساتھ۔



جمہور کا روز اور دنوں میں ممتاز ہو۔ پس یوں سمجھنا چاہیے کہ ملائکہ ہفتہ کا روز ہیں جو ہفتہ میں پہلا دن ہے۔ اور کو ایک اتوار کا روز ہیں۔ یہ ہفتہ کا دوسرا دن ہے۔ اور اٹھاکہ بنسزلہ پیر کے روز کے ہیں۔ اور معدنیات بنسزلہ منگل کے روز کے ہیں۔ اور نبات بنسزلہ بدھ کے روز کے ہیں۔ اور حیوانات بنسزلہ جمعرات کے روز کے ہیں۔ اور انسان بنسزلہ روز جمعہ کے ہے یعنی جیسے کہ جمعہ کے روز سب لوگ نماز کے واسطے جمع ہوتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر تمام آسمان وزمین کی اشیاء کو جمع کیا ہے۔

انسان عرش توحید پر۔ اور عرش پر خدا کے قائم ہونے سے اہل توحید پر عرفان کا ظاہر کرنا مراد ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اقسام آسمان و زمین کو پیدا کر کے عرش توحید پر قائم ہوا جس سے انسان مراد ہے۔ یعنی انسان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کل مخلوقات پر اس کو بزرگی دی۔ اور وہ چھپوں چیزیں بمنزلہ اُن دُوروں کے ہوئیں جن کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلَاةٍ مِنْ طِينٍ ۝ یہ ذکر تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے۔ اور استنوار علی العرش بمنزلہ انشا ثانیہ ہوا جو ساتواں دور ہے۔ پس ان چھ کو اللہ تعالیٰ نے ساتویں کے ساتھ پورا کیا یعنی عالم کو انسان کے ساتھ کامل فرمایا۔ اور اپنے تصرف کے ساتھ انسان پر قائم ہوا یَغْشَى اللَّيْلُ الْجَهْلُ النَّهَارُ الْعِلْمُ رَطْبُهُ حَيَاتُهُ وَالشَّمْسُ الْعَقْلُ وَالْقَمَرُ النَّفْسُ وَالْجَوْمُ الْحَوَاسُ مَسْمُومَاتٌ بِأَمْرِ مَا لَا لَهُ الْخَلْقُ الشَّخْصُ وَالْأَمْرُ الرَّأْيُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ رات یعنی جہالت کو دن یعنی علم کا پردہ پوش بنا تا ہے جو اس کے پیچھے دوڑ کر آ رہی ہے اور سورج یعنی عقل اور چاند یعنی نفس اور ستارے یعنی حواس سب اس کے علم کے تابعدار ہیں۔ سن لو کہ اسی کے واسطے بے خلق یعنی جسم اور امر یعنی روح برکت والا ہے۔

۱۔ لیٹھا لٹکے یا نہیں، مذکور ہو چکا ہے کہ انسان کی ابتدا آفرینش ہی سے ہو چکر پشت میں نافذ بنا پھر وہ نافذ رحم کے اندر  
علقہ کی صورت میں منتقل ہوا۔ پھر مفصل بنا پھر ہڈیاں نہیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھایا۔ پھر جب انسان رحم سے دنیا میں  
تشریف لایا۔ اس وقت اس کی انشا رنائیہ شروع ہوئی یعنی بچے سے بڑا ہوا اور اوسط عمر کو پہنچا۔ پھر بڑھا ہوا۔ پھر گھبرا  
اور سب درمل کا خاتمہ ہوا۔

اسے طالب ہم نے ان آیات کی جو شرح بیان کی ہے۔ اس کو خوب سمجھ اور خلق کی کیفیت اور موجودات کے مراتب اور اتمام عدد بعد عشرہ کو معلوم کر اور اپنے رب سے عجز و زاری کے ساتھ خفیہ دعا کر اور حد سے بڑھنے والوں کو وہ یقیناً دوست نہیں رکھتا اور

## دوسری فصل

ان احادیث کے بیان میں جو لفظ اول کی نسبت وارد ہوئی ہیں

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اول ماخلق اللہ تعقل (المرث) یعنی سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ وہ عقل ہے۔ اور نیز حضور نے فرمایا اول ماخلق اللہ نور یعنی پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے۔ وہ سیر نور ہے۔ اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمان ہے اول ماخلق اللہ انقلہ قال لا اکتب قال یارب وما اکتب قال اکتب توحید وفضیلتی علی خلقی واکتب ما هو کارئ لانی یوم القیامۃ یعنی پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے۔ وہ نعم ہے اس سے فرمایا لکھ اس نے عرض کیا۔ اسے پروردگار کیا لکھوں فرمایا۔ میری توحید اور میری مخلوق پر میری فضیلت اور برتری لکھ اور قیامت تک جو کچھ میری مخلوق ہے سب کچھ لکھ۔ معلوم ہو کہ اولیت کے دو معنی ہیں ایک اولیت زمانہ کی ہوتی ہے۔ مثلاً باپ بیٹے سے اول ہوتا ہے۔ اور بیٹا اس کے بعد ہوتا ہے۔ دوسری اولیت رتبہ اور مکان کی ہے جیسے کہ تہ میں سے اول نبی ہیں۔ پھر صحابہ۔ پھر ائمہ۔ جو چیز کہ زمانہ میں اول ہے ممکن ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی چیز اول ہو۔ جس کے مقابلہ میں یہ چیز دوسرے درجہ کی ہو جائے گی۔ مگر جو چیز کے تہ۔ اور حقیقت دونوں میں اول ہے۔ اس سے کوئی چیز اول نہیں ہو سکتی جس کے مقابلہ میں یہ دوسرے درجہ کی ٹھہری پس جو چیز کہ زمانہ میں اول ہے۔ اس کا اول ہونا مجازی ہے۔ اس لئے کہ اس سے بھی

لے مقدمہ مشہور یعنی انسان کی پیدائش میں سے دوس کا دوسرا ہوا اس کا ذکر کرتے ہیں گزرجا اور سیرتیں



کسی چیز کا اول ہونا ممکن ہے۔ اور وہ چیز جو مرتبہ اور حقیقت میں اول ہے۔ اس کا اول ہونا حقیقی ہے۔ کیونکہ وہ تغیر سے محفوظ ہے۔ پس یہی حقیقی اولیت عقل کے واسطے ہے فقط کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور نہ مخلوق میں سے کسی کو اس کے برابر مرتبہ عنایت کیا۔ غرض کہ مفرد اور مرکب سب چیزوں میں سے عقل اول اول ہے کیونکہ یہ جو ہر مطلق ہے فرد مطلق و راک۔ عقل۔ اور باقی کل اشیاء کا ظہور اسی سے ہے۔ اور اسی کی طرف آخر میں سب چیزیں رجوع کرتی ہیں۔ پس یہی اول ہے یہی آخر ہے۔ یہی مبدء ہے یہی معاد ہے +

خداوند تعالیٰ بمنزلہ قلم کے ہے جو لکھ رہا ہے۔ کیونکہ تمام موجودات بمنزلہ کتابت کے ہیں بطور احرار عالم بمنزلہ اُن معانی کے ہیں جو حروف کے طرف میں ودیعت رکھے جاتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے عقل اور خلق کی پیدائش شروع کی۔ تو عقل کو سب کا سرور بنایا۔ پس عقل بمنزلہ تلفظ کتاب کے ہوئی اور اس کا وجود انظار و خیالات کے میں قلم نے شاہ ہوا۔ تو گو عقل خدا کا قلم ہوئی جس سے اُس نے موجودات کے حروف صفحات صفت اور لوح قدرت پر لکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ قلم نے اپنے پروردگار سے عرض کیا۔ میں کیا لکھوں فرمایا میری توحید لکھ۔ اور جو کچھ میری بندوں پر قیامت تک جاری ہوگا۔ سب لکھ۔ جب یہ کلمات اللہ تعالیٰ نے اُس کو الہام فرمائے۔ تب اس نے نفس انسانی کو ظاہر کیا۔ اور اس پر توحید اور کلمہ معرفت لکھا پھر نفس جزویہ میں اپنے خاص فیضان کے لائق ایک نفس تلاش کیا۔ اور اُس نفس کے جوہر پر اپنے نور علم کا فیض پہنچایا۔ اور اپنی وحی کے ساتھ اُس کی امداد کی کیونکہ نفس انسانی کو بغیر عقلی امداد کے شرف حاصل نہیں ہوتا ہو اور جبکہ نفس طلب علم میں عقل کے وجود کا محتاج ہوا تو جو نفس جزویہ ہے۔ اُس کو عقل جزوی کفایت کرتی ہے۔ اور جو نفس کلی ہے وہ

علم یعنی جب عقل نے اپنے فعل و انفعال سے کلی اشیاء کو جن کا مادہ جس کے اندر پوشیدہ تھا ظاہر کیا اس معنی سے یہی عقل قلم کوئی معنی جو کلم قلم کہتا ہو کہ اُس سے مختلف صورت اور مختلف معانی کے تحت ظاہر ہوتے ہیں یہی کام عقل نے کیا، سید مرتضیٰ کا یہ ملامتیں کلام لکھنے والا بخیر عقل اہل علم بھی راہ گشتی ہو اور اپنے سب کا یہی قلم۔ مکتبہ جیسا کہ اوپر لکھا ہو اور عقل کو امداد اور عقل جی پور سے طرے حاصل ہے اور یہی عقل سب اشیاء کا مبداء اور مرجع ہے۔ سید سلیمان

جب نفوس جزویہ کے واسطے کمال مصلحت کا طالب ہوتا ہے۔ اور اُس چیز کو بھی جانتا ہے۔ جو اُس کا احاطہ کیے ہوئے ہے یعنی حدوث کو تب اُس کو طلب مصلح میں عقول جزویہ کافی نہیں ہوتیں۔ اس لئے وہ عقل کلی سے استمداد اور استعانت کرتا ہے۔ پھر مصلحت کے وقت اپنی تجرذات و اہر قناعت نہیں کرتا اور اپنے لائق موزون اور کامل المزاج جسم اختیار کرتا ہے۔ اور جس وقت اُس نے جسم خست یا کیا۔ اسی وقت سے اپنے ذاتی کمال کے ساتھ اُس جسم کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اُس کو اپنا فیضان پونچا کر صاحب دعوت نبی اور صاحب شریعت رسول بنادیتا ہے۔ اور اسی فیضان کی کمی یا زیادتی کے سبب سے رسولوں کے حالات میں فرق ہوتا ہے۔ اس کا ذکر ہم منقریب اس کے موقع میں کریں گے۔

نبوت ایک قوت ہے جو تمام رسولوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ یعنی قوت افادہ و افانہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ عقل کلی کے نفس کلی پر پہنچی ہے۔ جن اشخاص نے رسالت کی گود میں نبوت کی چھاتی سے دودھ پیا ہے۔ وہ سب وحی الہی کی مناسبت سے بمنزلہ ایک شخص کے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ رسولوں کے اعداد مختلف ہیں۔ مگر نبوت کے اعداد مختلف نہیں ہیں۔ پس جب کہ نبوت کی حقیقت مختلف نہیں ہے۔ تو آدم علیہ السلام کی نسبت اُس کی طرف ایسی ہے۔ جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں ایسے ہوئے جیسے آدم اول میں تھے۔ کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صورت نفس اور منبطع عقل اور محل وحی الہی ہیں۔ اور عقل بھی ایک ہے اور نفس بھی ایک ہے اور وحی بھی ایک ہے۔ اور رسول بہت ہیں۔ اور راستے بھی بہت ہیں۔ مگر مقصود ایک ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حقیقت آدم کی صورت میں بھی حضرت محمد ہی تھے۔ پس جبکہ حضرت محمد نے آدم کی نبوت کو ثابت کیا تو گویا اپنی ہی نبوت ثابت کی۔ اور جب اپنی ذات کا کمال ثابت کیا۔ تو گویا آدم کی ذات کا کمال ثابت کیا۔ اور یہ جو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور

لے لیا یعنی پہنچانے اور کمال بندے کی قوت ۱۱ سے یعنی عقل کے جائے نزول اور وحی عبادی کے مقام



پیدا کیا ہے۔ اس سے ادا آپ کی نور نبوت ہے۔ اور یہ نور نبوت عقل کا منوجہ ہونا ہے  
 آپ کی اس قول سے یہ مراد نہیں ہے کہ میں اُس وقت نبی تھا جب اور نبی نہیں تھے  
 کیونکہ نبوت شخص کے اندر عقل کی مدد سے وحی کا تاثیر کرنا ہے۔ اور یہ پہلے ہی پہل آدم  
 پر مظاہر ہوا ہے۔ اُن کے بعد اُن کی اولاد اس کی وارث ہوئی چنانچہ کل انبیاء آدم  
 کے وارث ہیں اور نبوت اُن کی میراث ہے۔ پس حضور علیہ السلام کی اس فرمانِ اوّل  
 سَاطِقُ اللّٰہِ نوری سے نور نبوت ہی مراد ہے کیونکہ نبی نبوت ہی سے قائم ہوتا ہے نہ  
 سوا کسی چیز سے اور یہ کلمہ حضور نے دو مطلبوں سے فرمایا ہے۔ ایک مطلب یہ ہے کہ نبوت  
 تمام اشخاص انبیاء میں ایک ہے جب ایک وجہ سے نبوت ایک نبی میں پائی گئی۔ تو سب  
 نبیوں میں بھی اسی وجہ سے پائی گئی۔ لہذا جب آپ نے فرمایا نوری اس سے نور  
 نبوت مراد لیا۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ نور نبوت تمام موجودات سے سابق  
 ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اسی نور کو پیدا کیا ہے تاکہ تمام عالم نور نبوت  
 کا اتباع کرے۔ اور دوسرا مطلب حضور کے فرمان کا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خاتم  
 النبیین تھے۔ اور حضور کی ذات انفرادی عالم یعنی قیامت تک دراز ہوئی۔ پس  
 آپ یا اعتبار حکم کے اول نبیین اور یا اعتبار پیدائش کے آخر نبیین تھے۔ اسی  
 کے واسطے آپ نے فرمایا ہے۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَاَنْتُمْ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْطِّیْنِ یعنی میں اُس  
 وقت نبی تھا جب کہ آدم پانی اور مٹی میں تھے یعنی اُن کا وجود بھی خلق نہ ہوا تھا۔ اس  
 وقت میں نبی تھا۔ یعنی اول نبوت بھی میں ہوں اور آخر نبوت بھی میں ہوں۔ آپ ہی  
 کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت کو شروع کیا۔ اور آپ ہی پر ختم فرمایا۔ اسی سبب آپ انبیاء  
 سے بزرگتر اور اعلیٰ تر تھے اور فقط آپ کی نسبت نبوت سے تمام انبیاء اور مرسلین کی نسبت  
 سے برابر ہے پس پہلی وجہ جو اللہ تعالیٰ نے اطلاق اور اولیت حقیقی کے ساتھ پیدا کی  
 ہے عقل کلی ہے جو حضور کے اور اللہ کے درمیان میں واسطہ ہے پس عقل روحانیات

یعنی آپ کی نبوت کلماتِ تمکیدیہ ہی منطوقی طور سے آپ کی نبوت یعنی منقول نبوت کے اندر آپ میں شامل ہیں۔ ابتداء  
 آدم سے ہے اور آدم کی نبوت اسی اعتبار سے قیامت تک جاری۔ اور کثرتِ نبیاء کے یہ معنی ہیں۔ کہ نبوت اس وقت سے جب آدم کی آخرت  
 کا وجود ہی نہ تھا۔ ۱۲-۱۱-۱۰

سے بھی اول ہے۔ اور موثرات سے بھی اول ہے اور انبیاء سے بھی اول ہے۔ کیونکہ نبوت عقل اول ہی کے فیضان سے پیدا ہوتی ہے جو وہ نفس اول پر کرتی ہے۔ اور کتابت میں قلم اول ہے اور مجاہدین مجاہد انبیاء سے اول ہے یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو بمنزلہ مکتوبات کے بنایا تو عقل کو قلم گردانا۔ اور جب اشیاء کو بمنزلہ معانی کے کیا تب اُس کو عقل قرار دیدیا۔ اور جب بندوں کو اپنی طرف بلایا تب اُس کو داعی (یعنی رسول) بنا دیا۔ غرض کہ یہ تینوں نام ایک ہی چیز کے ہیں (عقل کی ذات ایک جوہر فرمانبردار موثر اور مطیع تھی۔ خدا کے قبضہ میں جمع چاہتا تھا اُس کو پھیر دیتا تھا پس یہ جوہر جس کو خداوند تعالیٰ نے سب سے اول پیدا کیا ہے۔ اور اُس کو اول الاول اور اپنا فرمانبردار بندہ بنایا ہے۔ یہ بہت سی صفات سے موصوف ہے۔ کبھی تو یہ عقل ہے۔ اور کبھی یہ فرشتہ مقرب ہے۔ اور کبھی یہ حامل عرش ہے۔ اور کبھی یہ صاحب دعوت ہے۔ یہی اولیت کی حقیقت ہے۔ جو بیان کی گئی ہے۔

اور دہم کی رو سے اس طرح ہے کہ ہر نوع کا ایک مبداء ہے۔ جس سے اُس کے مخصوص ظاہر ہوئے ہیں۔ چنانچہ عقل روحانیات کا مبداء ہے۔ اور جسم جسمانیات کا مبداء ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے نور کے مبداء ہیں۔ اور آدم علیہ السلام انسان کے مبداء ہیں اور ان سب مبداءوں کا مبداء اللہ تعالیٰ کا لفظ مکن ہے۔ جس کو اُس نے اول الاول قرار دیا ہے۔ اور یہ سب مبداء اُس کے مقابلہ میں دوسرے اور تیسرے درجہ میں ہیں بحسب اضافات مختلفہ کے جن کا کچھ بیان گذر بھی چکا ہے۔ باقی ان کی تفصیل بہت طویل ہے۔

پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بزرگترین انبیاء ہیں اور دعوت میں سب کے آخر ہیں۔ اور ترتیب میں بھی سب کے اول ہیں۔ اور لوگوں کے درمیان میں آپ تبلیغ کلام الہی کی رو سے بمنزلہ قلم کے ہیں۔ جو کتابت کے ہاتھ ہیں۔ ہوتا ہے یعنی جیسے کہ کتابت قلم سے اپنا نامانی الضمیر لکھ کر غائب اور دور کے لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے حاضر نبوت کو تو منوں پر



منکشف کیا۔ پس گویا حضور خدا کی قلم ہیں۔ اور دعوت کی حقیقت اور شریعت کے وضع کرنے میں آپ عقول جزویہ میں صورت عقل میں۔ پس آپ کی احادیث میں مع لفظ اول مذکور ہیں اُن کے معانی آپ کی ذات ہی کی طرف راجع ہیں۔ اور نبوت سے اوپر بھڑا الہیت کے اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ پس نور نبوت اَوَّلُ الْاَشْيَا اور شہادت البقارہ **وَاللّٰهُ هُوَ الْاَوَّلُ** اور اللہ تعالیٰ وہی اول اور وہی آخر اور وہی ظاہر اور باطن ہے۔ اول سے وہ اول مراد ہے جس سے پہلے کوئی نہیں۔ اور آخر سے وہ آخر مراد ہے۔ جس سے آخر کوئی نہیں ہے۔ وہی اللہ واحد قیوم ہے۔ اور باقی جس قدر اوائل میں۔ وہ بحسب اضافات مختلف ہیں اے طالب تو خوب سمجھ لے کہ مرتبہ میں سے اَوَّل عقل ہے۔ اور حقیقت میں سے اَوَّل نور حقیقت ہے۔ اور یہ نور نبوت ہی اور یہ نور نبوت عقل اور قلم دونوں پر غالب ہے۔ پس نبی مکرم کی شریعت کو مضبوط پکڑنا کہ نور نبوت میں سے سمجھ کو بھی کچھ لمبائے۔ اور آخرت کی کامیابی نصیب ہو اور عذاب الہی سے نجات پائے۔

## تیسری فصل سید ایش آدم کی کیفیت میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِيْهِ لَآدَمَ خَلِیْفَةً ۖ فَسَبِّحُوْا ثَنَاءَ عَلٰی عَرْشِ رَبِّكَ اَلَمْ تَعْلَمُوْا** جب فرمایا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ (بیدا) کروں گا ہوں۔ اور فرمایا ہے۔ **خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ** آخر آیت تک۔ معلوم ہو کہ آدم علیہ السلام ہی پہلے انسان ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا ہے۔ پانی اور مٹی سے۔ کالبدان کا بیت الحرام یعنی خانہ کعبہ کے قریب مکہ اور طائف کے درمیان میں بنایا۔ پھر اُس میں روح پھونکی۔ اور زمانہ بولنے والا کھڑا کر دیا اور بزرگی

ملے یعنی ان تینوں میں جو لفظ اول کا آیا ہے۔ اُس سے آپ ہی کی ذات مراد ہے۔ اور وہ تینوں حدیثیں یہ ہیں۔ اَوَّلُ **اَخْلَقَ اللّٰهُ النَّفْلَ**۔ اور اَوَّلُ **اَخْلَقَ اللّٰهُ الْعَالَمَ**۔ اور اَوَّلُ **اَخْلَقَ اللّٰهُ الْاَوَّلَ**۔

تھ یعنی حضور کا نور بادشاہ میں پہلی چیز ہے۔ اور بادشاہ بقیار کے دوسرے نبی پر تو کہہ کر بقیار میں پہلا نبی ذات باری جل شانہ کا ہے۔

و شرف عنایت کیا چنانچہ فرماتا ہے **هُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا** یعنی خدا پاک کی وہی ذات ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کر کے نسب اور سسرال کے سلسلے اُس میں جاری کیے جب خداوند تعالیٰ نے عقل کلی کو پیدا کیا۔ تب اُس کے بعد نفس کو پیدا کیا اور ان دونوں سے فعل و انفعال کو ظاہر فرما کر پہلی مطلقہ میں اُن دونوں کو جاری کیا۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے حسیت میں خوب کام کیے۔ اور انہیں دونوں کے ذریعہ سے اللہ نے جسم سے افلاک اور کوکب کو پیدا کیا۔ پھر ارکان اربعہ کو پیدا کر کے فعل و انفعال کو اُن کی طرف متوجہ کیا۔ اُنہوں نے قسم قسم کی مخلوقات مثل حیوانات معدنیات نباتات کے ظاہر کیں۔ مگر پھر بھی اُن کو قناعت نہ ہوئی یہ عقل اول کو اشخاص جمادات حیوانات وغیرہ کے پیدا کرنے سے اطمینان حاصل ہوا۔ اور اُس نے چاہا کہ ان اصناف ثلثہ سے بہتر اور عمدہ اور کمال شخص پیدا کیا جائے۔ جو سب سے افضل ہو۔ تب اُنہیں فعل و انفعال نے ایک عمدہ مادہ پانی اور مٹی میں دیکھا۔ پس یہ دونوں اُس کے اندر گھس گئے۔ اور وہ مادہ ربوبیت کے دروازہ تک دراز ہوا۔ یہاں تک کہ قدرت نے اُس میں ارادہ کی تاثیر کے ساتھ اثر کیا اور اس مادہ میں سے ایک شخص محووت مستونی نطق کے لائق پیدا کیا پھر نفس کلی اُس شخص کی طرف متوجہ ہو کر ایسا اُس کے ساتھ متعلق ہوا جیسے صورت مادہ کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ تب اُس شخص کے قلب میں زندگی کا نور روشن ہوا اور زمین پر پھرنے چلنے لگا اور زندہ ہو گیا۔ اور اپنی پیدائش سے یہ حیران تھا۔ اُس وقت عقل کلی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور اُس نے اس کو اپنی کرامت اور بزرگی اور خلافت کا سزاوار بنایا اور اپنے جلال و کمال کو اُس کی بصیرت پر روشن کیا۔ تب عقل کی تائید سے اس کی زبان کھل گئی۔ اور ان نعمتوں اور بخششوں پر جو بارگاہ خداوندی سے اُس کو عنایت ہوئی انہیں شکر پروردگار بجالایا اور کہنے لگا۔ **أُحْمَدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَنِي لَا عَن قَائِلٍ مُّخْصَرٍّ وَلَا عَن مُّتَفَعِّلٍ مُّضْمَرٍّ** جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے

ملہ مجتہدین واد میں کو کھوکھا کہتے ہیں ۱۲ ملہ نطق کے لائق یعنی ایسا نطق والا جو اپنی تمام ضروریات کو گفتگو کے ذریعہ سے پروردگار کے ۱۱ ملہ اس مذاکت کو جسے مجھ کو پیدا کیا نہ نال غرضوں سے نہ منفعلیں نہ کد غرض اپنے ذریعہ سے



فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتَ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَكِينًا يَضَعُهَا فَرَشْتُ جِبِ مِثْلِ اس  
 کو بنا کر پورا کر دوں اور اپنی رُوح اُس کے اندر بھجوں تاکہ دوں اُس وقت تم سب اُس کے  
 آگے سجدہ میں گر پڑنا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کے قالب کو ایک طرفۃ البین میں پیدا کر کے میدان  
 کبریا میں ڈال دیا پھر نفس اُس کے طرف اس طرح متوجہ ہوا کہ وہ اُس کو مقبول  
 کر کے چنانچہ قالب نے حضورؐ عرصہ میں قلب کا نو قبول کیا۔ جس کی خبر سر رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں دی ہے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کی مٹی کو  
 چالیس روز اپنے ہاتھ سے خمیر کیا ہے۔ ہر دس روز دس دس نمیتیں آدم پر فرماتا تھا  
 یعنی ان نعمتوں کی برکت سے آدم کے قالب میں سے ارکان کی جمادیت باطل جاتی  
 ہی۔ خدا کے وعدہ کے چالیس روز پورے ہوئے۔ اور انہیں چالیس روز کا نمونہ چالیس  
 روز تھے جن کا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ذکر فرمایا ہے

پس آدم کا پہلا ظہور مٹی سے تھا۔ پھر اُس نے اوج عقل کی طرف حرکت کی۔

پس جب نور عقل نے اُس پر طلوع کیا۔ زمین عبودیت میں یہ خدا کا خلیفہ بن گیا اور  
 زمین جہالت سے اُس نے علوم شریعت و حقیقت کے آسمان پر ترقی کی۔ اللہ تعالیٰ  
 فرماتا ہے۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ لِيَقُولُوا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ  
 (ہر چیز کے) پھر پیش کیا ان چیزوں کو فرشتوں پہ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم کے  
 قالب کو مٹی سے پیدا کر کے عالم کے اندر ڈال دیا۔ تب ملائکہ اور مسکینانِ بظلالِ اعلیٰ  
 فرمایا۔ اِنَّا بَآئِلُكَ بِمَا كُنْتَ تَقُولُ لَمْ يَكُنْ لَكَ خَلِيقَةٌ مَّا يَعْنِي مِثْلِ اس میں خلیفہ پیدا کرنا والا ہوں تم اس  
 کی خدمت اور متابعت کے واسطے تیار ہو جاؤ۔ ملائکہ نے جب یہ ندا سنی اپنے اپنے  
 مسکنوں سے نکل کر آدم کی سبیل کو دیکھنے گئے۔ اور اُس کے قالب کو جس وقت کہ  
 وہ سبحان پڑا تھا دیکھ کر خیال کرنے لگے کہ مثل اور حیوانات کے یہ بھی ایک حیوان ہو گا  
 اس میں کوئی بات قابل تعریف نہیں ہو نہ یہ تکلیفات شرعیہ اور احکامات  
 الہیہ کا اہل معام ہوتا ہے۔ اسی سبب سے انہوں نے عرض کیا اَلْجَعْلُ فِيهَا مَوْتٌ

لہٰذا بعض اعلیٰ مقام کے فرشتے جو اور فرشتوں پر بھی امتیاز اور برتری رکھتے ہیں ۱۴





فرمایا (اے ابلیس) تجھ کو کس چیز نے باز رکھا کہ تو اس کو سجود کرے گا۔ جب کہ میں نے تجھ  
 حکم دیا تھا (ابلیس نے) کہا میں اُس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا تو  
 اور اس کو تو نے حاب سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس سے فرمایا تو اچھے مادوں میں  
 بری صورت ہے۔ اور آدم اچھے مادہ میں اچھی صورت ہے تیرا گمان یہ ہے کہ آگ مٹی  
 سے بہتر ہے۔ کیونکہ یہ پلائی رالی ہے۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ خاک آگ سے بہتر ہے۔ کیونکہ یہ  
 (نباتات کی) پرورش اور حفاظت کرتی ہے۔ اور اس میں نرمی اور محبت اور ٹھنڈک  
 ہے۔ اور چونکہ میں بھی وہ اندازوں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تجھ کو اس نافرمانی  
 کی یہ سزا دوں گا کہ تیری صورت کو تیرے ہی مادہ سے جاؤں گا۔ اور آدم کی صورت کی اُسکی  
 مادہ میں حفاظت کروں گا۔ اور بے شک تجھ پر قیامت تک میری لعنت ہے۔

آدم پہلے تو زندگانی سے ایک شخص ہی تھے۔ پھر عقل کی برکت سے خلیفہ ہوئے اور  
 آسمانوں میں داخل ہو کر جنت کے بند مقام میں سکونت اختیار کی سب فرشتے اُن کی  
 خدمت کو حاضر ہوئے۔ خدا کی امانت کو اُنہوں نے اٹھالیا۔ اور بذاتِ خود فعل و انفعال  
 کی دونوں صورتیں بن گئے۔ اور اسی سبب اپنی نوع کے ساتھ اپنی جنس میں سے  
 مستغنی ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے اُن کو شریعت کے ساتھ مقید کیا۔ اور طبیعت ان سے  
 وابستہ ہوئی اُس وقت یہ عہد پر قائم نہ رہ سکے اور ظاہر شرع پر قناعت نہ کر کے حریم عیاں  
 کا قصد کیا۔ اور سقفِ جنات سے داخل ہو کر باپ ایمان پر نہ ٹھہرے۔ پس اللہ نے  
 قہر کے تازیانہ سے اُن کو دھمکایا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ یعنی آدم ؑ  
 نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ پس گم راہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ لاچار آدم کو باپِ توبہ کی طرف  
 رجوع کرنی پڑی اور عظیم حقیق سے نکل کر کلو اتر تزیل کے ساتھ منتک کیا۔ یعنی توبہ  
 کی اور احکامِ الہی کی اطاعت کی طرف رجوع ہوئے تب پروردگار کے دربارِ رحمت نے

لے یعنی وہ عہد خاص جو پرکار گذرگا نہیں ہے کہ جس وقت آدم نے گناہوں پر خدا کا ملوہ دیکھا مبرا تھا سے جاتا رہا اور مائست  
 کا حکم غفلت سے نہ سہل سمجھ دیا اور گت خواہش دامنِ مصلوب کی طرف دراؤں کیا۔ مگر چونکہ بقولہ کا ردی تھی لہذا نہ ریش کے مستوجب  
 ہوئے۔ پس یہی مسئلہ گناہ کی توبہ کی طرف رجوع کی اور اتباعِ حکم کا سہل سمجھ گئے۔ نہ خیال کیا کہ اس مصلوب کے وصول کا  
 راستہ نہ تھی اتنا کے رہا ہے۔ اسی کا نام استغفر ہے۔ اور وہ فرمایا ہے

جوش کیا۔ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ۔ یعنی پھر اُس کے پروردگار نے اُس کو گریز نہ کیا اور تو یہ قبول کر کے اُس کو ہدایت کی۔ جب آدم کے اندر فعل و افعال کی دونوں قوتوں نے جگہ پکڑی اور خواہش نے اُن کے قلب کو حرکت دی اُس کو بیہوشی کی ضرورت ہوئی۔ تاکہ اُس سے مباشرت کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُس کی پسلی سے اُس کی بیوی کو پیدا کیا۔ اور آدم اور حوا فعل و افعال کی صورتیں بن گئے جیسے کہ لوح و قلم بنے جو کچھ کہ قلم لوح پر لکھتی ہے وہی آدم نے حوا کے ساتھ کیا اور تو اللہ و ماسل ان میں ظاہر ہوا حوا کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ بیٹیوں کی بیٹیوں سے شادی کر دی تاکہ نسل آگے کو چلے چنانچہ امی ذریعہ سے آدم کی اولاد برحق گئی اور ربوبیت کا راز عبودیت میں ظاہر ہوا۔ اور قدرت کے نور نے صنعت کی ظلمت میں قرار پکڑا۔

اور اللہ تعالیٰ نے بیاعت اپنی رحمت کے مٹی سے انسانی پیدائش بند کر دی کیونکہ جب آدم کی ذات ہی میں فعل و افعال ہوئے لگا بیٹے زو مادہ بنا دیے تب مٹی سے پیدا کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ پس آدم سب سے پہلا انسان ہوا جیسے کہ عقل روحانیت میں اول بر اور عقل آدم کی مٹی پر عاشق ہو گئی۔ پس آدم حاصل بالفعل ہے۔ اور عقل آدم بالقوہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت کو ہموار اور موزون کر کے اس کے اندر روح پھونکی۔

اللہ تعالیٰ منازل میں دیگر مخلوقات کے رجحانے اور آدم کی عقل کلی تک پہنچنے کی خبر دینا ہے چنانچہ اس کا فرمان ہے۔ اِنَّا هُمْ اَوَّلُ الْاٰمَانَةِ عَلٰی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالْجِبَالِ قَابِلِیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا اَسْفَقْنَ وَنَحْنَا بَیْنَ بَیْشَک اَم نَمِیْشَکِ لَمَاتِ کَوَاسْمٰنِ مَعْنٰی اَوَّلِ اَوَّلِ پر پس اُنہوں نے اُس کے اٹھانے سے انکار کیا۔ اور اس امانت سے وہ خوف زدہ ہوئے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ آسمان و زمین جیسا کہ عالم کے ساتھ زندہ ہیں۔ کہ وہ کہ عالم ایک ایسا اسم ہے جو آسمان و زمین اور اُن کے درمیانی سب چیزوں پر واقع ہے۔ اور عالم زندہ ہے۔ اس لئے

لے یعنی حصول مطلب کا راستہ بتایا کہ اس طریقت سے ہمارے پاس آؤ۔





انہی نفس معدنی ہیں۔ اور سب کے اعلیٰ نفس ملکی ہے۔ اور یہی نفس ملکی سب نفوس پر شامل ہے۔ قابل نے سب سے پہلے جس نفس کو مقبول کیا ہے وہ نفس معدنی ہے پھر اُس کے بعد نفس نباتی کو قبول کیا پھر اُس کے بعد نفس حیوانی کو مقبول کیا۔ پھر اُس کے بعد نفس انسانی کو قبول کیا اور یہی آدم کی صورت ہے۔ پس تمام نفوس آدم (علیہ السلام) کی مٹی میں جمع ہوئے اور اُس نے اپنی عقلی قوت کے ساتھ نیچے کے سب مرتبوں سے ترقی کی اور نفس انسانیہ کے ساتھ تمام نفوس پر شامل ہو گیا۔ پس اُس کی اولاد بھی بحسب قوائے نفسانیہ کے مختلف مرتبوں میں منقسم ہوئی چنانچہ بعض افراد وہ ہیں جن پر نفس نباتی غالب ہوا۔ اور وہ کافر ہو گئے۔ اور بعض وہ ہیں جن پر نفس حیوانی غالب ہوا۔ اور منافق بن گئے اور بعض وہ ہیں جن پر نفس انسانی غالب ہوا اور مومن ہوئے اور یہ تقسیم اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے فرمائی ہے۔ **يُعَذِّبُ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتُ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتُ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ** ذیعنی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب کرے اور مومن مردوں اور عورتوں کی توبہ قبول فرمائے۔ پس نفس امارہ منافقوں کو حرکت دیتا ہے۔ اور نفس توانہ شرکوں کو ابھارتا ہے۔ اور نفس مطمئنہ مومنوں کو ہدایت کرتا ہے۔ **وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا** اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے +

پس آدم ایک ایسا نام ہے جو جامع ہے تینوں نفوس کے معانی کا اور عقل کے اُس پر غلبہ کرنے اور مستحق خلافت الہی بننے کو۔ آدم پہلے انسان کی صورت ہے۔ اور آدم ہی خاتم النبیین کی حقیقت ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں بمنزلہ آدم کے ہیں صورت میں۔ پس آدم نوع انسانی کا مبدع ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم منتم نوع ہیں۔ اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کے حق میں ایسے ہیں۔ جیسے آدم علیہ السلام جسمانیوں کے حق میں اور وہی خلافت آدم سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک

لے قابل فیضیادہ جو نفس کا قبول کرنے والا جو ملے اس کا بیان ہم پہلے کرچکے ہیں۔ مگر جہاں تمام مصنیات اور نباتات اور حیوانات میں عینہ ملکہ ہیں وہ سب انسان میں مجتمع ہیں اور ان کے ملکہ ۱۰۰۰ سے زائد ہیں نفس انسانی اُس میں ہوا ملا ہے



انبیاء و مرسلین کے پشت پر پشت چلی آئی ہے۔ کبھی ظاہر ہوتی رہی اور کبھی پوشیدہ رہا تاکہ  
کہ حضور میں آپ کے کمال اعتدال مزاج اور اخلاق کے وقت ظاہر ہوئی۔ اسی سبب  
سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عادل مزاج اور خوش اخلاق تھے۔

وہی خلافت موروثہ جو عہد آدم علیہ السلام سے چلی آتی تھی اپنے کمال ذات اور تمام  
صفات کے ساتھ صرف پانچ مرتبہ ظاہر ہوئی ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ اُسکے اسباب  
کے جمع ہونیکا موقع نہ ہوا۔ اور جن اشخاص پر مختلف زمانوں میں اُسکا ظہور ہوا وہی اولوالعزم  
رسول ہیں جیسے نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام  
پس نوح علیہ السلام کے زمانہ میں خلافت کشتی پر ظاہر ہوئی اور (لوگوں سے مخاطب ہو کر)  
کہا اَلْبَوَّابُ لِسَيِّدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَنْ سَهَا يَعْنِيْ خَدَا كَا تَام لِيْكَرَاس كَشْتِيْ مِيْنَ سَوَارِ هُوَ اُسكے  
اختیار میں اس کا چلانا اور نہر انا ہے۔ اور ابراہیم کے زمانہ میں سطح کعبہ پر خلافت ظاہر  
ہوئی اور کہا وَهَنَ دَخَلَهُ كَانَ اَمِنًا وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حُجَّةٌ اَلْبَيِّنَاتِ مِّنْ اَسْتَطَاعَ الرَّايِلُ سَيِّبِلًا  
یعنی جو شخص اس میں داخل ہوا۔ وہ امن سے ہو گیا۔ اور اشد کیواسطے لوگوں پر کعبہ کا  
حج فرض ہے جو اُس کی طرف راستہ کی طاقت رکھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ  
میں بھی خلافت وادعی مقدس کے اندر شجرہ مبارکہ کی تہنیو پیر نمودار ہوئی۔ اور کہا اِنِّیْ  
اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ یعنی بیشک میں ہوں اللہ پروردگار تمام عالموں کا۔ پھر یہ خلافت عیسیٰ  
علیہ السلام کے عہد میں ظاہر ہوئی اور کہا لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمِیْسِمُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَ  
لَا الْمَلَائِکَةُ الْمُقَرَّبُونَ یعنی مسیح ہرگز اس بات سے نفرت نہیں کرتا ہے۔ کہ خدا کا  
بندہ ہے اور نہ مقرب فرشتے ہی خدا کے سنے بننے سے نفرت کرتے ہیں۔ چنانچہ جیسے  
علیہ السلام نے صاف کہہ دیا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اَزَّیْ الْکِذْبِ وَ حَقِّیْ نَبِیُّا وَ جَعَلَنِیْ مَبَارَکًا  
اَیْمًا کُنْتُ وَ اَقْبَابِیْ بِالْعَالَمِیْنَ وَ اَلْزُکُوْۃُ مَا مُمْتَحِنًا وَ اَبُو الْاِیْدِیْ یعنی بے شک میں  
اسکا بندہ ہوں اُس نے مجھ کو کتاب دی ہے۔ اور جہاں کہیں میں ہوں مجھ کو بابرکت

لے عہدہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے کہیں کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی گفتگو کی تھی اور کہا تھا میں  
خدا کا بندہ ہوں اور رسول ہوں اچھے کو اُس نے کتاب دیجی رہایت اور برکت کے ساتھ بھیجا ہے ۱۳

بنایا ہے۔ اور جب تک میں زندہ رہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کا حکم فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد پوری خلافت اور کمال نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہدایت میں ملت ظاہرہ اور حجت باہرہ کے ساتھ ظاہر ہو کر نبوت ختم ہوئی۔ چنانچہ فرمایا: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَكَانَتِ الْبَيِّنَاتُ وَأَنَّ اللَّهَ يَجْعَلُ شَيْءًا عَلَيْهِ مَا لِيَنَّ مُحَمَّدًا صَلي اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی شخص کے باپ نہیں ہیں۔ مگر وہ تو خدا کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور بیشک اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ حضور کے بعد سے نبوت اور رسالت کی حقیقت جبروت کی چادر میں پوشیدہ ہو گئی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خلافت کا نور اپنے اصحاب پر ظاہر کیا۔ اور اپنے تئیں قیامت سے نزدیک بیان فرمایا۔ وَقَالَ أَنَا وَالسَّاعَةِ كَهَاتَيْنِ یعنی فرمایا میں اور قیامت اس طرح پاس پاس ہیں۔ اور دونوں کلمہ کی اور بیچ کی انگلیوں سے اشارہ کیا۔

معلوم ہو کہ آدم پہلا انسان ہو جس کو خداوند تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا۔ اور زندہ اور ناطق بنایا چنانچہ فرماتا ہے۔ وَنَخَعْتْ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ یعنی میں نے آدم میں اپنی روح ڈالی۔ اور تمام موجودات میں اُس کو اپنی خلافت کے ساتھ برگزین کیا۔ ورنہ آدم سے پہلے صورت اور ہیئت اور حقیقت میں کوئی مخلوق ایسی نہ تھی۔ اُس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسباب خلقت کو ختم کیا اور انواع موجودات کو تمام کے تئیں پہونچایا۔ حمد صورت اُس کو عنایت کی اور اُس کی مثال کو قدرت نے عزت کے اندر سے باہر لا کر کھڑا کیا اور ملائکہ کو اُس کے سجود اور اُس کی خدمت و تعبد کا حکم ہوا اور اُس کے تخت کے پائے فرشتوں کے کندھوں پر رکھ کر اطباق افلاک میں اُس کو معراج کرائی پھر اُس کے پہلو سے اُس کی بیوی حوا کو نکالا۔ آدم کی بیوی بھی ہوئیں اور بیٹی بھی ہوئیں پس یوں سمجھنا چاہیے کہ آدم بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے۔ اور جو بغیر ماں کے پیدا ہوئیں۔ پھر اُن سے نواسہ و تناسل کا سلسلہ برابر ہوتا چلا آیا یہاں تک کہ زمانہ کے

لہٰذا میں اور قیامت اس طرح پاس پاس ہیں۔ جیسے یہ دونوں انگلیاں پاس پاس ہیں ۱۱



استدلا سے لوگ پہلے انسان یعنی آدم کی پیدائش کی کیفیت سے ناواقف ہو گئے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا ممکن نہیں۔ اور بعض جاہلوں نے آدم علیہ السلام کے مٹی سے پیدا ہونے کا بھی انکار کیا۔ اور کہا کہ آدم ایک ایسا شخص تھا جس نے ولادت کی حالت سے عزت کے مزید میں ترقی کی تھی اس سبب سے ساکس جہان میں مشہور ہو گیا۔ ورنہ وہ بھی مثل اور انسانوں کے ایک انسان تھا۔ اہل ہند میں سے ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ آدم سے پہلے انیس آدم تھے۔ بعض حکماء ترک کا قول ہے کہ بیس آدم تھے جن میں سے انیس خاص تر کوں کے پیشوا ہیں۔ اور ایک باقی سب کا باپ تھا۔ اسی طرح کے اور بہتے اقوال ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے۔ اور ان کے اندر عجیب و غریب اثاے اور رموز ہیں۔ ران کا وہ مطلب نہیں ہے جو یہ لوگ سمجھتے ہیں الغرض عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا کہ لوگ آدم کی بغیر ماں باپ کے پیدا ہونے کا یقین کریں عیسٰی علیہ السلام کو ان کی والدہ کے پیٹ میں بغیر ماں باپ کے نطفہ کے حاصل ہوئے اور بغیر اس فعل کے جو کسی نرسے سابق ہوا ہو پیدا کیا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ انفعال کی قوت فعل کی قوت سے کمزور ہے پس انفعال ہی کی قوت سے اللہ تعالیٰ نے مریم کی طبیعت میں ایک لڑکا عاتقل کامل پیدا کیا اور نبی مرسل بنایا تاکہ عظمت اس بات کی دلیل حاصل کرے کہ غیر قوت انفعالی کے محض قوت فعلی سے خواہ پیدا ہونا ممکن ہے۔ اور پھر امکان خلق آدم پر بغیر ان دونوں قوتوں کے استدلال پورا ہوا۔ اور اسی سیب سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حضرت مریم کے شہوات سے محفوظ رہنے کی خبر دی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ وَمَرْيَمَ ابْنَتِ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَيْنَتْ فَوْجَهَا يَعْنِي مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ کی جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ اور اپنی رحمت کو ان پر مفتوح کرنے کی خبر دیتا ہے۔ فَخَفَّاهُ فِيهِ مِنْ رُوْحِنَا وَوَضَعْنَاكَ فِي الْكِبَرَاتِ رَبِّهَا وَكِتَابَهُ وَكَانَتْ مِنَ الْقَائِمِينَ یعنی ہم نے اُس میں اپنی روح پھونکی۔ اور تسبیح کی اُس نے اپنے رب کے کلموں اور کتابوں کی اور حتی وہ عبادت گزاروں میں

نہ بیٹے آدم سے نوافانی کی ابتدا نہیں ہے۔ بلکہ آدم بھی محمد اور ان دوں کے یکسان تھا۔

سے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَفَّتُ عَنْهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ يَخْتَلِفُ أَيْنَ يَشَاءُ فَيَهْبِطُ فِي الْأُنثَىٰ فَهِيَ حَامِلٌ ۚ فَتُحْمَلُ بِهَا فَتُكَلِّمُهَا فَيَنْبَغِي عَلَيْهَا حُسْنُ الظَّهْنِ وَفِي الْوَحْنِ ۚ وَتُكَلِّمُهَا فَيَنْبَغِي عَلَيْهَا حُسْنُ الظَّهْنِ وَفِي الْوَحْنِ ۚ وَتُكَلِّمُهَا فَيَنْبَغِي عَلَيْهَا حُسْنُ الظَّهْنِ وَفِي الْوَحْنِ ۚ

روحِ کریم کے اندر ڈالی اور فرماتا ہے: اِنَّمَا مَثَلُ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ یعنی بنیگ جیسے اکی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے پیدا کیا اُس مٹی سے پھر فرمایا ہو جا پس ہو گیا۔ پس آدم اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر یہ سب دیلیں اور عجبتیں ہیں کہ ان کی پیدائش اس طرح نہیں ہوئی جس طرح پیدائش کا عام سلسلہ جاری ہے یعنی ماں باپ کے ذریعے سے کیونکہ مخلوق کا ظہور قادر کی قدرت سے ہے جس میں جس نے مٹی سے آدم کے پیدا ہونے سے شک کیا اس نے گویا خدا کی قدرت میں شک کیا۔ اور جس نے خدا کی قدرت میں شک کیا اُس نے خدا کی صفت میں شک کیا۔ اور جس نے خدا کی صفت میں شک کیا۔ اُس نے خدا کی ذات میں شک کیا۔ اور جس نے خدا کی ذات میں شک کیا وہ کافر ہوا۔ اور کافر ہی ظالم ہیں۔ اور ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔

پس آدم پہلی مخلوق ہے جس کے ماں باپ نہیں ہیں۔ اور حوا پہلی موجود ہے جس کی ماں نہیں ہو اور عیسیٰ پہلے موجود ہیں جن کے باپ نہیں ہیں۔ اور انسان پر سب صورت ہے جس کا شل نہیں ہے۔ اور عقل پہلا مبدع ہے جس کا شریک نہیں ہے۔ اور فہم پہلا صانع ہے جس کے پاس آلہ نہیں ہے۔ اور نفس پہلا غلام ہے جس کو آزادی نہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبی ہیں جن کے واسطے زوال نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ ربک اول ہے اُس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اول اور ثانی ربک منزه ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسکو چاہتا ہے میتے دیتا ہے جسکو چاہتا ہے میتیاں دیتا ہے۔ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ جو رحم مادر میں تمہاری صورت جیسی چاہتا ہے بناتا ہے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ظاہر کی اور آدم کی خلقت کو پورا کیا۔ تب ایک دوسرے سے متعلق ہوئے اور نسب کا چال ان کے اندر پھیل گیا شعری

كَالنَّاسِ مِنْ حِجَّةِ التَّمْتَالِ الْكَفَاءِ ۚ أَبُوهُمْ آدَمُ وَهُمَا حَسَنٌ وَأَسْوَأُ ۚ

یعنی لوگ جیسا فی حیثیت سے ہم کفو ہیں۔ باپ اُن کا آدم ہے اور ماں ان کی حوا ہے



اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّكُمْ مَعَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْفُسُكُمْ اے لوگو! بیشک ہم نے تم کو نر و مادہ سے پیدا کیا ہے اور تمہارے اندر (رسلہ نسب کی) شاخیں اور قبیلے بنائے ہیں تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ بیشک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ بزرگ اور ترہہ والا وہی ہے جو بڑا ستقی ہے۔

اے طالب اس بات کو جان لے کہ آدم پہلا انسان ہے۔ اور حضرت محمد اول ایمان ہیں۔ پس اول ایمان نے اول انسان میں نزار پکڑا (یعنی آدم اور محمد ایک ہو گئے) پس جب تو صاحب ایمان کو پکڑیگا۔ تو تیرا عرفان صحیح ہوگا۔ جیسے کہ اول انسان کے پکڑنے سے تیرا نسب صحیح ہوتا ہے۔ پس اپنے ان دونوں نسبوں یعنی ایمانی اور جسمانی کو صحیح کر۔ اور آدمیوں کے حقوق کو خوب معلوم کر تاکہ نجات حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُؤْتِيَكُمْ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِي كَرِهْتُمْ خُلُقًا لَّا تُنْفِكُوا عَنْهُ لَكُمْ خُلُقًا تَحْتَ حُدُودِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ اور آدمیوں کے حقوق کی بات ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُؤْتِيَكُمْ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِي كَرِهْتُمْ خُلُقًا لَّا تُنْفِكُوا عَنْهُ لَكُمْ خُلُقًا تَحْتَ حُدُودِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔

ہے۔ کہ بیٹے کے واسطے بیٹی سے دگنا حصہ ہے۔ یہ تعلیم آدمیوں کے حقوق کی ہے۔

## پچھٹا باب

اُس راز خداوندی کو بیان میں جو کل موجودات

میں ساری اور جاری ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِ كَيْسُوكَ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْبُ فِيهَا وَلَا غَرَابُوبَةٍ يَكَادُ نُورُهَا يُبْصِرُ وَلَوْ لَمْ تُنَفِّسْهُ نَارُ نُورٍ عَلَى شَيْءٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ يَغُوبُ عَنْ أَلْبَابِ الْمُتَشَالِلِينَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ يَكْفِي عَنْهُمْ خَلْقَ اللَّهِ قَدِيرٌ۔ اور نور یعنی روشنی اور نور بخشنے والا ہے۔ آسمان اور زمین کا اُس سے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ ہے اور چراغ ایک قندیل

میں ہے۔ اور قندیل ایسی صاف شفاف چمکدار ہے کہ مثل روشن ستارہ کے معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ چراغ مبارک درخت زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے یعنی اُس کی کوئی جہت نہیں ہے اور اُس کا روغن ایسا عمدہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر آگ کے پونچھے روغن ہو جائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔  
 إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِي ظُلْمَةٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَيْهِمْ مِنْ نُورٍ فَكَفَّنَ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ النُّورِ أَهْدَىٰ وَمَنْ أَخْطَأَ مِثْلَ: یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا تھا پھر اُن پر اپنا نور ڈالا۔ پس جس کو اُس نور میں سے کچھ حصہ پہنچا اُس نے ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہنچا وہ گم راہ ہو گیا۔

اے طالب یقین حق کے حصص کرنے والے خدا تیری امداد فرمائے تجھ کو معلوم ہو۔ کہ تمام عالم مثل ایک غلام کے خدا کی بارگاہ کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہے۔ اور یہ عالم بذات خود پیدا نہیں ہوا ہے۔ بلکہ یہ خالق قادر کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ اور خالق نے صرف ایک قول کے ساتھ اس تمام عالم کو موجود کر دیا۔ اور اُس کا قول ہی اس کے امر کی صورت ہے جو اُس کے علم قدیم سے باہر آئی اور جس وقت مسامح کمُنونات میں وہ قول پہنچا فوراً اجزاء عالم عدم کی خلقت سے وجود کے نور میں داخل ہوئے۔ کیونکہ جو شخص ظلمات میں گرفتار ہو وہ بغیر ہادی کے نور کے نجات نہیں پاسکتا۔

اور خدا کے فرمان اور اُس کے حکم سے بڑھ کر کون سا نور ہدایت کرنے والا ہو سکتا ہے پس عالم نے عدم کی قید سے انوار ہدایت میں سے ایک نور کے طفیل نجات پائی۔ ذات باری کا نور اور انوار سے مشابہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ نور وجود محض اور ایسا عام ہے کہ اس سے اعم کوئی چیز نہیں ہے پس پھر نور جو انوار باری تعالیٰ سے صادر ہوا وہ موجود مطلق ہے میں نہیں کہتا کہ موجود مطلق ہے بلکہ وہ جو خلقت ہے کیونکہ وجود موجود سے زبانِ اعم ہے۔ اور اسی سے موجود موجود ہوا ہے۔ اور اسی کے سبب سے معدوم نے عدم کی ظلمت سے رائی پائی ہے۔



نور کی ذات ایجاد ہے۔ اور یہ نور دُخیفیتِ خداوند کا ہے۔ اور یہ نور منور ہے۔  
 تمام عالم معدوم کو اپنے ایجاد کے نور سے روشن کر دیتا ہے۔ اور یہی نور عنایتِ خداوندی  
 سے کل مخلوقات میں ساری ہوتا ہے۔ اور یہی سرایت کرنے والا نور وجود پر وال ہے  
 بسببِ ظلمت کے قبضہ کے کیونکہ ظلمت عدم پر دلالت کرتی ہے۔

اس عدم کی ظلمت کے تہہ بہ تہہ کی طیفہ اور اجزاء اور اطوار ہیں۔ اور وجود کا نور  
 نوراً علی نور ہے جس سے بعض لوگوں کو ہارت ہوتی ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ خود فرماتا  
 ہے اَلَّذِينَ آمَنُوا يَخْشَوْنَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا اُولٰٓئِكَ لَهُمُ  
 الظُّلُمَاتُ يَخْشَوْنَ مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمَاتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ  
 یعنی اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کا کار ساز ہے جو ایمان لائے ہیں اُن کو ظلمت سے نور کی طرف  
 باہر لاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں۔ اُن کے کار ساز شیطاں ہیں جو اُن کو نور کی طرف  
 کی طرف باہر لاتے ہیں یہی لوگ دوزخی ہیں۔ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے۔

پس یہی وجود کا نور اُن اجزاء عالم میں سرایت کرتا ہے جو ممکن الوجود ہیں۔  
 اور اُن کو عدم کی ظلمت سے وجود کی روشنی میں لے آتا ہے۔ یہ نور اسرار الہی میں  
 سے ایک راز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نور ہے اور عالم کا وجود اسی کے نور میں سے  
 ایک نور ہے۔ اس لئے کہ وہی موجد ہے۔ اور اسی کے ساتھ وجود موجود ہے۔

پس ذاتِ باری تعالیٰ اس حیثیت سے کہ وہ موجود ہے نور ہے۔ اور اس حیثیت  
 سے کہ وہ موجود ہے منور ہے۔ اور وجود کا نور اسی ذات کے نور سے بیان کرتا ہے  
 اُس کی ذات کے نور کی ضد نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کی ذات کا نور قیئلِ اضداد سے نہیں  
 ہے اور نہ ظلمت اُس کے پاس ظہیرتی ہے۔ لیکن اُس کے نور کا نور وہ ہے جس کے  
 مقابلہ میں ظلمت ہے۔ کیونکہ عدم وجودِ عالم کے مقابل ہے۔ نہ وجود خداوند تعالیٰ  
 کے۔ جس باری تعالیٰ کا نور درحقیقت اُس کی ذات ہے۔ اور یہی وہ نور ہے جس

لے یعنی جن کا وجود ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا اُن چیزوں میں سے جن کی صفوں سے جو کرتی ہیں۔ جیسے نور کے  
 مقابلہ میں غمت ہے۔ یا اُن کے مقابلہ میں پانی ہے۔

کے اندر ظلمت نہیں ہے۔ کسی وجہ سے بھی۔ وہ روشنی جو عالم میں جاری ہے۔ خدا ہی کے نور سے ہے۔ اور یہی وہ نور ہے جو خداوند تعالیٰ نے عدم کے گرفتاروں پر ڈالا تھا۔ اس نور سے ہر موجود نے اپنی حیا اور حیثیت کے موافق حصہ لیا۔ اور یہی نور خدا کا وہ راز ہے جس سے اُس کی موجودات قائم ہے۔ اگر یہ نور نہ ہوتا۔ تو عالم میں اُس کی سبب کبر پائی سے کوئی موجود باقی نہ رہتا۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ **لَوْ لَمْ يَكُنْ حِجَابُ النُّورِ وَالنَّارِ عَنِ اللَّهِ لَمْ تَكُنْ سُبْحَاتٌ وَبِحْجَابِهِ حَتَّى أَتَى ذَلِكَ بَصَرُهُ** یعنی اگر خداوند تعالیٰ پر سے نور یا نار کا حجاب اٹھ جائے تو اُس کے چہرہ کی شعاعیں وہاں تک پہنچا دیں۔ جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے (اور اُس کی نگاہ سے کوئی چیز دور نہیں ہے۔ مطلب یہ یہ ہوا کہ تمام عالم فنا ہو جائے) پس ذات کا نور حق کا وجود ہے۔ اور اُس کے نور کا نور خلق کا ایجاد ہے۔ اور خدا کا راز اُس کے نور کا نور ہے۔ نہ اُس کی ذات کا نور (کیونکہ محنت و قات اس کے نور کے نور ہی سے ظاہر ہوئی ہیں) اور امثال و امثله نور کی نور ہی میں واقع ہوئی ہیں۔ ذات کے نور میں کوئی مثال واقع نہیں ہوتی کیونکہ ذات کا نور تشبیہ اور تکلیف سے خارج ہے۔ پس اُس کے اس فرمان **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** کے یہ معنی ہیں **مِنْ** اللہ نور السموات والارض یعنی اللہ ہی سے ہے نور آسمان و زمین کا کیونکہ وہ بڑا نور ہے اور وہی عالم کا نور ہے اپنے نور سے۔ پس اس فرمان **مِثْلُ نَوْره** سے نور کا نور مراد ہے نہ ذات کا نور کیونکہ نور کا نور ہی اُس کا وہ راز ہے۔ جو تمام عالم میں ساری ہے اور جس کے ساتھ آسمان و زمین قائم ہیں +

نور کا سرور ان تین قسم پر ہے ایک بالیقین الحقیقت یہ روحانیوں کا ایجاد ہے۔ اور کل عشق اور نفوس سفارہ کا اس کی مثال مصلح میں چراغ کی سی ہے۔ دوسری قسم اس کے بالکس ہے۔ اور یہ اُن اشخاص کا پیدا کرنا ہے جو لطف اور عقل اور روح اور معرفت کی کمالیت رکھتے ہیں۔ اس کی مثال زجاجہ کی ہے۔

تیسری قسم اس کی ضعیف اثر کے ساتھ ہے جو مواد مختلف سے متعلق ہے۔ جیسے

مثلاً یہی اُس کا نور کی کیفیت رکھتا ہے کوئی چیز اُس کے ساتھ ہے۔ مثلاً بجے فرشتوں اور روحوں اور نفوس کا پیدا کرنا وغیرہ چیزیں۔



آبسام اور اعراض اور ان سے نجات وغیرہ کا سائناس کی مثال مشکوٰۃ کی ہے اور نور کا نور  
ذات کے نور سے انہیں مراتب کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اس نور کے طور کے واسطے جو  
اسرار الہی میں سے ایک راز ہے مران رتبوں کے علاوہ اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ یعنی  
مصابیح اور زجاجہ اور مشکوٰۃ اور ان زجاجہ اور مشکوٰۃ سے مقصود صرف مصباح ہے مگر  
وہ نہ ہونے والی دونوں کی بھی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں معلول ہیں اور علت  
ان کی مصباح ہے جب علت نہ ہوئی تو پھر معلول کہاں رہا۔ مگر نور قدیم مصباح کا راز  
بسیب صباح کی ظلماتوں کے اور اُس نے اپنے آثار زجاجہ کے عکس میں مندرج  
کرنے ہیں تاکہ متوالدات بحسب مراتب تلمذ پیدا ہوں یہاں تک کہ ذات کا  
نور ظاہر ہو اور ذات کا نور وہ ہے جس سے نہ عبارت ممکن ہے نہ اُس کی  
طرف اشارہ ہے کیونکہ عبارت اور اشارات نور انور کے دروازے پر نظر گئے ہیں  
اسلئے کہ وہی مشکل اور متجمل ہے۔ اور ذات کا نور پیش کشا ہے۔ اور لیکن نور انور  
کے راجح وہی اشیاء میں جو قرآن شریف کی اس شان میں مذکور ہوئے مشکوٰۃ کا جسم  
زجاجہ سے قوی تر ہے جس کی قوت بڑی اور حفاظت پوری اور امانت واقع ہے۔ اور درجہ  
اور بشارات محض اتنے ہی علم ناقص کے متحمل ہوتے ہیں کہ یہاں نور موجود ہے۔ اور  
مشکوٰۃ نے صرف اسی بات پر قناعت کر لی ہے کہ وصوئیں کا رنگ جس میں آگ کا  
رنگ بھی آمیز ہوتا ہے۔ وہ اس کے پاس آتا ہے اور نور انور کے وجود کی اُس کو خبر دیتا  
ہے۔ اگر اس مشکوٰۃ کی ذات ٹوٹ جائے تو قابل عکس جو زجاجہ ہے۔ رہنہ ہو جائے۔ اور  
اُس کا چہرہ بد نما اور بد رونق محل آئے۔ پس یہ مشکوٰۃ ہمیشہ اسی تردد میں رہتی ہے۔ اور خدا کی  
دو انگلیوں میں اس طرح الٹ پلٹ ہو کرتی ہے جس طرح گین دونوں کھیلنے والوں کے  
ہاتھوں میں گردش کرتی ہے نہ مشکوٰۃ کو زیتون کی خبر ہو۔ نہ شجرہ مبارکہ کی اُس نے فقط نور  
النور کے آثار پر قناعت کر رکھی ہے۔ اور یہ مشکوٰۃ اپنے مظلوم کے عہد کو پورا

لے یعنی اُس کے شل کوئی چیز نہیں ہے۔ لے کیونکہ مشکوٰۃ کا زیتون تک پہنچنا محال ہے ۱۲

کرنے پر قائم ہے۔ اور اسی سے اُن عقول بہولانی کی ابتدا ہوتی ہے۔ جو قوت کی تہ میں پوشیدہ ہیں۔ اور فعل کے میدان میں ظاہر نہیں ہوتی ہیں۔ انعکاس کے اخبار اُن کے آثار میں سرایت کرتے ہیں۔ اور خفاش خیال اُن کے گرد چکر لگاتی ہیں۔ اور اکثر اوقات نور النور کے وصل سے پہلے ہی نور کے اثر سے قتل ہو جاتی ہے۔ مشکوٰۃ اس بشارت سے خوش ہوتی ہے۔ جو اُس کو پہنچائی گئی ہے۔ مشکوٰۃ فیہا مصباح۔ پھر مشکوٰۃ اور اُس کے مطلوب یعنی مصباح کے درمیان میں ایک حائل کیا گیا ہے یعنی زجاجہ کما یحولُ بَيْنَ الْمَاءِ وَقَلْبِہِ اور یہ زجاجہ محض نور النور کے اثر ہی میں مستغرق نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اُس کی طرف نظر کرنے سے سرفراز بھی ہوتا ہے۔

زجاجہ بقبلاہ مشکوٰۃ کے زیادہ قریق اور صاف شفاف ہے اور قوت میں بھی اُس سے کمزور ہے۔ ذرا سے صدمہ سے اس کے ٹکڑے اُتر جاتے ہیں۔ علاوہ اس وصف کے کہ یہ نور کا عکس قبول کرتا ہے۔ اور اسی عکس کے سبب سے اس کو نور کی قربت حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ اس سے متصل نہیں ہوتا۔ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْاَمَانُ مَانٌ وَتَحْكُمُهُ سَيِّئَاتُهُ فَاَتَمُّ اَرْقُ اَفْعِدَّةٌ وَاَصْحٰی قُلُوْبًا یعنی ایمان بھی یمن والوں میں ہو اور حکمت بھی یمن والوں میں ہو۔ کیونکہ یہ لوگ نہایت نرم دل اور صاف قلب ہوتے ہیں۔ قریق قلب بمنزلہ زجاجہ کے ہے۔ اور زجاجہ مصباح کی پناہ ہے۔ اور زجاجہ کی پناہ مشکوٰۃ ہے۔

زجاجہ ایک نام ہے جو شیشہ کے جوہر پر واقع ہوتا ہے۔ اور بہت سی چیزیں برتن وغیرہ اس سے بنائے جاتے ہیں۔ اور یہ زجاجہ عقول مکتبہ سے قریب ہے جو عقل فعال سے قریب ہیں۔ کیونکہ زجاجہ اپنی لطافت کے سبب نور کی ضو کو قبول کرتا ہے۔ اور نار کی ذات اُس کے اندر روشن ہوتی ہے۔ یُکَادُ زَيْتٌ لَا يُغْفِیْہُمْ وَکُلُوْهُ تَمْسَسُہُ نَارٌ (یعنی قریب ہے کہ اُس کا زیت (یعنی روشن) بغیر آگ کے مس کیے روشن ہو جائے)۔

سے یعنی جو دین ظاہر نہیں ہوتی ہیں۔  
سے خفاش خیال خفاش شب پرینی چکاؤ کہتے ہیں اس کی مثال خیال کے ساتھ اس جانتے دیتی ہے۔ کہ یہ پرندہ ذات کو اڑتا ہے۔



مشکوٰۃ زجاجہ کی حفاظت کرتی ہے۔ اور زجاجہ مصباح کی حفاظت کرتی ہے اس  
 کلمہ میں اس قدر معافی ہیں جن کو بحر عارفین راسخین کے کوئی نہیں جانتا۔  
 غرض کہ اسی حکمت سے زجاجہ مشکوٰۃ کے ساتھ رکھی گئی ہے۔ پس مشکوٰۃ بالفقوۃ  
 عقل ہو اور زجاجہ بالفعل عقل ہے۔ اور یہ دونوں ملکر مثل استرا اور ابرے کے ہو گئے  
 ہیں۔ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **الَّذِينَ وَاللَّهِ تَوْأَمَانِ لَا تَقَامُ**  
**الْأَحَادُ هَذَا يَدُونَ الْآخِرِ**

اور یہ بھی حضور علیہ السلام ہی کا فرمان ہو۔ **الْحَبَاءُ وَالْأَيْمَانُ فِي قَتَرٍ وَاحِدٍ**  
 جب ملک بقیس مشکوٰۃ جوہریت میں پردہ نشیں ہوئیں۔ سلیمان علیہ السلام نے اُن کو  
 خط لکھ کر پردہ نشینی سے باہر آنے کے واسطے بلایا۔ اُنہوں نے قبول کیا اور حضرت سلیمان  
 کی سلطنت میں داخل ہوئیں۔ سلیمان علیہ السلام نے اُن کے واسطے ایک محل تیار کر لیا  
 تھا۔ جب اُس میں داخل ہوئیں۔ اپنی پٹ لیاں کھول لیں۔ اور کہا۔ **هَذَا**  
**صَدْرُ مَسْرُومٍ قَوَارِيرُهُ** جس نے اس راؤ کو سمجھ لیا۔ اس کے واسطے بہت بڑی خوشی  
 ہے۔ اور یہی وہ تیرا ہی ہے جو اُس کی مخلوقات میں جاری ہے اور یہی نور الہی کا نور ہے  
 نہ نور ذات کیونکہ اگر وجود ذات الہی کے نور سے صادر ہوتا تو عدم کو مستبول نہ کرتا۔ اور  
 موجودات میں سے کوئی معدوم نہ ہوتا۔ بلکہ نور ذات کے نور سے موجودات پیدا  
 ہوئی ہیں تاکہ اُن کے وجود کو دور کر کے اُن کو معدوم کر دینا ممکن ہو۔

مصباح زیتون کے مبارک درخت سے لیا جاتا ہے۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔  
 کیونکہ مصباح بغیر زیت کے روشن نہیں رہ سکتا۔ اور مشکوٰۃ کا موندہ (یعنی کھتا ہوا رخ)

لے یعنی وہ لوگ جو معرفت الہی کا علم بوسے ادراک اور سے رکھتے ہیں اسلئے یعنی جب بقیس اُس محل میں داخل ہو کر  
 تو اُس کے سین میں ایک چوڑا بنا کر اُس کے گرد پیشے اس ترکیب سے لائے جو ش پانی سے معلوم ہوتے تھے حالانکہ پیشوں  
 کو دُش تھ۔ اور اُس چوڑے پر حضرت سلیمان تشریف رکھتے تھے۔ اور وہیں اپنے بقیس سبکی لکھا کہ طلب کیا جب وہ ہضوی  
 محل کے کنارے پہنچے تو اُس کو فی سال کے اُسوں سے اپنے اپنے چھپے چھپا۔ اُن میں نہ ہو جائیں مگر سب





کو معلوم کرنا اُس کی طاقت سے باہر ہے وَمَنْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ تَوْرًا أَمَّا لَهُ مِنْ نُورٍ؟ یعنی جس کے واسطے خدا نے نور نہیں رکھا۔ اُس کے واسطے نور نہیں ہے جب قلب نے مشکوٰۃ اور مصباح اور زجاجہ کی حقیقت معلوم کر لی۔ تب وہ اسی کی مثال تمام محسوسات میں سمجھ سکتا ہے یعنی افلاک کو بمنزلہ زجاجہ کے دیکھے گا۔ اور طین یعنی مٹی کو جس سے انسان کی پیدائش ہے بمنزلہ مشکوٰۃ کے اور نطق کو بمنزلہ مصباح کے اور کلمہ الہی یعنی لفظ کن کو بمنزلہ زمین کے دیکھے گا۔ اور جب اپنے باطن کی طرف رجوع کریگا۔ تو اپنی نیکی کو مثل طین کے اور اپنی حیوٰۃ کو مثل افلاک کے اور اپنے عرفان کو بمنزلہ نطق کے دیکھے گا۔ یعنی جو کچھ کہ عالم کبیر میں سمجھ کر نظر آئیگا۔ وہی عالم صغیر میں دکھائی دیگا۔ ہاتھ کہ ذات کا معرفت حاصل ہوگی۔ مَرَّتْ عَرَاتُ نَفْسِهِ فَقَدَّ عَرَفَتْ رَاقِيَةً جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا اور سب کی معرفت یہی ہے کہ مصباح کو مصباحیت کے ساتھ پہچانے۔ اور زجاجہ کو زجاجیت کے ساتھ اور مشکوٰۃ کو مشکاکیت کے ساتھ پہچانے کیونکہ جس نے حدود اور حقوق کو نہ جانا وہ اشیاء کو اپنے ذہن میں خلط ملط کرے گا۔ کبھی تو واجب کو ممکن سمجھ لیگا۔ اور کبھی ممکن کو واجب جان لے گا۔ اور اس وقت اُس کی معرفت فاسد ہو جائیگی۔ اور نیست کا عقد خراب ہوگا جس شخص کو خدا عارف بناتا ہے۔ وہ ہر چیز کو اُس کے درجہ کے موافق سمجھتا ہے۔ کل کو کلیت کے ساتھ اور جزو کو جزئیّت کے ساتھ جانتا ہے۔ اور غلطی اور فساد سے محفوظ رہتا ہے۔ پس یہی شخص ہے۔ جو نفس اور رب کا عارف ہے۔ یہی دونوں معرفتیں نور علی نور ہیں۔ پس اپنے کل بندوں کو خداوند تعالیٰ اپنے نور کے نور کی طرف بلاتا ہے اور اپنے نور کی طرف اہل دعوت میں سے جس کو چاہتا ہے۔ ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت از روئے شرف کے دعوت سے زیادہ خاص ہے۔ مگر منطبقیوں کی اصطلاح میں ہدایت دعوت سے اعم ہے کیونکہ ہر ہدایت میں دعوت پائی جاتی ہے۔ اور ہر دعوت میں ہدایت نہیں پائی جاتی۔ اسی سبب سے ہدایت دعوت اعظم ہوئی۔ وَاللّٰہُ

سے جس سے سارے عالم میں وجود کی روشنی پھیل رہی ہے اگر لفظ کن ذات مافی سے صادر نہ ہوتا۔ تو

مشکوٰۃ میں صبار ہوتا۔ یہ درجہ ذات اور کلمہ بھی نہ ہوتا۔

يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ اللہ تعالیٰ ظالموں کے گروہ کو ہدایت نہیں کرتا ہے۔ انہیں معنی ہے خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ طرف گھر سلامتی کے (یعنی جنت کے) اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ سیدھے راستہ کی۔

پس انوار سب پانچ قسم کے ہوئے۔ نور ذات نور النور نور مثل نور علی نور نور ہدایت جو اپنے بندوں کو عنایت کرتا ہے۔ یہی پانچوں نور اصول انوار ہیں۔ جو مسلماتوں کے مقابل ہوتے ہیں۔ پس اللہ نور السموات والارض کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایجاد کے نور سے ان کو متور کیا۔ اور اُس کے نور کا ایک نور ہے۔ جس کی اُس نے تین شاخیں فرمائی ہیں ایک مثال ظاہر شکوۃ کی اور ایک مثال باطن زجاجہ کی اور انہیں اس کے ہر جاری کی مثال مصباح کی ہے۔ اور عرفان جو اُس میں بمنزلہ ذہبت کے ہے وہ نور علی نور ہے اسی کے ساتھ اسد تعلے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے نور ذات کی طرف ہدایت کرتا ہے یہاں تک کہ یہ عارف پہلے اس بات کو جانتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی نور حق ہے۔ پھر مراتب انوار میں ترقی کرنے کے بعد اُس کو یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی نور حق اور مبطل ہے یلحق الحق ویبطل لباطل ہے تاکہ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے نور ذات کو ظاہر فرماتا تو کوئی شخص اس کو پہچان نہ سکتا لیونکہ سوچ کو انہیں سلی چمک کے سبب دیکھتی ہیں اور چمک ہی کے سبب وہ پریشان ہیں۔ پس آفتاب کا نور ہی اُس کا حجاب ہے اور نور ہی اس کی ذیل ہے پس جیسے کہ سوچ کی چمک اس کو پردہ میں بھی کرتی ہے اور ظاہر بھی کرتی ہے۔ ایسے ہی انوار خداوندی اُس کی ذات کو حجاب میں کرتے ہیں اور اُس کے نور کو ظاہر بھی کرتے ہیں۔ مگر خاص نور ذات کی طرف کسی کا گذر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نور عین ذات ہے۔

نور ذات نہ جوہر ہے نہ عرض نہ وصف نہ ظل نہ صورت نہ فطرت نہ اجتماع شعاع ہے بلکہ وہ نور اُس کی کمال ہوت ہے۔ اور اس نور کی شعاع اُس کی ظہور و حدایت ہے۔ مگر نور ذات کا جو نور ہے اُس کے واسطے احکام اور اوصاف ہیں۔ اور اُسی پر



مشائیں حق مہوتی ہیں۔ وَلَئِنَّ الْمَغْلُوبَ لَنَاغْلِبُ یعنی اسی کے واسطے ہے برتر مثال وَهُوَ الْقَاهِرُ قَوُّیٌّ عِزَّازٌ اور وہی غالب ہے اپنے پسند و ناپسند پر +

ستر خداوندی کل اجزاء و عالم میں ان کمالات کے ساتھ جاری ہے۔ خلق ابدی و ابدی اصل ترتیب تقویٰ تربیت تنزیہ اسما و اقبال اور یہی ستر جاری ان کمالات کی ضد بھی کرتا ہے۔ مثلاً امانت رافقا تبخیر تخمید دوبار اشعار اور اس وقت یہ نور کامل ظلمت ہو جاتا ہے۔ میری قوم یہ نہ کہ ستر الہی جو موجودات میں جاری اور ساری ہے۔ اُس کے در حکم میں ایک قسم نور کا ایک حکم ظلمت کا تاکہ وجود اور عدم دونوں ہی کے افعال سے صادر ہوں۔ اور کل تصرفات اُسی کے قبضہ تسلیم میں رہیں۔ چنانچہ وہ فرمانا بَیِّنَ اللّٰهُ مَا يَنْشَأُ وَيُخْتَلِفُ سُبُوْحًا يَتَابَعُ نَدَايَاتِهِ۔ اور جسکو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے وَغِيْرَهُ اَمَّا الْاَكْبَاثُ یعنی اپنے نور النور کے ساتھ جو تمام اجزاء و عالم میں اُس کا ستر جاری ہے جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے مگر تب۔ اور جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یعنی فنا کرتا ہے۔ اور اُم الکتاب سے نور ذات مراد ہے۔ اَوْ تَرَوْا اَنْزَا قِ الْاَرْضِ نَقْطُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا فَاللّٰهُ يَكْمُرُ لَمْ يَعْقِبْ لَيْلِيْهِمْ وَهُوَ سَرِيْعٌ لِّحْسَابِهَا كَيْفَا اُس بات کو نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو مہر طرف سے دباتے چلے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی حکم کرتا ہے۔ اُس کے حکم کا کوئی پھیرنے والا نہیں ہے اور وہ جلد حساب لینے والا ہے +

یہ سب کمال انوار اُس ستر جاری کی طرف منصفانہ ہوئے تو صفتیں بھی اُس کی طرف منصفانہ ہوئیں چنانچہ فرماتا ہے وَقَدْ مَكَرَ الْاَوْنُ مِنْ قِيْلِمُ فَلِلّٰهِ الْكُلُّ جَمِيْعًا يَعْلَمُ مَا يَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اَوْ سَيَعْلَمُ الْاَعْمَارُ لِمَنْ عَقِبَهُ الدَّارَةُ وَيَقُولُ الْاَوْنُ الْاَوْنُ وَالسَّتْ مُرْسَلًا۔ ہمیشہ ان سے پہلے لوگوں نے مکر کیا تھا۔ اور سارا مکر تو خدا ہی کے پاس ہے جاننا ہے وہ ہر نفس کے کمالوں کو جوہر کرتا ہے۔ اور عنقریب جان لینے کا فرکہ کس کو واسطے ہے جتنے اللہ اور کافر کہتے ہیں۔ تم رسول نہیں ہو یعنی اجزاء و عالم میں سے ستر الہی کی فنی کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اس کا جواب دیا۔ قُلْ لَّيْسَ بِيْ اَنْبِيَا وَرَبِّيْ اَكْبَرُ۔ یعنی میں کفر و کفر میں سب باتیں کہہ رہا ہوں + اللہ ہی کامل جان لینے کے واسطے ہر کمال کو

وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ كَمَنْ دُونِهِ لَمْ يَلْمِزْهُمُ عَلَى مَا فَحَسَ لَهُمْ مِنْ قَوْلٍ بَدَلَا فِيهِ لِمَنِ الْبَرُّ ۚ  
کی وہ ذات ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے ۛ

نور کی طرف نور رجوع کرتا ہے۔ اور ظلمات ان دونوں کے درمیان میں مخفی رہتی ہے۔  
ہے۔ پس ظلمت ان دونوں نوروں سے باہر نہیں جاسکتی۔ پس وہ راز جو کل موجودات  
میں جاری ہے۔ وہ صحت قدرت ہے۔ جو اس علم کے ساتھ مؤید ارادہ سے پیدا ہوئی  
ہے جس سے نور مصلح کے ساتھ تغیر دی گئی ہے۔ پس یہی نور راز خداوندی ہے۔ اور  
یہی کل موجودات پر غالب ہے۔ ہر چیز کی اُس کی جگہ میں حفاظت کرتا ہے۔ اور ہر شے  
کو اس کے مکان میں مقید رکھتا ہے ۛ

..... جو اُس کے واسطے مخصوص ہے۔ تاکہ کوئی کسی پر ذرہ برابر زیادتی اور ظلم نہ کرے۔ پس  
اس راز الہی کی حقیقت یہ ہے۔ جو خود خداوند تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ اَنَّا كُلَّ شَيْءٍ  
خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۚ اِنِّیْ اَمْرًا یَّوْمَ یُنْفَخُ السَّحَابُ فَاِذَا هُمْ مِنْهَا اَمْطَارٌ ۚ اَمْطَارٌ  
کُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ شَمَّ هَدًی ۚ یعنی دی اُس نے ہر چیز کو اُس کی خلقت اور پھر اُس کو ہدایت کی۔  
پس اسی سر جاری نے آسمانوں کے سات حصے کر دیے۔ اسی طرح زمین کے بھی اُو  
اُسی سر جاری نے انسان کے ہاتھ میں پانچ انگلیاں بنائیں۔ کیونکہ حکمت کی  
مصلحتوں کو جانتا تھا۔ اُس نے اُن پانچ میں سے ایک کم کی نہ زیادہ کیونکہ وہ جائز تھا  
کہ چار یا چھ بنانے سے فوہ رواق ہوگا۔ اور یہی حساب ہوووں کا ہے آنکھوں پر۔ جیسے  
سقف مرفوع ہے۔ بخت المصور پر اور صحت ہی کی خاطر پلکیں بنائیں تاکہ آنکھ کا ڈھیلا  
محفوظ رہے۔ اور اسی سر الہی نے انسان کے پیروں کے نیچے زمین کا کچھونا بچھایا اور  
وہی سر الہی ہی ہے جس نے میکل انسانی کو بصورت الف سیدھا کھڑا کر دیا۔ اور یہ  
قامت انسانہ زمین میں سے اسی واسطے کھڑی ہوئی کہ سر الہی کو تلاش کرے مگر جب  
اُس کو معلوم ہوا کہ یہ سر باقی سماوی ہے یہ قامت کھڑی ہو گئی اور اُس نے اپنا سر بلند  
کیا۔ اور اُس کی تلاش شروع کی۔

پس سر الہی جس قدر انسان میں ظاہر ہوا ہے۔ کسی چیز میں ظاہر نہیں ہوا۔ کیونکہ



اور موجودات میں اُس نور سے جو کچھ بچا ہے۔ وہ محض اُس کا اثر یا عکس تھا اور انسان میں خاص وہ نور خود جلوہ گر ہوا ہے۔ اور مضباح کا روغن بیکرا اُس نے اندھیرے گھر کو روشن کر دیا۔ یہی وجہ ہے جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو خطاب کرتا فرمایا اور اسی باعث سے کل مخلوقات پر اُس کو فضیلت دی۔ پس ستر الہی یہی نور النور ہے اور یہی نورِ قلم سے شروع ہوا کہ تمام اجزاء و علویہ میں ایک سے دوسرے کے ساتھ پھیل گیا اور کل موجودات پر اُس نے الفت اور محبت کی نظر ڈالی۔ اور یہی ستر ہے جس نے قلم کو لوح پر جاری کیا اور عرضش پروردگار کو پہلے پانی پر قائم کیا۔ پھر فرشتوں کے کندھوں پر رکھوایا۔ اور طار علیہ میں فرشتوں کے واسطے مکانات بنائے اور اسی کے پاس سدرۃ المنتہی ہے۔ اور ساتوں آسمانوں کو پیدا کر کے اُسی نے اُن میں دوائر اور مناطق اور برج اور کوکب بنائے اور اُسی نے تثلیث اور قدس کی نظر میں سعادت اور محبت اور تزیین اور مقابلہ میں نحوست اور عداوت پیدا کی اور کوکب کا فرائد اور شمس و قمر کا اجتماع مقرر کیا جس پر اُس کے حکم سے احکام شرعیہ پہنچاتے ہیں۔ اور میکائیل اُسی کے اذن سے حرکت کرنے والوں کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور روزی پہنچاتے ہیں اور امیر ایل و ہر کی صورت میں اشیاء کے حقائق کی طرف پہچانے کے منتظر ہیں۔ اور غریب ایل اجزاء روحانیہ کو اسی ستر الہی کی طرف واپس کرتے ہیں۔ اور فرشتہ ایک حکم سے رکوے و وجود اور قیام قعود میں مشغول ہے۔ پس ستر الہی موجودات میں مؤلف اور جامع ہے۔ اگر یہ ستر الہی نہ ہوتا تو کوئی چیز کسی چیز سے الفت نہ کرتی ایسے سبب سے چیزیں مختلط اور متزنج ہوتی ہیں۔ اور اُس کے سبب سے تمام کو پہنچتی ہیں۔ پھر جب یہ ستر الہی ترتیب، علویات اور عالم ملکوت سے فارغ ہوا تب اُس نے ہمارے اس عالم کی طرف توجہ کی یعنی عالم کون فساد کی طرف ہمارے منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دفع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور اس عالم میں سب سے پہلے اس ستر الہی نے ہماروں کی طرف توجہ کی اور چھروں کو پیدا

کوکب کا فرائد یہ جو ایک برج میں کئی کوکب جمع ہیں اور شمس و قمر کا اجتماع سال میں بارہ مرتبہ یعنی ہر مہینہ میں چودھریں بار ہوتا ہے۔ تفصیل اس کی کتب بیئت و نجوم میں موجود ہے ۱۲ سیرین می دہلوی نقاد حسینی

کر کے ان میں پانی کے چشمہ ہائے اور لب پارہ سونے چاندی وغیرہ کی کانیں ان کے اندر ودیعت رکھیں اور یا قوت زہر دہیزہ اور نیم وغیرہ جو مختلف الاوان ان پتھروں میں پیدا کئے اور ان کی قوتوں کے موافق ان کے اندر ذوق رکھا۔ پھر یہی ستر آہی مادہ نبات کی طرف متوجہ ہوا۔ کیسکو پیٹھا کیسکو کر داکسی کو مفید کیسکو غیر مفید بنایا۔ اور کیسکو ٹھنڈا کیسکو بے ثمر کیسکو سر بلند اور کیسکو سر جھکا کئے ہوئے اور کیسکو خوشہ دار اور کیسکو ربیعی اور کیسکو خریفی کیا کیا۔ بعض میں ہر منگ اور نقصان پیدا کئے۔ سبحان اللہ سرابی کی یہ کیا کیا کار وائیاں ہیں جو اس نے کثرت نواید اور استیلا کے واسطے مہیا کی ہیں +

ان سب باتوں سے فایز ہو کر اب سرابی کی توجہ مادہ حیوانات کی طرف مبذول ہوئی اور اس کی بھی اُس نے مختلف قسمیں کر دیں۔ بعض حیوانات ایسے ہیں جو ریٹ کبیل راستہ پتے ہیں جیسے سانپ اور بعض دوپروں سے جیسے انسان اور بعض چارپروں سے چلتے ہیں جیسے چوہائے بعض ان میں سے بے ہونے ہیں اور بعض وحشی ہیں۔ اور بعض پرند ہیں۔ بعض ان حیوانات میں سے ایسے ہیں جو آگ میں رگرنے سے جل جاتے ہیں۔ اور بعض پانی میں پڑنے سے ڈوب جاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو نور اور روشنی میں نہیں ٹھہر سکتے جیسے چمگادور اور بعض اندھیرے میں نہیں ٹھہر سکتے جیسے انسان وغیرہ اور بعض کو اندھیرا آجالا یکساں ہے جیسے درندے۔ بعض حیوانات آواز رکھتے ہیں۔ اور بعض فقط حرکت ہی رکھتی ہیں۔ بعض حیوانات ایسے ہیں جو ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اور بعض کسی جگہ ملتے ہیں۔ کسی جگہ نہیں ملتے +

اسی سترابی نے ان سب کی میکیں اور سیاتیں بنائی ہیں۔ اور اسی نے انہیں رنگ اور مقدار کے فرق رکھے ہیں حیوانات کے اجزاء میں بھی اُس نے مثل نباتات کے منافع اور مضرتیں رکھی ہیں۔ بعض ان میں سے زہر قاتل ہیں۔ اور بعض دوا نافع ہیں بعض حیوانات غذا اور دوا کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور بعض بچہ تلف اور ہلاک کرنے کی کسی لائق نہیں ہیں۔ چنانچہ بکری غذا کی اچھی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور کتا سوا مار ڈالنے کے کسی کام کا نہیں ہو۔ ایسے ہی بعض حیوانات ایک کام کے لائق ہیں۔ اور ایک کام کے



لائق نہیں ہیں۔ اور بعض ایک چیز کو نفع کرتے ہیں۔ اور دوسری چیز کو نقصان کرتے ہیں بعض نباتات حیوان کے قائم مقام اور بعض حیوان نباتات کے قائم مقام ہیں یعنی ضعف اور قوت میں اور یہ سب اختلافات اُسی سرابی کے سیدھے میں جو کل موجودات میں جاری ہے۔ اور جس کی حقیقت کو بھرخدہ اوند تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

حیوانات اور کل مخلوقات کے پیدا کرنے سے فارغ ہو کر جن کا احصاء عقول بشریہ سے خارج ہے۔ یہ سرابی انسان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اشخاص انسانیہ میں اُس نے جبریاں شروع کیا۔ تاکہ نما کی چادر کے اندر روپوش ہو جائے۔ اور جو کچھ کاری گریاں اُس نے تمام مصنوعات میں خرچ کی تھیں۔ وہ سب انسان میں خرچ کیں۔ اور انسان کو عالم اعلیٰ و اسفل کا ایک نمونہ بنا دیا۔ اور یہ ستر آہی بعض انسانوں میں علانیہ اور بعض میں پوشیدہ طور سے جاری ہوا۔ اب بیکروا سطحی کا قول ہے کہ قالب اور شباح میں اس کام روبریت جاری ہیں۔ اور کتب منزلہ میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کُنْتُ كُنْزًا خَفِيًّا فَاجْتَبَيْتُ اَنْ اُحَرِّقَ فَخَلَقْتُ الْاِنْسَانَ لِيَعْرِفَنِي حَقَّ مَعْرِفَتِي یعنی میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ اسلئے میں نے انسان کو پیدا کیا تاکہ مجھ کو پہچانے میرے پہچاننے کے حق کے ساتھ۔ اور حضرت امیر المومنین امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَنِي وَاَوْجَدَنِي وَهَدَانِي وَغَرَّدَنِي نَفْسًا فِي قَلْبِي كَحَبَّةٍ عَرَّيْتُهَا وَعَايَنْتُهُ يَعْنِي شُكْرُہِ اس نعمہ کا جیسے مجھ کو رفیع عدم سے خلا ہی دی اور میرے وجود کو ظاہر کیا۔ اور مجھ کو ہدایت کی۔ اور اپنی ذات کا عرفان میرے دل میں نصیب کیا۔

یہاں تک کہ میں نے اس کو پہچان لیا۔ اور دیکھ لیا۔ اس کلمہ میں ستر آہی کی طرف اشارہ ہو جو طبیعت کی ظلمت پر غالب ہو گیا تھا۔ اور نور شریعت کے ساتھ اُس نے طبیعت میں اثر کیا تھا۔ اس نور کی مثال ایسی ہے جیسے بارش کا پانی سب جگہ برستا ہے۔ مگر کہیں رونہیدگی پیدا ہوتی ہے کہیں نہیں ہوتی۔ اور کہیں اُسی پانی سے پھول پیدا ہوتے ہیں۔ کہیں کانٹے اور بول والے لکڑی کے پھول پیدا ہوتے ہیں۔ وَالَّذِي خَلَقْتَ لَا يُجَارُہُ

ملہ جبریاں مٹی ہادی ہونا اور ملہ مٹی اُسی عمدہ زمین میں اُس کے کچکے سے رونہیدگی تھی جو اور جزین شربتی اور غریب ہے اُس کی پیہ واری بھی سب ہی ہوتی ہے

یلا نیکد آپس جو قلب کہ پاکیزہ اور عارف ہے ہمیں ستر آبی بہت سے فوائد ظاہر کرتا ہے  
 مثل اخلاق حسنہ اور کمالات انسانیہ اور تحائف علوم وغیرہ کے۔ اور جو قلب خمیث ہے۔  
 اُس میں ستر آبی بجز فسق و فجور اور دودم غرور کے اور کچھ پیدا نہیں کرتا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ  
 نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ جس کے واسطے خدا نے نور نہیں کیا اس کے واسطے نور نہیں ہے  
 اسی مضمون کی طرف حضور علیہ السلام نے اس فرمان میں اشارہ کیا ہے۔ مَنْ أَصَابَ مِنْ  
 ذَلِكِ الثَّوْرَ شَيْئًا أَهْتَدَى وَمَنْ أَخْطَأَ ضَلَّ یعنی جس کو اس نور میں سے کچھ مل گیا اُس نے  
 ہدایت پائی۔ اور جسکو نہیں ملا وہ گمراہ ہوا۔ اور جس کو یہ نور ملا ہے۔ اُس کی استعداد کے  
 موافق ملا ہے۔ کیونکہ لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا لًا وَسُعْبًا یعنی خداوند تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف  
 نہیں دیتا ہے۔ مگر بقدر اُس کی طاقت کے یعنی جتنی جس کسی میں نور کے لینے کی طاقت  
 تھی اُسی قدر نور اس کو عنایت کرتا ہے۔ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شب  
 معراج میں دعا کی اور اُس دعا میں اپنے پروردگار سے یہ سوال کیا رَبَّنَا وَلَا تَجْعَلْ لَنَا  
 دَاوْرًا كَمَا جَعَلْتَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مَآ لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ یعنی اے ہمارے پروردگار  
 ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ (رحمہم اُن سے اٹھ نہ سکا) اور  
 اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہ ہو۔

پس ستر جاری اپنی نور ذات کی رو سے ایک ہے اور اپنی مختلف تاثیروں کی رو سے  
 جو موجودات پر موافق اُن کی استعدادوں کے ڈالتا ہے کثیر ہے۔ پس ایک وجہ سے ستر  
 آبی واحد ہے۔ اور ایک وجہ سے کثیر ہے۔ اور کوئی موجود اس ستر آبی سے خالی نہیں ہے  
 یہاں تک کہ پانی کا قطرہ اور درخت کا پتہ اور چھوٹے سے چھوٹا جاندار حرکت کر نیوالا اور ہتھ  
 جما ہوا کوئی اس سے خالی نہیں ہے۔ اور نہ عابد کی نیکی اور فاسق کا گناہ اس سے خالی ہے  
 مگر ستر آبی بعض کے حق میں شفا ہے۔ اور بعض کے حق میں زہر ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ  
 اپنے کلام پاک میں فرماتا يَرْزُقُ مِنَ الْفَقْرِ مَا هُوَ شَقَاءٌ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ  
 الْفَاسِقِينَ إِلَّا خُسَارًا یعنی نازل کرتے ہیں ہم قرآن سے وہ چیز جو شفا اور رحمت ہو مومنوں  
 کے واسطے اور نہیں زیادہ کرتا ہے (یہی قرآن) ظالموں کو مگر نقصان میں۔ یعنی اُن کے



حق میں نہ رہے۔ کیونکہ اُن میں سے نفع لینے کا مادہ اور استعداد انہیں ہے۔ اور نیز اُسی کا فرمان ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَثِيْرًا مِّنْكُمْ يَتَّبِعُوْنَ الشَّيْطٰنَ الَّذِيْ يَدْعُوْهُمْ يَخُفُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ مِّنْ عَمَلِنَا بِمَا كُنَّا عَلٰى فِتْنَةٍ مِّنْ رَبِّنَا ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ مِّنْ اٰمَرِ اللّٰهِ يَاۤ اَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ مِّنْ اٰمَرِ اللّٰهِ يَاۤ اَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ مِّنْ اٰمَرِ اللّٰهِ يَاۤ اَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ ۚ

قرآن شریف کے ساتھ بتوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بتوں کو ہدایت کرتا ہے۔ اور نہیں گمراہ کرتا ہے اُس کے ساتھ گرفتار فتنوں کو جو اللہ کے عہد کو اُس کے چمٹے ہونے کے بعد توڑتے ہیں۔ اور جس کے ماننے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اُس کو جُدا کرتے ہیں۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ یعنی اپنی بصیرت کی کمی کے سبب توحید کے عہد کو توڑتے ہیں اور امانت کی رسی کو جس کے ماننے کا خدا نے حکم فرمایا ہے۔ اُس کو جدا کر کے کاٹتے ہیں اور شرع شریف کی مخالفت اور تکبر و شیطنت کے ساتھ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ اسی سبب سے سرابی اُن کے دلوں میں منکشف نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے دلوں میں اُقلت استعداد کی بیماری ہے۔ اور اُن کی آنکھیں اندھی ہیں ہدایت کے راستہ کو نہیں دیکھ سکتیں۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكٰى وَكَذٰرَ سَعَادٰتِهٖ فَصَلِّ بَلِّ تُؤَمِّرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ خَيْرًا ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ مِّنْ اٰمَرِ اللّٰهِ يَاۤ اَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ ۚ

وکر کیا۔ پس نماز پڑھی۔ بلکہ تم دے لوگوں کو زندگی دنیا کو اختیار کرتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

پس سرابی زیادہ قوت کے ساتھ اشخاص انبیاء و مرسلین میں جاری ہوا ہے۔ اور ان کے بعد مومنوں کے دلوں میں اور ان کے زیادہ قوت کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مقدس میں جلوہ گر ہوا۔ یعنی یہ سرابی حضرت آدم کے سپینہ سے اُن کی اولاد میں منتقل ہوتا ہوا حضرت ابراہیم میں پچھا۔ اور اُن سے منتقل ہوتا ہوا عرب میں بنی ہاشم کے اندر آیا۔ وہاں عبدالمطلب کو تعویض ہوا عبدالمطلب سے عبدالمطلب کے پاس اور عبد اللہ سے حضرت آمنہ حضور کی والدہ کے رحم میں شریف لایا اور وہاں اس سرابی نے نبوت کی صورت اختیار کر کے نہایت کامل مکمل جسم کے اندر اشغال کیا۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اور آپ کے بعد یہی سرابی خلفاء اربعہ

میں مشتمل ہوا۔

یہ سراسر آبی جیب آدم کی طینت میں جاری ہوا۔ تو اس نے آدم کے قالب اور اُس کی روح اور طبع اور عقل اور مزاج اور نطق اور حس پر اثر ڈالے۔ اور ان ساتوں قوتوں پر اثر ڈالنے سے نور کی سات قسمیں ہو گئیں۔ جن کا ذکر اس آیت شریف میں ہے۔ **اللَّهُ نُفُوتُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** اور دو نور اُس میں اور اضافہ ہوئے۔ ایک علم کا نور دوسرے عمل کا نور ہیں یہ سراسر الہی کا نور بحسب مراتب سجدہ کے سات قسم پر منقسم ہوا جنہیں سے بعض بمنزلہ مشکوٰۃ ہیں یعنی قالب اور روح اور حس اور بعض بمنزلہ زجاجہ ہیں۔ یعنی طبع اور مزاج اور بعض بمنزلہ مصیح ہیں یعنی عقل اور نطق۔ اور ان ساتوں قوتوں میں سے ایک ایک قوا سے اولاد آدم میں سے بعض بعض پر غالب ہو گیا۔ چنانچہ اس حساب سے اولاد آدم بھی سات قسم پر منقسم ہوئی۔ ایک وہ قسم جن پر قالب کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر طبع کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر حس کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر مزاج کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر روح کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر عقل کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر نطق کی قوت غالب ہوئی مگر ان سب میں اکثر قسم وہ ہے جن پر عقل اور روح کی قوت غالب ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ ہیں جن پر حس اور روح کی قوت غالب ہے۔ اور ان کے بعد وہ ہیں جن پر مزاج اور طبع کی قوت غالب ہے۔ اور سب میں بدتر قسم وہ ہے۔ جس پر فقط قالب کی قوت غالب ہے۔ اور سب میں قابل تر اور فاضل تر وہ ہے۔ جس میں یہ سب قوتیں اپنے کمال کے ساتھ جمع ہوں ہیں۔ اور جس میں یہ سب قوتیں کمال کے ساتھ جمع ہوئیں۔ وہ اولوالعزم ہیں سے ہے۔ بالان خلفاء میں سے جو دوسرے پر تسلط کر سکتے ہیں۔ اور یہی وہ شخص ہے۔ جس سے دین و ملت کا کام پورا ہوتا ہے۔ انہیں قوتوں کے سبب سے نوع بشر ان کمالات کو پہنچی جو اُس کو اور انواع پر حاصل ہیں۔ جس شخص پر ان قوتوں میں سے ایک قوت غالب ہوئی اُس کے ساتھ وہ چیز بھی لازم ہوتی ہیں جو اُس قوت کے ساتھ لاحق ہیں مثلاً جس میں قوت حس غالب ہے۔ اُس کو اشتیاء و بعیہ



کا اور اک غایت درجہ کا ہوگا۔ اور خوشبو بہرہ اور کھانے کا مزہ اور رنگ اور اُن کا فرق خوب جانتا ہوگا۔ اور اُن کے جاننے سے بہت سی آفات سے محفوظ رہیگا۔ اور قوت مزاج کے یہ باتیں تابع ہیں صحت نفس طویل عمر و اُن سلامت قلب خوش حالی اُمیدوں کا حاصل ہونا بہت سی لذت کی باتوں پر قادر ہونا۔ اور قوت طبع کے یہ چیزیں لاحق ہیں۔ تحمل۔ حلم۔ وقتار۔ خوب صورتی خوش اخلاقی۔ اور قوت روح کے ساتھ یہ چیزیں ملحق ہیں۔ قوت شہوت۔ قوت غضب۔ قوت افعال نفسانیہ۔ اور قوت قلاب کی لمحات یہ ہیں۔ تمام جسمانی کاموں میں سخت حرکت کرنا۔ دشمنوں کو دفع کرنا اور مارنا۔ حسن منظر حسن ہیئت و سیاست اور قوت کی یہ چیزیں تابع ہیں۔ علم حکمت۔ نیک اعمال۔ عدل۔ احسان۔ وجود کرم۔ بیست دنیا کے مہمات کو انجام دینا۔ اور قوت لطف کے ساتھ یہ چیزیں لازم ہیں۔ فصاحت۔ بلاغت۔ دشمنی کا دور کرنا۔ دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا۔ نیک کاموں اور عدل انصاف پر لوگوں کو راستہ کرنا۔ ان قوتوں میں سے ہر ایک قوت کے بہت سے لواحق و فوائد ہیں۔ جن کا ذکر نہایت طویل ہے۔ ہم نے جس مقدار کے ساتھ بیان کیا ہے غفلت اسی سے بہت منافع حاصل کر سکتا ہے۔

پس نوع انسان میں اقسام اصناف انہیں قوی کے اقسام سے پیدا ہوئے ہیں اور اُن قوی میں تقسیم سراسر الہی کے تقاضے سے پیدا ہوئی اور سراسر الہی کی حقیقت کو بخیر خداوند تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

سراسر الہی نے قوی کی سات قسمیں کیں پھر انہیں کے موافق انواع کو سات قسموں پر منقسم کیا۔ چنانچہ اسی سبب سے عالم کی بھی سات ایسی قسمیں ہوئیں۔ ان سات میں سے تین اُن تین مرتبوں سے ماخوذ ہیں۔ مرتبہ مشکوٰۃ و مضباح و زجاجہ۔ اور چار ان چاروں انوار کیلئے مراتب سے ماخوذ ہیں۔ نور اللہ نور الخور نور المشرق نور علی نور اور یہ زینت و مبارکہ ہے استفادہ ہے۔

ان انوار میں سے ہر نور کے مقابلہ میں غفلت ہے۔ پس غفلت بھی اپنی ان اصناف کے حساب سے اسی طرح منقسم ہوئی۔ نور در حقیقت ایک ہے۔ اور وہی قدرت کی روشنی

ہے پس قادر و حقیقت ایک ہے۔ اور عافیت بہت ہیں۔ اللہ و قی اللذین آمنوا یختر جہنم مخرج  
الظلمت الی النور و الامد ہے کار ساز مومنوں کا ظلمت سے اُن کو نور کی طرف نکالتا ہے  
تفرق شیطان سے ہے۔ اور قتل مع اللہ تعالیٰ سے۔ اور شیطان وہی ظلمت ہی جو نور  
ذات سے اور نور انور سے نیچے پڑی ہوئی ہے۔ اور ان دونوں نوروں سے ضد اور مخالفت  
رکھتی ہے۔ اور یہ ظلمت طبیعت کے اندر اس طرح قائم ہے جیسے نور شریعت کے اندر قائم  
ہے۔ اور یہ نور ہی اصل اور سہرا ہے۔ اور ظلمت کیا ہے نور انور کے مسدودانہ میں نازل  
ہونا نہ خاص جناب نور کے اندر نازل ہونا نہ کیونکہ ابلیس آدم کے اندر وسوسہ و القاس  
خالق کے اندر نہیں ڈال سکتا اور مومن کے اندر وسوسہ ڈالنے کی اس کو دسترس نہیں  
ہے۔ جیسا کہ اُس کا قول خداوند تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے لا یغویہم شیطان الا عیاد کثرتہم  
ان یخلف بینہ یعنی ان سب کو میں گمراہ کرونگا مگر تیرے ان بندوں کو میں گمراہ نہیں کر سکتا  
جو خالص مومن ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اسی تکبر کے سبب سے اُس پر لعنت فرمائی۔ تاکہ  
عاقلاً اس بات کو سمجھ لے کہ نور کے مقابلہ ہی میں ظلمت ہے۔ اس جگہ بہت سے اسرار  
ہیں۔ مگر اس مختصر کتاب میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔

پس درحقیقت خداوند تعالیٰ کا وہ راز جو اُس کی کل موجودات میں جاری ہے۔ وہ اُس  
کی محبت اور ایجاد کا ارادہ ہے۔ یعنی اگر خداوند تعالیٰ ارادہ نہ کرتا اور اپنے جود کا اظہار نہ چاہتا  
اور جود کی اشاعت نہ کرتا۔ تو وہ ستر آبی ایجاد کے ساتھ جاری نہ ہوتا اور نہ کوئی چیز  
موجود ہوتی۔ مگر جب اُس نے ان چیزوں کو ایجاد کیا۔ جو عدم کے پردہ میں پوشیدہ تھیں  
انہوں نے اس بات پر دلالت کی کہ اس کا ارادہ کسی خواہش اور ضرورت سے نہ تھا  
بلکہ یہ محض اُس کی محبت اور عنایت تھی اور وہ لطیف ارادہ اُس کا ستر ہے جو اُس کی  
مردات میں جاری ہے۔

سب چیزوں سے زیادہ اس ستر نے انسان میں اثر کیا ہے۔ اور اپنے آثار اس  
نے انسان کو آفاق اور انفس میں دکھائے ہیں۔ اور طب یہ ستر ہی انسان کو پیدا کر کے  
اپنا مقصد پورا کر چکا۔ پھر کوئی تسلیاتی نہیں ہے۔ اور نہ انسان کے سوا اُس کو



کوئی مطلب معلوم ہوا۔ پس یہ بتر انسان پر قائم ہو گیا۔ جیسے کہ سورج کی شعاعیں اول انفلک پر پڑتی ہیں۔ مگر افلاک اپنی شفافیت کی وجہ سے شعاعوں کو نہیں روک سکتے پھر وہ شعاعیں ارکان پر آتی ہیں۔ مگر کہیں نہیں پڑتیں۔ یہاں تک کہ جب زمین پر پہنچتی ہیں تب یہاں سے ان کو آگے راستہ نہیں ملتا۔ اس لیے ہمیں ٹھہر جاتی ہیں۔ پس ایسے ہی یہ ستر الہی جب انسان کی انتہا پر پہنچا۔ تب ٹھہر گیا۔ اور اسی ستر الہی کے عکس سے انسانیت روشن ہو گئی جیسے کہ دنیا آفتاب کے عکس سے روشن ہے۔ پھر انسان میں سے بعض انسان ایسے ہیں جو ستر الہی کی رجوع میں گذر گاہ بنے یہ لوگ انبیاء اور مسلمان ہیں۔ ان پر نور کا عکس و گنا پڑا۔ اور اُس کے انوار کے آثار بہت زیادہ واضح ہوئے اور وہ خط جس پر ستر الہی کا نور اور اُس کی شعاع کا عکس واقع ہوا ہے۔ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب ہے۔ پس آپ گویا وسط زجاجہ اور شدت نور سے مثل مصباح فی مشکوٰۃ کے ہیں۔ اور آپ نے نور انور سے پورا حصہ لیا ہے۔ پھر آپ نے نور انور سے نوروات کی طرف انتقال کیا۔ اور یہی آپ کا انتقال آپ کی معراج تھی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ مَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ النُّورِ أَهْتَدَىٰ یعنی جس نے اس نور میں سے کچھ پایا اس نے ہدایت پائی۔ پس حضور ہی نے سب سے زیادہ حصہ پایا ہے۔ اور آپ ہی سب سے زیادہ ہدایت اور مقام قربت پر ہیں۔ اسی سبب آپ اَوَّلُ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ اور اَوَّلُ النَّبِيِّينَ فِي الْبَعْثِ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بندوں کی ہدایت کے واسطے مخصوص کیا اور آپ ہی کو وہ نور بنا پایا ہے جس کی شان میں فرماتا ہے۔ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورٍ مِّنْ يُّشْكِلُ يَعْنِي جس کو چاہتا ہے اللہ اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے +

اللہ تعالیٰ نے جو مراتب نور کی یہ مثالیں بیان کی ہیں اس واسطے کہ عاقل اس بات کو سمجھے کہ مقول اور معمول اور محسوس سب معانی مقولہ کی مثالیں ہیں ورنہ مصباح اور ضوء کا یہ الہی بہت بڑا فرق ہے ایسے ہی زجاجہ اور قدرت خدا اور شکوۃ اور ضعیفیت خدا میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہ مثالیں محض اس واسطے بیان کی گئی ہیں تاکہ ان کے ذریعہ

لے بھائی میں سے اول اور بہت سے سب چیزوں سے آخر میں۔ اس کا مفصل بیان پہلے گذر چکا ہے ۱۲

سے معافی معقول اچھی طرح سمجھ میں آجائیں۔ اور وہ دل جو خیالات اور گمانات پُرس ہیں ان مثالیں سے تعلیم حاصل کریں۔

معلوم ہو کہ مثالیں معافی کے چہرے پر مثل پردہ اور نقاب کے پس۔ جو شخص جاہل ہے وہ تو پردہ کو دیکھ کر وہیں ٹہر جائیگا۔ اور جو عاقل ہے وہ اس حجاب اور نقاب کو ہٹا کر اندر داخل ہوگا۔ اور حقائقِ اشیا کو جیسی کہ وہ ہیں دیکھ لیگا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے۔ **وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَلِمْ يَدَكَ وَخُذْ حِجَابَكَ**۔ اور اگر تو قرآن شریف پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور اُن لوگوں کے درمیان میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں (یعنی کافروں کے) ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں (جس کے سبب سے وہ تم کو قرآن شریف پڑھتے ہوئے نہیں دیکھتے) اور ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔ **حِجْرًا مَّحْجُورًا**

پس اللہ تعالیٰ نے خیمہ کی مثال دی ہے۔ اور اس کے حکم اور معنی کو اپنی عزت کا خیمہ نشیں اور وحدت کا پردہ نشیں گردانا ہے۔ ہر قلب مشکوٰۃ سے مشابہ ہے۔ جس میں بغیر خیمہ کے سایہ اور اُس کی تکمیل کے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ روشن قلب جب مصباح کے نور سے روشن ہوتا ہے۔ اور صبح کی روشنی اُس پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور اوجِ فلاح کی طرف وہ ترقی کر کے کامیابی کی خوشبو سونگھتا ہے۔ اسوقت وہ لوگوں میں مثل مصباح فی مشکوٰۃ کے روشن ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ الْفَاضِلِينَ كَالْمَصْبَةِ الْمُنِيرَةِ فِي اللَّيْلِ الْمَظْلُمَةِ** یعنی میں غافلوں کے درمیان میں ایسا ہوں جیسے روشن چراغ اندھیری رات میں یہی قلب نور النور کا اور اک کرتا ہے۔ اور اُس کی طاقت کے موافق اُس کو نور ذات کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ پس یہ قلب خیاں امثال میں داخل ہو کر حدود و اشکال سے گزر جاتا ہے۔ اور جان لیتا ہے کہ معلومات الہی تغیر اور زوال سے خارج ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ

۱۔ جب کہ کفاروں نے حضور کو نازی حالت میں سنانا شروع کیا تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ معجزہ عطا کیا کہ کفار آپ کو قرآن شریف پڑھنے کی حالت میں دیکھ نہ سکتے تھے ۲۔ معنی خدا ہی نے وہ دریاؤں کے درمیان میں پردہ قائم کیا ہے جس سے وہ آپس میں مل نہیں سکتے ہیں حالانکہ ایک جگہ برابر رہے ہیں۔ مگر ہر ایک کی رنگت اور خواجہ گاہ ہے ۳۔



نے آیتہ النور کو اس قول کے ساتھ ختم فرمایا جو: وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ يُكَلِّمُ مَنْ يَشَاءُ عَلَيْهِ  
یعنی اللہ تعالیٰ رہ، مثالیں (صرف) لوگوں کے (سمجھانے کے، واسطے بیان فرماتا ہے۔ اور  
اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے یعنی وہ غفلوں کی مقداریں اور خواطر کے مرتبے خوب جانتا ہے  
پس جس سے خطاب فرماتا ہے۔ اُس کی عقل کے موافق فرماتا ہے۔ اور جس کے قلب  
پر انکشاف کرتا ہے۔ تو اُس کے عقل کے لائق کرتا ہے وَمَا عَقِلُوا إِلَّا الْهَيْلُونَ ۚ یعنی نہیں  
سمجھتے ہیں ان باتوں کو مگر عالم نوگ۔ پس اسے طالب تو اس بات کو سمجھ کہ ستر الہی یعنی وہ  
ارادہ جس سے اس نے مخلوقات کو موجود کیا۔ وہ اُن تمام چیزوں میں جاری ہے۔ جن کو اُس  
نے عدم سے وجود میں ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ ستر الہی مدبر اور متمم اور ہر چیز کو اُس کی انتہا  
تک پہنچانے والا ہے۔

اسی ستر الہی کے آثار کا ہر شخص نے اپنی اصطلاح میں جداگانہ نام رکھ چھوڑے  
ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ ستر الہی سے وہ عنایت الہی سمجھتے ہیں۔ جو بندوں کی پیدائش پر  
شامل ہے۔ اور فاسف کہتے ہیں۔ کہ موجودات کا وجود اللہ سے مستفاد ہے۔ اور یہی معنی  
مستفاد ستر ارادہ کے ساتھ قائم ہیں۔ اور منکبین کا یہ قول ہے۔ کہ ستر الہی اس کی موجودات  
میں اُس کی قدرت شامل ہے کل حرکات و سکنات کو یعنی ایک انگلی تک کا حرکت کرتا یا  
ساکن ہونا خدا ہی کی قدرت سے ہے۔ پس ان لوگوں کے نزدیک دوام احوال جو خداوند  
کے ہاں سے محدثات کے احوال کو متغیر کرتا ہے۔ اور اُن کے افعال کو الٹ پلٹ کرتا ہے  
وہی ستر الہی جاری ہے۔ اور دیگر مذہب کے لوگ اس ستر الہی کے ساتھ ایک نور کی طرف  
اشارہ کرتے ہیں جو ہر چیز پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے فائض ہے۔ اس نور کے اثبات  
کی طرف اکثر مجوس اور بعض نصاریٰ مائل ہوئے ہیں۔

اور صوفیائے کرام اور ارباب طریقت فرماتے ہیں۔ ستر الہی قلوب کا مقرب القلوب  
کی طرف منجذب ہوتا ہے۔ پس انسان کے اندر ستر الہی اُس کے قلب کا رب کے دروازہ پر  
حاضر ہوتا ہے۔ اور صوفیائے کرام کہتے ہیں۔ اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ ستر الہی بندہ کا  
انکشاف حق کی طرف قریب ہوتا ہے۔





سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد کرتا ہے۔ مَا تَدْعُوَنِي فِي شَيْءٍ اَنَا فاعِلُهُ كَرَدِي  
 فِي قَبْلِي وَحَيْثُ الْمُؤْمِنُ يَكُونُ الْمُؤْمِنُ اَنْتَ وَكَوْنُكَ مُسَائِلَتُهُ وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ  
 اَعْلَانِ اور اپنی مخلوق کے ساتھ محبت ہی کے سبب اس نے ان پر محافضین مقرر کیے اور  
 رسولوں کو ان کی دعوت کے واسطے بھیجا اور خلافت کو ان کے اندر جاری کیا (تاکہ ان کے  
 احکام انتظام اور اطمینان سے قائم رہیں) پس اسے طالب اگر تو اس بات پر قادر ہو کہ نور  
 نبوت کو حاصل کر سکے جس سے مراد خلافت ہے۔ جو نبوت ہی سے استفادہ ہے جیسے  
 کہ تو عنقریب اس کی حقیقت سے واقف ہو گا۔ پس تجھ کو لازم ہے کہ ان لوگوں کے شمار  
 میں نہ داخل ہو جو کسی حالت میں ذکر الہی سے باز نہیں رہتے۔ قیام کرتے ہیں۔ اور رکوع  
 و سجود کرتے ہیں۔ فی سُبْحَانَكَ اَدْنٰهُ اللّٰهُ اَنْ تَرَفَّعَ وَيَدَّ كَرَفِئًا اَسْمًا يَسْجُدُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ  
 وَالْآصَلِ يَخْجُرُ بِحَمْدِ اللّٰهِ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَلَئِنْ اللّٰهُ لَكِنَّ وَفَضِّلَ عَلَى الْعَالَمِينَ

## تیسرا مقالہ نبوت کے بیان میں

اس میں سات باب ہیں

## پہلا باب

نبوت اور رسالت کے ذکر میں

اس میں تین فصیں ہیں

پہلی فصل نبوت اور رسالت اور ان کی ماہیت کے بیان میں

معلوم ہو کہ نبوت قلب کا آگاہ ہوتا ہے۔ علوم غیبیہ کے معانی کی حقیقت

اسلامیہ اس کتاب میں ہے۔ کہ جس قدر کام میں کرتا ہوں۔ ان میں سے کسی میں بھی کوئی تردد واقع نہیں ہوتا۔ صرف ایک مومن  
 کی مدد سے کہ جس میں تردد ہوتا ہوں۔ کیونکہ مومن نبوت کو برا کہتا ہے۔ اور میں اس کی برائی کو سمجھتا ہوں۔ مگر میں

اس سے جا رہا ہوں

سے معاینہ کے ساتھ بغیر کث اور طلب اور جہاد کے۔ اور ہمیں آگاہی کے تین مرتبہ میں  
 یا تو یہ آگاہی اس قصد سے جو بندہ کی استعداد انی اللہ سے صادر ہوا ہو یا اس کامل جذب  
 سے جو جو بندہ کو خدا کی طرف سے ٹھوس ہے یا ان دو معنوں کے جمع ہونے سے جو ایک استنباط  
 الہی دوسرا امتیاز الحق جب یہ استنباط اور تباہ جمع ہوں گے۔ نبوت رسالت کی طرف منتقل  
 ہو جائیگی۔ یہ مرتبہ کل مراتب سے اکمل اور اشرف ہے۔

پس نبوت ایک حالت ہے جو بعض نفوس انسانیہ کو فور قدس کی تاثیر سے حاصل ہوتی ہے۔ اور بغیر کامل اور سخت تاثیر کے حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ نفس انسانی نے اگر نور قدس سے ضعیف اثر قبول کیا ہے۔ تو یہ متنی ہوگا۔ نہ ہوگا۔ بنی وہی ہوگا۔ جس نے کامل اثر قبول کیا ہے۔ اور متنی اور بنی میں فرق یہ کہ متنی مختلف مجتہد مکتب غیر مقبول ہے۔ اور بنی وہ ہے جس کو تمام کمالات انسانیہ اور ربانیہ بغیر لکتساب اور اجتہاد فی تحصیل کے حاصل ہوئے ہوں۔ کوشش اور اجتہاد سے نبوت کا حاصل ہونا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ حالانکہ نبوت امر ارکونہ میں سے ایک و وصیت ہے اُس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے قلب میں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے۔ اور یہ وصیت اُس سے جسے جو ہر نفس میں قرار رکھا جلتی ہے۔ پس اس لحاظ سے نبوت نبی کے لیے ذاتی ہوتی ہے نہ کہ جمعی۔

یہ نہیں کہہ سکتے کہ نبوت ایک عرض ہے نفس پر طاری ہو نیوالی۔ نفس کی خصیت ہے بلکہ یہ نبی کے نفس کے واسطے صفت ذاتی ہے۔ اور نبی کے جوہر کی کامل کرنے والی ہے۔ نیز نور نبوت کے نفس نبی نہیں ہو سکتا جیسے کہ بغیر علم کے جوہر میں منتقل ہوئے نفس علم نہیں بن سکتا۔

۱۵ یعنی نجات کلام ہے ایسا نہیں ہے جو کب اور طلب اور کوشش سے حاصل ہو جائے۔ کیونکہ اگر یہ کوشش سے حاصل ہو سکتا تو ہر ایک شخص کا جی منہ ملن ہوتا۔ اگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ غیر عادی کو حاصل ہوتا ہے جس کے مادہ میں اسے تھا پی نے اس کی قابلیت رکھی ہے۔ اس کا حصول بیان گذر چکا ہے۔

سَلَامٌ لِّیْنِیْ بِمَدَّہِ کَافُوتِ تَلَبُّ کَرْنَا ادر عِدَا کَا اَسْ کُو فُوتِ عَنِیتِ کَرْنَا .

سکھ یعنی تبرکات نبی ہونے والا ہوگا۔ حقیقی اور اصلی نبی نہ ہوگا۔

۵۰ عمل روزی چھ مرتبہ کہ ساتھ کلام اور اپنی حالت کے قیام نہ ہو جیسے کہ اس کے بعد قرعہ سفید ہی یا سفید ہی کا نام لے ۱۱



پس نبوت نفس کی ذات کا کمال ہے۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے۔ جسکے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے جو اس مرتبہ پر پہنچا وہ اپنے رب تک پہنچ گیا۔ اور اُس کے اور خدا کے درمیان میں سوائے حجابِ حدود کے کوئی حجاب نہ رہا۔

نفس انسانی کو کمالات میں سے پہلا جو کمال حاصل ہوتا ہے۔ وہ صانع کا علم ہے پھر اس کی احیاء کی معرفت ہوتی ہے۔ پھر اُس کے فکر پر حضور ہوتا ہے۔ پھر اُس کے جلال کا شوق ہوتا ہے پھر اُس کی وحی کی وساطت سے اُس کے علم کے اور اک میں استغراق ہوتا ہے اور اس کی مثال لوح محفوظ کی سی ہوتی ہے۔ غیب اور حاضر کا علم اُس پر کشف ہوتا ہے۔

نبوت حاصل نہیں ہوتی۔ مگر ایسے نفس کو جو ذائل سے پاک ہو۔ خواہش سے منزہ ہو فساد سے دور ہو طبیعت اور اُس کے قوی پر نقص غالب نہ ہو کیونکہ نفس اس زندگانی کے اندر جب ان آفات محسوسہ میں مشغول رہتا ہے۔ تب اُس کا عالم غیب کی طرف رجوع کرنا منتہی ہے۔ اور جب یہ آفات اُس سے دور ہوئیں۔ اور اُس کی ذات کل نقص اور ذائل سے پاک ہو گئی حمایت اُس پر سے اٹھ جائیگی۔ اور پرہیز دور ہوئے۔ اور نفس اپنے عالم بالا سے قریب ہوگا۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ حیاتیں قریب یعنی پاس کا شخص دیکھتا ہے۔ وہ بعید یعنی دور کا شخص نہیں دیکھ سکتا۔

یہ نفس ظہر اپنے صفا جو ہر کے سبب سے شباب غیب کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور علوم ملکوت اُس کے جوہر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور یہی علوم خبیثہ کا منتقل ہونا نبوت ہے پس اس وقت یہ نفس اُن چیزوں کو دیکھتا ہے جو اُن نفس نہیں دیکھ سکتے جنہی کا نفس یہ خفاقی نہیں اسی سبب دیکھتا ہے کہ اُس کا اتفاق اور اشتغال عالم جس میں بہت کم ہو جاتا ہے۔

۱۔ شہود سے رویت حق بجز توحید۔ اور اس کی ہی تیس ہیں۔ ۱۔ شہود نفس فی الجملہ یعنی کثرت کو ذاتِ احدیت میں دیکھنا ۲۔ شہود نفس فی نفس یعنی کثرت میں دیکھنا۔ اور توحید اور سہرا سہرا دیکھنا کا غرض بیان ہے ۳۔ شہود نفس فی نفس یعنی کثرت میں دیکھنا جو کہ غلط ہے۔ اُس میں کاش کرے ۴۔ شہود علی توحید اور حضرت کہ پانی ۵۔ استغراق شہود حق میں ایسی مشغولی کو کہتے ہیں۔ کہ جس میں عالم کائنات سے بے خبر ہو جائے ۶۔

کیونکہ کمالات آئینہ سے نفس کے ہار رکھنے والے ہی کدہ حواس اور بے اعتبار خیر ہیں۔  
اگر نفس انسانی کے ساتھ یہ آفتیں لاحق نہ ہوتیں تو کسی نفس کا قدم جاوہ حق سے رائل نہ  
ہوتا۔ اور نہ کسی کو میدان تحقیق میں لغزش واقع ہوتی۔ مگر حق باطل کی ظلمتوں میں ملتبس ہو گیا۔  
اور جو اس چکر باطل کے اندر زیادہ مشغول ہیں۔ اس سبب باطل کو قوت ہوتی۔ اور وہ حق  
پر غالب ہو گیا۔

نفس انسانی اس عالم طبیعت میں ایک مسافر ہے۔ کیونکہ یہ جناب ام سے مستفاد  
ہے۔ اس سفر میں حواسوں کی کدورت سے اس کی صفائی جاتی رہی۔ اور وہ اپنی ولایت کو  
نہ جاسکا۔ اس کی رفعت منقطع ہو گئی۔ اسی سبب اس کا علم بھی کم ہو گیا۔ مگر جس وقت  
نفس سے یہ عوائق دور ہو جاتے ہیں۔ اور حواسوں کی کدورت دفع ہو کر حجاب بلند ہوتے ہیں  
اس وقت یہ مسافر اپنے ملک کو چلا جاتا ہے۔ اور اپنی اوج کی طرف بلند پروازی کرتا ہے  
علوم غیب اس کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور خفایا ملکوت کو نظر کرتا ہے۔ اور رویت کبھی اس  
کو خواب میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ بیداری کی حالت میں جب روح حواس میں مشغول ہوتی  
تو اس میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ اسرار ملکوت کا مشاہدہ کر سکے۔ اور کبھی یہ مشاہدہ عالم  
بیداری میں ہوتا ہے۔ جبوقت کہ روح توی ہو جاتی ہے۔ اور حواسوں سے اس کا انفان  
باقی نہیں رہتا۔

جو معاملات کہ خواب میں نظر آتے ہیں۔ وہ دو درجہ پر ہیں۔ ایک درجہ نہایت ضعیف ہے۔  
اور وہ یہ کہ حق کو باطل کی صورت میں دیکھے۔ یا اسرار ملکوت کو خیال کے تصرف سے محسوسات کی  
مشالوں میں مشاہدہ کرے۔ ان دونوں باتوں میں یہ شخص کسی تفسیر کا محتاج ہے۔ اور دوسری  
درجہ یہ ہے۔ کہ اشیاء کو اپنے منہا جوہر کے ساتھ جیسی کہ وہ ہیں۔ اس سطح بغیر التباس اور پرے  
کے دیکھے یا روح القدس کو خواب میں دیکھ کر نبوت کا اثر اس سے قبول کر لے۔ اور  
بیداری میں سبب اپنے جوہر کے ضعف اور قلب کی تنگی کے روح القدس کے دیکھنے پر قادر

ملے۔ چنانچہ جس کمال جو اس شخص کے ذریعہ سے اور اہل کی جاتی ہے۔ ان کی حقیقت ان کے ذریعہ سے معلوم نہیں ہوتی اور ان کلمات  
اہل روئے پر سکتا ہے۔ اسی سبب سے ان کو بے اعتبار نہ کرنا چاہیے۔



نہ ہو ۛ

بیداری کی حالت میں جو معاملات دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک ضعیف اور وہ یہ ہے کہ لاکھ مقررین کو دور سے دیکھے اور اُن سے بات چیت یا اختلافاً کرنے پر قادر نہ ہو۔ دوسری قسم قوی ہے۔ اور وہ یہ کہ رُوح قدس کو صریح نظر کے ساتھ دیکھے اور لوح اور فرشتے کی شکل اُس کی نظر میں منقش ہو جائے اُس کی صورت دیکھے اور اُس کی باتیں سُنے اور اُس کے اثر کو قبول کرے یہ درجہ نبوت کا کمال ہے۔ اس سے اوپر عالم بالائیں کوئی درجہ نہیں ہے۔ پھر یہاں ایک اور حالت ہے۔ اور وہ یہ کہ نور نبوت سے استفادہ پر قادر ہو۔ افادہ پر وند اور نہ ہو اس صورت میں اس شخص کے واسطے ایک ہی طریق استفادہ کا ہوگا۔ اور یہی نبوت ہے۔ دوسرا طریق افادہ کا نہ ہوگا۔ جو رسالت ہے ۛ

پس ہر رسول نبی ہے۔ مگر ہر نبی رسول نہیں ہے۔ کیونکہ رسالت اُس چیز کی تبلیغ ہے۔ جو در نبوت سے حاصل ہوئی ہے۔ اور نور نبوت سے استفادہ کرنے والے بہت سے ایسے ہیں۔ جو تبلیغ کی طاقت نہیں رکھتے ۛ

نفوس قدسیہ میں سب سے زیادہ کامل نفس دُوبی ہے۔ جو تنفیذ بھی اور تنفیذ بھی اور یہ وہی شخص ہے۔ جس میں نبوت اور رسالت دونوں جمع ہوں۔ پس اس حالت میں نبی رسول ہو جائیگا۔ نبوت سے استفادہ لیگا۔ اور رسالت کا فایزہ دیرگا۔ پس نبوت اسرار الہیہ کی تالیف اور رسالت علم نبوت کی تکمیل ہے۔ کیونکہ نبوت ایک نور ہے۔ اسد تعالیٰ کی طرف سے نفس کامل ملی ہے اور رسالت اُس نفس کامل سے ایک نور ہے۔ نفوس جزویہ پر ۛ

نبوت ایک ضرورت ہے جو عنایت الہی سے نفوس اور عقول کی حفاظت مصالح کے واسطے واقع ہوئی ہے۔ اور رسالت اُسی نبوت کا جو بندوں کے مصالح کی حفاظت کرتی ہے۔ ایک آئینہ ہے۔ اور تعالیٰ نے جو عباد اس بات کو جان لیا کہ انسان جو عالم صغیر ہے۔ اور عالم کبیر کا نمونہ ہے

ۛ یعنی فائدہ حاصل کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اور دوسروں کو خودی اندر جو جانے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور دوسروں کو فائدہ

دہونے والی رسالت ہو ۛ

ۛ یعنی نبی بھی ہو اور رسول بھی ہو ۛ یعنی اس کو عباد پر اور دوسروں کو پہنچانا ہو

اُس کا صراطِ مستقیم پر قائم رہنا بغیر یہی عنایت اور توفیق کے ممکن نہیں۔ اور یہ بھی جان لیا کہ ہر نفس انسانی میں سے نورِ عزت کا شعل نہیں کر سکتا جو تب اُسے سب نفوسِ انسانیہ میں سے چند نفس ایسے چھانے جو نہایت کامل اور رذائل سے پاک تھے۔ اور انہیں نفوس کو نبوت کا محل قرار دیا۔ اور نبوت کے نور کو اُن میں جاری کیا۔ پس ان میں بعض نفوس تو ایسے تھے۔ جو محض استفادہ ہی کی قوت رکھتے تھے۔ تبلیغِ رسالت کے قابل نہ تھے۔ اور بعض نفوس ایسے کامل تھے جن میں دونوں باتوں کی لیاقت تھی۔ نبوت کے قبول کرنے کی بھی اور رسالت کی تبلیغ کی بھی۔

جس نفس نے فقط نبوت ہی کو قبول کیا وہ نفس کامل ہے۔ اور جس نفس نے نبوت کو بھی قبول کیا اور رسالت کی تبلیغ بھی کی وہ نفس مکمل یعنی دوسروں کو بھی کامل بنانے والا ہے نفس مکمل کی مثال پانی کی سی ہے۔ جو خود بھی پاک ہے۔ اور دوسری چیز کو بھی پاک کرتا ہے۔ اور نفس کامل کی مثال مٹی کی سی ہے جو خود پاک ہے۔ دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتی۔ پس جیسے کہ پانی کو مٹی پر فوقیت ہے۔ ایسی ہی مکمل کو کامل پر فوقیت ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے نبوت کو نفوس کے اندر پیدا کیا۔ اور اُن میں بعض کو تبلیغِ رسالت بھی عنایت کی تب اُسی نبوت اور رسالت کے نور سے صراطِ مستقیم بندوں میں ظاہر ہوا۔ اور انبیاءِ ارواح کے طیب ہوئے۔ امت کے نفوس کا علاج انہوں نے شروع کیا۔ یہاں تک کہ بہت سے امت کے نفوس نے شرک اور کفر کے امراض سے خلاصی پائی۔ اور فطرتِ صحت کی طرف عود کیا۔ یہ بات یعنی انبیاء اور مرسلین کا مقرر کرنا بندوں پر خاص خدا کی رحمت ہے۔ چنانچہ اُس نے فرمایا ہے۔ يَمْشُونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمْنُونَا عَلٰى رَاْسِكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَذَا كُوْلُ الْاَيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (اے رسول) لوگ تمہارے اسلام لانے کا احسان کرتے ہیں۔ کہہ دو مجھ پر اپنے اسلام کا پورا احسان نہ کرو۔ بلکہ اللہ تمہارا احسان کرتا ہے۔ کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت فرمائی۔ اگر تم سچے ہو۔



## دوسری فصل نبوت اور رسالت کی حقیقت کے بیان میں

معلوم ہو کہ نبوت ایک امت ہے۔ اللہ اور اس کے مہی کے درمیان ہیں۔ اور رسالت ایک راستہ ہے بنی اور اس کی امت کے درمیان ہیں۔ پس نبوت بمنزلہ بادل اور بارش کے اور رسالت بمنزلہ بارش کے ہے اور مٹی کو بارش ہی سی فائن پہونچتا ہے یعنی امت کو رسول ہی سے فائن ہے۔

بادل کیا ہے بخارات لطیفہ متضادہ کا اجتماع اور بارش انہیں بخارات کا ہوائی صورت سے پانی کی صورت میں قلیل ہونا اور اسی استحالہ کے سبب بارش نیچے اترتی ہے۔ کیونکہ پانی کا عنصر نیچے ہے۔ پس رسالت ایک بارش ہے جو ارجح کی زمین پر نازل ہوتی ہے۔ نبوت کے بادل سے ناکہ نفوس رسالت سے فائن اٹھائیں جو نبوت ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ نبوت جو اس کے ادراک سے بالاتر ہے۔ اس سبب سے لوگ نبوت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے بسبب اس کی انتہائی لطافت اور شدت رت کے بلکہ محض آہنار رسالت سے فائن اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ وہ نفوس سے زیادہ قریب ہیں۔

نفس جب محل سے داخل ہوتا ہے۔ اس وقت نبی ہوتا ہے۔ اور جب ہاں سے بندوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس وقت رسول ہوتا ہے۔ پس نبوت منادمت کی حالت ہے۔ اور رسالت مکالمت کی حالت ہے۔ نبوت کی حقیقت یہ ہے کہ نفس الہیت میں مہمک ہو جائے۔ اور رسالت کی حقیقت یہ ہے کہ اسی انماک کی طرف اور نفوس کو جذب کرے یہ رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بمنزلہ طلیح ذوق کے علاج کے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی اور شفقت کی اپنے سچے مہربانی اور محبت سے زیادہ ہے۔ اور اسی کمال رحمت کے سبب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا

سلف بخات لطیفہ ہی کا نام بادل جو یہ کائنات دریاؤں اور چھاؤں سے کثرت کے نتیجہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور دعواں بھی ان میں مل جاتا جو جاتا ہو۔ اور یہ کہ ہمارے پیچھے کہ حقیقت کی طرف متصل ہوتے ہیں اور بارش شروع ہوتی جو تغیر اس کی کتب فلسفہ میں موجود ہے۔

تک منادمت ہم نبی اور راہداری اور رسالت اور سے گفتگو کرتی ۱۲





پس رسالت دوار الہی اور نبوت طیب ربانی ہر جو بیمار اس کی دوا کو استعمال کرتا ہے وہ نجات پاتا ہے۔ اور ان ادویہ حیمائیہ کو بھی اطباء نے اسی قوت ربانی یعنی نبوت ہی سے استخراج کیا ہے۔ کیونکہ علم نبوت کل علوم کو شامل ہے۔ اور رسالت کی دواؤں پر محیط ہے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلَا بُشَيْرُ قَاوِدٌ يَفُوْدُنَ النَّاسَ رَأَى السَّعَادَةَ الْاٰبَدِيَّةَ یعنی انبیا و لوگوں کے چلانے والے راہبر ہیں۔ جو سعادت ابدیہ کی طرف ان کی رہنمائی کرتے ہیں +

اور ہر طالب اپنے راہنما کی اطاعت کرتا ہے۔ اور جو مخالف ہے وہ سرکشی اور تکبر سے پیش آتا ہے۔ اور سیدھے راستے سے سخرت ہو جاتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ مجھ کو ان لوگوں سے تعجب ہے جو بغیر نبی میں جگرہ کر جنت میں لئے جلتے جائینگے پس اے طالبِ نجات کو معلوم ہو کہ نبوت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ عقل جو ہر مبدع ہے انسان کا دل پر پرورے طور سے متوجہ ہو۔ اور اسبیطرح اس کے اندر گھل جائے کہ یہ انسان ہی کی آنکھ سے دیکھے اور اُس کے کان سے سنے اور اُس کی زبان سے کلام کرے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ يَكُنْ لَكَ الْبَصَرُ كَقَرْبِ رَأَى بِالْاَوَّلِ حَتَّى اُحْيِيَهُ وَ يَكُنْ لَكَ قَادًا اُخْبِنْتُهُ صَوْتُ لَكَ سَمْعًا كَوَبَصَرٍ اَوَّلًا اَوْ مَوْبِدًا حَتَّى يَنْسَمُ وَ يَنْ يَصْرُ وَ يَنْ يَأْخُذُ وَ يَنْ يَفْشِي حَدَّثَ قَدْسِي ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بندہ نوافل کے ساتھ میری قربت چاہتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ پس جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں۔ تب میں اس کے کان اور آنکھ اور ہاتھ ہو جاتا ہوں۔ اور اُس کا مددگار بنتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ میرے ہی ساتھ سنتا ہے اور میری ہی ساتھ دیکھتا ہے اور میرے

لے وہ لوگ عاشقانِ خدا ہیں میدانِ قیامت میں عرش کے نیچے آؤ مائینگے یہاں تک کہ حساب و کتاب سے فراغت ہو کر میدانِ عرش بھی خالی ہو جائیگا۔ مگر وہ لوگ اپنے شوق میں بے خبر ہوئے آخر ششے ان سے عرض کریں گے کہ آپ لوگ بھی جنت میں تشریف لے رہے ہیں۔ کہیں گے ہم نے جنت کے واسطے اعمال نہیں کیے تھے ہم طالبِ خدا ہیں اُس کے دوش کیچے کھڑے ہوئے اُس کے دیوال کا انظار کر رہے ہیں۔ فرشتے ان کو جبرائیل جنت میں لیجاتا پائیں گے۔ مگر ان پر ان کا کچھ تاوان نہ پڑے گا۔ تب مجبور ہو کر لاری زنجیروں میں ان کو جکڑیں گے تب بھی عاشقانِ خدا فرشتوں کے پس میں آئیں گے۔ اُس وقت فرشتے ان سے کہیں گے کہ خدا کا رعبہ ارہم کو جنت میں چڑھا۔ اس کی جگہ رہی ہے۔ ویرانی پر چڑھیں ہے۔ تب عاشقانِ خدا خوشی خوشی چلے جائیں گے +

ہی ساتھ رہ کر ایک چیز کو پکڑتا ہے۔ اور میرے ہی ساتھ چلتا ہے۔ یہی جو ہر خدا کا آئینہ ہے  
 اور جب یہ انسان پر متوجہ ہوتا ہے۔ اور اُس کی روح سے پوست ہو جاتا ہے۔ تب اس  
 نفس انسانی کو نفس کلی کا خیر بہم پہنچتا ہے۔ اور یہ شخص اُس نور عقل کلی اور نفس کلی کے  
 قبول کرنے کے لائق ہو جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سب کے پہلے پیدا کیا ہے۔ اور سب کے  
 بعد تک باقی رکھے گا۔ اور یہ عقل اور نفس دونوں لطیف جوہر ہیں۔ غیر محسوس اجساد بشریہ  
 سے متعلق نہیں ہیں۔ مگر جب یہ نفوس جزویہ اور عقول جزویہ کا تکمیل کمال اور سعادت ابتر کی  
 طرف توجہ دیکھتے ہیں۔ تب ایک ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو ان کے لائق  
 ہوتا ہے۔ اور ان کے قبول کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ پس یہ دونوں اُس میں ایسا تصرف  
 کرتے ہیں جیسے روح بدن میں تصرف کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس بدن کی حکومت بالکل انہیں  
 کے قبضہ میں ہو جاتی ہے۔ اور یہ دونوں اس شخص کے اندر بمنزلہ عقل جزوی کے ہو جاتے  
 ہیں۔ یعنی گو یکہ عقل اور نفس اُس شخص پر عاشق ہو جاتے ہیں۔ اور اُس کے ساتھ نہایت  
 مہربانی کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے **وَاصْطَلَعْتَ**  
**لِنَفْسِكَ** اور فرمایا ہے **وَرَبُّنَا عَلٰی عَيْنَيْهِ** اے موسیٰ تم کو میں نے اپنے واسطے چھٹا  
 لیا ہے۔ اور تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش کئے جاؤ۔ اور اپنے نبی حضرت محمد  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرماتا ہے۔ **مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ** جس نے رسول  
 کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے **وَ**  
**اتَّخَذَ اللَّهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا** یعنی بنایا اللہ نے ابراہیم کو (اپنا) خلیل یعنی دوست۔ پس یہ سب  
 تخصیص عقل اول اور نفس اول سے اُن اشخاص کے حق میں صادر ہوئی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ  
 نے پسند کیا ہے اور خیر پر متوجہ ہوئے ہیں۔ اور اپنے نور قدسی اور نور قدسی کو اُن پر  
 ڈالا ہے۔ پس نبی عقل اول کی صورت ہے۔ اور رسول نفس اول کی سبیل ہے اور رسالت  
 کا فائدہ بمقابلہ نبوت کے اس سبب سے زیادہ ظاہر ہے۔ کہ رسالت کی روشنی عالم  
 طبیعت سے زیادہ قریب ہے۔ دیکھ لو بصارت چاند کا اور اک بمقابلہ سورج کے زیادہ  
 کر سکتی ہے (حالانکہ چاند کا نور بھی سورج کے نور سے مستفاد ہے) ایسی رسالت کا نور



نبوت کے نور سے استفادہ ہے) اور سورج کے اوراک سے بصارت۔ اس سبب قاصر ہے کہ سورج اپنے فوط نور کے سبب مجھوٹے۔ ایسے ہی عقل اول بھی اپنے کمال منور کے سبب سے مستور ہے۔ مگر چاند کا اوراک اسی باعث سے سہل ہے کہ وہ اپنی ضو کے ساتھ معتدل انکشاف رکھتا ہے۔ پس اس طرح نفس کلی کا اوراک بھی سہل ہے کیونکہ وہ ہمارے عالم سے قربت رکھتا ہے۔

عقل اول کی مثال سورج کی سی ہے۔ جو اپنے کمال نور کے سبب سے اوراک سے بہت دور ہے۔ کیونکہ نور کی اذاط بھی مثل ظلمت کے ہے جو اوراک سے مذکور مانع ہوتی ہے۔ پس ماہل یہ ہوا کہ دعوت شریعتہ نفس سے صادر ہے کیونکہ نفس ہی سہولت کے ساتھ رسالت کی جلتے پیدایش ہے۔ اور یہ رسالت اپنے کل کمالات کا استفادہ عقل محسوس کرتی ہے۔ جو حواس کے اشارہ اور ابصار کے اوراک سے بالکل خارج ہے جیسے کہ فرمان الہی اس کی خبر دیتا ہے۔ لا تُذِرْكَ الْاَبْصَارُ وَ مَوْجِدُ رُكَّ الْاَبْصَارِ وَ هُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ابصار اس کا اوراک نہیں کر سکتیں۔ اور وہ ابصار کا اوراک کرتے۔ اور وہ مہربان مہر دار ہے۔

رسول پر نفس کلی کی توجہ اور اس کے فوائد کا اظہار ہمیشہ رہتا ہے۔ مگر عقل اول کے فوائد اس کے اوقات سے متعلق ہیں۔ اور اس کے انفصالات و انفصالات کے درمیان میں واقع ہوتے ہیں۔ انہیں کا نام حالات وحی ہے۔ کیونکہ اگر وحی کے آثار رسول پر ہمیشہ قائم رہیں۔ تو دوام استغراق کے سبب دعوت کا قانون منقطع ہو جائے۔ اور یہ نبوت اس وقت نفوس پر توجہ کے کمال سے محروم رہنے کا باعث ہو۔ اور بجائے رافت و رحمت کے محنت اور زحمت ہو جائے۔ اسی سبب عقل اول کے ظہورات نبی کے نفس پر اوقات مختلف سے متعلق ہوتے۔ کہ انہوں کا قلب وحی سے فارغ ہو کر کلہ لہی کے فیضان میں مشغول ہو۔ پس خلاصہ یہ کہ نفس کلی رسول کے بدن سے متصل ہو کر رسول زندگی بھر ساتھ

لے جئے اگرچہ پیشہ وی میں مستغرق ہے۔ تو لوگوں کو ترمیم احکام کس وقت کرے۔ اور نفوس پر توجہ دے  
عوام ان سے ہدایت نہ پاسکیں۔ اور کمال کے ماس کرنے سے محروم رہیں گا

رہتا ہے۔ اور عقل کلی کسی کسی وقت متوجہ ہوتی ہے۔ تاکہ جس وقت وہ رسول کی طرف متوجہ ہو رسول اُس سے فایز حاصل کرے اور جس وقت وہ رسول سے مستور ہو جائے رسول ہی فائدہ اوروں کو پہنچائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں معنوں کی طرف اشارہ کر کے حکم فرمایا ہے **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ الْكَلِمَ** **رَالَهُ فَأُوحِيهِ** یعنی اے رسول کہہ دو کہ میں مثل تمہارے ایک بشر ہوں میری طرف وحی کی گئی۔ ہے کہ بیشک تمہارا معبود ایک معبود ہے۔

اگر عقل کلی کی صورت نفس کلی پر ہمیشہ رہتی تو نبوت اور رسالت کا فائدہ بالکل ہل ہوتا۔

یہی نفوس کا علاج ہے۔ اور علاج حالت رسالت ہی میں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نبی جس وقت اپنی نبوت میں مستغرق ہوتا ہے یعنی عقل کلی کی صورت اُس پر پڑتی ہوتی ہے اس وقت یہ خود منہ اُس پر ہیض کے ہوتا ہے۔ جو سخت بخار اور حرارت کی شدت میں مبتلا ہو۔ اُس وقت اُس کو اپنے مطلب کمال اور صلاح ہی سے ذہنت نہیں ہوتی۔ تو پھر دوسرے کی صلاح کی طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہے؟

پس معلوم ہوا کہ نبوت عقل کے نور سے ہے۔ اور رسالت نفس کی راہ سے ہے اور یہ دونوں یعنی عقل اور نفس کلمہ الہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر اللہ تم نے ہر چیز کے واسطے سبب کے پیچھے سبب لگا دیا ہے۔

جو کلام نبوت سے صادر ہوتا ہے۔ اُس کا نام تاویل ہے ہر ایک سننے والا اُس کے سمجھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور جو کلام رسالت سے صادر ہوتا ہے۔ اُس کا نام تنزیل ہے ہر ایک سننے والا قلب اُسکی حقیقت کو نہیں پہچانتا اور جیسے کہ رسالت نبوت کی محتاج ہے۔ ایسے ہی تنزیل بھی تاویل کی ضرورت مند ہے۔ تاویل کے چہرہ پر تنزیل کا پردہ پڑا ہوا ہے اور رسالت ایک بچہ ہے جس نے نبوت کے شیر پستان سے پرورش پائی ہے۔ اسی سبب وہ نبوت کا انکشاف نہیں کر سکتی۔ اور نفس تنزیل کے لواحق اور فلوں ہرے کمال نہیں حاصل کر سکتا جب تک کہ تاویل کے حقائق اور لوازم سے واقف نہ ہوگا۔



پس اسے طالبِ تجھ کو چاہیے کہ پہلے ایمان اور نضرِ نمل کو خوب حاصل کرے تاکہ پیرا  
نفس اسرارِ نبوت کے قبول کرنے اور سعانیِ نبوت کے سمجھنے کے لائق ہو جائے۔ رسالت کے  
مراتب کو سن اور ان کے مدارج کو دیکھ کیونکہ انبیا علیہم السلام اگرچہ نبوت میں برابر ہیں۔ مگر  
رسالت میں ان کے درجے جدا جدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ حَلَاكًا يَوْمَ  
الْآزْمِ وَرَفَعَهُ بَعْضُكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ وَلِيُخْرِجَ فِي مَا آتَاكُمْ وَهُوَ وَهْيُ ذَاتِ الْبَيْنِ**  
ہے جس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ اور تم میں سے ایک کو دوسرے پر درجے بلند کیے ہیں۔ تاکہ جو کچھ  
نکادو رہا ہے۔ اس میں تمہاری آزمائش کرو۔

## تیسری فصل انبیا اور مرسلین کے مراتبوں کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **تِلْكَ الْأَمْثَلُ قَضَلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَهُ  
بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ** ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہو۔ بعض انہیں سے  
وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا ہے۔ اور بعض وہ ہیں جن کے پیچھے بلند کیے ہیں۔ معلوم ہو۔ کہ  
انبیا بحیثیتِ نبوت کے ایک مرتبہ میں ہیں۔ علاوہ اُس کے کہ نبوت کے وقت قبول کی رو  
سے بھی ان میں فرق ہے۔ یعنی بعض نبی ایسے ہیں جن پر نبوت کا اظہار خواب میں ہوا  
ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جن پر بیداری میں ہوا ہے۔ مگر نبوت میں سب برابر ہیں۔  
کیونکہ نبوت علم کا کمال ہے۔ جو وحی الہی کے ذریعہ سے اُس بندے کے نفس میں حاصل  
ہوا ہے۔ جو اپنے وقت میں سب سے زیادہ کامل اور غافل تھا۔ یہ نبوت جو عقلِ اول کا نور ہو  
اور یہی کلمۃ اللہ اعلیٰ ہے تمام انبیاء اہلِ خداوندِ تعالیٰ اسے خلیفہ ہوتے آئے ہیں۔ پھر  
انبیاء رسالت کے مرتبوں اور رسالت کی کیفیتوں اور مقامات کی کیتوں کے ساتھ مختلف  
ہیں۔ کیونکہ انہیں سے ہر ایک کے ساتھ ایسی خصوصیتیں ہیں۔ جو ایک کو دوسرے سے  
متمیز کرتی ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے کلام کی خصوصیت اور حضرت  
ابراہیمؑ کے واسطے خلعت اور حضرت محمد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نبوت کی خصوصیت  
ہے۔ اور ہر اس خصوصیت سے یہ مطلب ہے۔ کہ ہر رسول ایک خصوصیت کے ساتھ

مشہور ہوا ہے یعنی ایک بات اُن کے ساتھ ایسی مخصوص ہوئی کہ لوگ اُس کے ساتھ اُن کو  
پکارنے لگے جیسے کہ کہا جاتا ہے موسیٰ کلیم اللہ۔ اور ابراہیم خلیل اللہ حالانکہ ابراہیم بھی کلیم اللہ  
تھے مثل موسیٰ کے اور موسیٰ بھی خلیل اللہ تھے مثل ابراہیم کے مگر کلام خاص موسیٰ و  
اِبرہیم کے واسطے ہوا۔ اور باقی مراتب اُنہوں نے کلام کی تبعیت سے پائے یہی ہے ابراہیم  
نے طاعت کی تبعیت میں تمام مدارج طے کیے۔ سب انبیاء و نبوت کے اندر وحی کے قبول کرنے  
اور نفوس کے وحی کی روشنی قبول کرنے میں ایک درجہ کے اندر ہیں مگر رسالت اور اختلاف  
شرعیات میں وہ بحساب اوقات کے مختلف ہیں۔ اس لیے کہ نبوت زمان اور مکاتیب بالانز  
ہے۔ اس میں کسی حکم یا کسی وقت میں اختلاف نہیں ہوتا۔ بخلاف رسالت کے کہ وہ آسمان  
کے نیچے ہے۔ اور لوگوں کی مصیحتوں سے متعلق ہے۔ اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ  
لوگوں کے مزاج اور طبیعتوں اور زبانوں میں زمان اور مکان کی حیثیت سے اختلاف ہوتا  
ہے اور انہیں اختلافوں کے ساتھ رسالت مختلف ہوتی ہے تاکہ شریعت اور کتاب لوگوں  
کی زبان اور ان کی اصطلاحوں کے ساتھ پلٹ جائے حضرت نوح علیہ السلام کا رسالت  
میں جو درجہ اور مرتبہ اور دعوت اور زبان تھی وہ حضرت ابراہیم کی نہ تھی حالانکہ نبوت میں  
دونوں برابر تھے۔ کیونکہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ایسی قوم تھی جس سے اُن کو باطل صلابی  
کی امید نہ رہی۔ اور اُن کی ہلاکی کو نوح علیہ السلام نے اُن کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر سمجھ کر  
خداوند تعالیٰ سے دعا کی رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ اِلٰهًا زَاهِقًا مِّنَ الْكَافِرِيْنَ ۚ اٰیہیٰ اور پورے  
زمین پر کسی کافر کو بسنے والا نہ چھوڑ یعنی سب کو ہلاک کر۔ اور حضرت ابراہیم کے زمانہ میں لوگوں کی  
طبیعتوں میں لطافت غالب تھی اور آپس میں محبت و الفت کا چرچا تھا۔ اس سبب سے  
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو حکم فرمایا کہ حَسِّنْ خُلُقَكَ وَكُوْنْ مِنَ الْكَافِرِيْنَ خَوْشٍ اَخْلَاقِيْ  
پیش آؤ۔ اگرچہ کفار کے ساتھ ہو۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ بھی ایسا ہی تھا۔ ایسا سے  
اللہ تعالیٰ انکو فرعون کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم فرمایا۔ اور حضرت موسیٰ اور  
اُن کے بھائی حضرت ہارون سے فرمایا۔ اِذْ هَبَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّا نَخْفَعُ فَتُوْلًا لَّهِ قُوْلًا  
لِّیْنَا لَعَلَّہٗ یَسْتَكْبِرُ ۚ اَوْ یَخْشٰی یَسْتَكْبِرُ ۚ اَوْ یَخْشٰی یَسْتَكْبِرُ ۚ اَوْ یَخْشٰی یَسْتَكْبِرُ ۚ اَوْ یَخْشٰی یَسْتَكْبِرُ ۚ



سکرتی کی ہے۔ اور نبی کے ساتھ اس کو نصیحت کررہا کہ وہ نصیحت کو مانے یا ڈر جائے اور حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش مزاج اور بڑے خوش مزاج تھے۔ ایک قوم کے لئے خوش مزاجی فرماتے تھے اور ایک قوم کو قتل کرتے تھے جیسا کہ آپ نے اپنی رسالت کی حد تک کے مناسب دیکھا کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے کمال پر پہنچایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے انبیاء بہت بڑی تعداد کے ساتھ ہوئے۔ چنانچہ بعض کا قول ہے کہ ایک لاکھ چار ہزار بیس نبی مختلف اصناف سے تھے ہیں۔ اور زیادہ انہیں سے بنی اسرائیل میں سے ہوئے تھے۔ یہ تعداد انبیاء کی ہے۔ انہیں سے تین سو تیرہ رسالت کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں۔ کیونکہ نبوت نور مفر ہے۔ اور رسالت نور کب ہے اس کے انعکاس کے ساتھ اور جو فنا کی کمر میں ہے۔ وہ مفر میں نہیں پایا جاتا۔ اور چونکہ نور نبوت کا انعکاس بہت کم اشخاص میں ہوا ہے۔ اس سبب سے رسولوں کی تعداد نبیوں سے کم ہے۔ کیونکہ نور جب صاف شفاف چیز پر پڑتا ہے تو منعکس نہیں ہوتا۔ مگر جب زمین پر پڑتا ہے تو منعکس ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا منعکس ہونا مثل رسالت کے اور چمکانا مثل نبوت کے ہے۔ دن جب ہی ہوتا ہے جب سورج کی روشنی منعکس ہوتی ہے ایسے ہی خلقت کی ہدایت اُسی وقت ہوتی ہے جب رسالت ظاہر ہوتی ہے۔

ہر نبی کے ساتھ ان کے نور نبوت سے ایک نور مخصوص تھی۔ اور ہر رسول کے پاس پورے انعکاس کے نور نبوت سے زائد نور تھا۔ چنانچہ انبیاء کا نور نبیوں کے نور سے زیادہ ہے اور رسولوں کا نور نبیوں کے نور سے زیادہ ہے۔ کیونکہ نبیوں کے پاس ایک نور ہے اور رسولوں کے پاس دو نور ہیں ایک نور نبوت کا اور دوسرا نور رسالت کا۔ یہ بات تم کو پہلے ہی معلوم ہو چکی ہے کہ نبوت کا نور عقل سے ہے۔ اور رسالت کا نور نفس سے ہے۔ اور دونوں کا جمع ہونا ایک نور کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔ پس نور علی نور۔ نبوت اور رسالت کا جمع ہونا ہے۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ تین نوروں کا جمع ہونا دو نوروں کے جمع ہونے سے بھی افضل اور بہتر

لہذا نبی نور نبوت کے منعکس ہونے سے رسالت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی سبب سے رسالت کا نور کب اور مضاعف ہے۔





میں کہے۔ مگر ان چھ آدمیوں کے سوا اور کسی میں نہیں پائی گئیں اور ایک اور روایت میں پانچ اولوالعزم آئے ہیں۔ ان کی شریعتیں اور کتابیں پائی جاتی ہیں۔ اور ان میں سے بعض کی امتیں بھی موجود ہیں جیسے کہ نوح علیہ السلام کی الواح اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ اور موسیٰ علیہ السلام کی تورات اور عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن مجید یہ سب کتابیں موجود ہیں اور دودھ کی زبور کو جو لوگ ان میں شامل کرتے ہیں یہ صحیفہ نہیں ہو۔ کیونکہ زبور میں تورات ہی کے چھپے ہوئے کچھ احکام ہیں۔ جو سیسوں کی کتاب زبور میں اس بات کا دعویٰ ہے کہ کتب مشابہ ہیں جو صحف ابراہیم علیہ السلام کے ہیں۔ جو اس کے کلام اور ان کی کتابوں کے متعلق ہمارے بہت بڑی بحث ہے۔ مگر اس کا دواں موقع نہیں ہے۔ پہلی کتابوں میں سے اس زمانہ میں جو کتابیں پائی جاتی ہیں وہ یہ ہیں سب جو اس کے اندر اور تورات یہودیوں میں اور انجیل نصاریٰ میں اور فرقان جو سب نمبر کتابوں میں بہتر اور خوب تر ہے۔ مسلمانوں میں۔ رسولوں کا تفاوت اور ان کے درجوں کا فرق ان کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ یعنی جو کتاب کامل اور دانی ہوگی۔ اور اس کے معانی کثیر اور واضح اور خوب ہونگے اس کے رسول بھی چنیدہ کتاب نازل ہوئی ہے۔ کامل اور اشرف اور اظہر اور انور ہونگے۔ چنانچہ تورات احکام کی طرف زیادہ مائل ہے۔ اور تشریح کے کلام سے آمیزہ اور انجیل مقدماتِ حکمت اور علمِ اخلاق کی طرف مائل ہے اور صحف ابراہیم اخلاق اور آسمانی امور میں نظر کرنے کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اور زبور علمِ مواظبہ پر شامل ہے۔ اور قرآن شریف جس کی شان یہ ہے کہ لایا تینیدہ اثباتِ حلالِ مومن باین یدکایہ و کلامن خلقہ تازیئل مومن حکیم حیدر یعنی باطل کا گذر اس میں نہ آگے سے نہ پیچھے سے ہے۔ اور یہ نازل ہوا ہے حکمت والے کے پاس سے جو لائقِ حمد ہے۔ پس یہ قرآن شریف کل آسمان وزمین کے علوم پر شامل ہے۔ و کلامِ علیہ و کلامِ علیہ و کلامِ علیہ و کلامِ علیہ یعنی کوئی تر و خشک ایسا نہیں ہے۔ جو کتاب روشن یعنی قرآن شریف میں نہ ہو۔

ایک دیر یاد محیط ہے۔ اس میں گزشتہ و آئندہ کی سب چیزیں ہیں اور زمانہ موجود کی

سب ایک سرریاں ہیں۔ تہ نہ اپنے رسول مجھے تھے چنانچہ اس آیت میں اس کا ذکر ہے لفظ ان لم یکانوا لیکن ان

احکام بھی ہیں۔ اور یہی کوہِ قلع ہے اور یہی حق کی میزان ہے۔ جو شخص اُس کے اندر اپنے علم و عمل کو توںسا ہے۔ وہ خسارہ اور نقصان سے نجات پاتا ہے۔

قرآن شریف کا ہر کلمہ مثل درجہ کے ہے۔ اور ہر حرف مثل دقیقہ کے اور ہر آیت مثل  
ہج کے اور ہر سورت مثل آسمان کے جن کے اندر سمائی ربانیر کے آفتاب سیر کر رہے  
ہیں۔ وَلَوْ أَنَّ مَاءَ الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لَافْتَالَمْ يَذَرِكُمْ رَبُّكَ الْبَحْرَ سِدًّا لَكُم مِّنْ يَّحْدِهِ سَبْعَةُ آفَافٍ مَا تَلْقَوْنَ  
كَلِمَاتِ اللَّهِ لَعْنَىٰ أَرْزَمِينَ کے جس قدر درخت ہیں سب کی قلیں اور سات سمندر کی سیاہی  
بنا کر ان سے خدا کے کلمے لکھے جائیں تب بھی ختم نہ ہوں۔ اور دوسری جگہ فرمانا ہے۔ قُلْ لَوْ  
كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ إِلَيْهَا مِثْلُ آبٍ أَن مُنْفَذَ كَلِمَاتِ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا  
یعنی کہ اگر سمندر کی سیاہی ہو میرے رکے کلمات لکھنے کے واسطے تو کلمات کے ختم  
ہونے سے پہلے سیاہی ختم ہو جائے۔ اور اگرچہ اُس کے ساتھ اور اُسکی برابر سیاہی  
ہو۔ تو وہ بھی ختم ہو جائے۔ مگر رب کے کلمات ختم نہ ہوں +

یہ قرآن شریف کلام اللہ ہو اور حبل المتین ہے۔ ہر اوستقیم ہے اور یہی خط استواء ہے۔ اور یہی نریاقی اکبر ہے۔ اور یہی کبریت احمر ہے۔ اسمیں کل معانی اور مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اور اسی میں تنزیل اور تاویل ہے۔ اور اسی میں تحقیق اور تعطیل اور نقص اور تکمیل ہے اسی میں تورات انجیل اور زبور پائی جاتی ہیں۔ اور اسی سے آسمان و زمین اور فلک اور نور کا علم پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں روایت ہے کہ حضرت امیر المؤمنین امام شافعی علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے کسی شخص نے عرض کیا کہ یہود کہتے ہیں۔ تورات چالیس بوجھ کے برابر ہے۔ آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ الحمد کے الف اور بسم اللہ کی ب میں اس قدر معانی ہیں کہ اگر ان کو لکھا جائے تو چالیس بوجھ ہو جائیں پس بیشک قرآن کا ایک حرف تورات اور انس کے کل معنایں سے بہتر ہے۔ اور حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حور پر وارد ہے کہ آپ نے حضرت عمر بن خطابؓ کے ہاتھ میں تورات کا ایک جز دیکھا۔ فرمایا اے عمر یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ تورات کا ایک جز ہے۔ پس یہ سب سے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک نصہ سے شرح ہو گیا۔



فرمایا اے عمر کیا کتاب اسرار اس کی قرأت تجھ کو کافی نہیں ہے۔ قسم ہے خدا کی اگر موسیٰ زمرہ ہوتے تو ان کو بھی سوا میری پیروی کے اور کچھ نہ آتا۔

پس اے طالب قرآن شریف میں نظر کر اور اس کے معانی میں غور و فکر کر۔ پھر اسی سے رسولوں کے درجہ معلوم کرے۔ کیونکہ رسولوں کے درجوں کا فرق کتابوں سے معلوم ہو جاتا ہے۔

اور وہ رسول جو صاحب کتاب نہیں تھے۔ اور اولوالعزم رسولوں کی پیروی کرتے تھے۔ یہ ہر دو درجوں کے درمیان میں پانچ پانچ شخص تھے جیسے حضرت زکریا اور یحییٰ اور ادریس اور یونس بن متی اور فخر الفضل اور ایوب اور داؤد اور سلیمان اور یسوع اور ہود اور صلح اور یوسف وغیرہم علیہم السلام اور یہ سب صالحین میں سے تھے۔ اور بعض ان رسولوں میں سے اولوالعزم کے خلیفہ ہوئے ہیں جیسے حضرت شیث اور نوح اور شعیب اور اسماعیل اور اسحاق اور اناروں وغیرہم علیہم السلام ان کے مراتب کی شرح اور تفصیل نہایت طویل ہے۔ ہم کو ان سب کے مراتب اور مقامات معلوم ہیں۔ اور ان کے درجوں کا فرق بھی معلوم ہے۔ خوب معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ان کے حالات واضح طور سے بیان کر دیئے ہیں جس کے تیس انکے معلوم کرنے کا شوق ہو۔ وہ قرآن شریف میں غور و تامل کرے امید ہے کہ اس قدر اس کے قلب کی آنکھ کو کھول دے گا۔ اور وہ رسولوں اور اولوالعزموں کے مراتب اچھی طرح دیکھ لیگا۔ معلوم ہو کہ ہر ایک رسول کو ان کے مرتبہ اور قرب حق کے موافق معراج ہوئی ہے جس میں وہ اپنے اعلیٰ مقام میں پہنچے ہیں چنانچہ ان میں سے آخر مراتب ارکان سے آگے نہیں بڑھے۔ اور کسی کی معراج مٹی کی طرف ہوئی ہے اور کسی کی پانی کی طرف اور کسی کی ہوا کی طرف اور کسی کی آگ کی طرف ہوئی ہے چنانچہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی معراج مٹی یعنی زمین کی طرف ہوئی اور حضرت نوح اور حضرت یونس علیہما السلام کی معراج پانی کی طرف ہوئی اور حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی معراج ہوا کی طرف ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معراج آگ کی طرف ہوئی۔ اور ہمارے حضور سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی

اسد علیہ وسلم کی علاج عالم طوائف سے حکومت اعلیٰ کی طرف ہوئی تھم دینی قندلی فکان قادی  
 قوسین اؤ اؤتی قاقو مخی ائی عبیدہ مآ اؤخی۔ پس رسولوں کی تفصیل رسالت کے مرتبوں میں  
 اور ان کی خصلتوں میں جو ان کی جو بر ذات کے اندر نہیں مگر نبوت کے اندر سب نبی  
 برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے۔ پس رسالت کی حقیقت نبوت سے مستفاد  
 ہے۔ اور نبوت خاص ذات ہاری تعالیٰ سے مستفاد ہے۔

جب خداوند تعالیٰ کسی بندہ کے قلب کی طرف روح قدس کے ساتھ نظر کرتا ہے۔  
 اور وہ نظر بندہ کی روح کے ساتھ اتصال کرتی ہے تب اُس سے رسالت کی روشنی  
 نمودار ہوتی ہے۔ پس گویا رسالت نبوت کی معاد اور نبوت رسالت کا مبداء ہے۔  
 بعض نبی مہدی ابتدا ہی میں ٹھہر گئے۔ اور بعض نے معاد کی حیرت تک ترقی کی یعنی نبوت  
 کے درجہ سے رسالت کے مرتبہ میں پہنچے۔ اور انہیں درجوں اور مرتبوں کے لغات سے  
 عبارات اور اشارات کی کثرت ہوئی جن سے شرائع اور مذہبوں کی ترکیب ہے۔ اور  
 رسولوں میں یہ اختلاف محض زمانہ کے انقلاب اور مکان کے تغیر سے واقع ہوا ہے کیونکہ  
 بعض چیزیں جو ایک جگہ ٹھہری ہیں وہ دوسری جگہ بیا رہی ہیں۔ اور جو ایک وقت نفع کرتی  
 ہیں وہ دوسرے وقت نفع نہیں کرتی ہیں۔ مثلاً شہد حجاز کے ملک میں ٹھہرا ہے اور بعض  
 ملکوں میں نہایت مضر ہے کچھ فائدہ نہیں دیتا میں کہتا ہوں بعض دوائیں ایسی ہیں جن  
 کا اثر زمان اور مکان سے متغیر نہیں ہوتا مثلاً سقونیا سے ہر شہر اور ہر وقت میں علاج  
 کیا جاتا ہے پس وہ دوائیں کا اثر زمان و مکان سے متغیر نہیں ہوتا۔ وہ نبوت کی مثل ہے۔  
 اور جس کا اثر زمان و مکان سے متغیر ہو جاتا ہے۔ بلکہ اُس کا اثر ہر شہر اور ہر قوم اور ہر وقت  
 کے ساتھ مخصوص ہے۔ وہ رسالت کی مثل ہے۔ رسول دعوت کی ہیکلیں ہیں۔ اور  
 انبیاء قریت کی ہیکلیں ہیں۔ اور قربت دعوت سے بالاتر ہے۔ اور رسالت کی نبوت  
 کے ساتھ اضافت ایسی ہے۔ جیسے خلافت کی رسالت کے ساتھ اضافت۔ آدم علیہ السلام  
 پہلے سنی اس آیت شریف کی ہیں۔ کہ نزدیک ہوا۔ پھر اس قدر چھلکا کہ دو کانوں کے بزرگہ ان سے بھی کم حاصل کیا  
 پھر اُس نے اپنے بندہ کی طرف جو کچھ دی کرتی تھی وہ کہو ۱۲ مٹے یعنی نبوت کی انتہا رسالت پر ہے اور رسالت کی ابتدا  
 نبوت سے ۱۲









اگرچہ آپ کا جسم جسمانی اور شخص حیوانی مثل اور موجودات کے تھا۔ مگر آپ اپنے نور اور صفاء جو ہر اور کمال ذات کے ساتھ ایک مفرد چیز تھے بغیر تغیر اور تعلق اور آمد اور آوازا اور موضوع اور غیرت اور وضع کے۔ وجود آپ کا لانا اور مکان سب سے پہلے تھا۔ اور آپ نور آہی اور نبوت ربانی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ علیہ کے ساتھ آپ کو پیدا کیا تھا۔ اور اپنے صحیح علم سے اپنے صاف و پاک ارادہ کے ساتھ آپ کو نکال کر ذات عقل میں مرکوز رکھا جیسے کہ نیک خطرہ عالم عاقل کے قلب میں رہتا ہے۔ اور نبوت عقل اول کے اندر اس طرح سے ہو گئی جیسے مکان کا نقشہ معمار کے دل میں ہوتا ہے۔ چنانچہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عقل اول کی ذات کے اندر تھی جو روحانیات کی عمارتوں کی معمار ہے۔ پھر یہ نور نبوت شائع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سب چیزوں سے کمال تر اور کل موجودات سے سابق تر بنایا۔ اور اُس کے نور اور روشنی کو تمام اجرام و اجسام علوی و سفلی پر تقسیم کیا۔ تاکہ سب اجسام موجودات مرتبہ میں اُس سے کم رہیں۔ اور شریعت بطبیعت پر مقدم ہو۔

معمار حبیب مکان بنانا چاہتا ہے۔ تب وہ سب سے پہلے اُس کے نقشے کی فکر کرتا ہے پھر مکان کے واسطے جو جو سامان مہیا کرنے ہوتے ہیں۔ اُن کو مہیا کرتا ہے جیسے اینٹ پتھر ٹیچونا لکڑی وغیرہ اور یہ سب چیزیں اسی نقشہ کے تابع ہوتی ہیں جو معمار کے دل میں ہے اور جس کے اوپر اُس نے مکان کی بنیاد ڈالی ہے۔ پس اسی طرح تمام موجودات نور نبوت کے تابع ہیں جس کے سبب سے یہ پوری ہوئی ہیں۔ اور وجود کمال ہوا ہے۔

پھر حبیب اللہ تعالیٰ نے عالم روحانی کو ابداع کیا۔ اور عالم جسمانی کو خلق کیا نور نبوت کو عقل کی ذات سے اس طرح نکالا جیسے مکان کی صورت معمار کی ضمیر سے نکلتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کے حصے کیے اور تمام عالم کے ہر ایک جز کو اُس نور میں سے اُس کا حصہ عنایت کیا۔ چنانچہ اسی نور سے چاند سورج روشن ہوئے اور

اُسی نور سے سرش اور لوح و قلم کا نور ہے۔ اور اُسی نور سے آسمانوں کو ستاروں کے ساتھ زیرت دی گئی ہے۔ اور اسی نور سے زمینیں بچھائی گئی ہیں۔ پھر دوبارہ وہ نور نفسِ اقل کی توست میں آدم کی پیدائش تک رکھا گیا۔ بہانہ تک کہ آدم کا خمیر بنایا گیا۔ اور اُس کی ترکیب اور ترتیب ہو کر وہ نور ربانی اُس کے قلب میں ڈالایا گیا۔ پس اسی نور کی برکت سے آدم کامل عاقل عالم بن گیا۔ یہی نور نبوت جو آدم کے قلب میں ڈالایا تھا۔ اُس کی نسل میں جاری کیا گیا۔ یہاں تک کہ آدم سے منتقل ہوا شیث میں آیا اور شیث سے اسیلح پاپوں کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ سے حضرت آمنہ حضور م کی والدہ ماجدہ کے اندر منتقل ہوا۔ اور وہاں اُس نے صورتہ محمدی اختیار کی اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس نور سے عالم روحانی کو ابداع کیا تھا۔ ایسے ہی عالم جسمانی کو اُس سے مجسم کیا ہے جس کو یابہ نور ابتدا میں معمار کا نقشہ تھا۔ جو آخر میں مثل اس آخری اینٹ کے ظاہر ہوا۔ جس پر مکان کی تعمیر ختم ہوتی ہے۔ پس جو چیز کہ علم الہی میں تھی وہ آسمان و زمین کو محیط تھی۔ اور اُسی کے نور سے نورانت کے آخر تک نور پہنچا۔ اور کل اشیاء موجود ہوئیں چنانچہ فرمایا ہے۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَ اَدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْجِلْدَيْنِ -

اور جب یہ نور تکل جسمانی میں ظاہر ہوا۔ تو اُس آخری اینٹ کی طرح اپنے اِناءِ جنس میں مشترک ہو گیا چنانچہ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَيَّ بَعْضُ الْاَمْرِ فَآتَاكُمْ بِهِ فَخُذُوهُ مِنِّي وَلَا يَسْتَحِبُّ لِي عِشْرَةَ يَوْمٍ اَنِتُّ بَشَرًا مِّثْلُكُمْ - میری طرف وحی کی گئی ہے وہ اور آپ کے ابتداء امر کی طرف آپ کا رب اپنے اس قول میں اشارہ فرماتا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اور فرماتا ہے۔ وَ اِنَّكَ لَكُنْتُمْ اِنْسَانًا مِّثْلًا مَّحْضًا - مستقیماً میرے برابر بیشک تم سیدھے راستہ کی ہدایت کرتے ہو۔ اور حیض بشری کی طرف آپ کی انتہا کے متعلق فرماتا ہے۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّيْتُونَ یعنی بیشک تم بھی مرنا والے ہو۔ اور یہ بھی مرنا والے ہیں۔ اور فرماتا ہے۔ لَا تَكُنْ مِّنْ اَحْبَابِ مَيْيَسَہُہٗمُ بیشک تم ہدایت نہیں کر سکتے ہو۔ جس کو قہر چاہو۔

جب آپ نورانیت محض میں تھے۔ تو مثل معمار کے نقشہ کے تھے جس کے بغیر وجود صحیح نہیں ہو سکتا تھا۔ اور جب آپ اپنی تکل کے ساتھ متحد ہوئے تب مکان



کے اجزائیں سے ایک جز کی مثل ہو گئے یعنی ایک اینٹ کی طرح کہ اگر اُس کو نکال لیا جائے تو مکان میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا۔ پس نور الہی جب جس شخص میں منتقل ہوا تو اُس کا اور اک اُس کے صغر حجم کے سبب سے دیکھنے والوں کی نظر میں آسان ہو گیا۔ جیسے کہ آفتاب جب ابر میں آجاتا ہے۔ تو دیکھنے والوں کو اُس کا دیکھنا آسان ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آدم کے قلب میں مرکب کیا۔ تب اُسی نور کے اٹھانے سے آدم علیہ السلام سجدہ کے مستحق ہوئے۔

پس درحقیقت اللہ تعالیٰ کی امانت ہی نور نبوت ہے۔ جسکو اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا۔ اور انہوں نے اُس کے اٹکار کیا تھا اور ڈر گئے تھے اور انسان نے اُس کو اٹھا لیا۔ پس اسی نور اور اسی امانت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آدم کو سجدہ کرنے کا فرشتوں کو حکم فرمایا۔ چنانچہ فرماتا ہے اَسْبَغُوا لَدَمَ ضِعْفًا اَمْلَا يَكُونُ لَكُمْ اِيْلٰى نِيْلَسَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ الْبُحْرَيْنِ بَيْنَ سِجْدَةٍ كَرَامٍ وَ اَدَمَ كَوَيْسٍ سَبَّحَ الْفَرِشَتُونَ سَجْدَةً كَرَامًا۔ مگر ابلیس سجدہ کر نہوا لوں میں سے نہ ہوا۔ کیونکہ سجدہ نور محض کے واسطے تھا۔ اور سجدہ کرنے والے بھی نور ہی کے جز سے تھے۔ اور نور نبوت کے واسطے یہ بات بھی ضروری ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں خلعت پائی جائے۔ تاکہ اس کی ضد ہو۔ اسی جبکہ شیطان آدم کا مخالفت ہوا۔ تاکہ نور کے مقابلہ میں خلعت پائی جائے۔ پھر جب وہ نور آدم سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں منتقل ہوا ابلیس لعین کی خلعت بھی ابو جہل بن ہشام وغیرہ کی سیکل میں منتقل ہوئی۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ہے۔ ہر نبی کے واسطے ایک شیطان ہوتا ہے۔ اور میرے واسطے بہت شیطان ہیں۔ پس حضور درحقیقت نور الہی یا نور کے نور ہیں۔ اور شیطان آپ کے مقابل میں ایک خلعت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو خلعت سے نور کی طرف لاتا ہے۔ اور دشمنوں کو نور سے خلعت کی طرف لیجاتا ہے۔ جب حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے۔ تو وہ خلعت آپ کے سامنے مقابل ہوئی۔ اور اُس نے آپ کو تکلیف پہنچائی۔

لے یعنی مخالفین پر تو تکلیف پہنچاتے ہیں اور جہانگیر ان سے ممکن ہوتا ہے لوگوں کو بہت حاصل نہیں کرنے دیتے

یہ بیشک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین اور تقویت کے واسطے فرمایا وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَصْنَعُ صَدْرًا  
 بِمَا تَقُولُ لَوْ لَمْ يَكُنْ بِشَيْءٍ مِّنْ جِهَتِكَ لَمَا كُنْتَ صَادِقًا۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّا كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ الْمُسْتَهْزِئُ الَّذِي يَجْعَلُونَ مَعَ لَهْوِهِ الْمَهْلَ الْاُخْرٰی یعنی ہم کو  
 مسخری کر رہا ہوں سے کافی ہو گئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جبروت ہے۔ اور فرمایا  
 اَلَيْسَ لِلّٰهِ يَكُنْ عَبْدًا يَعْنِي كَمَا اَللّٰهُ اٰتٰهُ بِرُوحٍ رَّحِيْمٍ (یعنی رسول) کو کافی نہیں ہے۔ دِيْعُوْا تَوْبَتَكُمْ اَلَّذِيْنَ  
 مِنْ دُوْنِهٖ وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ وَّمَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّضِلٍّ یعنی تجھ کو ان اپنے  
 معبودوں سے ڈراتے ہیں۔ جن کی خدا کے ہوا پرستش کرتے ہیں۔ جس کو خدا گمراہ کرے۔ اس  
 کے واسطے کوئی ہدایت کر رہا نہیں ہے۔ پھر جب کہ جاہلوں نے آپ کو شخصیات میں سے  
 شمار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس زمرہ سے آپ کی علیحدگی ظاہر فرمائی۔ چنانچہ فرماتا ہے مَا كَانَ  
 مُحَمَّدٌ اَبًا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَكَانَ الْاَوَّلِيْنَ یعنی محمد تم میں سے کسی کے  
 باپ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ تو اللہ کے رسول اور پیروں کے خاتم ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو  
 حضور کی تحدید اور تعید سے منع فرمایا کہ ان کو ایک شخص واحد شمار نہ کرو۔ اور نہ بشارت کی  
 نگاہ سے ان کی طرف نظر کرو تاکہ ان کو اجڑا بشر میں سے ایک جزو دیکھو۔ بلکہ ان کی اُس  
 صورت پر نظر کرو جو وجود سے پہلے ہی ناکہ تم ایک نور دیکھو۔ جس نے آخر موجودات  
 تک احاطہ کر رکھا ہے۔

جس شخص نے آپ کو مثل اور اشخاص کے ایک شخص دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی مدت  
 فرمائی ہے۔ وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْعَثُوْنَ یعنی تم دیکھتے ہو ان کو کہ تمہاری  
 طرف نظر کرتے ہیں۔ مگر کچھ نہیں دیکھتے۔ اور فرمایا صُمُّ بَكْمٌ عُمٰی فَمَا لَا يَمْقُلُوْنَ۔ یعنی  
 بہتے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں۔ پس وہ نہیں سمجھتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے کمالات کو بیان فرمایا ہے۔ لَيْسَ وَالْقُرْآنُ اَنْتَ الْكَبِيْرُ اِنَّكَ  
 لَكِنَ الْمُرْسَلُ یعنی قسم ہے قرآن حکیم کی بیشک تم رسولوں میں سے ہو علی صراطِ مستقیم  
 سیدھے راستہ پر۔ اور تذلل اور شغف اٹھانے سے آپ کو منع فرمایا ہر چنانچہ فرماتا ہے۔  
 طه۔ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشَفِيَۤ اِنَّ اَسْوَاطَ النَّاسِ نَزَلُ عَلَيْكَ



کہ تم مشقت میں پڑو۔ اور آپ کو حکم فرمایا ہے کہ ہمیشہ اپنے عنصر ربانی کی طرف مبدا اور مآب کی دونوں طرفوں میں نظر رکھیں چنانچہ فرماتا ہے۔ قُلْ رَبِّ اَدْعٰیْہُمْ مَدْعٰی صٰدِقًا وَ اٰخِرَ حَقِّیْ مُحَمَّدٌ صٰدِقٌ وَ اَبْصَلُّ لٰی مٰنَ لَدُنْكَ سُلْطٰنًا یُعِیْدُ اَیْنَہُ کہو کہ اے میرے سرور و کار مجھ کو اچھے ٹھکانے میں داخل کر اور اچھی طرح سے نکال اور اپنے پاس سے میرے واسطے فتحیابی کا غلبہ نصیب کر پھر آپ کے نور کی برکت کے واقع ہونے کو فرمایا ہے۔ وَ دَہٰقُ اَبَاطِلٍ لِّاَنَّ اَبَاطِلَ کَانَ رَہُو فَاَیْہُ یعنی حق آیا۔ اور باطل دو۔ ہوا۔ بیشک باطل دور ہونا ہی تھا۔

پھر آپ کو مزید عنایت کے ساتھ مخصوص کیا۔ اور لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلانے کا نوادہ آپ کو حکم فرمایا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاَتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْہِ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ یعنی کہد و اے لوگو اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو۔ تو میرا اتباع کرو خدا تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ بخش دیکگا۔ اور آپ کی دعوت کے متبعوں کی تین قسمیں فرمائیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ اِلَہُ عَظَمُوْا الْحُسْنَیَّ وَ جَادِہُمْ بِالَّتِیْ هِیْ اَحْسَنُ لَّانْ رَبُّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ حُضَرَ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمَقْتَدِرِ یعنی بلاؤ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور مجاہدہ کرو۔ ان سے اچھے طریقہ کے ساتھ بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ ان لوگوں کو جو اس کے راستہ سے گمراہ ہو گئے۔ اور اُن کو بھی خوب جانتا ہے۔ جو ہدایت پر ہیں۔ اور یہ مینوں متبہ دعوت کے موجودات پر نظر کر کے رکھے ہیں حکمت روحانیات کے واسطے ہے۔ اور مجاہدہ جنہاتیات کے واسطے ہے اور موعظہ حسنہ درمیانی لوگوں کے واسطے ہے۔ جو سابقین اور ظالمین کے درمیان میں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا النِّبٰیَّ الَّذِیْنَ اصْطَفٰیۤہُمْ مِنْ بَیْنِکُمْ اَوْ اٰیٰتُہُمْ خَلٰلِ اَنْفُسِہِمْ وَ مِمَّنْ مَّقْصُودٌ مِّنْہُمْ سَبٰیْقُ بِالْخِیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ پھر وارث کیا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو جنکو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا پس اُن میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور بعض درمیانی ہیں (یعنی نہ نیک ہیں نہ بد) اور بعض اُن میں سے جگمگ خدا نیک کاموں کے ساتھ سبقت کونے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے

آپ کو نوریاں پر نور عیاں کی زیادتی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ تاکہ جو کچھ آپ فرمائیں  
رُودیت حق سے فرمائیں نہ علم حق سے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اَنَا فِي مَلَكَيْنِ فَشَقَا  
صَدْرِي وَفَاكِهَا بَطْنِي قُلُوبِي مِنَ الْحِكْمَةِ فَكَمْ عَافِي قَلْبِي مَا عَافَاكَ شَا عَافِيْنَ اَلْاَمْرَ فَعَلَانَا  
یعنی میرے پاس دو فرشتے آئے اور حکمت سے بھرا ہوا ایک مٹ لائے۔ اور اُس حکمت کو  
میرے قلب میں ڈالا۔ پس میں اُمور کو بطور دیکھتا ہوں۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے  
اَلدُّنْيَا لِفَرَاغَاتٍ۔ بیشک ابراہیم میرا خلیل ہے۔ اور موسیٰ میرا مربی ہے۔ اور بیشک محمد  
میرے حبیب ہیں۔ قسم ہے مجھ کو اپنی عزت اور جلال کی میں نے اپنے جیب کو اپنے  
خلیل اور حبیب سب پر فوقیت دی ۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ بلند مکان عنایت کیا ہے۔ جہاں کوئی سالک  
نہیں پہنچا۔ اور نہ سیکو اس کی حقیقت کا عرفان نصیب ہوا۔ تمام موجودات اُس کے  
درجہ سے گر گئیں اور کل مخلوقات اُس کی بلندی سے منقطع ہو گئیں۔ اور اُس مقام میں  
آپ کو پہنچایا جہاں آپ نے مسیح کی اپنی رفاقت سے اور موسیٰ کی اپنی موافقت سے  
خبر دی ہے بِحَقِّكَ الَّذِي كُنْتُ بِكَ مِنْ الْمُسْتَعِذِّ الْحَرَامِ اِلَى الْمُسْتَعِذِّ الْاَقْصَى الَّذِي  
بَارَكَ لَكَ الْوَلَدَ الْبَرَّ مِنْ اَيَّا تَنَّا۔ پھر جب آپ حق کی جناب میں پہنچے اور اپنے رب کو بشم  
حق سے دیکھا کہ مَا كَذَبَ الْكُفَّارُ مَا ذُكِّرُوا وَلَمْ يَبْهَرُوا وَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ اَعْمٰرُ  
عَنْدَ سُلْطٰنِ الْمُسْتَعْمَلِ عِدَاوَتِ تَعَالٰی نے آپ سے کلام کیا۔ اور وہ باتیں آپ کو تعلیم کیں۔ جو  
آپ نہیں جانتے تھے اور آپ سے فرمایا۔ اے محمد وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ  
عَلَيْكَ عَظِيمًا اور عِدَاوَتِ تَعَالٰی نے آپ کو رسولِ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا  
اور خدا کی طرف بلانے والا اور روشن چرخ بنایا۔ اور ہدایت کر نیوالا اور تقسیم کرنے والا  
اور نیران اور صراط اور شاہراہ اور متوسط اور شفیع اور عرش اور نبی اور بہت۔ اور فرما  
سُطْحَ پائی ہے اس ذات کو جو اپنے بندہ کے تین بات کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں لے گیا۔ جس کے گروا گروہ۔ نہ  
برکت رکھی ہے (اور یہ لے جانا اس واسطے تھا) تاکہ ہم اُس اپنے بندے کو اپنی نشانیاں دکھلائیں ۱۲  
سُطْحَ یہ ترجمہ کیجئے کہ میں اسے محمد کو ایسی باعین تسلیم کیں۔ جن کو تم نہیں جانتے تھے۔ نہ  
اللہ تعالیٰ کا تم پر بہت بڑا فضل ہے ۱۲



اور سرور اور خطیب اور ادیب اور رفیق اور طبیب بنایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ **هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَیْسَ لَهُمْ صِلٰی مُبِیْنٌ**۔ یعنی خداوند تعالیٰ کی وہی ذات پاک ہے جس نے ان پڑھوں میں ایسا رسول بھیجا جو ان پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے۔ اور کتاب اور حکمت ان کو سکھاتا ہے۔ مگر چہ وہ پہلے ظالم گمراہی میں تھے۔

خداوند تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کیا۔ کیونکہ آپ میں کل اخلاق نبوت اور رسالت کے جمع فرمائے۔ نبوت اخلاق الہی میں سے بہت سے اخلاق پر شامل ہے جیسے جوہد۔ کرم قدرت۔ قوت شجاعت۔ علم مغفرت۔ عفو۔ برع پوشی فساد کی اصلاح۔ حق کی طرف مائل ہونا باطل سے روگردانی کرنی۔ ظلمت کو دفع کرنا حق کو قائم کرنا دین کی مدد کرنی لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرنی اور سعادت حاصل کرنے کے واسطے ان کے لیے قواعد مقرر کرنے +

اور رسالت کے یہ اخلاق ہیں۔ نرمی خوش اخلاقی خوش کلامی لوگوں سے محبت کے ساتھ میل جول حق کی جانب اختیار کرنی عدل کو قائم کرنا قواعد اسلامی کو شائع کرنا مسلمانوں کو راحت پہنچانی۔ تکلیف ان سے دور کرنی اور ان کی مدد کرنی دشمنوں کو دفع کرنا۔ دوستوں کے ساتھ عنایت کرنی۔ خدا کے بندوں کو راہ راست بتلانی خدا کی طرف ان کو بلانا حکمت اور نصیحت اور مجاہدہ کے ساتھ۔ اور یہ سب باتیں علم کے کمال اور فصاحت کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں۔ اور ان کے واسطے رفیقوں اور مددگاروں اور کارکنوں کا ہونا بھی ضرور ہے جن کے ذریعے سے تسریل کی اشاعت کی جائے۔ اور نیز ضرورت ہے کہ عمدہ عمدہ باتیں سنت اور فرض مقرر کی جائیں +

پس یہ کل اخلاق رسالت و نبوت اللہ تعالیٰ نے سب اولو الغرم رسولوں میں نہیں جمع رکھے۔ بلکہ ان میں سے اکثر ان میں موجود تھے۔ یہ سب ہمارے حضور ہی میں ملی طور پر جمع فرمائے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ **وَإِنَّكَ لَمَكِّيٌّ خَلَقْتُكَ خَلْقًا عَظِيمًا**۔ تم خلق عظیم پر ہو۔ اور خود حضور نے فرمایا ہے۔ **بِغَيْرِ كَيْفٍ مَّكَارِمِ الْأَخْلَاقِ** یعنی میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں

کہ اچھے اخلاق کو پورا کروں۔ سب اخلاق آپ کی ذات میں مجتمع ہیں یا دوسری باتیں محبوب اور فضل ہیں۔ سب پر آپ کی روح مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبوت ختم فرمائی۔ اسی سبب سے لوگ آپ کے بعد اور مصلحوں سے مستغنی ہو گئے۔ کیونکہ اب کسی کی اصلاح کی گنجائش ہی نہیں رہی +

لوگ دو باتوں میں رسولوں کے قتل ہوتے ہیں۔ ایک اُن قواعد کے مقرر کرنے میں جن سے دنیا سلامت ہے۔ دوسرے عجبے کی سعادت حاصل کرنے میں چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ **يُعِثُّ لِعَصَاكِ دُنْيَا كَرُومًا وَنَجَاتٍ لِّعَبِيدٍ** یعنی میں بھیجا گیا ہوں تمہاری دنیا کی اصلاح اور عاقبت کی نجات کے واسطے

پس اسی سبب سے حضور کے ساتھ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا **لَا تَبِیْ بَعْدِی** یعنی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں میں آپ کی محبت ڈالی اور اپنی مخلوق پر اُس کے ساتھ احسان فرمایا چنانچہ ارشاد کرتا ہے۔ **هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ بِضُرٍّ وَّالْمُؤْمِنِیْنَ** یعنی خداوند تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے۔ جس نے اسے رسول اتیری اپنی مدد اور مومنوں کے ساتھ تائید کی۔ اور فرماتا ہے۔ **وَكَفَّ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ فَاَنی الْاَرْضَ جَمِیْعًا لَّا اَلْقَتْ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَفَ بَیْنَهُمْ** یعنی خداوند ہی نے اُن کے دلوں میں محبت ڈالی۔ اگر تم ساری دنیا کا مال خرچ کرتے جب بھی تم سے اُن کے دلوں میں محبت قائم نہ کی جاتی لیکن اللہ نے اُن کی آپس میں الفت ڈالی +

اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فِیْمَا رَحِمَہُ مِنَ اللّٰهِ لَیْسَ لَہُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَقَطًّا عَلَیْطَ الْقَلْبِ لَا تَفْضُوْا مِنْ حَوْلِکَ فَاَعْفُ عَنْہُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَہُمْ وَشَاوِرْہُمْ فِی الْاُمْرِ** یعنی اے رسول تم اللہ ہی کی رحمت سے اپنی مہربان ہوئے ہو یا اگر تم غبنیاک اور سخت دل ہوتے۔ تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ جوتے۔ پس تم ان سے درگزر کرو۔ اور اُن کے واسطے مغفرت کی دعا کرو۔ اور اُن سے ہر ایک بات میں شور و کیا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو خوش کرنے کے واسطے فرماتا ہے۔ **یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَکَمِیْنٌ**



اَبَحَثَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَفْنَى اَسْمٰى تَمَّ كَوَالِدُهَا اور تم کو اس کے پیر و مومن کافی ہیں۔ اور نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ فَنَصَلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ وَرِسَاتِهِمْ اَوْصَيْتُ جَمَاعَةَ الْمَكْرُمَةِ وَنَهَضْتُ بِاللِّسَانِ عَنِ الْجَاهِلِيَّةِ لِي السَّنَاكِرُ وَيُنْتَقِلُ إِلَى الْخَلْقِ كَأَنَّكَ وَخَيْرُهُمُ الْيَتِيمُونَ وَجَعَلْتَ فِي الْأَرْضِ مُسْجِدًا وَكَرَامَةً خَالِيًا طُلُوعًا دِينِي فَمَا تَرَى مِنْ مَجْدٍ كُلِّ انْبِيَاءٍ بِرُحْمَةٍ بَاتُوا فِي نَفْسِيَّتِي هِيَ كُنِّي  
ہے۔ ایک تو یہ کہ مجھ کو چراغ کلم غایت ہوئے ہیں۔ دوسرے رعیت کے ساتھ میں مدد دیا گیا ہوں۔ تیسرے نفیث میرے واسطے حلال کی گئی ہیں۔ چوتھے میں کل مخلوق کی طرف سبوحٹ کیا گیا ہوں۔ پانچویں میرے ساتھ نبوت ختم ہوئی ہے چھٹے میرے لئے زمین مسجد اور اس کی سعی پاک کی گئی ہے \* پس ان چھ مرتبوں کے ساتھ حضور کو اور انبیاء پر فوقیت اور شرف حاصل ہے \*

پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوج مصاعد پر پہنچے۔ اور شرف کمال پر صعود کیا۔ تو فرمایا اَدَمُ وَمَنْ دُوْنَهُ نَحْتُ كَوَانِیْیَیْنِ اَدَمُ اور اُن کے سوا سب انبیاء و مرسلین وغیرہ قیامت کے روز میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے۔ اور منبر یا اَنَا سَيِّدٌ وَلِدَا اَدَمَ وَكَافَرًا یعنی میں کل اولاد آدم کا سردار ہوں، اور اس پر کچھ فخر نہیں کرتا۔ اور چونکہ ذات پاک آپ کی صورت نورانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شفاعت کی جاگ آپ ہی کی کے ہاتھ میں دی۔ کیونکہ شفاعت کیا ہے۔ نادوس کو عذاب کی قید سے رہائی دینا اور عذاب ظلمت کا ایک جز ہے۔ اور ظلمت نور کے مقابل ہے۔ اور حضور نور کی صورت ہیں۔ پس اسی سبب سے نفوس کی عذاب سے رہائی آپ کے ہاتھ پر منحصر ہوئی اور حضور ہی اپنی ہدایت کے ساتھ لوگوں کو گمراہی کی غلٹ سے اور اپنی شفاعت

۱۔ جرات الکرم وہ کلمات ہیں جن کے لفظ مخففہ اور معنی جرات ہیں جو بہت سی عبارت میں بھی آئے ہیں۔ اسکے یا ایسا کلمہ ہو جو بہت سے حکمتوں کا باعث ہو۔ ۲۔ چنانچہ کلمہ حضور کے معنی ہے بھاگ جائے تھے۔ اور حضرت کی دعا کہ اے اللہ کے رسول میں بیٹھ گئی تھی۔ ۳۔ یعنی حضور سے پہلے مال غنیمت استعمال میں لانے کا حکم نہیں تھا۔ بلکہ اس کو ایک جگہ اکٹھا کر لیتے تھے۔ پھر اگر وہ جہاد خدا کے مال مشغول ہوتا تھا۔ تو قسب سے ایک آگ آن کر اس کو جلا دیتی تھی۔ ۴۔ اگر کسی سبب سے مشغول ہوتا تب وہ مال جو بھی چڑھتا تھا ۵۔ چنانچہ پہلی استور کے واسطے حکم تھا کہ خدا کو سجدہ ہی میں دو کر دیں۔ آسانی نہ تھی جو ہر سبب کے واسطے ہے۔ کہ جہاں یا میں نماز پڑھ سکے ہیں۔

کے ساتھ گنہگاروں کو عذاب کی تاریکی سے نجات دینے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوشیدہ اور بظاہر حالت میں بارگاہ کبریٰ کے دروازہ کی طرف رجوع ہونے کا حکم فرمایا۔ تاکہ ابواب رحمت و مغایع شفاعت کے ساتھ مفتوح ہوں چنانچہ فرماتا ہے۔ وَمِنْ آيَاتِهِ فَتْحُهَا يَا ذَا فَكْلٍ لَّا تَعْلَمُ اَنْ يَّغْفِرَ لَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا یعنی رات کو تہجد کی نماز پڑھو یہ تمہارے واسطے نفل ہے۔ امید ہے کہ تمہارا رب قیامت کے روز تم کو مقام محمود میں اٹھائے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ شَفَاعَتِيْ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِمَنْ اَمِنَ اَمِنَ اَمِنَ یعنی میری شفاعت اُن لوگوں کے واسطے ہوگی جنہوں نے میری اُمت میں سے گناہ کبیرہ کیے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے۔ وَلَسَوْفَ يَغْفِرُ لَكَ رَبُّكَ فَقَرَّضَنِي اللّٰهُ تَعَالٰی نے آپ کو عیمان اور ایمان کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ اور آیت ایمان اور ایمان آپ کو عنایت کی ہے۔ اور کل مخلوق پر آپ کو پوری فضیلت دی ہے۔ اور آپ کو میزان کے دونوں پہلے قرار دیا ہے۔ اور آپ کی اُمت کو خیر الامم اور آپ کی کتاب کو خیر الکتاب گردانا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوفٌ رَّحِيْمٌ ؕ وَاَنْ تَوَكَّلُوْا عَلٰى حَسْبَى اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ؕ اے لوگو بیشک تمہارے پاس رسول تم ہی میں سے آئے ہیں جس بات سے تم کو تکلیف ہو۔ وہ اُن کو ناکوار ہوتی ہے تمہاری بھلائی پر وہ ہر چیز میں۔ مومنوں پر نہایت نرم اور مہربان ہیں۔ پس اگر پھر بھی وہ سزا بنی کریں۔ تو کہہ دو کہ مجھ کو اللہ کافی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے۔ اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

آپ ہی کی طرف شفاعت تفویض ہوئی اور آپ ہی کے سیاست پوری گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا۔ تمہاری رضا میری رضا ہے۔ اور تمہاری ناراضی میری ناراضی ہے۔ اور آپ کا ایسے لوگوں کو اصحاب بنایا جو خیر کے سرچشمہ اور ہدایت کے لئے مینائی اور ہدی کو اپنے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ میزان انیس لوگوں کے واسطے قائم ہوئی۔ جنہوں نے نیک و بد دونوں گھسوں کے اعمال کئے ہیں۔ بعد جنہوں نے نیک اعمال ہی کئے ہیں۔ وہ نیز حساب کئے جائینگے۔ اور جو کافر ہیں۔ اُن کو اس سے نہ ملے فرمایا۔ جو قائم ہوئے۔ تو کوئے تعیناتہ نہ تھا۔ یعنی گناہوں کے واسطے قیامت کے روز میزان ہم قائم نہ ہو گئی۔ ہر سینہ علی



قانون اور آسمان کے ستارے اور زمیں کے چراغ ہیں۔ چنانچہ خود حضور نے اپنے اصحاب کما  
 شان میں فرمایا ہے۔ اَصْحَابُكَ الْخَلْقُ بِأَعْيُنِهِمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكَ آيَاتِهِ لَعَلَّكَ تَعْقِلُ  
 کہیں ان میں سے جس کی تم پیروی کرو گے ہدایت پائو گے۔ پھر ان اصحاب میں سے چار شخصوں  
 کو آپ نے خاص امتیاز عنایت فرمایا اور وہ چاروں شخص ایسے ہیں۔ کہ انہیں مجتہد  
 کرتا ہے ان سے مگر مومن۔ اور انہیں بغض رکھتا ہے ان سے مگر منافق بد بخت +

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو کرامت اور سعادت کا ایک مکان بنایا ہے۔ اور حضور  
 علیہ السلام نے اپنے چاروں یاروں کو اُس مکان کے ستون قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے اَنَا  
 مَدِينَةُ الْعِلْمِ كَأَنْتُمْ بَنُو بَيْتِهَا وَعَمْرُو حَيْطَا حَيْطَا وَعَمَّانُ سَقْفُهَا وَعِيسَى بَاغِيهَا۔ میں علم کا شہر ہوں  
 اور ابو بکر اُس کی بنیاد ہیں۔ اور عمر اُس کی چار دیواری ہیں۔ اور عثمان اُس کی چھت ہیں۔ اور  
 علی اُس کے دروازہ ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی اہل بیت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ جو بزرگ لوگ  
 ہیں رحمت کے درخت ہدایت کے کلمے تقویٰ کی کھیاں صدق اور خالص کی  
 باگ انہیں کے ہاتھ میں ہے۔ اور انہیں سے علاج اور خلاصی ہے۔ اور انہیں کی شان  
 میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اَلْبَقِيَّةُ الْمُنَانِيَّةُ لَا تَهْلِكُ لِسَبْوَةٍ وَكَأَنَّ بَيْتِي أَمَانٌ لِّكُلِّ أَمَانٍ  
 یعنی ستارے اہل آسمان کے واسطے امان ہیں۔ اور میرے اہل بیت اہل زمین کے واسطے امان  
 ہیں۔ ہمارے حضور سرداروں کے سوار حق کے آئینہ دین کی عکاس و صدق کی مصیبا راہ  
 کتاب اللہ کے مابل اور خدا کے وہ بندہ ہیں۔ جن کی طرف خدا نے وہ وحی کی جو کی اور  
 جن کی شان میں وہ فرماتا ہے۔ وَمَا يَرْثِيكَ بَعْدَِ الْوَيْلِ لِمَوْلَاكَ وَتَحْيَا يَوْمَ تَأْتِي سَاعَ الْوَيْلِ لِكُلِّ  
 ذُو نَفْسٍ فَاتِمْنَةٌ يَوْمَ لَا تَفِيحُ الْأَعْيُنُ۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو اپنی کتاب کے اسرار اپنے خطاب کے  
 ساتھ مخصوص کرنے سے پہلے ہی تعلیم کر دیے تھے۔ چنانچہ اُس کا فرمان ہے۔ اَلْحَقُّنْ عَلَيْنَا الْقَدْرَانَ  
 خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْكِتَابَ الرَّحْمَانُ نے سکھایا قرآن پڑھایا انسان کو اور سکھایا اُس کو بیان

لے نفی خواہش سے یہ باتیں نہیں جانتے ہیں بلکہ یہ وہی ہے جو ان کی طرف کی گئی ہے۔ ایک زبردست قوت والے  
 فرشتہ نے ان کو نصیحت دی ہے۔ جس وقت کہ وہ آسمان کے ایک اعلیٰ مقام میں تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی کتاب کے مطالعہ کا حکم فرمایا چنانچہ فرماتا ہے: **قُرْآنًا مَّحْمُودًا** اَللّٰهُمَّ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اَقْرَأْ وَذَكَرَ اَكْبَرُ مَالِدْبٰی عَلَیْكَ بِالْفَلَکِ عَلَیْكَ الْاِسْمَانِ مَا لَمْ یَعْلَمْ بِرَبِّهِ اپنے رب کے نام کے ساتھ جسے پیدا کیا ہے۔ پھر لکھا انسان کو جن مسمود سے پڑھا اور تیرا سب بزرگ وہ ہے جس نے سکھلایا ہے۔ قلم کے ساتھ۔ سکھلائی ہیں انسان کو وہ باہیں جو برہیں جانتا تھا پس حضور ہی لوح اور قلم اور عرش اور عقل اور نفس ہیں۔ اور حضور ہی بمشورہ اور وح کے ہیں واسطے اشخاص کے۔ اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے واسطے ایسی ہیں جیسے عقل کے واسطے نفس ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اور آپ کے اصحاب کی شان میں فرماتا ہے: **هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلًا بِالْحَقِّ وَهٰذَا اَمْرٌ یُّظْهِرُ لِعٰلَمٍ مَّا کَانَ یُخْفٰی لَکُمْ وَکُنُوْا لِلّٰهِ غٰلِبِیْنَ** اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الَّذِیْ مَعَ اَشِدَّاءِ عَلَی الْکُفَّارِ وَکُنَّا بِکُمْ تَرْتَمِدُ لَکُمْ اَعْبَادٌ یَّتَعَوْنَ خَضًا مِّنْ اَللّٰهِ وَرَضُوْا کَاثِبًا لَّهٗ فِیْ رُجُوْمٍ مِّنْ اَوَّلِ السَّجُورِ ذٰلِکَ مَخْلُوْعٌ فِیْ لَوْزِیْمٍ مَّخْلُوْعٌ فِیْ لَاجِئِیْلِ خداوند تعالیٰ کی وہی ذات پاک جو جس کو اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ ارسال فرمایا ہے۔ تاکہ اس دین حق کو کل باطل کے دینوں پر غالب کر دے۔ اور کافی ہے اللہ اس دین کے حق ہونے کی گواہی دینے والا محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ سخت ہیں کفاروں پر اور مہربان ہیں اپنے آپس میں تم ان کو دیکھتے ہو۔ کوٹ اور سجدہ کرتے ہوئے اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کو وہ لوگ چاہتے ہیں ان کی نشانی سجدہ کے اثر سے ان کی پیشانیوں میں موجود ہے۔ یہ مثال ان کی تورات اور انجیل میں مذکور ہے۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خداوند تعالیٰ نے تورات انجیل اور زبور میں فرمایا کہ اور آپ نے یہ نام ذکر کیے ہیں **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ** تو جس نے اُس کے نوہر ش کو مضبوط پکڑنا اس نے نجات پائی اور اپنے مقصد کو پہونچا اور جس نے اُس کی مخالفت کی وہ ہلاک اور برباد ہو گیا۔ حضور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ** اَللّٰهُمَّ جَعَلَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ مَخْرَجًا لِّکُلِّ اَمٍّ مِّنْ حَسَنٍ یَّدْخُلُهَا اَمٍّ مِّنْ سَبِّیْنِیْوں نے تورات اور زبور میں۔ اور میری است سب استوں سے بزرگتر ہے اللہ تعالیٰ نے جنت کو سب



امتنوں پر حرام کیا ہے جب تک کہ میری امت اس میں داخل نہ ہوئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
 كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلْعَالَمِينَ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ  
 امتیں پیدا کی گئی ہیں۔ تم ان سب میں بہتر امت ہو نیک بات کا تم حکم کرتے ہو۔ اور بری  
 بات سے تم منع کرتے ہو۔ پھر ہمارے حضور نے باوجود اس کمال ذات اور جلال صفات  
 کے دنیا میں فقر اختیار کیا۔ اور تو نگری پر مسکینی کو پسند فرمایا۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے  
 وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ يَعْنِي اللّٰهُ غَنِيٌّ بِمَعْنٰی اللّٰہ غنی ہے اور تم فقیر ہو۔ اور حضور علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے فرمایا ہے۔ اَلْفَقْرُ خَيْرٌ مِّنْ يَّعْنِي فَقْرٍ مِّمَّا فَرِحَ بِہِ اور فرمایا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَحْبِبْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّ اَمِيْنًا  
 مِسْكِيْنًا وَّ اَحْسِنْ لِّيْ فِيْ زَمْرَةِ الْمَسْكِيْنِيْنَ یعنی اے اللہ مجھ کو زندہ رکھ مسکینی کے ساتھ  
 اور مجھ کو موت نصیب کر مسکینی کے ساتھ اور میرا حشر کر مسکینوں کے ساتھ۔ اور آپ غریبی  
 ہی کی حالت میں دنیا میں تشریف لائے اور غریبی ہی کے ساتھ دنیا سے تشریف لے  
 گئے۔ اور تا۔ عجز اپنے اس غریبی میں خوشی سے گذاری +

صدق حضرت ابوبکر کے ساتھ مخصوص ہوا۔ اور عدل حضرت عمر کے ساتھ۔ اور حیا  
 حضرت عثمان کے ساتھ۔ اور علم حضرت علی کے ساتھ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور حضور اقول  
 امر کو اپنے نور کے ساتھ۔ اور آخر امر کو اپنے ظہور کے ساتھ شامل ہوئے چنانچہ فرمایا ہو  
 نَحْنُ الْآخِرُونَ۔

اے طالبِ تحقّق کو معلوم ہو کہ حضور محمد رسول اللہ ہی اُس ترازو کے ساتھ تولنے  
 والے ہیں جس کے دونوں پہلوں پر اثبات ہیں یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے دونوں کلمے پہلے  
 اللہ تعالیٰ آپ کو انہیں دوس پہلوں میں اپنے علم کے تولنے کا حکم فرمایا پھر آپ کی امت  
 کے علموں کے تولنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ  
 اسْتَغْفِرْ لِكُنُفَيْكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلِّبُكُمْ فِيْ مَوَاقِعُكُمْ  
 یعنی اس بات کو جان لو کہ بیشک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہو۔ اور اے رسول تم اپنے  
 اور مومن مردوں اور عورتوں کے گناہ کے واسطے مغفرت مانگو۔ اور اللہ تعالیٰ تم سب کا چلنا  
 پھرنا اور تمہارا ٹھکانا صاب جانتا ہے۔

پس اسے آخرت کی نجات اور سلامتی کے طلب کرنے والو خدا اور اُس کے رسول کے ساتھ ایمان لاؤ۔ اور خدا کی بارگاہ میں وسیدہ صونڈو تم کو اپنی رحمت میں سے ڈگنا حصہ عنایت کریگا۔ اور اس کے حق میں پختہ قول کہو اور کثرت کیساتھ خدا کا ذکر کرو۔ اور صبح و شام اُس کی تسبیح بجالاؤ۔ خدا کی وہ ذات پاک ہے کہ وہ خود اور اُس کے فرشتے پیر درود بھیجتے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا** اے یا مانو! اور رسول خدا پر درود اور سلام بھیجو۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ **مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَآلِيٍّ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا** یعنی جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا۔ خدا اُس پر دس بار درود بھیجتا ہے پس اے لوگو! اس رسول کی اقتدا کرو اور اُس کی شریعت کو مضبوط پکڑو۔ اور اُس کے دین میں اپنی صلاح اور فلاح کو تلاش کرو اس رسول کے ساتھ اور اُس کی کتاب کے ساتھ جو اس رسول پر نازل ہوئی ہے۔ ایمان لاؤ۔ اور اُس کے ساتھ جو خداوند تعالیٰ نے اس رسول کی ذات اور اُس کی اہل بیت اور اُس کے خلفاء میں جاری کیا ہے۔ اور اُس کی شریعت کی رسی کو مضبوط پکڑو۔ اور اُس کا اتباع کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام تمام عالم میں سب سے زیادہ خوشبودار اور محظوظ اور خوش خلق اور خوب صورت اور خوش بیان اور خوش کلام تھے۔ قول و فعل میں سب سے زیادہ پختہ اور فراخ میں سب سے زیادہ عادل اور سب سے زیادہ باریک بین اور جلد معلوم کرنے والے۔ مرتبے میں سب سے زیادہ بلند عقل میں سب سے زیادہ کامل نفس میں سب سے زبردست اور خدا سے سب سے زیادہ قربت رکھنے والے اور نور کے جذب کرنے والے تھے۔ آدمؑ کی ذات ستودہ صفات کا سایہ۔ نوحؑ آپ کا نشان بردار ابراہیمؑ آپ کی صفات کا قفصہ خواں۔ موسیٰؑ آپ کے جزات کا نائب۔ عیسیٰؑ آپ کی شریعت کا بشارت دینے والا۔ اور یسؑ آپ کا تارہ شناس زکریاؑ آپ کی مسجد متوذن یونسؑ آپ کی قوم کا ساتھی ہے علیہم السلام حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ **أَنَا بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ مُبِينٌ** میں باریع ہوں۔ اور یوسفؑ خوب صورت میں **إِنَّ اللَّهَ كَسَا حُسْنَهُ مِنْ حُسْنِ الْكَرْمِ** تو کسا حُسنِ حُسن



الغرض اللہ تعالیٰ نے اُن کو کُرسی کے حسن سے حُسن عنایت کیا تھا۔ اور مجھ کو عرش کے حُسن سے حُسن عنایت کیا۔ ازل سے پہلے ہی آپ نبوت کو اٹھا چکے تھے۔ اور ازل کے وقت آپ نے رسالت کو اٹھایا۔ اور اپنے وجود کے ظاہر کرنے سے پہلے تمام رسولوں کو بھیج دیا۔ چنانچہ شریعت کا عصب جسے تین پر جو مارا۔ تو آپ کے ہمال میں سے تین تنوں کو چستے چشمہ کے کبریاں سے بہ نکلے۔ پس گویا کہ رسول آپ کے فلک جلال کے ستارے ہیں۔ ابلیس لعین آپ کے سامنے آپ کے دین کی مخالفت پر کھڑا ہوا اور اُس نے اور اس کے فریات نے آپ کے نور کو گل کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو لعنت کی اور اپنے قہر کے تازیانہ سے اُس کی تنبیہ اور تادیب فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُرِيدُونَ اَنْ يُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ يَاقَوْمِ لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِمْ قَوْلُهُمْ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ مَعْنٰی چاہتے ہیں۔ کہ خدا کے نور کو بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ اگرچہ مشرک اُس کو بُرا سمجھیں کسی شاعر نے آپ کی تعریف میں آپ کی زبان سے کیا اچھا کہا ہے کیونکہ جو حضور کو شعر گوئی سے معافیت کی گئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَفَاَعْلَمْنَا الْاَشْعَرُ یعنی ہمیں سکھایا ہے ہم نے اُن کو شعر کہنا۔ شاعر کہتا ہے ۵

سَبَقْتُ الْعَالَمِينَ اِلَى الْعَالِي  
بِكَمَالِ خَلْقِي وَعُكُوْهِمْ  
وَلَا حَرْجَ عَلَيَّ بِحُجْرٍ اَلْهَدٰى فِي  
لَيْلٍ اِلِىَّ سَلٰةٌ يَبْدُوْا لِهَرَمِهِ  
يُرِيدُ الْجَاهِلُوْنَ لِيُطْفِئُوْا  
وَيَا لِيَّ اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يَسْت

پس آپ ہی مرکز وائر ہیں۔ اور آپ ہی پر عالم گردش کر رہا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَوْلَا اَنْكَاخَتْ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ لَمُنِيَ اَرَأَيْتَ تَوْبَتِمْ دُفْرُخ اور جنت کو پیدا نہ کرتا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے شعر

قَدْ مَنَنْتُ دَاوُدَ الْاَشْرَاقِ قَامَتْ عَلَيْهِ قِيَامَةُ الْعِشَاقِ

مے یعنی میں نے بند مقدمات کی طرف اپنے خلق کے کمال اور بلند نبی کے ساتھ تمام عالم سے سبقت کی ہے اور میری حکمت کے ساتھ ہدایت کا ستارہ لگایا کی سبقت اندھیری راتوں میں روشن ہوا۔ جاہل چاہتے ہیں کہ اُس نور کو بجھا دیں۔ مگر وہ دُش کو جاہل ہی کرنا چاہتا ہے ۱۱۔ اُنہ آپ روشن چاند ہیں ہمیشہ چمکنے والے اور خوش کے واسطے آپ کو جاہل باکمال گراقتیامت ہے ۱۲





کر دیوں کے دونوں پر یہ ہیں لطافت اور عصمت اور مقدسوں کے مقبول پر یہ ہیں لطافت اور عصمت اور حرکت اور تقریب کے چاروں پر یہ ہیں لطافت اور عصمت اور حرکت اور زیادہ سے دور ہونا اور معلومات الہی کا علم ہر ایک کو اپنی حیثیت کے موافق ہیں مقربین سب فرشتوں سے زیادہ باگ خداوندی میں قدر و منزلت رکھتے ہیں اور ان کا ادراک بھی درجہ و مرتبہ کیونکہ ان کے اور عجبہا کے درمیان میں بہت فاصلہ ہے۔ اور پھر ان مقربین میں جبرئیل سب سے بہتر اور بڑے اور سب سے امیر اور شہناہیں اور انہیں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے علوم رسولوں کو پہنچتے ہیں اور ان فرشتوں کی اقسام میں سے ہر ایک قسم کا مقام اور مرتبہ جدا جدا ہے جس کا ذکر ہم نے اُس کے موقع پر کیا ہے۔

پس جبرئیل ایک کامل الذات فرشتہ ہے غیب اور شہادت کا عالم اُس کے چار بازو ہیں جن سے یہ جناب حق میں پرواز کرتا ہے۔ اور اُس کے ہر بازو میں بہت سے پرویاں ہیں۔ اور یہ پرویاں جبرئیل کے ذاتی اور اصلی امدادی ہیں۔ اور باقی مخلوقات کی مشعل نہیں ہیں۔ پس جبرئیل فرشتوں میں ایسے ہیں جیسے عقول مفارقة میں عقل اول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے اور اپنے انسانی رسول کے درمیان میں پیغام بر کیا ہے۔ اور یہ کلام الہی کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے اُس رسول کی طرف پہنچاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے جو کچھ فرمانا ہوتا ہے۔ وہ فرما دیتا ہے۔ بغیر آواز اور حرف و عبارت اور حدود کے پس جبرئیل اُس کلام الہی کو بغیر آواز اور حرف کے سن لیتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ بغیر آواز اور حرف کے سن لیتا ہے۔ پھر وہ کلام اللہ تعالیٰ سے منتقل ہو کر بیت العزت میں پہنچتا ہے۔ وہاں سے اُس کو جبرئیل اُٹھا لیتے ہیں۔ اور رسول کے پاس لے آتے ہیں۔ پس وحی کلام الہی ہے۔ جو جبرئیل کے واسطے سے رسولوں کے پاس پہنچتا ہے۔ اور ضعف و قوت اور کشف و حجاب میں اس کے مختلف مرتبہ ہیں۔ جس وحی میں حجاب کم ہوگا۔ اُس میں قوت زیادہ ہوگی۔ اور جس میں حجاب زیادہ ہوگا۔ اُس میں ضعف زیادہ ہوگا۔ پس وحی کے تین مرتبہ ہیں۔ پہلا مرتبہ جو سب سے زیادہ قوی اور اکمل ہے۔ وہ ہے جو رسول کے نفس میں جبرائیل کی وساطت سے پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

ہمارے حضور سے فرمایا۔ کُنْ لَكَ اَوْحَيْنَا الْيَتَامَىٰ یعنی اسی طرح ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے۔  
 جیسے کہ تم سے پہلے رسولوں کی طرف کی تھی۔ اور دوسرا مرتبہ اُس سے پہنچے۔ اور وہ  
 یہ ہے کہ کلام الہی اُس نفس کے پاس پہنچ جائے۔ جو اُس کے قبول کرنے کی استعداد رکھتا  
 ہو۔ نفس ناطقہ کی حرکت سے جناب غیب کی طرف جیسے کہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ اور  
 حضرت عیسیٰؑ کی والدہ حضرت مریمؑ کو وحی ہوئی تھی۔ کہ خدا نے اُن کو درخت کے نیچے  
 سے آواز دی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ موسیٰ کو دریا  
 میں ڈال دیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَإِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ آلِهِ مَا يَتْلُو فِي الْغَابِوتِ**  
**فَاقْبَلْهُ فِي الْيَوْمِ حَالًا** لکہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ اُن لوگوں میں سے نہ تھیں جن پر صریح وحی  
 جبریلؑ کے توسط سے نازل ہوئی ہے۔ اُن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے امر کے معنی وحی خفی  
 اور تعلیم ستری کے ساتھ القا کیے یہاں تک کہ اُن کا نفس خواب گاہ جہالت سے بیدار ہو گیا  
 اور تردد اور دشمنوں کے خوف سے مامون ہوا تب انہوں نے موسیٰؑ کو دو وہ پلاکر دریا میں  
 ڈال دیا۔ اور تیسرا مرتبہ وحی کا اس مرتبہ سے بھی کم ہے۔ اور وہ نفوس کو اُن کاموں کی  
 تعلیم کر رہے۔ جو اُن کے مقاصد سے متعلق ہیں۔ اور وہ نفوس اس وحی کے سبب جو  
 اُن جہالت اور بدائع کا استخراج کرتے ہیں جو اُن کی طاقت کے اندر ہیں جیسے ریشم  
 کے کیڑے کا جال بناتا۔ اور کھسکا محال کے خانے بنا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
**وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبِلِّ الْمَبَازِجَ وَابْشُرِي النَّاسَ**  
**بِمَا رَزَقْنَاهُنَّ مِنْ خِلْفِ الْجِبَالِ وَمِنْ خِلْفِ رُسُفِهِمْ أَلَّا يَذْكُرُنَّ** یعنی وحی کی تیرے رب نے نحل یعنی  
 شہد کی کھسکی کی طرف کہ پہاڑوں میں اپنے گھر بند حالانکہ کھسکی کی طرف کوئی فرشتہ نازل  
 نہیں ہوا۔ اور نہ اُس کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا محض اُس کے نفس ہی  
 کو خداوند تعالیٰ نے اس کام کا مستعد بنایا۔ اور ان کاموں کی صنعت اُس کو سکھائی۔  
 لطیف غذا یہ کھاتی ہے۔ اور موم اور شہد کو یہ رکھتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس قوت کو  
 اس عمل کی طرف وحی سے مستفاد ہونے کا اشارہ اس سبب سے فرمایا کہ بتدریج طاقت اپنی کے  
 یہ نفوس نبوت سے زیادہ مشابہہ ہے۔ کیونکہ نفس ناطقہ کا بلکہ جب طبیعت کی لدورت سے  
 ملتی ہے تو اس کی ماں کی طرف وحی کی کہ اس بچے کو موسیٰؑ کو مستحق میں بند کر کے دیانیل میں ملے ۱۲



پاک ہوتا ہے۔ اور اس کی ذات میں استعداد کامل طور سے ہوتی ہے۔ اور قوت اُس کے جوہر میں اپنی انتہا پر پہنچتی ہے۔ تب وہ خواہش کی قیدوں اور بشریت کے اثر اور طبیعت کی سوا سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی ذات میں سے کدورت کی اذیت اور غرور کا غبار دور ہو جاتا ہے۔ پھر یہ نفس آسمان کی طرقت ترقی کرتا ہے۔ اور ملکوت کے حریم میں داخل ہوتا ہے۔ اور جمالِ ملکوت کا آئینہ عیان میں مشاہدہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جبریل کی مہالست اُس کو نصیب ہوتی ہے۔ اور اُس کی ہم نشینی سے اس کو راحت پہنچتی ہے۔ اور اُنہیں کے واسطے سے کلام الہی سناتا ہے۔ اور شاخائے وحی اور برگائے قدسِ غیب کے بھونپنتا ہے۔ پھر وہاں سے شکم سیر ہو کر عالمِ حس کی طرقت رجوع کرتا ہے۔ اور جو کچھ عالمِ غیب سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ وہ ظہور میں لاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ضعیف کھئی کی طرقت یہ اہام کیا کہ وہ کام کرے۔ جو بنی انسانوں میں کرتے ہیں کیوں کہ کھئی کی قوت اُس کے نفس اور مادہ کے اندر مثل قوت نفس نبی کے ہے۔ اس کے مادہ اور صورت میں پس اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ضعیف کھئی کے طرقت وحی کی کہ پہاڑوں میں اپنے گھر بنا۔ اور پھولوں میں سے اپنا کھانا پیدا کر اور اپنے رب کے راستوں میں تواضع اور اُس کے حکم کی اطاعت کی تھی چل یَعْلَمُ مِنْ قُلُوبِهَا شَرَائِبَ مَخْتَلِفًا اَوْ لَا فَبِئْسَ لَشَاقِ الْفُلَاكِسِ نکلتا ہے اُس کے پیٹ سے ایسا شربت جس کے رنگ مختلف ہیں۔ اور اُس میں لوگوں کے واسطے شفا ہے۔ اور یہ شربت کیا ہے موم کے ساتھ ملا ہوا شہد جب یہ اپنے ہم نشین کی کدورت سے صاف ہوتا ہے۔ یعنی موم اس میں سے نکال لیا جاتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ اس کو بعض نفوسِ ناطقہ کے واسطے شفا بناتا ہے۔

پس وحی کا سب سے کم درجہ وہ ہے۔ جو کھئی کو دیا گیا ہے اس کی مثال خواب کی سی ہے۔ اور اس سے بڑا درجہ عورت کی وحی ہے جیسے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی والدہ کو ہوئی۔ اور اسی قسم کی وحی اکثر اُن پاک نفوس کو جو غیب سے تلایہ یافتہ تھے حالت بیداری میں جو سید غیبت کے ہوئی ہے۔ اور اس وحی میں اور اُس وحی میں جو نبی کو ہوتی ہے۔ فرق یہ ہے۔ کہ جیسے ہم کسی چیز کو بیداری کی حالت میں روشنی

کے ساتھ اچھی طرح آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ اور ایک چیز کو غیبت اور انکار کے ساتھ دیکھیں۔ اور جو چیز کہ خواب میں دکھائی دے گی وہ انکار کی حالت سے بھی نیچے ہے۔ حالانکہ یہ سب باتیں خدا کی وحی اور اُس کے القاء علم ہی سے ہیں۔ پس اعلیٰ درجہ کی وحی وہی ہے جو جبریل کے توسط سے ہو۔ اور اوسط درجہ کی وحی امر ربانی ہے۔ اور نیچے درجہ کی وحی تقدیر ہے۔ تقدیر امر سے نیچے مرتبہ میں ہے۔ کیونکہ جبریل ہی مبلغ امر و قدر ہیں۔ اور جبریل کے ساتھ یہ دونوں غیر مفید ہیں۔ یعنی یہ دونوں باتیں جبریل کے تابع ہیں۔ جبریل ان کے تابع نہیں ہیں۔ پس وحی کا سب سے زبردست مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی مرسل کے کان میں مقرب فرشتہ کے ذریعہ سے علم کا القاء ہونا ہے شرع نے اس فرشتہ کا طائوس الملائکہ اور خلیب الملائکہ نام رکھا ہے۔ اسی کے متصل ہونے سے بنی مرسل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رسالت کا نور اسی کے سبب سے صحیح ہوتا ہے۔ پس گویا کہ یہ فرشتہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے بنی کو مرسل بنانے کے واسطے وکیل کھڑا کیا گیا ہے۔ یہ فرشتہ وحی کا علم کان میں ڈالتا ہے۔ قلب میں نہیں ڈالتا۔ وحی نازل ہونے کے وقت بہت سی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں جیسے علائق و نیاوی کا منقطع ہونا۔ اور نفس کا حس سے غائب ہو جانا بغیر نیند یا بیہوشی کے بلکہ اس وقت نفس عالم مفاہات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور علائق اور خیالات و نیاوی سب منقطع ہوتے ہیں۔ پس جب نفس ان صفات کے ساتھ مصطف ہو جاتا ہے۔ اس وقت وحی کی ہوا اس پر ملتی ہے۔ اور جبریل آئین غیب کا حجاب اٹھا دیتے ہیں۔ پس اُس وقت بنی کی سماعت مثل ایک آئینہ کے ہو جاتی ہے۔ اور وحی غیبی ایک دوسرے آئینہ کی طرح ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنا علم غیب اور اپنے علم کا نور اور اپنا لطیف کلام وحی کے آئینہ سے ظاہر کرتا ہے اور جبریل ان دونوں آیتوں کے بیچ میں سے حجاب دور کر دیتے ہیں۔ جس کے سبب سے آئینہ وحی کے نقش آئینہ سماعت میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور نفس ملکوت کے نقوش کو ان دونوں آیتوں کی وساطت سے دیکھ لیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی پشت سر کے زخم کو دیکھنا چاہے۔ تو اُس کو چاہیے کہ ایک آئینہ اپنی پشت پر زخم کے سامنے لگائے۔ تاکہ زخم کا عکس اُس کے اندر پڑے۔ پھر ایک آئینہ اپنے ماتھے میں لے کر دیکھے تو اس آئینہ



کا عکس اس آئینہ میں پڑ کر پشت سر کے حالات منکشف ہوں گے۔

پس صاحب رسالت و آئینوں کا محتاج ہے۔ ایسا آئینہ ربانی یعنی وحی۔ دوسرا سلامت کا آئینہ۔ اور ایک واسطہ کا بھی محتاج ہے۔ جو دونوں آئینوں میں سے حجاب کو دور کر دے۔ اور کدورت کو رفع کر دے۔ اور وہ واسطہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ بعض انبیاء نے ان کو خواب میں دیکھا ہے۔ اور بعض نے بیداری میں دیکھا ہے۔ مگر صورت اصلی پر بلکہ اور صورتوں میں حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو سب انبیاء سے افضل ہیں فرماتے ہیں میں نے جبرئیل کو ان کی صورت اصلی میں صرف دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اور باقی مرتبہ مختلف صورتوں میں دیکھا ہے۔ کیونکہ جبرئیل کی اصلی صورت نہایت عظیم الشان ہے۔ اس صورت سے ظاہر ہونے کے واسطے دنیا میں جگہ نہیں ہے چنانچہ شرع میں وارد ہوا ہے کہ جبرئیل کے چہ لکھ پر ہیں۔ اور ہر پر اتنا بڑا ہے جیسے مشرق سے مغرب تک کا فاصلہ اگر جبرئیل ایک پر کو پھیلاؤں تو مشرق سے مغرب تک تمام جگہ ڈھک جائے۔ پس جو صورت انبیاء عظیم الشان ہو اس کو کون دیکھ سکتا ہے عقل اول اس کی ذات کو عقل صافیہ خرویدہ کے اندر جرد کر دیتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کو کبھی طرح سے جان لیتے ہیں۔ جیسا کہ جانتا چاہیے یعنی انبیاء عظیم السلام کو جبرئیل کا علم عقل اول کی عنایت سے ہوتا ہے ورنہ جو اس اپنی صفات اور تنگی کے سبب سے ان کی رویت سے عاجزیں۔ بخلاف خیال کے کیونکہ خیال میں بے حدود نہایت چیزوں کی گنجائش ہے۔ اور خیال کے اندر وہ چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ جو جو اس میں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اور عقل بھی خیال ہی سے متصل ہوتی ہے۔ یعنی خیال کے اندر جو تخیلات ہیں وہ سب عقل اول ہی کے فکر سے ہیں۔ اور اسی کے فکر سے جبرئیل کا علم بھی ہے۔ پس جبرئیل اور اس کے پردہ کا خیال عقل اول ہی کے خیال میں ڈالنے سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر عقل انسانی قوت نبوت کے ساتھ اس کی بگڑیدہ ہوتی۔ یہاں تک کہ اس نے اس کی کیمت اور کیفیت کا اندازہ کیا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر میں نے جبرئیل کو ایک دفعہ اس کی اصلی صورت میں دیکھا کہ اس نے اپنے پروں میں سو ایک پر پھیلا کر مشرق سے مغرب تک سب کو ڈھک رکھا ہے۔ میں نے کہا۔۔۔ جبرئیل تمہاری

پر بہت ہی بڑے ہیں عرض کیا یا حضور ایسے ایسے تھے سو میں۔ اور ایک روایت میں کچھ لاکھ ہیں حضور فرماتے ہیں اور ایک دفعہ میں نے جبریل کو وحیہ کلی کی صورت میں دیکھا ہے اس حدیث شریف کی تفصیل اور اس کے حقائق بیان کرتے سے کتاب بہت طویل ہو جائے گی۔ جو کچھ ہم نے بیان کر دیا ہے۔ عقل مند کو یہی کافی ہے۔

اے حریص اس بات کو معلوم کر کہ وحی علم غیبی ہو۔ اور اس کا حامل ایک مغرب فرشتہ ہے۔ جو سب فرشتوں میں قدروں و منزلت اور حرمت کے اعتبار سے بہت بڑا ہے۔ اور یہ بھی معلوم کر کہ وحی کی ایک صورت ہے۔ اور ایک صفت ہے۔ صفت وحی کی نبوت ہے اور یہی نورِ کلہ ہے اور صورت وحی کی رسالت ہے اور یہ کلمات کی ترکیب ہے وحی کی صفت کے الٹ پلٹ کرنے کا شیطان کو سخت یار نہیں ہے۔ مگر اب کبھی کبھی وحی کی صورت کی بات بنا کر لوگوں کو دھوکا دیدیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا آذَيْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلَفَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُخْبِرُ اللَّهُ آيَاتِهِ یعنی ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جس نے تمنا کی ہو اور شیطان نے اُس کی تمنا میں وسوسہ نہ ڈالا ہو۔ پھر اللہ نے شیطانی وسوسہ دور کر کے اپنی آیتوں کو حکم اور مضبوط کر دیا۔ اور اس سے بہتر چیز کے ساتھ خدا تعالیٰ حقیقہ وحی کی حفاظت کرتا ہے۔ اور وہ صفتِ نبوت (یعنی حقیقت وحی) کو صورت رسالت (یعنی ترکیب کلمات) پر غالب کرتا ہے۔ اور جب کوئی شے حقیقت وحی پر طلوع کرتی ہے۔ تب رسول اُس کے ساتھ انکار کرنے والوں کی اصلاح کی طرف رجوع کرتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اُس شخص کے حق میں فرمایا جس نے آپ کا دندان مبارک شہید کیا۔ اور آپ کی چہرہ مقدس کو خون آلودہ کیا تھا۔ اَللّٰهُمَّ اَهْدِ قَوْمِيْ فَيَهْتَدُوْا لَعَلَّكُمْ تَدْعُوْنِ اے میری قوم کو ہدایت کر بیشک یہ نہیں جانتے۔ اور جب رسول نبوت کی شراب کا پیالہ پیتے ہیں۔ تو سیر نہیں جوتے۔ اور نہ اُن کی آتش شوق منطفی ہوتی ہے۔

اور اگر وہ قناعت کر لیں یا ان کا شوق ساکن ہو جائے۔ تو خداوند

تعالیٰ قناعت سے اُن کو منع فرماتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا ہے۔ و



لَا تَعْلَمُ بِالْقُرْآنِ مَنِ قَبْلَ أَنْ يَقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَكُلُّ رُبٍّ زِدْنِي عِلْمًا یعنی اور قرآن کی وحی کے اپنی طرف پورا ہونے سے پہلے اس کے یاد کرنے میں جلدی کو چھوڑ دو۔ اور کہو۔ کہ اسے میرے رب میرا علم زیادہ کر۔

## دوسری فصل وحی کی حقیقت اور اسکے مراتب کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ لِلْبَشَرِ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ نَزْلًا حِجَابًا مُتَعَيْنٍ نہیں لائق ہے۔ کسی بشر کو یہ کہ خدا اُس سے (بالمشافہ) کلام کرے۔ مگر بذریعہ وحی کے یا پر وہ کے پیچھے سے اُوْتُرے (سُورَةُ الْفُرْقَانِ ۱۰) یا نزلہ مائیکشاہ یا کسی (فرشتہ) کو رسول بنا کر بھیجے۔ اور وہ اُس کے حکم سے جو وہ چاہتا ہے وحی کرے معلوم ہو کہ وحی کی حقیقت یہ ہے۔ کہ معلوم الہی نبی کی عقل پر منکشف ہو۔ اور اُس کے نفس کے اندر اس طرح منتقل ہو جائے کہ وہ اُس کو اپنے دل میں یاد رکھ سکے۔ اور دوسروں کے سامنے بیان بھی کر سکے۔ تاکہ اُن کو سعادت اور ہدایت کی طرف اس نبی کے ذریعہ سے جذب کرے یہی وحی خدا کی کتاب اور اس کی گفتگو ہے۔ جس اپنے بندہ کو چاہتا ہے۔ اس نعمت کے ساتھ مشرف کرتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں مندرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے واسطے اپنے ہاتھ سے تورات لکھی تھی۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَذْبَحِي رُبِّي فَاحْشَن نَّارَ دُنْيِي وَتَكْمِلُنِي عِلْمَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی ادب سکھایا مجھ کو میرے رب نے پس اچھا ادب سکھایا مجھ کو اور آسمان و زمین کا علم مجھ کو تسلیم کیا۔ اس انکشاف کے تین مرتبہ ہیں۔ جن میں سے ایک صریح وحی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ رسول سے بلا واسطہ کلام کرے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے خوب گفتگو کی اور ہمارے حضور کے حق میں فرماتا ہے۔ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِي مَا أَوْحَىٰ یعنی اپنے بندہ کی طرف جو کچھ وحی کرنا تھا وہ کر دیا۔ اور دوسرا یہ ہے کہ علم کو بحالت خواب نبی کے نفس کے اندر انعقاد کر دے۔ یا پر وہ کے پیچھے سے الہام کرے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ خضر علیہ

السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ وَعَلَّمَناهُ مِنْ لَدُنَّا جَلَدًا مَعْنٰی ہم نے اُن کو اپنے خاص علم میں سے تعلیم کیا ہے۔ اور ہمارے حضور کے حق میں فرماتا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّسُلَ الَّتِي اَرْسَلْنَاكَ الْاَفْسَنَةَ بَلْكَافِرًا اور تیسرا مرتبہ انکشاف کا یہ ہے۔ کہ وہی مقرب فرشتہ جس کا نام جبریل ہے۔ عبارت مقررہ اور کلمہ مقدرہ کے ساتھ نازل ہو یعنی آیات وحی کے ساتھ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے حضور کے حق میں فرمایا ہے۔ اِنَّكَ لَقَوْلٌ وَسُّوْلٌ كَرِيْمٌ رَزٰى عَنْكَ ذِي الْعَرْشِ مَكِّيْنٌ مَّا كُنْتَ تَقُولُ وَمَا صَاحِبُكُمْ يَنْحَوِيْنَ وَلَقَدْ رَاَهُ بِاَرْفَاقِ الْمُبِيْنِ وَمَا كُنْهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِغَيْبٍ لَّيِّنٌ وَمَا كُنْهُوَ بِقَوْلِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فَايْنَ تَنْهَوْنِ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِلْعٰلَمِيْنَ پس وحی کا درجہ الہام سے بالاتر ہے۔ اور مکالمہ خداوندی کا درجہ وحی سے بالاتر ہے۔ وحی یہ ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ مقرب فرشتہ کو ارسال فرمائے۔ اور الہام یہ ہے۔ کہ پروردہ کے پیچھے سے کلام کرے۔ اور وحی صریح یہ ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ بلا واسطہ کلام کرے۔ پس انکشاف علم غیب کے واسطے ان تینوں طریقوں کے علاوہ اور کوئی طریق نہیں ہے۔ کیوں کہ علم غیب ایک ایسا طریق ہے۔ جو نفوس بشریہ میں منقوش نہیں ہے۔

جب نفوس جبرویہ میں کوئی نفس ایسی استعداد حاصل کرتا ہے۔ کہ اس استعداد کی قوت سے وہ نفوس کلبیہ کی تشبیہ کے مرتبہ میں پہنچ جائے۔ اُس وقت یہ نفس مثل آئینہ کے ہو جاتا ہے۔ اور علم غیب کے آثار اُس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ نفس غیب سے علم کو حاصل کرنے لگتا ہے۔ اور اس علم کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک وہ طریقہ جو ظاہری طور سے ہے۔ یعنی طالب علمی۔ اور ایک وہ طریقہ ہے۔ جو باطنی ہے۔

یعنی جو خواب کہ ہم نے مذکور دکھلایا۔ اس کو لوگوں کے ایمان پختہ ہونے کی آزمائش بنایا ۱۲

لے بے شک قول ہے ایسے رسول کا جو بزرگ ہے قوت والا ہے عیش و لذت میں خدا کی حضور میں حاضر باش ہے۔ اور امانت دار بھی ہے۔ اور تمہارے صاحب یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دہانت نہیں ہیں بے شک انہوں نے اس رسول یعنی جبریل کو روشنی افق میں دیکھا ہے۔ اور یہ ان باتوں کے ظاہر کرنے میں عالم غیب سے اُپر ظاہر ہوئی نہیں نہیں ہیں۔ اور یہ قرآن شیطانیانِ برجم کا قول ہے۔ پھر تو اس سے سخن ہو کر کہاں جاتے ہو۔ یہ تو تمام عالموں کے واسطے نصیحت ہے ۱۲ سید حسین علی دہوی



یعنی مراقبہ اور یہ صواب کے اندر فکر کرنا اور حدس صادق ہے۔ تفکر یہ ہے کہ نفس علم غیب کو مدت اور جیلہ اور آلہ کے ساتھ تلاش کرے۔ اور حدس یہ ہے کہ علم غیب مراقبہ غیب کے اندر یکبارگی بہت ہی تھوڑے وقت میں بغیر آلہ اور جیلہ کے واقع ہو۔ حدس بقیہ فکر کے نفوس کا فہم سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اور حدس راست حدس سے پیدا ہوتی ہے۔ اور کیا ست فکر سے متوندہ ہے۔ پھر جیسے کہ یہ اکتساب ظاہری یعنی طالب علمی کرنا ان چیزوں کا ضرورت مند ہے۔ جیسے استاد کامل عمر و از قلب کی فراغت صاف ذہن شقت کا اٹھانا اور پورے طور سے اس کے حاصل کرنے میں مشغول ہونا اور تحصیل علم کی حرص کرنی اور بعض دفعہ خراج کرنا بھی پڑتا ہے۔ ایسے ہی باطنی اکتساب یعنی مراقبہ بھی ان چیزوں کا محتاج ہے۔ نفس ظاہر قاسب سلیم مشہد کامل۔ اور یہ علم مثل تجارت کے ہے۔ یعنی جیسے کہ تجارت کے واسطے راس المال کی ضرورت ہے۔ تاکہ اُس میں نفع حاصل ہو۔ ایسے ہی فکر بھی علوم مکتسبہ میں سے راس المال چاہتا ہے۔ تاکہ راس المال کے سبب سے علم غیب کا نفع حاصل کرے۔

مگر حدس یہ ہے۔ کہ نفس یکبارگی غیب کی طرف متوجہ ہو جائے اور یکبارگی علم غیب اُس پر منکشف ہو۔ بغیر عرصہ گزرنے اور ریاضت میں مشغول ہونے کے۔ پس حدس الہام کا زینہ ہے۔ اور نبوت وحی کا زینہ ہے۔ پھر حسب وقت نفس انسانی آفات اور عیال بشریت سے سالم ہوتا ہے۔ اور اپنے صفاء جوہر کے ساتھ اپنے عنصر اور نفس کلی کی طرف حدس کی قوت سے میلان کرتا ہے غیب کے منافذ اُس پر کھل جاتے ہیں اور علوم غیبیہ کے انوار اُس کے اندر ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر یہ ظہور بھی رمز کے حجاب اور پوشیدگی کے پردہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر اگر نفس میں اس قدر طاقت نہیں ہے کہ حالت بیداری میں یہ ظہور اُس پر کیا جائے۔ تب خواب میں یہ ظہور اسکو دکھائی جاتے ہیں اور اُسکی آنکھ سے

علم مراقبہ ہو کہ کل خیالات کو ایک طرف متوجہ کیا جائے۔ اور یہ بھی مراقبہ ہو کہ دماغ سے خیالات کی اور غیب سے ظہور بالکل ہی کر دے۔ قرآنی بہت اقسام ہیں۔ اور ہر قسم کے بہت فوائد ہیں۔ اور اصل مراقبہ کے سنے محافطت کے یہ جو میں نیامات کی حفاظت کرنی جسکو اس کی تفصیل دیکھنی نظر ہو۔ درہماری کتاب و دعا و اول کا ملاحظہ کرے کہ کتاب شامی جو گئی ہو ۱۲۔ یہ میں سے بعض باتیں ہیں جو سوچنے سمجھنے سے حاصل ہوتی ہیں اسکو فکر کرنے میں اور بعض باتیں نیز سوچے سمجھے یا بارگاہی انصاف و حقائق میں اس کا نام حدس ہے۔ تب یہ میں ظہور تادہ تحت مجسمہ رہی۔

پردہ اٹھا کر غیب کی صورتیں حجابوں اور نشانوں اور شکلوں میں پوشیدہ کر کے اُس کو دیکھائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس کا بیان ہم غریب اُس کے موقع پر کریں گے یہ مرتبہ الہام بھی کمزور ہے۔ اور الہام کا مرتبہ فرشتے کے نازل ہونے سے کمزور ہے۔ جس کو وحی کہتے ہیں۔ اور وحی خداوند تعالیٰ کے صریح کلام سے کمزور ہے۔ پس یہ سب تین مرتبہ بھی۔ ایک وحی یعنی اللہ تعالیٰ سے قلب کی طرف علم کا جبریل کے واسطے سے پہنچنا اور جبریل سے ہماری مراد روح القدس ہے جو منزلاً اب الملائکہ یعنی فرشتوں کے باپ کے ہے۔ اور سب فرشتوں کے مقابلہ میں شل نفس کلی کے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **يُؤْتِيكَمُ الرُّوْحَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صُلٰٓا** یعنی جسد نہ کھڑے ہوں گے روح یعنی جبرائیل اور ب فرشتے صفت باندہ کی بد۔ اور دوسرا مرتبہ الہام ہے یعنی جبریل کے سوا اور ارواح سماویہ کا کسی نفس انسانی میں اثر ڈالنا یہ مرتبہ اولیا اور مومنین کو حاصل ہوتا ہے۔ مگر وحی سوا بنیاد کے کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔ یہ صریح کلام باوازا و محروم سنتے ہیں۔ اور فرشتوں کی صورتیں وحی کی قوت سے دیکھتے ہیں پس انبیاء ان چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ جن کو ادایا الہام کی قوت سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کیوں کہ الہام سوا معانی مجرورہ محفیہ کے اور کچھ منکشف نہیں کر سکتا۔ اور الہام اس بات پر قادر ہے۔ کہ ان چیزوں کو منکشف کرے۔ جن کو وحی منکشف کرتی ہے جیسے ملائکہ کے اجسام کا نظر آنا اور کلمات منظومہ و آیات کا شننا مگر خداوند تعالیٰ کے صریح کلام سے مشرف ہو نا وحی اور الہام دونوں سے برتر اور بالاتر ہے اور یہ مرتبہ محض انہیں نفس کو نصیب ہوا ہے جو رسولوں میں سے اولوا الہام ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور نوح علیہما السلام سے خطاب کیا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام صریح فرمایا ہے۔ اور جیسے علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج میں کلام صریح فرمایا ہے۔ جسکی تجرہ اس آیت میں دیتا ہے۔ **اِنَّ اللّٰهَ اصْلٰطُ اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلِ اٰرَافٰتٍ وَّ اٰلِ عِمْرٰنَ عَلٰی لُغٰتِنَ ذٰرِیْنٰہٗ اَبْعَدُ مَا مِنْ بَعْلِہٗ ہُوَ اللّٰہُ سَمِعَ عَلَیْہِ**۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا کہ آدم کو اعد نوح کو اعد ابراہیم اور آل عمران کو تمام عالموں پر اولاد میں ایک دوسرے



کی اور اللہ سننے والا علم والا ہے۔ پس صریح مکالمہ اولی الغم رسولوں کے واسطے ہے اور وحی  
 انبیاء میں سے رسولوں کے واسطے ہے۔ اور وحی فی المنام یعنی خواب میں وحی ہونا محض انبیاء  
 کے واسطے ہے۔ اور الہام حدس کی قوت سے مومن یقینوں کو ہوتی ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ  
 لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ بیشک ان باتوں میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو عقل رکھتے  
 ہیں جو نفوس طاہرہ کہ اولیاء اللہ کے قابلوں میں ہیں۔ اور دنیا میں انہوں نے الہام کی  
 قابلیت پیدا کر لی ہے جس وقت وہ تہابٹ کی قید سے رہائی پا کر آسمان کا شفق کی طرف  
 پرواز کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان سے ان کے مقام معاد میں صریح خطاب کے ساتھ کلام فرماتا  
 ہو جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کَا مِنْ عِبَادِيْ الْاَوْسَعِيْ كَلِمَةً رَّكْبَةً لِّسَانِيْ  
 الْعَبْدُ وَالرَّبُّ رَجَحَانٌ وَكَأَنَّكَ اَوْسَطُهُ يَٰمُنِيْ ہر ایک مومن بندہ سے خداوند تعالیٰ کلام فرمایا گیا۔  
 اور اس وقت خدا اور بندہ کے درمیان میں کوئی ترجمان اور واسطہ نہ ہوگا +

الہام طریق ظاہر میں کسب کے ساتھ اور طریق باطن میں مراقبہ کے ساتھ حاصل  
 ہوتا ہے۔ مگر وہی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو کسب کے اندر داخل ہو۔ اور ایسے ہی خدا کا  
 حکام ہونا سلوک طریق اور مجاہدہ و مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے +

پس الہام افاضہ غیر ہے مع استقبال نفس کے ساتھ استعداد کے اور وحی احاطہ  
 غیر ہے انکشاف معانی کے ساتھ بغیر طلب کے جو نفس بشری سے صادر ہو۔ الہام اس  
 علم غیب کو پیدا کرتا ہے جس سے لطائف معانی مراد ہیں اور وحی لطائف معانی اور  
 کشائفت تزییلات و دونوں کو شامل ہے۔ اور جبریل یعنی روح القدس کے نزول کو بھی۔

اور روح القدس ایک جو ہر ہے لطیف مغارق عباد سے منزہ اضداد سے۔ اور  
 جس وقت یہ مخلوقیت کے حجاب میں آتا ہے۔ اسوقت اس کو جبریل کہتے ہیں۔ اور یہ  
 ملکی صورت ہے۔ جرم لطیف منزہ ہو جسمیت کے تغیر سے اور ترکیب کی کدورت سے۔

حاشیہ صفحہ ۲۸۹ یعنی مذکورہ مجاہدہ اور ریاضت کے عالم سمائی سے مجرد ہو کر عالم روحانی سے داخل ہوتے ہیں اس کا  
 نام کاشف ہے۔ اور یہ مراقبہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ وہاں دل میں اس کا مفصل حال مذکور ہے ۱۲

۱۳ الہام کسی فکر سے متعلق ہے اور الہام باطنی مراقبہ کی مشغولی سے پیدا ہوتا ہے ۱۴ خلاصہ یہ کہ جبریل ایک  
 نورانی فرشتہ ہے جو تیز اور جدا شدہ کوجسمیات پیش آتے ہیں وہ اس کو پیش نہیں آتے ۱۵

پس جبریل روح القدس کی صورت ہے۔ اور روح کلمہ الہی کا نام ہے اور کلمۃ اللہ اُس کے علم کا قیامت ہے جسوقت وحی اللہ تعالیٰ کے ہاں سے منکشف ہوتی ہے۔ روح القدس اُس کے معانی اٹھایا ہے پھر جبریل اس وحی کے معانی نبی کے کان میں منتقل کرتا ہے اور روح القدس ان معانی کو نبی کے قلب میں پہنچاتا ہے۔ روح القدس اور جبریل یہ دونوں نام قریب قریب ہیں نام دو ہیں مگر ذات ایک ہے بشر کی واسطے اس کا ادراک نہایت باریک ہے۔ اِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ وَكُلَّ شَيْءٍ اَنزَلْنَاهُ اِلَیْكَ بِالْبَيِّنَاتِ وَكُلَّ شَيْءٍ فَضَّلْنَاهُ فِي الْكِتَابِ وَكُلُّ شَيْءٍ مُّسْتَنْطَرٍ جبریل جسوقت لطیف ہوتا ہے۔ تو روح اللہ ہو جاتا ہے۔ اور جسوقت مکشوف ہوتا ہے اس وقت جبریل ہو جاتا ہے۔ پس وحی خدا کی طرف سے واسطہ کے ساتھ نازل ہونے کا نام ہے۔ اور الہام بغیر واسطہ کے خدا کے ہاں سے کسی علم کے منکشف ہونے کو کہتے ہیں۔ پھر جسوقت روح وحی کے معانی کو رسول کے قلب پر نازل کرتا ہے۔ جبریل انہیں معانی اور ان کی عبارات کو رسول کے کان میں انوار کرتا ہے۔ پس مسموع اور مقبول کان اور دل کی طرف جمع ہو جاتے ہیں۔ اور رسول کی زبان ان دونوں کے ساتھ گویا ہوتی ہے۔ قرآن شریف نے اس کی خوب تصریح فرمائی ہے۔

قُلْ رَبِّهِ الرَّوْحُ الْاَمْرُ الَّذِي يُلْحَقُ بِكَ لَتَكُوْنُ مِنَ الْمُنذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ اَلِهَامِ جِسْمِ وَاقْتِ مَوْمِنِ كَقَلْبِ مِیْنِ سَحْمِ ہوتا ہے اور اُس کا عرق اُس کی روح پر ٹپکتا ہے۔ تب اُس مومن کا قلب رسول کے قلب سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین امام امام المتقین علی مرتضیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے لَوْ كَشِفْتُ الْوُطَاءَ مَا اَزْدَدْتُ يَعْنِيًا اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰهِ فِي كُلِّ امَّةٍ عِبَادًا فَخِدَّيْنِ وَفِيَّ امَّتِي فَخِدَّيْنِ فِيْ اَشْكَارِ اِلٰی بَعْضِ الصَّخَاہِ۔ یعنی بیشک ہر ایک امت کے اندر اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن

سے یعنی بیشک ہم نے ہر قوم کو انارہ کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ہمارا حکم ایسا نہیں جس کے واسطے اعتقاد اور اہتمام کی ضرورت ہو۔ صرف ایک راہِ حکم کر دیتا ہے۔ پھر وہ چیز ملکِ زند میں ہو جاتی ہے جو کام انہوں کے لیے وہ سب ان کے اعمال ناموں میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک چھوٹا بڑا گناہ لکھا ہوا ہے یعنی روحِ الہی جبریل نے اس کو تہ اسے قلب پر نازل کیا ہے۔ تاکہ تم مذاہبِ الہی سے ڈرانو انہوں میں سے ہو۔ اور اس کو عربی زبان سے جو سب زبانوں میں روشن اور صاف زبان ہے۔ نازل کیا ہے تاکہ نبی اگر حجاب اٹھ جائے تو یارین کچھ زیادہ نہ کہیں کہ محمد رسول اللہ ہی یقین کا کمال حاصل ہے۔ سید زین علی حسینی



سے وہ ہم کلام ہوتا ہے۔ اور میری اُمت میں بھی ایسے بندے ہیں جن سے وہ ہم کلام ہوتا ہے۔ اور آپ نے اپنے بعض اصحاب کی طرف اشارہ فرمایا پس اُمی وہ کلام جو جو حضرت مکالمہ کے ساتھ جبریل کے واسطے سے ہو۔ اور اس شرف کے ساتھ خداوند تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہتا ہے مخصوص اور ممتاز فرماتا ہے۔ بعض ربانی حکماء نے استدلال کے اس فرمان کی عجب تفسیر کی ہے۔ وَمَا كَانَ لِنُبَشِّرَ اَنْ يَكْلِمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَجْهًا اَوْ جَنْبًا سَجَّادًا اَوْ يُرْسِلَ رُسُلًا یعنی کوئی بشر اس لائق نہیں ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ اس کو کلام بالمشافہہ کرے۔ مگر ان تین طریقوں میں سے ایک طریق کے ساتھ وَجْهًا یعنی وجہ کے ساتھ مثل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَوْ جَنْبًا سَجَّادًا یعنی پرزدہ کے پیچھے سے۔ مثل حضرت موسیٰ کے اَوْ يُرْسِلَ رُسُلًا یا بذریعہ رسول کے یعنی جبریل کے مثل حضرت ابراہیم وغیرہ کے۔

الفرض جو قتل یا حسی ادا رک ہے قوتہ ادا کی اس سے زیادہ قریب ہے مثلاً کوئی شخص ایک کوس بھر کے فاصلہ کی چیز کو دیکھ لیتا ہے اور ایک شخص دو کوس کے فاصلہ کی چیز کو دیکھتا ہے۔ تو جو دو کوس کے فاصلہ کی چیز کو دیکھتا ہے۔ وہ ادا رک میں اُس شخص سے جڑھ کر ہے۔ جو ایک کوس کی چیز کو دیکھتا ہے۔ ایسے ہی جو شخص غیب کے علوم لطیف اور شفاف حجاب کے اندر سے دیکھتا ہے۔ وہ اُس سے بہتر ہے جو حجاب میں سے بھی نہیں دیکھتا ہے۔ اور جو شخص بالمشافہہ علوم غیب جانتا ہے۔ بغیر وساطت جبریل کے وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ اور نہایت قرب کے درجہ میں ہے۔ اور مرتبہ میں اس سے بہتر ہے۔ جو فرشتہ کے نزول کا منتظر رہتا ہے۔

پس پہلی قسم یعنی اُن لوگوں کی مثال جو حجاب میں سے علوم غیب حاصل کرتے ہیں۔ ایسی ہی ہے جیسے کسی کو پانی کی تری پہنچے۔ اور دوسری قسم یعنی جو فرشتے کے منتظر رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی کو ایک قطرہ پانی کا بل جائے۔ اور تیسری قسم جو سب سے اعلیٰ ہیں۔ وہ ہمیشہ بحر فیضان میں غرق رہتے ہیں اور احباب فیضان کے سب سے بڑھ کر اعلیٰ اور اعلیٰ ہونے کا کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔

کبھی وہ فرماتا ہے۔ تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَالشَّرَافِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ اور کبھی فرماتا ہے۔ نَزَلَ الْوَيْحُ الْأَمِينُ عَلَيَّ قَلِيلًا اور کبھی فرماتا ہے عَلِمْتُ شَيْئًا مِنَ الْغُيُوبِ اور کبھی فرماتا ہے حَتَّمَ اللَّهُ عَلَيَّ قُلُوبَهُمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةً اور کبھی فرماتا ہے وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا اور کبھی فرماتا ہے وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا اور کبھی فرماتا ہے۔ وَكَلَّمْنَا مَالُونَ كُنْ تَعْلَمُ ان سب باتوں کا دینی فرق ظاہر ہے۔ اور ہر ایک اپنے مرتبہ کا اہل ہے۔ اور سب مرتبہ جبریل اور حکمت الہی اور اس کے جمیل علم پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ کسی وقت فرماتا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِي يَنْفَعُ عَبْدًا إِلَّا بِإِذْنِهِ۔ اور کسی وقت فرماتا ہے وَكَسُوفُ يُعْجِلُكَ رَبُّكَ فَكُنْ خَضِي۔ اور کبھی فرماتا ہے۔ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا۔ خدا کے علم کے مدارج خدا کے سواء اور کوئی نہیں جان سکتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے علم کا اثر عنایت کیا ہے۔ اور کسی کو اپنے علم میں سے حصہ دیا ہے۔ اور کسی پر سے سب حجاب اٹھا دیئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور جانتا ہے اور کلام کرتا ہے اور زمین و آسمان میں سے کوئی خیر اس پر پوشیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ خدا کے سچے بندہ حضرت یوسف علیہ السلام اس کی اس نعمت پر ان الفاظ کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہیں۔ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاجِرْ لِي الشُّكُوفُ وَالْزَّكْرَيْنِ اَمْتُ وَلِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوْفِيقِي مُسْلِمًا اَلْحَقُّنِي بِالصَّالِحِينَ (یعنی میرے پروردگار تو نے مجھ کو سلطنت عنایت کی ہے۔ اور خواب کی تعبیروں کا علم سکھایا ہے۔ تو پیدا کر نوا لا ہے آسمان و زمین کا تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں۔ ماریو مجھ کو مسلمان۔ اور ماریو مجھ کو صالحین کے ساتھ۔ اور حضرت ابراہیم نے یہ شکر یہ ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْبِكْرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ اِنَّ رَبِّيَ لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَرَبِّ زِدْنِي زَكَاةً وَتَقْبَلْ دُعَاءَهُ رَبِّ كُنَا اَعْمٰی اَنْزِلْ عَلٰی وَلَدِیْ وَلِیْسُوْا مِنْ دُوْنِ یَوْمِ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (یعنی تمام تعریفیں اسی خدا کے (قادر) کیوں ملے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان دکھاروں کے دلوں اور کانوں پر بھر کر دی ہے جس کے سبب نیکو ان کے اند میں جاتی۔ اور ان کی آنکھوں پر پڑے ہیں جس کے سبب وہ حق کو نہیں دیکھ سکتے۔) باقی ان سب آیات کا ترجمہ کر رہے کہ وہ چاہے۔ سید سلیمان بنی ہادی





تیسرا باب معجزہ اور کرمات کے بیانات  
اس میں تین فصلیں ہیں  
پہلی فصل معجزہ اور اُس کی حقیقت کے بیانات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَذَلِكَ نُبَيِّنُ لِأِبْرَاهِيمَ مَكَانَاتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۚ اور فرماتا ہے۔ فَأَنفَعْنَا قُلُوبَهُمْ وَكَلَّمَآهٖ فِي حُكْمِهِ ۖ إِنَّهُ إِنشَاءً عَمَّا كَانَ ۚ فَلَمَّا كَانَتْ هَٰئِلَةً فُرُجًا مِّنَ السَّمَاءِ جَاءَهَا وَكُلَّهَا نَارٌ كَالْعِشِّيقِ ۖ وَبِهَا مَوْحِي الْقُرْآنِ وَإِلَيْهَا يُرْجَىٰ ۚ وَهِيَ الْآخِرَةُ وَآخِرُ السُّورِ ۚ وَاللَّهُ يَخْتَارُ ۚ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حکایت کر کے فرماتا ہے۔ أُولَٰئِكَ الْأَكْمَنَةُ وَالْآخِرَةُ وَآخِرُ السُّورِ ۚ وَاللَّهُ يَخْتَارُ ۚ اور حضرت موسیٰ کے دیئے نیل کو شق کرنے کی نسبت فرماتا ہے۔ فَأَنفَعْنَا قُلُوبَهُمْ وَكَلَّمَآهٖ فِي حُكْمِهِ ۖ إِنَّهُ إِنشَاءً عَمَّا كَانَ ۚ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ هَٰذَا نَجْمُكَ ۖ وَالْزَّيْجُ بِجُزْئِهِ بِأَمْرٍ ۖ رَّحْمَةً جَعَلْنَا أَصَابَهُ ۖ وَالشَّيَاطِينُ كُلٌّ إِنشَاءً وَتَجَرُّوا ۖ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ وَإِنَّا لَكُمُ الْغَفِيرُونَ ۖ اور ہاے حضور کے حق میں فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ أَنشَأْنَاكَ سَبْعَ كَلِمَاتٍ مِّنَ الْمَشَافِي وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ ۚ

معلوم ہو کہ معجزہ خدا کی قدرت اور اس کے حکم سے نبی مرسل کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰



ہے۔ اور وہ معجزہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ اُن نبی کی امت کے سارے لوگ اس جیسا افضل ظاہر کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ اور اکثر اوقات اُن کی عقلیں اُس کے اور اُنک سے عاجز ہو جاتی ہیں۔ یہ معجزہ بھی نبوت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ اور اسی سے رسالت کے احکام صحیح ہوتے ہیں۔ اگر معجزہ نہ ہوتا۔ تو ہر ایک شخص نبوت کا دعویٰ کر سکتا۔

کیوں کہ نبوت ایک ایسا شرف ہے۔ جس میں دنیا اور دین دونوں حاصل ہوتے ہیں اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے معجزہ کو نبوت کی عنوان قرار دیا ہے۔ تاکہ مریعوں کے خیال نبوت کے دعوے سے منقطع ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے معجزہ کو کمال قوت ربانی کیساتھ خوارق اور سحر سے تیز دی ہے۔ کیونکہ سحر اور خوارق بعض نفوس سے بسبب اجتماعِ رذائل کے شیاطین کے وسیلے سے ظاہر ہوتے ہیں اور معجزہ کمال نفس اور اجتماعِ محاد سے بواسطہ ملائکہ کے ظاہر ہوتا ہے۔ نفس جب انتہا درجہ کا ناقص ہو جاتا ہے۔ تب شیاطین اُس پر اثر ڈالتے ہیں۔ اور جب انتہا درجہ کا کامل ہو جاتا ہے۔ تب فرشتے اُس پر اثر ڈالتے ہیں۔ پس شیطان کی امداد سے سحر کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اور فرشتہ کی امداد سے معجزہ کا اثر پیدا ہوتا ہے

معجزہ امر کسی نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا کام ہے جسکا انجام پذیر ہو ناجیلہ بہتری سے ممکن ہو نہ اس میں طبیعت قوت لگا سکتی ہے۔ نہ اودام اثر کر سکتے ہیں نہ خیالات اس کی حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔ بلکہ یہ قدرت خدا کے آثار میں سے ایک اثر ہے کیونکہ نفوسِ ناطقہ ملکوت سے استفادہ حاصل کرتے ہیں اور تمام علوم اور اعمال اور صنائع ملکوت ہی کے اندر پوشیدہ ہیں۔ اور نفوسِ کلی کے جوہر میں حجاب کے پیچھے وہ طبیعت رکھے ہوئے ہیں۔ پس جب نفوسِ طاہرہ میں سے کوئی نفس اپنے صفاتِ جوہر کیساتھ نفسِ کلی کے عالم سے قریب ہوتا ہے۔ اور اپنے عنصر سے قریب حاصل کرتا ہے۔ پس اُس وقت اس نفسِ طاہرہ اور نفسِ کلی کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہو اور کلی کا رنگِ نیر پر واقع ہوتا ہے۔ اور اس نفسِ بہتری میں وہ فرامغنی نفسِ کلی سے یا بطریقہ علم کے اور یا بطریقہ عمل کے واقع ہوتے ہیں۔ اور یہ دونوں معجزات میں سے ہیں +





جو شخص شرع شریف کا انکار ہے وہ کافر مطلق ہے۔ عقلمند شریعت پر شریعت ہی سے برہان تلاش کرتا ہے۔ اور معجزات کی معجزات ہی سے نصیح کرتا ہے۔ جیسے کہ عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو آفتاب سے زیادہ روشن ہو۔ اور آفتاب کو اس کے ذریعہ سے دیکھا جائے پس بالضرورت آفتاب اپنے ہی نور سے دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح شریعت بھی اپنے ہی نور سے دیکھی جاتی ہے۔ اور اُس کا نور ہی اُس کے وجود کی برہان ہے۔ جیسے کہ آفتاب کا نور اُس کے وجود کی برہان ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اور کوئی خیر عالم میں ایسی نہیں ہے جو شریعت سے زیادہ ظاہر اور روشن ہو۔ اور وہ شریعت کی تعریف یا تاکید کرے سوائے نفس شریعت کے ایسے ہی کوئی خیر خداوند تعالیٰ سے زیادہ ظاہر نہیں ہے۔ کہ جس کے ذریعہ سے خدا کی معرفت حاصل کی جائے۔ پس بیشک حق کی معرفت حق ہی سے ہوتی ہے۔ اور شرع بھی شرع ہی سے پہچانی جاتی ہے۔ اور باقی جس قدر خیر ہیں۔ وہ شرع سے پہچانی جاتی ہے +

پس عقل کے ساتھ معجزہ کی تحقیق کرنی نہایت خطا ہے۔ بلکہ یہ عقل کا ہلاکت میں گر جانا ہے۔ ایسی چیز کا عرفان عقل کیسے کرتی ہی جس کے ادراک سے وہ عاجز ہوگئی ہے اور جس چیز سے عقل عاجز نہ ہو۔ وہ معجزہ نہیں ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ معجزہ کا قبول کرنا شریعت کی رُو سے ہے۔ نہ عقل کی رُو سے۔ اور نیز عقل کا مرتبہ شریعت سے پست تر ہے پس اعلیٰ درجہ کی چیز کی تحقیق ادنیٰ درجہ کی چیز سے کیسے ہو سکتی ہے اور نہ اشرف کی واسطے اونے اور ذلیل سے برہان مطلب کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معجزات کے انوار نبوت کی شرائع میں محض عقول جزویہ کے شکست کرنے اور حق جو باطل کے دعووں میں فصل واقع کرنے کے واسطے رکھے ہیں۔ کیوں کہ عقول جزویہ جس وقت قوی شیطانی اور فضول ابلہی کے ساتھ نور نبوت کا استقبال کرتی ہیں۔ اور رسالت اُن کے پاس پہنچتی ہے۔ تب وہ اُس کو اپنی نظر اور قیاس کی حرازیوں میں جاکھیتی ہیں۔ اور اس میں توقف کر کے قبول سے انکار کرتی ہیں۔ اور اپنے فاسد گمانوں اور باطل خیالوں سے شریعت کی نصیح پر برہان طلب کرتی ہیں اس واسطے

اللہ تعالیٰ نبوت کے اندر معجزہ کا نور قائم کرتا ہے تاکہ ان فضولیات کو دور کر کے عقول کو مغلوب کرے۔ اور نفوس خبیثہ کو تنبیہ اور تادیب دے۔ اور وہ جان لیں کہ انہوں نے خدا کی وہ قدر کی جو کہ اُس قدر کرنی چاہیے تھی۔ اور نہ اُس کی شریعت کو جیسا کہ پہچاننا چاہیے تھا انہوں نے پہچانا۔ بلکہ طوعاً و کرہاً اُس کے اوامر و نواہی کے مطیع ہوئے ہیں۔ پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے معجزہ کے آئینہ سے عقول کا عاجز ہونا اور نفوس کا ضعف دکھلایا ہے تاکہ عبودیت کے احکام انسانوں پر عام ہو جائیں۔ اور وہ اس بات کو جان لیں کہ رسول کی متابعت اُن پر واجب ہے۔

جو رسول صاحب معجزہ ہوئے ہیں جیسے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے انہوں نے جب لوگوں کو اپنی دعوت اور رسالت کی طرف بلایا لوگوں نے اُن سے اُنکے دعویٰ پر برہان طلب کی۔ پس ہمارے حضور نے قول کا معجزہ یعنی کلام الہی ظاہر کیا۔ لوگوں نے چاہا کہ اس سے اعراض اور انکار کریں تب اُن کو تنبیہ ہوئی **فَاَتُوا بِحَشِيرٍ شَوْءٍ مِّثْلِهِ**۔ یعنی اس جیسی دُش ہی سورتیں تم لے آؤ۔ پھر اس سے بھی اور اُن پر تخفیف فرمائی۔ اور منہ مایا **فَاَتُوا بِسُوءٍ مِّثْلِهِ** یعنی اس جیسی ایک ہی آیت لے آؤ اور اگر اس پر بھی قدرت نہیں رکھتے تو میری شریعت کو قبول کرو اور میری اطاعت بجا لاؤ۔ **فَاَتَى كَثُورٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ** کیوں کہ میں تمہارے واسطے ظاہر رسول ہوں

معجزہ رسول کا اختیاری فعل نہیں ہے۔ نہ رسول کو اس کے ظاہر کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔ بلکہ معجزہ ایک ایسا امر ہے جو خدا کے پاس سے اسکی مشیت اور ارادہ اور قوت اور قدرت کے ساتھ رسول کی مدد اور اُس کے دین کی عزت دینے کے لیے صادر ہوتا ہے معجزہ کا پہلا اثر صاحب معجزہ یعنی رسول پر ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کیساتھ ہوا۔ یعنی جب انہوں نے بے صوابی کا اور وہ امر الہی کی قوت سے اشد بانگ حرکت کرنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے خوف سے بھاگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی اور اطمینان دیا چنانچہ فرمایا **اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ** اے موسیٰ بھاگو مت آجاؤ۔ اور خوف نہ کرو بیشک تم تو امن والوں میں سے ہو تم کیلئے خدا ضرر نہ پہنچائے گا۔



بلکہ دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا۔

پس موسیٰ علیہ السلام کے خوف کرنے سے یہ بات ظاہر ہے کہ نبی کا معجزہ وہیں کچھ  
اختیار نہیں ہے۔ اگر اختیار ہوتا تو خوف نہ کرتے۔ کیونکہ عاقل اپنے عمل سے خوف نہیں  
کرتا ہے۔ اور نہ عالم اپنے علم سے ڈرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہوتا  
ہے۔ اور معجزہ چونکہ قدرت الہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ نبی کی عقل بھی معجزہ کی حقیقت سے  
عاجز ہوتی ہے۔ اور جب کہ نبی کی عقل معجزہ سے عاجز ہوئی۔ تب پھر عوام الناس کی عقلوں کا  
کیا کہنا ہے۔ حالانکہ انبیاء کی عقلیں اور ان کے نفوس بمقابلہ عوام کے نہایت صاف  
اور قوی ہوتے ہیں۔

[illegible]

۱۔ یا مثل اس شخص کے جو ایک اجر سے ہوئے شہر کے پاس سے گذرا اور تعجب سے کہنے لگا کہ ان مردہ لوگوں کو اٹھانے کیونکر زندہ کر گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جو عزیز غریبی تھے بار دیا۔ اور سو برس تک مردہ ہلکے پھر زندہ کیا اور پوچھا بتاؤ تم کتنی دیر یہاں ٹھہرے اس نے کہا ایک روز بلکہ ایک روز سے بھی کم کہ وہ غریبی میں گئے وقت یہاں پہنچے تھے اور آرام کے واسطے لیٹے ہی ان کو موت آگئی پھر جب زندہ ہوئے تو عصر کا آخر وقت تھا اس سبب سے انہوں نے خیال کیا کہ میں ایک دن سے بھی کم سویا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں بلکہ تم سو برس ٹھہرے ہو۔ پس اب تم اپنے کھائے پیئے کو دیکھو جو اب تم بسا اور خراب نہیں ہوا ہے۔ اور اپنی سواری کے گیسو کو دیکھو کہ ہم اسکو کس طرح زندہ کرتے ہیں اور یہ ہم نے تم کو مار کر زندہ کرنا اسواسطے کیا ہے۔ تاکہ تم کو مرنے والوں کے زلف و رنگ کی ایک نشانی لوگوں کے واسطے ظاہر کریں۔ اور تم اپنے گیسو کے کہیں کو دیکھو کہ ہم کس طرح ان کو خود کاران پر گوشت پہنائیں۔ یہ یسین





حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ تو کیوں مگر زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے۔ اس نے دواؤں میں کو بٹلایا۔ جس میں ایک عورتی اور ایک بے گناہ تھا۔ بے گناہ کو قتل کر دیا۔ اور عورتی کو رہا کر دیا۔ اور کہا دیکھو جو مردہ تھا اس کو میں نے زندہ کر دیا یعنی چھوڑ دیا اور جو زندہ یعنی بے گناہ تھا۔ اس کو مار ڈالا حضرت ابراہیم نے جب یہ انتہاءِ اچھالت کی بات اس کی دیکھی تو فرمایا کہ تو میرا مطلب یہیں سمجھا اور تو نے یہ ناحق اور ظلم کی کارروائی کی میرا پروردگار ایک ہی شخص میں موت اور زندگی کے عمل کرتا ہے یعنی ایک ہی شخص کو مارتا بھی ہے۔ اور زندہ بھی کرتا ہے۔ پھر فرمایا۔

فَإِنَّ اللَّهَ يُنَاقِ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ آفتاب کو مشرق سے برآمد کرتا ہے۔ تو اگر خدا ہے تو اس کو مغرب سے برآمد کر اور اپنی خدائی کار شرم دکھا فَبِئْسَ اللَّهُ الَّذِي سَخِرَ لَكَ اس مقول حجت کو سنکر وہ کافیہ ملعون جو اس بااختہ ہو گیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رجوع کی۔ اور عرض کیا کہ موت اور زندگی کو دکھانا میرا کام نہیں ہے۔ اگر یہ بات تو مجھ سے ظاہر کرے تو میرے لئے باعثِ فخر ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ تو نے مجھ کو اپنی بارگاہ میں عزت اور مرتبہ بخشا ہے۔ اس کی شرم رکھیو۔ پھر عرض کیا رُتَبِ اَرِنِي كَيْفَ تُعْطِي الْمَوْتِ قَالَ وَكَمْ نُوَمِّنُ قَالَ لَئِنْ لَمْ نَمُوتْ لَظَلَمْنَا لَكَ فَقَالَ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ اْتِ بِهِنَّ يَا نَبِيَّكَ سَجِيًا وَاجْعَلْ لَكَ اللّٰهُ عَزِيزٌ مُّحْكِمٌ ۝ یعنی اے رب مجھ کو دکھلا تو مردہ کو سطرچ زندہ کرتا ہے۔ فرمایا اے ابراہیم کیا تو اس بات پر ایمان نہیں رکھتا ہے عرض کیا ہاں ایمان تو رکھتا ہوں مگر (یہ سوال اس واسطے ہے کہ اس کے مشاہدے سے) میرے قلب کو اطمینان ہو جائے۔ حکم ہوا پس چار پرندے پکڑ کر اپنے سے ملاو۔ پھر انکو مار چل کر کئی حصے کر کے ہر پہاڑ پر ایک ایک حصہ رکھ دو۔ پھر انکو بلاؤ دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالبِ حکمت والا ہے۔ اور ایسے ہی معجزات اللہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر کرے۔ یعنی مردہ کا زندہ کرونا اور جنمی اندھے اور کوڑھی کا تندرست کرنا وغیرہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عصا کا اڑدانا بنانا ظاہر کیا۔ جو جادو گروں کے سارے جادو کو نکل گیا۔ اور خود موسیٰ علیہ السلام بھی اس سے ڈر گئے۔ یہاں تک کہ





الْعَرَبُ وَالْجَحْدُ یعنی میں عرب اور عجم میں سب سے بڑا فصیح و بلیغ ہوں۔

معجزہ نذرین سے نکلتا ہے نہ طبیعت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ قوت بشری سے متعلق ہوتا ہے۔ بلکہ یہ مثل ایک پرندے کے ہے۔ جو آسمان عنایت سے تائید اور توفیق کے دو پروں کے ساتھ اڑتا ہوا رسول پر نازل ہوتا ہے۔ اور اُسکے نازل ہونے سے طبیعت کے حجاب جل جاتے ہیں۔ اور اس کی کیفیت اور حقیقت کے معلوم کرنے میں عقلیں پریشان ہو جاتی ہیں۔ بجز اس کے تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ یہ معجزہ ہی وہ چیز ہے جس سے نبوت کا امر پورا ہوتا ہے۔ اور اسی سے رسالت کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ اور شریعت کے عہد کو مضبوطی پہنچتی ہے۔ معجزہ ایک غیر متعارف اور غیر معتاد اور غیر مطبوع چیز کے ظاہر کرنے میں خدا کا راز اور اُس کا اسرار ہے۔

## دوسری فصل معجزوں کے مراتب و معجزہ کے اپنے وقت پر ظاہر ہونے کی حکمت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُنْ يَوْمَ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ مَعْلُوم ہو کہ معجزہ ایک بار ہے۔ جو قدرت الہی سے بواسطہ کلمہ کے کامل بندہ یعنی رسول کے نفس یا عقل پر نازل ہوتا ہے جو نفس پر ظاہر ہوتا ہے وہ تو علی ہے۔ اور جو عقل پر ظاہر ہوتا ہے وہ علمی ہے۔

نبی ایک روحانی طبیب ہے۔ جو نفس جزوی کے امراض شرک و شک و نقص وغیرہ کا علاج کرتا ہے۔ اور یہ طبیب اپنے علم طب میں علم الہی کا شاگرد ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اس کو اپنے بندوں میں ان کی بیماریاں دور کرنے اور صحت اور سلامتی قائم رکھنے کے واسطے مقرر کیا ہے۔ اور اس بات میں شک نہیں ہے کہ طبیعتوں اور فرماؤں کے اختلاف کے سبب سے امراض بھی مختلف ہوتے ہیں جس زمانہ میں لوگوں پر بیماری کا غلبہ ہو ان بیماریوں کو نئی دوا کی ضرورت ہوتی۔ کیونکہ ہر دوا ہر مرض کے واسطے مخصوص ہے۔ امدادیں اپنے زمانہ کے اجماع وقت ہوتے ہیں۔ انہوں نے اُسی زمانہ اور اسی مرض

اور اس مکان کے لحاظ سے اُن بیماریوں کا علاج کیا اور انبیاء کے معجزے اُنکے روحانی معجزات جن سے وہ امراض شک و بدگمانی وغیرہ کا علاج کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ جس زمانہ میں جس قسم کا مرض عام طور پر لوگوں میں شائع ہوا۔ اسی قسم کا معجزہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ظاہر کیا۔ جس سے سب لوگ عاجز ہو گئے۔ چنانچہ فرعون کے زمانہ میں جو سحر و ساحری کا غلبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ایسا عصا عنایت کیا جو اڑدیا بنکر جادو کی ساری کارروائی کو نکل گیا۔ اسی ہی عیسے علیہ السلام کے زمانہ میں طبابت کا بڑا زور و شور تھا۔ مگر عیسے علیہ السلام نے مردہ کو زندہ کر کے ساری طب کو منسوخ کر دیا۔ اور ہمارے حضور کے زمانہ میں شعر و شاعری اور فصاحت و بلاغت کا از حد چرچا تھا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کا ایسا معجزہ دکھلایا جس نے تمام فصیحوں اور بلیغوں کی زبان گنگ کر دی اور اُن کے بولنے بند ہو گئے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر و ساحری کا اس قدر غلبہ تھا کہ اُس زمانہ کا بادشاہ یعنی فرعون لعین خود بھی بڑا جادوگر اور مکار و شریر تھا۔ اور بہت سے جادوگروں کا اُس نے لشکر بنا رکھا تھا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے موسے علیہ السلام کو قاکم کیا اور اُن سے فرمایا کہ فرعون کے پاس جاؤ بیشک اُس نے سرکشی کی ہے۔ اور اُس سے کہو کہ میں تجھ کو تیرے پروردگار کی طرف ہدایت کرنے آیا ہوں۔ پس جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس آئے۔ اور اس سے پہلے موسے علیہ السلام نے فرعون ہی کے ماں پرورش پائی تھی۔ پھر یہاں سے بھاگ کر حضرت شعیب بنی کے پاس گئے تھے۔ اور ان کی بیٹی سے شادی کر کے آٹھ سال اس کے مہر میں حضرت شعیب کی بکریاں چرائیں پھر وہاں سے فرعون کی دعوت کو آئے تھے جب فرعون نے آپ کو پہچانا تو کہا اے موسے! تو وہی ہے۔ جس نے ہمارے ماں پرورش پائی تھی اور چھوٹے سے بڑا ہوا تھا۔ اب تو ہمارے پاس نبوت کے دعویٰ سے آیا ہے۔ یہ تیرا دعویٰ باطل ہے۔ پھر فرعون نے اپنے تمام جادوگروں کو اکٹھا کیا کیونکہ سب سے بڑی قوت اُن کی جادوہی کی تھی۔ اور اُن جادوگروں سے کہا کہ اپنی کارگریاں ظاہر کرو۔ اُنہوں نے جادو کے شعبہ سے ظاہر کرنے شروع کیے فرعون اُن سے بہت خوش ہوا۔ اور حضرت موسے کے مقابلہ پر اُن کو آمادہ کر کے انعام کو



خلعت کا امیدوار بنایا۔ اور لوگوں کو ایک بڑے میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ سب لوگ اکٹھے ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خداوند امیں تن تنہا ہوں۔ اور یہ بہت سارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وحی کی کہ اے موسیٰ تم خوف نہ کرو یہ لوگ تو فرعون کی عزت کے پھر وہ پر جادو کریں گے۔ اور تم میری عزت پر بھروسہ کر کے عصا ڈالو گے۔ پس بے شک تم ہی غالب ہو گے۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے جادو گروں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو کچھ تم نے ڈالنا ہے ڈالو۔ انہوں نے اپنی رستیاں اور لکڑیاں ڈالیں جو حاضرین کو اڑا دیں اور سانپ معلوم ہوئے۔ اور اسی قسم کے شعبدوں سے ان جادو گروں نے لوگوں کی نظر سبکی کی۔ اور ان کو خوب ڈرایا۔ اور کہا فرعون کی عزت کی برکت سے ہم ہی غالب رہینگے اللہ قسم چونکہ اس بات سے واقف تھا کہ یہ لوگ اپنے سحر پر مغرور ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی کمال ان کے خیال میں نہیں ہے۔ پس اسی وقت موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ ظاہر کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ تم بھی اپنے عصا کو ڈالو۔ چنانچہ انہوں نے عصا کو ڈالنا اور ڈالتے ہی وہ اڑدیاں کر اُن جادو گروں کے سارے شعبدوں کو چٹ کر گیا۔ جادو گروں نے جب یہ کرشمہ دیکھا کہ اُن کی لکڑیاں اور رستیاں وغیرہ سامان موسیٰ علیہ السلام کا عصا اڑا دیتے ہی نوش کر گیا۔ اُن کے ہوش و حواس پریشاں ہو گئے۔ کیونکہ جس وقت اُنہوں نے یہ دیکھا کہ وہ عصا اڑا دینا۔ اس وقت تک سمجھے تھے کہ یہ بھی ہمارے ہی جیسا جادو کر رہے۔ مگر جب اُس نے انکے جادو کو ٹکنا اور چٹ کرنا شروع کیا تب یہ سمجھے۔ کہ یہ ہمارے جادو کی قسم سے نہیں ہے۔ ہم تو محض لوگوں کے خیالات پر اثر ڈالتے ہیں یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ایک موجود چیز کو معدوم کر دیں یا معدوم کو موجود کر دیں یہ بات ہمارے وہم و خیال سے باہر ہے۔ پس جب یہ حقیقت الامر اُن پر منکشف ہوئی۔ اور عقل سلیم نے اُن کو صراطِ مستقیم دکھایا۔ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر پڑے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر کے سحر و ساحری سے تائب ہوئے۔ اور کہنے لگے اِنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ یعنی ہم پروردگارِ عالم پر ایمان لائے ہیں۔ پس معجزہ کی حقیقت یہی ہے کہ قدرتِ الہی سے ایسی چیز ظاہر ہوگی۔ کہ اسی قسم کی چیزوں کا اُس زمانہ میں چرچا ہو۔ مگر اُس معجزہ کو دیکھ کر سب عاجز ہو جائیں اور عجز کے سبب اُس کے قبول کرنے کی طرف مائل ہوں جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے زمانہ میں طب کافن بہت زوروں پر تھا مگر طبیب کی انتہا یہی ہے۔ کہ بخار و درد و سر وغیرہ بیمار کو  
کا علاج کر دے مرنے کے زندہ کرنے میں طبیب کو کوئی چارہ نہیں ہے اور نہ طبیب حنی اندھے اور  
کوٹھی کو اچھا کر سکتا ہے عیسیٰ علیہ السلام نے مرنے کو زندہ کر کے طبیبوں کو اپنے حلقہ اطاعت میں داخل کیا  
یعنی جب لوگوں نے آپ کی دعوت کے قبول کرنے سے انکار کیا تب انہوں نے کہا کہ ہم طبیب لوگ  
میں ہم جسم سے مرض کو زائل کرتے ہیں۔ اور صحت اور کمال بدن میں مہیا کرتے ہیں۔ تم میں  
کو کسی فضیلت ہے جس کے سبب سے تم ہم کو اپنی متابعت کی طرف بلاتے ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام  
نے فرمایا میں اُس بات پر قادر ہوں جس پر تم قادر نہیں ہو۔ تم تو اپنی قوت طبی سے جو کچھ سنبھال  
کرتے ہو وہ کرتے ہو۔ اور میں وحی الہی اور اُس کی نبوت کے سبب سے کرتا ہوں۔ تب وہ عیسیٰ  
علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا کہ آپ اپنا کمال ہم کو دکھلایئے کہ علم طب کے متعلق آپ  
کی کمال رکھتے ہیں اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مرنے کو زندہ کر دیا اور حنی اندھے کو دیکھنا  
بجھاتا بنا دیا طبیبوں نے جب یہ معجزہ دیکھا۔ تو انصاف پر تگئے اور کہنے لگے کہ بیشک یہ بات  
طب کی حد سے خارج ہے۔ اور سب کے سب ایمان لے آئے۔ ایسے ہی علم نجوم حضرت ادریس  
علیہ السلام کے زمانہ میں نہایت عروج پر تھا حضرت ادریس نے علم حساب وغیرہ کے معجزے  
ظاہر کئے۔ اور ان علوم میں کن میں تصنیف کر کے لوگوں کو عاجز بنایا۔ اور حضرت سلیمان علیہ  
السلام کے زمانہ میں تسخیر جنات کا لوگوں میں بہت چرچا تھا۔ اسد تعالیٰ نے ہوا کو حضرت  
سلیمان کا سنبھال کر کے لوگوں کو عاجز کیا۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں شجاعت  
اور زور کا زور و شور تھا۔ اسد تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں لوہے کو موم کر دیا۔ اور حضرت  
داؤد علیہ السلام نے دیوناؤں سے فرمایا کہ بھلا لوہے کو اپنے ہاتھوں میں مل کر موم تو بنا دو۔  
وہ اس بات سے عاجز ہوئے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ لکڑی کے  
بت بنانے میں بہت استاد تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ہیئت مخصوصہ کے  
ساتھ کعبہ بنایا۔ اور حجر اسود اور مقام ابراہیم اُس میں ترتیب دیا جس کو دیکھ کر بت تراش  
عاجز ہو گئے۔ اور حضرت ابراہیم ہی کے زمانہ میں بعض لوگ ستارہ پرست تھے۔ حضرت  
ابراہیم نے اُن سے ایسے سوالات الزامی کیے جن کے جواب سے وہ عاجز ہو گئے اور آخر



کو آپ کے دعوے کے تیس اُن کو تسلیم ہی کرنا پڑا۔ اور انہوں نے اقرار کر لیا۔ کہ بیشک ابراہیم اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور ان کے خلاف پر جو ہیں وہ سب باطل ہیں۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ استخراج معانی پر بہت مغرور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب کا علم دیا۔ جس کے سامنے سب عاجز ہو گئے۔ اور آپ جیسی تعبیر کوئی دے سکا۔

اسی طرح حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کے ساتھ ہوا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کا کلام معجزہ تھا اور نوح علیہ السلام کی کشتی معجزہ تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ یہ شہید دیکھایا کرتے تھے کہ آگ میں داخل ہو کر فوراً باہر آجائے تھے۔ حضرت ابراہیم بیس روز آگ میں رہے۔ اور ایک بال تک آپ کا نہ جلا۔ لوگ اسکو دیکھ کر عاجز ہو گئے یہ بھی حضرت ابراہیم کا ایک معجزہ تھا۔ کہ صحیح و سالم آگ میں سے تشریف لے آئے۔ ایسے ہی یونس علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا۔ کہ چالیس روز کے بعد پھل کے شکم میں سے تشریف لائے۔ غرض کہ ہر پر نبی کا معجزہ اُن کے اہل زمانہ کی صنعتوں اور کاریگریوں کے موافق تھا تاکہ وہ لوگ اسکو دیکھ کر عاجز ہو جائیں پھر جب زمانہ کا دور اسبطرح ہوتا ہوا ہمارے حضور سید البشر تک پہنچا۔ تو آپ کے زمانہ میں لوگ فصاحت و بلاغت پر مغرور تھے اور بجز اس کے کمال کے نہ سفسیہ کے طالب تھے نہ تعبیر خواب کے۔ اور کہتے تھے کہ کلام کے نظم و نثر دونوں طریقوں پر ہم قابض ہیں۔ اور ان دونوں طریقوں کے علاوہ تیسرا کوئی طریقہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ اس بات سے واقف تھا۔ کہ اگر وہ اپنے نبی کو نظم یا نثر انہیں دونوں میں سے کسی طرح کا کلام عنایت کر لگا۔ تو یہ اس کو اپنے ہی علم و عمل کی طرف منسوب کرینگے۔ اور کہینگے کہ جیسے ہم ہیں۔ ویسے ہی تم ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وہ کلام عنایت کیا۔ جو ان دونوں طریقوں سے جدا لگانا ہے۔ یعنی حضور نے اُن سے فرمایا۔ کہ تمہارے پاس کلام کی کس قدر قسمیں ہیں انہوں نے کہا ہمارے پاس دو قسمیں ہیں۔ ایک نظم و دوسری نثر تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قسم عنایت کی ہیں میں نظم کی طراوت اور نثر کا کمال موجود ہو۔ اور نہ وہ ایسی نثر ہے جسکے معانی تعریف ہو۔ اور نہ ایسی نظم ہے جسکے معانی محصور ہوں۔ بل ہُو قُرْآن مجید۔ فی الواقع محض نوحی

وَأَنَّهُ لَقَدْ آتَىٰ فِي كِتَابِ مَّكْنُونٍ لَا يُسْمَعُ إِلَّا بِالْمَظْهَرِ وَنَاجٍ رَّبِّهِمْ فَاصْطَلَىٰ  
 علیہ وسلم نے عرب کے اندر قرآن شریف پڑھا۔ لوگ اُس کو شکر اُس کے کمالِ عجز  
 سے عاجز ہو گئے۔ پھر اربعین امین آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کو قرآن شریف  
 پڑھ کر سنا یا۔ پس وہ شکر سید انوک دم بھاگا۔ جَسَّ وَبَسَّرَ تَوَادَّبُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَقَالَ إِنَّ لَهَا  
 إِكْلَافًا بِخَيْرٍ مِّنْ طَبِّ اسْتَعَالَ تَبَّ اسْتَعَالَ نَعِي آیت نازل فرمائی يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبِّكَ  
 فَكَذَّبَ وَقَدْ آتَىٰكَ فُطُورًا وَالْجَحْرُ فَافْجُرْ وَلَا تَنْتَهِنَ عَنْ لَّدُنْكَ فَاذْكُرْ بِمَا لَمْ تَكُنْ تَكُنْ  
 يَوْمَ مَدِينَةٍ يَوْمَ عَصِيَ عَنْكَ الْكَافِرِينَ غَيْرَ يُسْمِعُ ذُرِّيٍّ وَمِنْ حَلْقَتِ وَجْهٍ وَجَعَلَتْ لَهَا مَا لَا  
 تَكُنْ وَهَذَا الْقَوْلُ سَنَاصِيدِهِمْ سَفَرًا مَا ذُرَاكَ مَا سَفَرًا۔ اور حضرت عمر بن خطاب حضور کی مخالفت پر آمادہ  
 ہو کر اپنے گھر سے چلے رہتے ہیں جب اپنی بہن کے مکان کے پاس سے گزرے تو وہاں سورہ ط کے  
 پڑھنے کی آواز ان کو سنائی دی۔ اُس کے سننے ہی ان کے ہوش و ہواس گم ہو گئے اور گھر کے اندر  
 جا کر اپنی بہن اور بہنوئی سے دریافت فرمایا کہ تم دونوں کی پڑھ رہے تھے۔ میں نے ایسا کلام کبھی  
 نہیں سنا نہ تو وہ نظم ہے نہ نثر ہے اور اپنی بہن سے کہا کہ پھر اس کلام کو مجھ کو پڑھ کر سناؤ انہوں  
 نے سنانے سے انکار کیا اور کہا تم بے وضو ہو پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کے دل کی چشم  
 بصیرت کو کھول دیا یہاں تک کہ وہ رسول پر ایمان لے آئے۔ اور پھر اپنی بہن کے پاس آکر کہا کہ  
 اس کلمہ کے سننے سے مجھ کو وہ لذت حاصل ہوئی ہے جس نے مجھ کو اس مرتبہ کو پہنچا دیا پس  
 غرض یہ کہ تمام عرب قرآن شریف کے مثل ایک آیت کے لانے سے عاجز ہو گئے۔ اور انہوں نے  
 اس بات کا اقرار کر لیا کہ بیشک یہ قرآن شریف خدا کے پاس سے نازل ہوا ہے قرآن شریف  
 پر اللہ تعالیٰ نے کل معجزات کا خاتمہ کر دیا۔ کیوں کہ یہ سب معجزوں سے اکمل معجزہ اور سب  
 آیات سے اتم آیت ہے۔

اور چونکہ قرآن شریف نے ایسا بلند اور عالی مرتبہ پایا معجزوں کی اسی پر انتہا ہوئی عالم  
 میں کوئی معجزہ ایسا نہیں پایا جاتا جو اس جیسی آیات سے تجاوز کرے یا ایسی بقیات کی طرف  
 اشارہ بھی کرے نہ گذشتہ زمانہ میں تھا نہ آئندہ ہو سکتا ہے +  
 قرآن ایسا معجزہ ہے جو تمام خیرات و برکات پر شامل ہے۔ پس یہ ایسا معجزہ ہے جو کل



معجزات پر محیط ہے تمام انبیاء کے معجزوں کی اجمال اور تفصیل کے ساتھ خبر دیتا ہے۔ اور اولین و آخرین کی رموز اس نے ظاہر کی ہیں۔ اور دنیا و آخرت کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ فرمایا کہ **رَأَيْتُ بَنِي النَّاسِ كَالْفِجْرِ وَالنَّشْوَاقِ الْقَمَرِ** یعنی قریب ہوئی قیامت اور بھٹ گئی چاند پر تمام قرآن ام المعجزات اور اصل آیات اور عظیم البينات ہو کو کا نَمِنْ عِندَ اللَّهِ وَجَدُوا فِيهَا رَحْمَةً لِّكَافِرٍ اِذْ سَمِعَ اَنْكَرَ یہ قرآن خدا کے ہوا اور کسی کے پاس سے ہوتا تو اس میں لوگ بہت کثیر اختلاف پاتے مگر چونکہ یہ خدا کے پاس سے ہے۔ اس سبب سے اُس میں مطلق اختلاف نہیں ہے۔ چاہو لگو اس نے اپنی اس قول سے عاجز کیا۔ **مَا أَهْمُهُمْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلَقَ أَنْفُسِهِمْ** یعنی میں نے انکو آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت حاضر کر کے گواہ نہیں بنایا تھا۔ اور نہ خود ان کے نفسوں کی پیدائش کے وقت۔ اور فرماں برداروں اور گنہگاروں کو اس فرمان سے عاجز کیا ہر اَنَّ الْاَبْنَاءَ اَرَكُنِي لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ وَ اَنَّ التَّجَادُلَ لَعَنِي حَجَّيْجَہ یعنی بیشک نیک لوگ جنت کی نعمتوں میں ہونگے اور فاسق و فاجر یقیناً و درخ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے اور اپنے اس فرمان میں بھی اُن کو عاجز کیا ہے۔ **يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَ قَدْ اُولَسَّوْا بِالْجَحْرِ مِثْلَ الْاِلْحِ اِلَى جَهَنَّمَ وَ رَدَّا** یعنی جس نے کہ چلائیں گے ہم متقیوں کو رحمن کی طرف مثل ممانوں کے اور بکالیں گے ہم مجرموں کو جہنم کی طرف مثل پیا سے اونٹوں کے ۞

قرآن نے اپنی ہر آیت کے ساتھ ایک امت سے خبر دی ہے۔ اور ہر کلمہ میں ایک زمانہ کا حال بیان کیا ہے۔ اور ہر حرف میں ایک قرن کا ذکر کیا ہے۔ اور ہر سورت اس کی ایک دور ہے۔ پس باطل کا اس میں نہ آگے سے گزرے نہ پیچھے سے۔ اور یقیناً اس کے حال سے مرنے کے بعد واقف ہوں گے ۞

پس یہ سب معجزات سے کامل تر معجزہ ہے۔ جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ کیونکہ یہ خود بُرہان ہے۔ اس کے واسطے اور بُرہان کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ خود میزان ہے۔ اس کے واسطے اور میزان نہیں ہے۔ جو شخص قرآن کے واسطے بُرہان یا میزان تلاش کرے۔ وہ خدا اور روز آخرت کے ساتھ کا قر ہے۔ اس لیے کہ عدت کی علت نہیں ہوتی اور نہ روح کی روح ہوتی ہے۔ اور نہ بُرہان پر بُرہان ملائی جاتی ہے۔ اور نہ معجزہ کے ثبوت کے





سے سب کرنے کی تاثیر کا نام ہے۔ بلکہ نفوس سے اخلاقِ خبیثہ کا سلب کرنا خاصہ صورتوں کے سلب کرنے سے زیادہ اشرف اور مشکل ہے۔ کیونکہ تغلیب اور تبدیل کے عمل پر بعض کفار بھی حاوی ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض ترکوں کو دیکھا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے اعمال کے ذریعہ سے سخت گرتی کے موسم میں بارش کر لیتے ہیں۔ پس ایسی چیزوں کو کرامت میں شمار کرنا نہ چاہیے۔ کیونکہ کرامت ایک نعمتِ الہی ہے۔ جو وہ اپنے بعض اولیا کو ان کی بزرگی اور تعظیم کے واسطے عنایت کرتا ہے۔

سب سے بڑی کرامت یہ ہے۔ کہ اللہ پر ایمان لائے۔ اور اسکی وحدانیت اور رسول کی رسالت کی تصدیق کرے۔ اور جسکے خدا نے یہ کرامت روزی نہ کی۔ اس کو اور کوئی کرامت ان کرامتوں میں سے جو اولیاء کو نصیحت ہوتی ہیں روزی نہ ہوگی۔

کرامت کے مستحق اولیا راشد ہیں۔ اور اولیا راہِ سدوہ لوگ ہیں۔ جو اٹھتے اور بیٹھے اور لیٹے خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک ساعت اُس سے غافل نہیں ہوتے۔ اور نہ اُس کے کسی حکم کے بجالانے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ رات دن اُس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور نکلنے نہیں ہیں۔

پس کرامت کی حقیقت کھلے الہی سے عنایت کے نور کا قلبِ صاف اور نفسِ پاکیزہ پر پہنچنا ہے۔ ایسا نفس جو ولایت کی تہذیب اور ہدایت کی تادیب سے آراستہ ہو کر جہالت اور حرص اور شرک اور نفاق کی قیدوں سے نکل گیا ہو۔ اور تمام اخلاقِ خبیثہ اور رذائلِ بشریہ سے پاک ہو گیا ہو۔ اور شیطان کی تمبیس کے واسطے اُس میں جگہ نہ رہی ہو۔

پس جب نفس اُن صفات کے ساتھ آراستہ ہو گا اور تمام فضائل اور قبائح سے صاف ہو جائیگا۔ اُس وقت بدن سے اس کے علاقے منقطع ہو جائیں گے۔ اور وہ نفس ہلکا ہو کر علاقے اجسام سے بلند ہو گا۔ پھر اس نفس اور اس کی اصل کے درمیان سے پردہ اٹھ جائیگا۔

کیوں کہ یہ نفس اس جسم میں مثل ایک مسافر کے تحصیلِ کمال کے واسطے مہمان تھا۔ اور اگر یہ نفس اس عالمِ اجسام میں مہمک ہو گیا۔ اور اپنے اصل کی طرف رجوع نہ کی

لے اس قسم کے بہت سے اعمال ہماری کتاب کلیدِ سرور میں موجود ہیں۔ شایق کو چاہیے کہ اس میں کچھ لے۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ مترجم کن ب ہذا سید یسین علی نظامی دہلوی

پس یہ ناقص رہ جائے گا۔

اور جب فضول لذتوں کو ریاضت شدیدہ میں مشغول ہو کر ترک کر لگا۔ اور شریعت کی متابعت کے ساتھ شہوت کو اُس کے مرکز سے خارج کر دے گا۔ اور طریق مستقیم پر قائم رہیگا تب یہ نفس اپنی اصلی حالت سے قریب ہو گا۔ اور کمال حاصل کر کے اُس میں وہ قوت پیدا ہو گی۔ جس سے یہ اسرار کمنہ نہ کو قبول کر سکیگا۔ اور چونکہ اسے تعالیٰ کریم ہے۔ نیکو کاروں کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اُس نفس پر بھی وہ ملکوت کے انوار میں سے جس نور کے قابل یہ نفس ہوتا ہے وہ نور اُس پر ڈالتا ہی چنانچہ اس نور کے سبب سے یہ نفس پوشیدہ امور کو دیکھتا ہے۔ اور قضا و قدر کی ہمنوا لی یا گزشتہ باتوں کو معلوم کر لیتا ہے پس وہ مریات اُس کے آئینہ خیال میں منتقل ہو جاتی ہیں اور فکر صافی اُن کو اُن کے معاون سے نکال لیتا ہے۔ اور قول صواب کے ساتھ اُن کی طرف اشارہ کر کے آئندہ واقعات اور گزشتہ کے حالات سے خبر دیتا ہے۔ اور اُن نفوس میں جو اس سے کم مرتبہ کے ہیں تصرف کرتا ہے۔ کیونکہ وہ نفوس اپنے کچے ارادہ اور صاف ہمت کے ساتھ اس برگزیدہ نفس سے استفادہ کے طالب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مشائخ رضی اللہ عنہم اپنے مریدوں میں تصرف کرتے ہیں۔ وہ مرید جو ہمیشہ اُن کی خدمت اور اطاعت کو اپنا فرض سمجھ کر دل و جان سدا داکرتے ہیں۔ جو دلی صاحب کرامت ہوتے ہیں وہ اپنی کرامت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس کو بیان کرتے ہیں بلکہ اُس سے اعراض کرتے ہیں حالانکہ کرامتیں ان پر اس قدر وارد ہوتی ہیں جیسے سمندر کے بیچ میں موجیں آتی ہیں۔ اور اگر یہ ولی ایسے کام کریں جو انسانوں سے صادر ہوتے ہیں مثلاً کھانا پینا وغیرہ تو اس سے اُن کی ولایت کا انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ یہ بایں لوازم بشریت اور باعث زندگانی ہیں۔ مگر جو وقت ولی کا نفس کا بل ہو جاتا ہے۔ اور روح کے تحت سے نکل کر روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے تب وہ روح میں بھی جسطرح چاہے تصرف کر لے گا ہے چنانچہ بعض بعض اویسیاں لے چالیں چالیں دن تک کھانا نہیں کھایا ہے۔ اور یہ بات یعنی نفس کا نفسانی مشفقوں سے برہنہ ہو جانا سب سے بڑی کرامت ہے۔ اور یہی ہے بزرگی جسکی خبر اللہ تعالیٰ اپنے اس فرمان میں دیتا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔ اس کے مستحق بہت لمبی بحث ہے۔ اور ظاہر آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ کرامت روح اور نطق اور وجود





اُس قلب کے اور عالم ملکوت کے درمیان سے حجاب اٹھا دیتا ہے۔ تاکہ یہ قلب علی غیب کے حقائق کو دیکھ لے اور نفس کلی سے غیر منسوب علوم حاصل کرے۔ کیونکہ سب چیزیں لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں لیکن کو پڑھ کر بغیر غلطی اور خطا کے بیان کرتا ہے۔ یہ کرامت حقیقی اور ظاہری ہے۔ اور یہی کرامت جسوقت قوی ہو جاتی ہے۔ تب ولی اس کا نور اپنے تمام حواس میں پاتا ہے۔ یہاں تک کہ دور و راز کی باتیں سناتا ہے۔ اور خبریں دیکھتا ہے۔ اور تھوڑے عرصہ میں دور کی مسافت طے کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ اور اولیاء اللہ میں سے ایک کامل ولی بن جاتا ہے۔ اور نوافل اور فرائض ادا کرنا سے خدا کا ایسا مقرب ہوتا ہے۔ کہ خدا اُس کے کان آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق صحیح حدیث میں موجود ہے (یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے) پھر اللہ تعالیٰ اس ولی کی آنکھ کو اپنی کرامات کی طرف سے ہٹا دیتا ہے۔ تاکہ اس میں خود بینی اور عجب آن کر اس کی حالت کو مستغیر نہ کر دے۔ ولایت کے باب میں ہم اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کر سگے۔

پس اسے طالب تجھ کو چاہیے۔ کہ اس بات کو خوب سمجھ لے کہ کرامت نفس ناطقہ کا اس عالم دنیا سے عالم غیب کی طرف رجوع ہونا۔ اور نور غیبت کو قبول کر کے تمام عالم کے حالات موجودہ و آئندہ سے واقف اور مطلع ہو جانا ہے۔

نفس جس وقت تک بدن کے تحت میں رہتا ہے زیادہ چیزیں اس کو دکھائی نہیں دیتیں مگر جب جسم سے بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کی آنکھوں میں اپنے نور جلال کا سرور لگا دیتا ہے۔ جسکی تاثیر سے وہ حقائق اشیاء اور خفیات امور کو دیکھتا ہے۔ اور جسوقت قلب ناظر اور مبصر ہو گیا پھر زمین و آسمان میں کوئی چیز اُس پر پوشیدہ نہیں رہتی۔ صاحب کرامت وہی ہے جو صاحب فراست بھی ہے۔ اللہ قلے اس کے جسمانی سب قومی سلب کر کے نورانی قومی اس کو عنایت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ بندہ کلہ اللہ ہو جاتا ہے۔ اور غیر اللہ کا اُس میں کچھ حصہ نہیں رہتا۔

پس اسے طالب یہ نہ سمجھو کہ بغیر اتباع شریعت اور ایمان کے بھی کرامت مقبول ہے۔ ہرگز نہیں بغیر مشائخ اولیاء فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص ہوا میں اڑتا ہو۔ تو دیکھو کہ اُس کا حال کیا ہے۔ آیا وہ شریعت کا پابند ہے یا نہیں۔ اگر شریعت کا پابند ہے۔ تو اُس کی کرامت قبول کر لو۔ ورنہ قبول نہ کرو۔ اور جان لو۔ کہ وہ کرامت شیطانی ہے۔ کیوں کہ نفس جس وقت پاک



ہو کہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کرامت عنایت کرتا ہے۔ اور جب غیث ہو جاتا ہے تب شیطان اپنے کرمہ اس پر ظاہر کرتا ہے جن کو مخاریق کہتے ہیں۔ پس مخاریق معجزات اور کرامت کی ضد ہیں۔ جن کو فساد اور کفر ظاہر کرتے ہیں۔ اور انہیں کو استدراج بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ ان کے واقعات ہم نے بہت سنے ہیں۔ جو عام لوگ کفاروں اور راسیوں سے بطور کرامت کے نقل کرتے ہیں۔۔۔  
 مشرکوں اور ان لوگوں میں جو اپنے رب کے راستہ میں سچا قدم نہیں رکھتے ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں۔ جو کوئی بات کہیں۔ اور اُنہی کے موافق واقع ہو۔ اور اکثر اوقات دلوں کی باتیں بھی بتا دیتے ہیں جن پر اعتماد ہو جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ بعض دفعہ تو وہ بات اتفاقی ہو جاتی ہے۔ اور بعض دفعہ اُن کا سبب شیطانی باقا ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطانی نفوس بھی عالم میں اس طرح جاری ہیں جیسے نفوس ملکیت جاری ہیں۔ اور وہ آسمان کی طرف جا کروں سے کچھ باتیں سن آتے ہیں۔ اور اُن کو انسانوں پر اتقا کرتے ہیں۔ اسی کا نام کائنات ہے۔

پس تم اگر ایسے شخص کو دیکھو جسے فضولیات سے اعراض کر لیا ہے۔ اور احکام شریعت پر سر تپا قائم ہے۔ اوصاف شیطانی اور خصائل بھی کو بالکل اُس نے ترک کر دیا ہے۔ اور ہمیشہ مراقبہ اور ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے۔ پھر ایسے شخص سے کرامت ظاہر ہو۔ اور نور غیب کی روشنی اس پر پکھڑو اسکی تصدیق کرو اور اُس کے حکم کو مانو۔ اور اگر ایسے شخص کو دیکھو جو شریعت پر قائم نہ ہو۔ تو اُس سے منہ پھیر لو۔ اور خدا سے اپنے گناہ کی توبہ کرو اور مغفرت مانگو۔ اور اُس شخص کا ساتھ چھوڑ دو۔ بلکہ اُس کی صورت بھی نہ دیکھو۔ اور جان لو کہ وہ مجسم شیطان ہے +

جیسے کہ معجزہ کی تحقیق سے تم کو پرہیز کرنا چاہیے ایسے ہی کرامت کی تحقیق بھی نہ کیا کرو۔

کیونکہ کرامت کی حقیقت محض صاحب کرامت کا نور ہے۔ پس اہل کرامت کو پہچان لو جیسے کہ اہل معجزہ کو پہچانا ہے۔ اور انہیں اہل کرامت کی کرامت کو قبول کرو۔ اور اہل کرامت وہ ہیں۔ جن کی نشانی اُن کے چہرہ پر ہے۔ یعنی اُن کی عبادت کا نور۔ اور اہل کرامت وہ لوگ ہیں۔ جن کے دیکھنے سے تم کو خدا یاد آئے۔ اور اُن کی صورت سے تم کو عرفان الہی نصیب ہو۔ پس بے شک یہی اولیاء اللہ ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز العلیم۔ ان پر خوف ہے اور نہ یہ اذیت کے روزم غلبین ہوں گے +

# چوتھا باب۔ رویا کے بیان میں

## اس میں دو فصلیں ہیں

### پہلی فصل

رویائی مابیت اور اس کی حقیقت کے بیان میں۔ اسے طابو یہ بات تم کہ  
 معلوم ہو چکی ہے۔ کہ نفس ناطقہ اس عالم دنیا میں ایک مسافر ہے جسے حکم الہی کے موافق ملکوت  
 سے بدن کے اندر ہجرت کی ہے۔ اور اس کا میلان اپنے مرکز کی طرف ہے۔ اور ہمیشہ اس کو  
 اپنے وطن کا شوق رہتا ہے۔ اور اس ہمارے عالم سے زیادہ اس کی توجہ عالم بالا کی طرف  
 رہتی ہے۔ مگر یہ حکم الہی سے مجبور ہے۔ اور اس کے حکم کی قید میں مقید ہو رہا ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ  
 اس قید سے ذرہ سی جی رہائی اُس کو دے۔ تو یہ فوراً اس مکہ مقام یعنی بدن سے عالم بالا کو کھینچ  
 کر جائے۔ اور بدن سے ایسا نا آشنا ہو جائے کہ گویا اس میں آیا ہی نہ تھا۔ پھر اگر یہ نفس اس  
 منزل یعنی بدن میں مقارن ہو کر رہے جیسا کہ اس میں آنے سے پہلے تھا۔ تب ضرور  
 ہے کہ اُس کو اپنے اصل مقام کی ہوا لگتی رہے گی۔ اور خواب و بیداری میں یہ وہاں کی خبروں  
 کے ورود کا منتظر رہیگا جیسے کہ مسافر اپنے وطن کی خبر و خبر کا منتظر رہتا ہے۔ اور ہر روز رستوں  
 پر جا کر اپنے وطن سے آئیہواؤں کو تلاش کر کے وہاں کے حالات سنتا ہے۔ اگر خیریت سنتا ہے  
 تو خوش ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی بُرائی کی بات سنتا ہے۔ تو غمگین ہوتا ہے۔ غمگین مسافر کو کوئی بات  
 وطن اور اپنے اقرباؤں کی خبر سے زیادہ پیاری نہیں معلوم ہوتی۔ اسی طرح نفس اس منزل  
 تاریک قید خانہ میں مقید ہے۔ ہر ساعت اپنے وطن کی خبریں سننے شہر کے دروازوں کی طرف  
 جاتا ہے۔ یہ دروازہ بیداری میں حواس اور خواب میں وہم و خیال ہیں۔ پس اگر یہ نفس صاف  
 ہے۔ اور کامل قوت رکھتا ہے۔ تب تو اس کو غیب کے مصرعے اُس کے یوسف کی خوشبو  
 آ جاتی ہے۔ کاروان خیال کے دماغ تک نہیں خوشبو کے پہنچانے سے پہلے۔

ملہ یعنی جیسے کہ حضرت یعقوب کو یوسف کے کُترنے کی خوشبو مسوقت آگئی تھی۔ جسوقت کہ بشیر کاروان میں تھا کہ یوسف  
 اُس کُترنے کو بیکسر سے باہر نکلا تھا۔ بیشبہر اس جگہ اس بات کی بیان کی ہے کہ علوم بھی من کا طالب نہیں ہوتا  
 وہ بہت دیر یوسف کے پاس۔ اُن کی اطلاع مثل یوسف کی خوشبو کے اس کو پہنچتی ہے ۱۲



پس نفس جس وقت صحیح ہوتا ہے۔ اور اس کا صفا جو بہر اور کمال بشریت پورا ہو جاتا ہے۔ تب وہ علوم غیب کے معلوم کرنے کے واسطے خواب کا محتاج نہیں رہتا۔ بلکہ بیداری ہی میں جس وقت اپنے مرکز کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مطلب اس کا حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ حالت انتہاء کمال کی ہے۔ اور جو نفس اس مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اس کے حواس کی حرکتیں اس کو بیداری میں مرکز تک پہنچنے سے مانع ہوتی ہیں۔ اور جب یہ حرکتیں ساکن ہو جاتی ہیں جیسے نیند میں۔ اس وقت نفس ان فضولیات سے نجات پا کر اپنے مرکز کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور وہاں اس کو لطائف اخبار اور معانی اسرار حاصل ہوتے ہیں۔ پھر اگر یہ نفس مثل یعقوب کے ہے۔ تو جو کچھ اُس نے دیکھا ہے وہ اُس پر مشتبہ نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ اس کو بھولتا ہے بلکہ صاف صاف بیان کرتا ہے۔ اور اگر اس نفس پر طبعی حجاب پڑے ہوئے ہیں۔ اور اس کی قوت ادراکی کمزور ہے۔ تب جو کچھ اس نے دیکھا ہے۔ وہ خیال کے پردوں میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

یہ دونوں حالتیں خواب کی ہیں جن کے بیان کرنے سے تم کو معلوم ہو گیا۔ کہ خواب کی حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی نیند کی حالت میں جبکہ حواس کا روبرو سے فارغ ہوں۔ کسی بات کا شاہدہ کر لے۔

خواب بیداری کی ضد ہے۔ خواب یہ ہے کہ حواس ساکن ہو جائیں۔ اور حرکتیں بند ہوں یا یوں کہا جائے کہ نیند چھوٹی موت ہے۔ اور موت بڑی نیند ہے۔ اور جو چیز کہ نفس خواب میں دیکھتا ہے۔ وہ اس کے خلاف ہوتی ہے۔ جو حس بیداری میں دیکھتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جس وقت نفس کے قوے ناقص اور کمال سے دور ہوں اس وقت حس کا دیکھنا اس کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ اور جس وقت نفس کامل اور قوی اس کے پر زور ہوں۔ اس وقت نفس کا دیکھنا حواس کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ حس طرف رنگ اور شکل کو دیکھتا ہے اور نفس خواب میں حقائق اشیا کو دیکھتا ہے۔ جب نفس ضعیف ہوتا ہے۔ تب خیال اس پر غلبہ کرتا ہے۔ اور اس خیال ہی کے غلبہ سے اس کو خواب دکھائی دیتے ہیں مگر جو نفس قوی اور صحیح و سالم ہے وہ نہیں ہوتا۔ اور نہ اُس پر کوئی آفت آتی ہے۔ کیونکہ نیند قالب کی واسطہ ہے۔ نہ نفس کی واسطہ بلکہ نفس کے واسطہ یہ ایک شریف حالت ہے۔ جس کی نسبت

وارد ہے۔ کہ تَوَمَّ الْعَالِیُّ خَیْرًا مِّنْ یَّقْظُوہُ الْجَاحِلُ یعنی عالم کا سونا جاہل کی بیداری سے بہتر ہے  
رویکے بہت سے مراتب ہیں۔ جن کو تم غفیر بعین اہی جان لو گے۔

## دوسری فصل رویا کے مراتب کے بیان میں

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الرُّؤِیَاءُ ثَلَاثٌ رُّؤِیَا مِّنَ اللّٰہِ وَرُّؤِیَا مِّنَ النَّفْسِ وَرُّؤِیَا مِّنَ الشَّیْطَانِ یعنی رؤیا تین قسم کے ہیں ایک رؤیا خدا کی طرف سے ہے اور  
ایک رؤیا نفس کی طرف سے ہے۔ اور ایک رؤیا شیطان کی طرف سے ہے۔

معلوم ہو کہ نبوت کے کلمات معانی کے خزانے اور حکمت کے سرچشمے ہیں حکماء کی تمام بحثیں اور  
گفتگوئیں شارع علیہ السلام نے ان تینوں جلوں میں ختم کر دیں۔ جو نہایت ہی مختصر ہیں۔ زبان پر ہلکے  
اور میزبان میں بھاری ہیں۔ اور رؤیا کی تین قسمیں اس سبب سے ہوئیں کہ انسان تین نفسوں سے  
مکرب ہے نفس ناطقہ نفس نوائہ اور نفس آمارہ سے اور نفس آمارہ ہی میں شیطان کا تصرف  
ہے۔ یعنی یہ نفس خاص شیطان ملعون کا شاگرد ہے۔ اور نفس نوائہ طبعی امور میں تصرف کرتا  
ہے۔ اور خیال اس کے بنچاؤ و کمار کے ہے۔ اور نفس ناطقہ یہی نفس مطمئنہ ہے۔ جو بدن اور اس کی  
تمام قوتوں کی تدبیر کرتا ہے۔ عقل سلیم اس کی سردار اور استاد ہے۔ اور اس کے اوپر اس کا پروردگار  
ہے جس کے قبضہ میں یہ سب ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے۔ ان میں تصرف کرتا ہے۔ پس

گویا سب کا اصل اصول یہی نفس ناطقہ ہے۔ باقی دونوں نفس مرتبہ میں اس سے کم ہیں۔ اور  
ان کی بقا اور ان کا اور اک بھی اس کے مقابلہ میں نہایت جزوی ہے۔ مگر یہ دونوں نفس یعنی  
لوائہ اور آمارہ نفس مطمئنہ سے لڑنے کو تیار ہوتا ہے ہیں۔ اور ان کی آپس میں خوب کشتی ہوتی ہے  
پس اگر نفس مطمئنہ یعنی ناطقہ غالب ہو گیا۔ تب وہ خیال اور طبیعت کے حجابات کو چھا کر اپنے عالم  
انوار سے جا بھتا ہے۔ اور اگر اس کی کمزوری کے سبب سے یہ دونوں اس پر غالب ہو گئے تب  
پھر ان دونوں میں جنگ شروع ہوتی ہے۔ یعنی نفس آمارہ اور نفس نوائہ میں۔ پس اگر لوائہ غالب آجائے  
تب وہ رؤیا کو اخیالات میں آئیختہ دیکھتا ہے۔ اور عقل کی طرف سے کسی تجربہ کار تیز دینے والے

لے یعنی عقل کی میزان میں جب ان دونوں کو وزن کیا جائے اس وقت ان کی سلیم مقدار معلوم ہوتی ہے ۱۲



کا محتاج ہوتا ہے۔ تاکہ وہ تجلّیل کے حجاب کو اٹھا دے۔ پھر فکر کی طرف سے بھی ایک وکیل کی اس کو ضرورت ہوتی ہے۔ جو لچھے بڑے اور راست و دروغ میں تمیز کرے۔ پھر ایک ایسے مدبّر کا ضرور متنبہ ہوتا ہے۔ جو اس کو نفسِ ناطقہ کے پاس پہنچا دے۔ اور یہ مدبّر قوتِ ذہنی ہو۔ اُس وقت نفسِ ناطقہ اُس رُوح یا میں سے جو کچھ قبول کر نیکی لائق ہو تاہے۔ وہ قبول کر لیتا جو اور باقی کو عقل کے سامنے پیش کرتا ہے عقل اس کے سمجھنے میں کمزوری ظاہر کرتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جو خیرِ آئینہ خیال میں دیکھی گئی وہ عقل کے اور اک سے بہت دور تھی۔ پس عقل اُس کو جو اس کے سپرد کرتی ہے۔ جو اس جب اُس پر توجّہ ہوتے ہیں تو بہت سی شکلوں اور رنگوں اور فاسد ترکیب میں اُس کو چھپا ہوا پاتے ہیں جس میں سے کچھ اچھی ہوتی ہے۔ اور کچھ خراب ہوتی ہے۔ تب اُس وقت تعمیر دینے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو نہایت عقلندہ تجربہ کار باریک میں ہو۔ اور اس بات پر قادر ہو کہ اس خبر کی تعریف میں جس پر خیال غالب ہوا ہے نفس کو عقل کی طرف لے جا سکے پھر لائق طریقہ سے گھسٹا بڑا کر وقت اور شہر اور زمانہ اور مزاج کی جو طبیعت میں غالب ہو رعایت کر کے تعبیر بیان کرے۔ ان سب باتوں کا مفصل بیان کتبِ تبصیر میں موجود ہے۔

اور اگر نفسِ لواہ پر نفسِ امارہ غالب ہو گیا۔ تب کوئی رُوح یا حاصل نہ ہو گا کیونکہ شیطان اس پر قابض ہو گیا ہے۔ اور وہ اُس میں ایسا تصرف کرتا ہے۔ جیسے امیر اپنے خزانہ میں کرتا ہے پس اس وقت بجز بد خوئی کے اور کوئی خواب دکھائی نہیں دیتا۔ جو کچھ دن کو کرتا ہے وہی باتیں رات کو خواب میں دیکھتا ہے۔ یا ایسی باتیں دیکھتا ہے جن کا نہ اعیان میں وجود ہے۔ نہ صفاتِ ذہنوں میں۔ بلکہ شیطان ایسے عجائب و غرائب اُس کو دکھا کر اسکے ساتھ کھیل اور تفریح کرتا ہے۔ اس خواب کے واسطے تعبیر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ خواب بالکل جھوٹا اور حق سے بعید ہے۔ اور اُس خواب کے مقابل ہے۔ جو نفسِ طاہر سے صادر ہوا ہے یعنی وہ انتہاء کمال میں ہے۔ اور یہ انتہاء نقص میں۔ پس خلاصہ یہ ہے۔ کہ خواب تین قسم کے ہیں۔ ایک شیطانی جو خواہش کے غلبہ اور اخلاقِ خبیثہ کے مزاج پر غالب ہونے اور سونے والے کی عبادت اور طہارت کا پابند نہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا خواب نفسِ انسانی

کی طرف سے ہے۔ مگر اس میں زیادہ حقد خیال کا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی عقل کی کم التفاتی اور قلب کی کمزوری سے یعنی خرافات اور محسوسات میں اس کے مشغول رہنے سے پیدا ہوتا ہے یعنی اس خواب کا دیکھنے والا اس بات پر قادر نہیں ہوتا کہ جو کچھ اُس نے دیکھا ہے۔ اُس کو اُسی طرح بیان کرے بلکہ بعض واقعات اور الفاظ کو بدل دیتا ہے۔ اور اس تغیر کا باعث اس کے عقل اور قلب کی کمزوری ہے۔ تیسرا خواب نفسِ ناطقہ کا ہے۔ اس میں خیال کی طرف سے کوئی اختلاط اور ملائین ہوتا ہے اور نہ شیطان کا اس میں کچھ دخل ہوتا ہے۔ اسی سبب یہ خواب بالکل صدق اور حق ہے۔ اور یہ غیب کی خبر ہے جو نیند کے ذریعہ سے منکشف ہوئی ہے۔ اور یہ خواب ان تینوں طرح کے خوابوں میں سب سے زیادہ اعلیٰ درجہ کا ہے اور ان تینوں خوابوں میں صرف وہ خواب جس میں خیال کا تصرف ہوتا ہے۔ تبصیر کا محتاج ہے۔ اور جو خواب شیطانی تصرف سے ہے وہ بالکل مقبول نہیں ہے۔ کیونکہ وہ محض لغو اور جھوٹا ہے۔ اور جو خواب سچا ہے وہ مقبول ہو اور اسی کی تعریف خدا تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں فرمائی ہے۔ **لَكُمْ الْبَشَرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ** یعنی مومنوں کے واسطے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ مفسروں۔ بات پر اجماع کیا ہے۔ کہ دنیاوی بشارت سے نیک اور سچا خواب مراد ہے۔ اور آخرت کی بشارت رویتِ حق ہے۔

پس کل قسم کے خواب جو ہم نے بیان کیے ہیں تین ہیں۔ ایک وہ خواب جو حق تعالیٰ کی طرف سے تلمیح ہے اور دیکھنے والا خواب جس میں نفس کی طرف سے خلل پڑ گیا ہے اور ایک خواب جو اضغاثِ احلام یعنی شیطانی تصرفات سے ہے۔ وہ خواب جس میں نفس کی طرف سے خلل پڑا ہے۔ وہ خیال اور خیال سے مرکب ہے۔ اور اسی واسطے اُس کے لیے تبصیر دینے والے کی ضرورت ہے اور جو خواب کہ شیطانی ہے۔ اُس کے لغو اور جھوٹ ہونے کے سبب اُس میں تبصیر کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جو خواب خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اُس میں بھی سبب اُس کے واضح ہونے کے تبصیر کی ضرورت نہیں ہے۔

لغو اور بیہودہ خواب اکثر جنون اور نشہ کے سبب سے دکھائی دیتے ہیں۔ اور عللِ مزہ اور امراضِ فاسدہ مثل سمر سام اور خناق اور حَقَنان وغیرہ سے بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور



نفس خبیث

نفس خبیث

جس خواب میں خیال کا تصرف ہوتا ہے وہ اکثر خوف یا امید یا کسی کام کا گمان غالب ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات خوشحالی میں یا مشقت اٹھانے کے بعد دکھائی دیتا ہے۔ اس قسم کے خوابوں میں اکثر اچھے اچھے مقامات اور عمدہ عمدہ رنگ اور سیدھی سیدھی تشکیلات اور پاکیزہ اور اچھی صاف ستھری جگہیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور شیطانی خوابوں میں بد بوئیں اور ناپاکیاں اور سانپ بچھو اور طرح طرح کی تخلیقیں دکھائی دیتی ہیں جیسے کہ جنات اور شیاطین ستارے ہیں ان بد خوابیوں کا علاج مسلسل اور قصد سے کرنا چاہیئے اور دل کو روغن بادام وغیرہ مقوی روغنوں سے تر رکھیں تاکہ اس آفت سے نجات ہو۔ اور وہ خواب جو تائید الہی سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ ایسے کو دکھائی دیتا ہے۔ جو اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہو کہ معرفت الہی میں مشغول ہوتا ہے اور کل لغویات سے اعراض کرتا ہے۔ اور پوشیدہ اور ظاہر میں مکمل طور سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ با طہارت سوتا ہے۔ اور نیند کے غالب ہونے تک خدا کا تحکم کیا کرتا ہے۔ پس یہ شخص بشریت کی حد سے بچ کر قدس ملکوت میں جا پہنچتا ہے۔ اور نیک خواب اس کو دکھائی دینے شروع ہوتے ہیں۔ اور اکثر اوقات یہ شخص خواب میں فرشتوں اور نوروں اور جنت کو دیکھتا ہے یہاں تک کہ کبھی کبھی اس کو انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقات ہوتی ہے۔ اور ان کی شرف صحبت اور ہم کلامی سے مشرف ہوتا ہے۔ اور جب اس مقام سے بھی ترقی کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا بلا مثال اور تخیل کے مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ خواب دنیا و مافیہا سب سے بہتر ہے۔ اور میں نے بھی نیک خواب کئی بار دیکھا ہے۔ اس مبارک خواب کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہے جس میں جمال پروردگار کی زیارت ہوتی ہے۔ یہ سب سے اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اس کے بعد وہ خواب ہے جس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ یہ خواب بھی میں نے چند بار دیکھا ہے۔ اور اس سے کم درجہ کا وہ خواب ہے جس میں بزرگان دین اور اولیاء کا ملین اور صالحین کی زیارت ہوتی ہے۔ اور اس کا اتفاق بھی مجھ کو بار بار ہوا ہے۔

نفس خبیث

جس وقت فراج فاسد ہوتا ہے۔ اس وقت خیالی خواب دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ تعاف ہر شخص کو اکثر ہوتا ہے۔ اور جب وقت شیطان کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس وقت یہ بد خوابیاں بہت ہوتی ہیں۔ اور بعض وقت یہ بد خوابی سوئے والے کی روح کے واسطے ایک عذاب

ہوتی ہے۔ جب کہ اُس کی روح گناہوں میں مستغرق ہوتی ہے۔ اور باطل کی طرف متوجہ ہو کر حق سے غافل ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات بدخواہی اُس کے کھانے پینے کے فساد سے دکھائی دیتی ہے۔ اور بعض دفعہ محظورات کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جب انسان معاصی اور قبائح کا مرتکب ہوتا ہے۔ اُس کا قلب سخت اور سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور سخت اور سیاہ قلب خدا سے دُور اور شیطان سے قریب ہوتا ہے۔

نیک خواب

نیک خواب کے بہت سے اسباب ہیں جو شخص اُن کو بجالائے۔ اُس کو نیک خواب دکھائی دیتے ہیں اور وہ اسباب یہ ہیں کہ غذا کھانا اور اچھی غذا کھانا اور وضو کو اعتدال پر قائم رکھنا عبادات کی موافقت رکھنا کیونکہ عبادت کی موافقت قلب کو نرم کرتی ہے۔ اور نرم قلب شیطان سے دُور اور خدا سے نزدیک ہے۔

نیک خواب نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **الْوَرَقُ يَا النَّبِيَّاتُ جُزْءٌ مِّنْ سَلْبِكُمْ وَآذَانُكُمْ جُزْءٌ مِّنَ الْمُبَاقِيَةِ** یعنی نیک خواب نبوت کے چھبالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے یہ حدیث بڑی بڑی اسنادوں کیساتھ مشہور کتابوں میں حضور علیہ السلام سے روایت ہے۔ اور حدیث شریف میں جو نبوت کے چھبالیس حصے فرمائے ہیں۔ اس کی حقیقت مجھ کو کئی وجوہ سے معلوم ہے۔ مگر یہاں صرف ایک وجہ بیان کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ نبوت ایک قوتِ آئینہ ہے۔ جو شامل ہے اخلاق حسنہ اور احوالات مقدسہ پر اور حقیقت یہ اخلاق اور احوالات آسمانی تاثیر سے حاصل سے ہوتے ہیں۔

نہی اگرچہ عالم کا ایک جز ہے۔ مگر حقیقت وہ کل عالم ہے۔ کیونکہ عالم اور اُس کے اندر جو چیزیں ہیں سب کی مصلحت اور نبوت سے متعلق ہے پس شارع علیہ السلام نے جو نبوت کے چھبالیس حصے فرمائے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ اس عدد میں عالم کی کلیات کی مناسبت ہے۔ چنانچہ آفتاب کے بارہ برج ہیں اور ماہتاب کی اٹھائیس منزلیں ہیں اور عالم کی چھ جہتیں ہیں۔ یہ سب ملکہ چھبالیس ہوئے وہی چھبالیس حصے نبوت کے ہیں۔ پس گویا عالم کی سب جہتیں اور تمام چیزیں نبوت کے حصوں کے اندر ہیں۔ اور اگر بحیثیت تخلیق کے لیا جائے تو اس میں شک نہیں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ صاحب



اخلاق تھے۔ اور کل اخلاق چالیس ہیں۔ اور سب اخلاق میں چہندہ بچہ اخلاق ہیں۔ پس یہ سب نبوت کے چھیالیس حصے ہوئے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نبوت کے ان چھیالیس حصوں کے علاوہ اور بھی حصے ہیں کیونکہ یہ چھیالیس حصے جن سے اخلاق مراد لیے ہیں۔ طبعی ہیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ نبوت کے بعض اجزاء قدسی اور بعض ربانی بھی ہیں۔ ان کی تفصیل نہایت دریل ہے جس کے بیان کرنے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ علم نبوت میں ایک خاص رسالہ لکھینگے اور اس میں اس کے اجزائی تفصیل پوری شرح کے ساتھ بیان کریں گے۔

وہ رہا جو مومن کے واسطے دنیا میں بشارت ہے وہ ہے جو بعض انبیاء کو بھی حاصل تھی۔ کیونکہ بعض انبیاء ایسے تھے کہ ان کے نفوس بیداری میں قبول وحی کی پوری قابلیت نہ رکھتے تھے۔ اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا بھی خواب ہی سے ہوئی ہے چنانچہ پہلا خواب جس میں اللہ تعالیٰ آپ پر ظاہر ہوئے تھے۔ وہ تھا۔ جو آپ نے بچپن کے زمانہ میں حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ سے مومنین کے مکان میں دیکھا تھا۔ جس کی خبر اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں دیتا ہے وَمَا جَعَلْنَا الْإِنشَاءَ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ يَشَاءُونَ رَبُّهُمْ ثُمَّ كُودُكَمَا تَحْتَا اُس کو نہیں کیا ہم نے گرفتہ لوگوں کے واسطے اس رؤیا میں نفس مطمئنہ کی طرہ اشارہ کیا ہے پھر اس کے بعد نفس نامہ سے اس لفظ کے ساتھ خبر وحی ہے وَالشُّجُورَةُ الْمَلْعُونَةُ فِي الْقُرْآنِ - اور جو خواب کہ حضور نے مدینہ میں دیکھا تھا اور خدا تعالیٰ سے اپنے وطن یعنی مکہ شریف جانے کی دعا کی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے سچا کیا چنانچہ فرماتا ہے۔ لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْوُحْيَا بِالْحَقِّ لَقَدْ كَانَ مِنَ الْمُفْضَلِينَ اِنَّ فِي الْاٰيَاتِ لَآيَاتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے فرزند کے حق میں ایسا ہی سچا خواب دیکھا تھا جسکی خبر خداوند تعالیٰ نے دی ہے يَا اَيُّهَا اِبْرٰهِيْمُ اِنِّي اَعٰتٰكَ اٰيٰتًا فَانْظُرْ مَاذَا تَعْبُدُ یعنی حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ میں تجھ کو دوزخ کر رہا ہوں پس تو بتلا کہ تیری کیا راہی ہے

یعنی بیشک خدا نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے جس کیساتھ یقیناً تم غریب سجدہ حرام میں داخل ہو گئے  
انشاء اللہ اس کیساتھ بعض تم میں سے سرمنڈائے ہونگے اور بعض بال کمرائے ہوئے ہونگے ۱۳

حضرت ابراہیم نے یہ سوال فرزند سے محض اُن کی ثابت قدمی معلوم کرنے کے واسطے کیا تھا اُنوں نے جواب دیا۔ **يَا اَكْبَرُ الْفَعْلُ مَا تَوَقَّعْتَ سَيَجِدُ بَنِيكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ** یعنی کہا کہ والد صاحب جو آپ کو حکم کیا گیا ہے وہ آپ بجالائیے مجھ کو آپ انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ اگر حضرت ابراہیم کو یہ حکم بیداری میں ہوتا تو پھر اس کا تبدیل ہونا ممکن نہ تھا۔ اسی حکمت سے اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت ابراہیم کی آزمائش کے واسطے خواب میں اُن کو یہ حکم کیا پھر جب اُن کی اور اُنکے صاحب زادے کی ثابت قدمی معلوم ہو گئی۔ تب وہ فرمایا کہ اُس حکم کو تبدیل کر دیا۔ چنانچہ ان آیات میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ **فَلَمَّا اَسْلَمَا وَكَلَّمَا بِلُغَةِ بَنِي اِسْرٰءِیْلَ عَظُمَتْ** تک وہ پس اسے طالب اس بات کو جان لے کہ تو اس قالب میں جس وقت تک ہے سوتا ہے اور تمام عمر تیری نیند ہی میں گزرتی ہے۔ اور تو وہی خواب میں دیکھ رہا ہے۔ جو نفس جزوی نیند میں دیکھتا ہے۔ اور یہ دنیا میں تیرا دیکھنا بھی خواب ہی کی اُن تینوں قسموں کی مشمل ہے۔ یعنی ایک تائید الہی جس سے علم و عمل مراد ہے۔ اور ایک خیالات نفسانی یعنی وہ تصورات اور تصدیقات جو ترے قلب میں سامان عیش و عمارت اور کھانے پینے کے متعلق پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایک شیطانی تصرف یعنی حرص اور طمع اور دنیاوی زندگی کی آرزوئیں جو بالکل بھولنے کی ذمت و تفاجر ہے۔ پس دنیا کا نیک خواب یہ ہے کہ انسان معرفت الہی حاصل کرے۔ اس خواب کی تعبیر آخرت میں متغیر نہ ہوگی۔ اور جیسا کہ دنیا میں یہ خواب دیکھا ہو ویسا ہی آخرت میں ظاہر ہو گا چنانچہ خداوند تعالیٰ اس کے متعلق فرماتا ہے **مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ لَآتٍ** یعنی جو شخص خدا سے ملنے کی امید رکھتا ہو (پس وہ جان لے) بیشک خدا سے ملنے کا وقت آتیوا ہے۔

خوابِ حقیقی

اور وہ خواب جو نفس کی طرف سے ہے۔ وہ دنیا کے اندر نیک کام اور عبادتیں بجالانی ہیں جن کی تعبیر آخرت میں ملے گی۔ یعنی اُن کا یہ کہ اور خواب جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يُلَاقِهَا فَتْحُ الْاٰخِرَةِ** کان **سَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يُلَاقِهَا فَتْحُ الْاٰخِرَةِ** عَطَا رَبُّكَ وَمَا كَانَ عَطَاكَ لَمْ يَكُنْ يَحْضُرُ اور وہ خواب جو شیطانی تصرف ہے وہ دنیا کی محبت اور دنیا میں

ملنے میں جب محبت باہم اور ان کے فرزند ملنے کے بعد ان کی تعبیر کر دیا اور اُس کے بجالانے پر آمادہ ہو کر جب خدا نے حکم کو دینا منتقل کر دیا اور یہ دلیل کہ آخرت میں ایک نیکو حکم دیا کہ اس کو نیک کر دے اور جسے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کو سب سے پہلے کوئی کی اور وہ سچا مؤمن کی کہ پہلے کوئی کوئی کوئی کہ ان مؤمنوں کو ان کا فروع و دونوں کو ہم اہل و عیال میں اور ہمارے رب کی بخشش کسی پر نہیں ہو

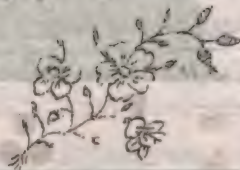


منہمک ہو جاتا ہے اس کی آخرت میں کوئی تعبیر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اضغاث احلام میں سے ہے۔ جس کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے **فَمَا لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ مِنْ لَكَبٍ يَصْلَبُ** یعنی اُس کیو اسطے آخرت میں کوئی کچھ حصہ نہیں ہے۔

پس اسے طالب تو اس دنیا میں سوتا ہے۔ اگرچہ تو جانتا ہے۔ کہ میں جاگتا ہوں۔ مگر نیند تمام عمر تیری نیند ہی میں گذر رہی ہے۔ جب اس دنیا سے عالم آخرت کی طرف انتقال کرے گا۔ اُس وقت بیدار ہوگا۔ جو کچھ اس زندگی میں دیکھ رہا ہے وہ محض خواب و خیال ہے۔ جس کا کچھ وجہ نہیں ہے۔ جسوقت آنکھ کھلی کچھ بھی نہ رہا۔ پس تجھکو چاہیے کہ ان سامان دنیاوی کے ساتھ غرور نہ کرے کیوں کہ مغرور کا آخرت میں عذریہ نہ بنا جائے گا۔

تیری نیند کی انتہا تیرے آخر روز ہوگی۔ اور جسوقت تو میریگا۔ اُس وقت بیدار ہوگا۔ اور جان لے گا کہ تو نے کیا خواب دیکھا۔ اگر اچھا خواب دیکھا تھا۔ یعنی دنیا میں نیک کام کیے تھے۔ تب تجھکو فرحت اور سرور اور نعمتیں حاصل ہوں گی۔ اور اگر بد خوابی ہوئی تھی یعنی دنیا میں بُرے اعمال کیے تھے تب تجھ کو رنج و غم اور عذاب میں گرفتار ہونا ہوگا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے **وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ** یعنی عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیے ہیں۔ کہ کون دھمکاؤں میں جائیں گے۔

پس سب سے بہتر خواب جو اس دنیا میں تو دیکھے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اپنے قاب کی آنکھ سے حقیقت الہیت کو دیکھ اور نبوت کے نور کو حاصل کر۔ کیونکہ جب تو اس دنیاوی نیند سے بیدار ہوگا۔ اُس وقت تجھکو اس خواب کی لذت اور صلوات معلوم ہوگی۔ اور تیرا یہ خواب رؤیہ حق ہوگا۔ حیث صدق کے ساتھ اور تیرا حال اُن لوگوں کا سا ہو جائیگا۔ جسکو قرآن شریف نے زبان بیان کے ساتھ فرمایا ہے۔ **لَتَنبُذَنَّكَ الْمَسْجِدَ الْأَكْرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَمِينٌ خُلِقَ مِنْ دُوسِكُمْ وَمُهَجَّرٌ مِنْ خُفَاؤُنْ فَكَيْفَ مَالَهُ تَعَلَّمُوا الْجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتَحْذَرُوا قَرِيبًا**



# پانچواں باب شریعت کے بیان میں

## اس میں دو فصلیں ہیں

شریعت

**پہلی فصل** شریعت اور اس کی بابت کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شریعت لکھو توین الذین مکاتبتی یہ نوحًا۔ معلوم ہو کہ شریعت لغت میں روشن اور کشادہ رہتہ کو کہتے

ہیں جس میں کسی چلنے والے کو شک نہ واقع ہو۔ یہ راستہ اسلام ہے۔ اور یہی وہ ملت حقیقیہ ہے جس پر تمام انبیاء اور مسلمین چلے ہیں۔ یہ راستہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان میں ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا وہ خدا تک پہنچ گیا۔ اور سعادت ابدیہ اُسکو حاصل ہوئی۔ اور جس کا

شارع عام

قدم اس راستہ سے ہٹ گیا۔ وہ بدیشک گمراہ ہو گیا۔ جو راستہ کشادہ اور وسیع ہوتا ہے۔ اور کثرت سے لوگ گھسرتے ہیں اُسکو شارع کہا جاتا ہے پس شریعت کا لفظ فطرت اور شارع دونوں سے استخراج کیا گیا ہے۔ کیونکہ شارع وہ مشہور راستہ ہے جو ایک شہر سے دوسرے شہر یا قصبہ کو جاتا ہے۔

اور قافلے اور سوار اور پیدل سب اُسی پر چلتے ہیں۔ لغت میں تو شریعت اور شارع کے یہی معنی ہیں۔ جو بیان ہونے لگا۔ مگر اصطلاح میں شریعت وہ راستہ ہے جو مؤمنین کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ اور اگر

اُس کو دو مقاموں کے بیچ میں رکھا جائے تب اس طرح سمجھنا چاہیے گمراہی اور آخرت کے درمیان میں راستہ ہے۔ یا دوزخ سے جنت کا راستہ ہے۔ شریعت سب بڑا راستہ ہے۔ اور اسی میں صراط

اور حقیقت اور خط مستقیم اور خط استواء اور کل خطوط ہیں۔ اور سب راستے اسی کے اندر واقع ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے کیونکہ سب راستے شریعت ہی سے نکلے ہیں اور شریعت

ہی سب کی اصل اور جڑ ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ آدم علیہ السلام کو تمام مخلوق پر برگزیدہ کیا۔ اور خلافت اور نبوت کے ساتھ آیت کو نیرنگی دی۔ اور خواستے آپ کی شادی کی۔

پھر آپ کے اولاد ہوئی شروع ہوئی۔ اور بہت کثرت سے ہو گئی۔ تب اُن میں سے ہر ایک نے یہ چاہا کہ اپنی رائے سے اپنا طریقہ جدا گانہ بنالے۔ اور بہت اختلاف اُن کے آپس میں پیدا ہو گیا

یہاں تک کہ قابیل نے بائبل کو قتل کر ڈالا۔ اور سب نے اپنی اپنی رائے سے نیا مذہب ایجاد کر لیا۔

ملہ یعنی تمہاری واسطے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جسکی فوج مکرر حیثیت کی تھی



تسبا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی متابعت سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ اے آدم تم نہیں میں میرے خلیفہ ہو میں اپنے اور تمہارے درمیان میں ایک راستہ مقرر کرتا ہوں جس کا نام شریعت ہے اور شریعت کے معنی یہ ہیں کہ احکام الہی کا مطیع اور فرماں بردار ہو جائے کیونکہ حکم خدا ہی کا ہے اور اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ جب آدم کو یہ علم ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے اُن کے واسطے شریعت مقرر کی ہے۔ اور انہوں نے عرش پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھا ہوا دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ کس مقدس اور برگزیدہ بندہ کا نام ہے جو تیرے عرش پر لکھا ہوا ہے۔ فرمان ہوا اے آدم یہ تیری اولاد میں سے ایک شخص ہیں۔ ان کو میں نے سب لوگوں پر شرف اور بزرگی عنایت کی ہے۔ اور اپنے کلام اور رسالت کے ساتھ برگزیدہ کیا ہے۔ اور یہ زمانہ کے آخری دور میں ظاہر ہوں گے نبوت ان پر ختم ہو جائیگی جو شریعت میں نے تم کو دی ہے۔ وہی شریعت اُن کی ہوگی۔ تاکہ اول و آخر میں اختلاف نہ رہے اور دین حق بلا قائم ہو۔ پس اسلام کے یہی معنی ہیں کہ احکام خداوندی کی اطاعت کی جائے اور یہی اطاعت کا طریقہ جس کا نام شریعت ہے۔ اس کی دو طرفیں ہیں ایک ربوبیت کا اقرار اور دوسرے جمودیت پر اصرار اور یہی وہ راستہ ہے جس سے بندہ خدا کی حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اور آسمان و زمین کی کل مسطحیں اس کے اندر ہیں۔ اور اسی میں رحمت کے خزانے اور نجات کی کنجیاں ہیں۔ شریعت کی حقیقت کسی زمانہ میں مختلف نہیں ہوتی۔ اور نہ کسی امت نے اس کا انکار کیا ہے کیونکہ ہر قوم ایسے طریقہ کو چاہتی ہے جس سے اس کی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت ہو یہ طریقہ آدم علیہ السلام لیکر قیامت تک جاوی ہے۔ اور اس میں کوئی جھگڑا اور قصہ قضیہ نہیں ہے۔ اور یہی موافقت لوگوں کے اندر اصلی شریعت میں موجود ہے جس سے صلح اور محبت کا اقرار کرنا اور جمودیت اور تسلیم و اطاعت پر قائم رہنا مراد ہے۔ پس یہ شریعت کبھی مختلف نہیں ہوتی۔ اور اسی کا اندر اخلاق بھی جوڑ میں سچ بولنا انصاف کرنا علم کو جو حالت سے بہتر سمجھنا۔ پس شریعت ایسی متفق علیہا ہو کر فرمائی کہ وہ لوگوں میں اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ وہی شریعت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی واسطے مقرر کی تھی۔ اور اسی شریعت کے سبب سے قابل اپنے قتل کرنے پر افسوس کرتا ہے۔ اور ظالم اپنے ظلم پر نادم ہوتا ہے۔ اور اسی شریعت کے سبب سے ملامت لے جان لیا کہ حکم الہی کی اطاعت تکبر سے بہتر ہے۔

مکتبہ

کیونکہ شریعت میں دونوں باتیں موجود ہیں۔ اطاعت کے واسطے رحمت اور کبر کے واسطے لعنت اور شریعت ہی میں ہر ایک چیز کی بھلائی بڑی ظاہری گئی ہے۔ پس شریعت ہی وہ چیز ہے جو لوگوں کو اُن کے پیچھے نمودوں اور بیودہ آرزوؤں سے منع ہوتی ہے۔ پس اس صورت میں سب لوگ شریعت کے غلام ہیں اور جزوی اختلافات اُن میں سے اُٹھ گئے ہیں۔

جب خداوند تعالیٰ کے ہاں سے شریعت ظاہر ہوتی تب شیث بن آدم عیسا السلام لوگوں کو اُس کی طرف بلانے کھڑے ہوئے جس نے اُن کی اطاعت کی اُس نے نجات پائی اور جیسے نافرمانی کی وہ کراہ ہو گیا۔ اسی طرح اللہ نے آدم کو بھی شریعت کا پابند کیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ اس پر خوب احتیاط کے ساتھ قائم ہو۔ اگر تمہارا قدم اس پر سے پھسل گیا۔ تو تم شیطان کی لشکر میں شامل ہو جاؤ گے اس خوف سے آدم نہ نہایت رقیق القلب اور مطیع بنئے حالانکہ اس سے پہلے بالکل آزاد و خلیفہ تھا۔ ایک روز جنت میں سیر کر رہے تھے۔ گیہوں کو دیکھ کر اُس کے کھانے کی خواہش ہوئی۔ اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور خیال کیا کہ میں جیسا کہ پہلے آزاد تھا ویسا ہی اب بھی ہوں شریعت نے فوراً انسانی خواہش کے پورا کرنے سے منع کیا اور کہا لا تَقْرَبُوا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونُوا مِنَ الظَّالِمِينَ یعنی تم دونوں آدم اور حوا اس وحشت کے قریب نہ جاؤ ورنہ ظالم بن جاؤ گے۔ آدم نے کہا کیا میں خلیفہ واجب الاطاعت نہیں ہوں۔ کہا گیا کہ ہاں بیشک ہو مگر تم مطیع بندہ بھی ہو۔ مگر جب آدم نے بھول کر گیہوں کھالیا۔ اور آواز آئی وَهَبْنَا آدَمَ رَبَّهُ فَقَوَّاهُ بِمَا نَهَى عَنْهُ ابْنُ آدَمَ کی نافرمانی کر دیا۔ اور تب آدم نے جاننا کہ شریعت خدا کا کوزا ہے جس سے وہ لوگوں کو حق کی طرف ہرکاتا ہے۔ اور عقلمندوں کی یاگ ہے۔ اور آدمیوں پر خدا کی طرف سے یہ ایک نگہبان جو حُران کو ان کی مفسرت کی باتوں سے منع ہوتی ہے۔ پس اس وقت سے عبودیت واضح ہوئی۔ اور طبیعت پر شریعت کا غلبہ ہو گیا۔ اور نیا امت نکلا اس کے قوانین لوگوں میں جاری ہو گئے۔

جو جو رسول خداوند تعالیٰ نے ارسال فرمائے ہیں۔ اُن سب کو حق کی حفاظت اور حق کی طرف لوگوں کے بلانے اور حق ہی پر قائم رہنے کا حکم فرمایا ہے چنانچہ سب انبیا اس بات میں موافق ہیں کوئی نبی کسی نبی کو ان باتوں میں اختلاف نہیں کھتا جہت بعض کیفیات میں باہمی اختلاف ہو چکا ہے۔ آدم علیہ السلام پر جو شریعت نازل ہوئی۔ اُسی پر اُن کی اولاد اُن کے بعد قائم رہی۔



کہ نوح علیہ السلام رسول ہوئے انہوں نے اس شریعت کی تجدید کی اور بعض کیفیات کو بدل دیا۔ بسبب اپنی قوم کی ضروریات کے۔ اور کشتی کی آپ کو ضرورت ہوئی۔ اور اس شریعت کی طرف لوگوں کو آپ نے دعوت کی پھر ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے واسطے شریعت قائم کی۔ اور بعض کیفیات اور کمیات میں تغیر اور تبدل کیا ایسے ہی دوسرے علمائے عبادت کی صورت میں شریعت کو بدلا۔ اور عیسے علیہ السلام نے بھی شریعت میں کچھ کمی اور زیادتی کی مگر یہ سب تغیر و تبدل جزئیات میں تھے۔ ورنہ عقائد شریعت یعنی توحید اور تصدیق میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ پھر سب سے آخر میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو خدا کی طرف بلایا۔ اور وہی شریعت قائم کی جو آدمؑ کو مانیات ہوئی تھی اور روزہ کا بھی آپؐ حکم فرمایا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو کیا تھا اور ہمارے حضور نے بیت اللہ کے حج کا حکم فرمایا جسکو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ مگر حضور سے پہلے لوگ نماز بیت المقدس کی طرف پڑھتے تھے لیکن حضور نے غازی جہت بھی کعبہ شریف ہی کی طرف قرار کی غرض کہ اختلافات جزوی واقع ہوئے ہیں حقیقت وہی ایک ہی جو سب انبیاء میں برابر چلی آتی ہے۔ اے طالب تم اس وقت بھی دیکھ لو کہ یہود اور نصاریٰ اور مسلمان سب نماز پڑھتے ہیں۔ مگر ران کی نمازوں کی جہتیں اور اوقات اور کیفیتیں مختلف ہیں پس شریعت کے دوسریں ایک کلی جو کیسوقت متغیر نہیں ہوئے یعنی خداوند تعالیٰ کی توحید کی طرف سب نبیوں نے اپنی امت کو بلایا ہے۔ اور دوسرے جزوی جو ہر ایک زمانہ میں متغیر ہوتی ہیں۔ اور یہی وہ دین ہے جو ہر ایک امت میں متداول رہا کئی کی مثال ہے جیسے عبادت اور جزوی کی مثال ایسی ہے جیسے عبادت کا طریقہ۔ کیونکہ کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا جس میں خدا کی پرستش نہ کی گئی ہو۔ اور سب یہ جانتے تھے کہ ان کا ایک پیداکرن والا اور بنائوالا ہے۔ مگر انکی عبادت کی کیفیتوں اور شریعت کے احکاموں میں اختلاف تھا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں طبع سے عبادت کرتی تھی نوح علیہ السلام کی امت کا اُس سے جداگانہ طریقہ تھا۔ اور اسی طرح سے بعض لوگوں نے قبولیت دعا کے واسطے مکانات بنا کر ان میں ستاروں وغیرہ کی طرح طاح کی صورتیں معذبات کی رکھ لی تھیں اور ان کو خدا کی طرف اپنا ذریعہ سمجھتے تھے۔ پھر ان کے بعد بعض لوگوں نے انسانوں کی صورتیں بنا کر ان کی پرستش شروع کی اور بعض

یہ کہنے لگے کہ یہ صورتیں خدا کی ہمتیں۔ اور یہ ساری باتیں ان لوگوں کی دلے اور ان کے خیالات سے تھیں حالانکہ یہ لوگ اس بات کو بھی جانتے سمجھتے کہ ہمارا پیداکرنوالا خدا ہے۔ اور ہم اُس کے بندے ہیں۔ چنانچہ اسی مصلحت کے لحاظ سے خداوند تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً انبیاء اور مرسلین ارسال فرمائے تاکہ جو بے اعتدال دین میں لوگوں کی عقلوں اور خیالوں سے پیدا ہو جائیں۔ انبیاء علیہم السلام اُن کو رفع دفع کر دیں چنانچہ پہلی امتوں کی منازیں ایسی تھیں۔ کہ بعض منازیں کھلتے پھٹتے تھے اور بعض چلتے پھرے بھی تھے۔ اور بعض باتیں کرتے تھے۔ مگر ہماری شریعت میں یہ سب باتیں رفع ہو گئیں نہ منازیں کھلتے ہیں نہ پھٹتے ہیں نہ باتیں کرتے ہیں۔ بلکہ ظاہر و باطن کے ساتھ اس میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور فرض اور سنت سب ادا کیے جلتے ہیں۔ یہ تو انہیں رسول خدا نے خدا کے بندوں میں جاری کیے ہیں۔ اور سب شریعتوں سے زیادہ یہ قوانین پسندیدہ ہیں۔ اسی سبب سے یہ شریعت سب شریعتوں سے زیادہ خوشنما اور نرم و آسان ہے اور سب کو جامع ہے۔ عبادات کے جو طریقے اس شریعت میں ہیں وہ بمقابلہ اور شریعتوں کے نہایت باقاعدہ اور عمدہ و نہ طور سے ہیں۔

چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب رسولوں سے بہتر اور افضل ہیں اسی سبب سے آپ کی شریعت بھی سب شریعتوں سے کامل اور شریف تر ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسی خدا کی طرف بلایا جس کی طرف رسول بلائے تھے اور کیسی عبادت کی طرف نہیں بلایا۔ مگر حضور کو جناب الہی میں وہ اختصاص حاصل تھا۔ جو کسی رسول کو نہ تھا۔ پس آپ نے اپنی ملت سورقنی یعنی ملت ابراہیمی کے موافق شریعت کی بنیاد قائم کی جو ملت حنیفیہ ہے۔ اور جس کی شان میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتٰیْہِمُ حَقِیْقًا اور فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰیْکُمْ اٰتٰیْہِمُ حَقِیْقًا الْمُسْلِمِیْنَ یعنی ملت تمہارے پاپ ابراہیم کی جسے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اسی ملت ابراہیم

صلی یعنی پہلے لوگ احکام خداوندی اور شریعت کے علم سے جاں ہوتے۔ پھر اپنے راستے انہوں نے اپنے ہاں سے کچھ کے طریقے ایجاد کرنے شروع کیے اور یہی گمراہ ہوتے چلے گئے۔ اگر شریعت کا علم کا حکم حاصل کرتے اور راستے اُٹھنے سے پرہیز کرتے تو گمراہ نہ ہوتے۔ اُنہوں نے یہ شریعت افراط و تفریط کے درمیان میں ہے۔ اور ہر قسم کی آسانی اس میں رکھی گئی ہے کیونکہ تکلیف مالاطلاق نہیں دی گئی۔ اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو جس کا اس میں فیصلہ نہ کیا گیا ہو۔









کو اللہ تعالیٰ نے دین محمدی قرار دیا ہے۔ اور اس کا نام اسلام رکھا ہے۔ پس نکو چاہیے کہ اپنے باپ  
ابراہیم کی اقتدار و ملت گویا امت کا قلعہ ہو۔ اور امت کے واسطے متابعت لازم ہے۔ اور  
متابعت یہ ہے کہ رسول کی اقتدا کریں۔ اور اس کے قدم بقدم چلیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس شریعت کے ساتھ ہم پر اور ہمارے رسول پر خاص احسان فرمایا اور چنانچہ

اُس کا فرمان ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

یعنی آج کے دن پر اور کامل کر دیا میں نے تمہارا دین اور پوری کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت اور

راضی ہو گیا میں تمہارے واسطے دین اسلام سے۔ پس دین اسلام سے بہتر کوئی دین نہیں ہو کہونکہ

خدا اس سے راضی ہے۔ اور اس کی رضا سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں ہو۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ اسی

دین کی تعریف میں فرماتا ہوتا ہے۔ وَ اَتَمَمْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنَکُمْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنَکُمْ

یہ ہے۔ وہ اسلام ہے۔ سب شریعتیں اس شریعت کے ساتھ منسوخ ہو گئی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

اس شریعت کو نہایت کامل اور اتم بنایا ہے۔ اور کمال اور تمام سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ جس

کی طرف کوئی قصد کر سکے اور نہ کوئی وجہ ہے جس پر کوئی ترقی کرے اور اس کلمہ اَکْمَلْتُ لَکُمُ دِیْنَکُمْ سے یہ

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے پہلے جو شریعتیں تھیں وہ کمال نہ تھیں۔ اس دین کو اللہ تعالیٰ نے کامل

کیا ہے۔ اور اچھی کیفیات کے ساتھ عبادات کے طریقہ مقرر کئے ہیں۔ چنانچہ تم نماز اور روزہ کی

بیفیتوں کو دیکھو اور ان کی مینیتوں کو خیال کرو۔ جب تم انہیں فور کرو گے تو ان کے اندر تمکو حکومت

سے اور دکھائی دینگے۔ عقل اور ہدایت کا کمال شریعت ہی سے ہوتا ہے۔ شریعت کا امتحان عقل سے

نہیں کیا جاتا۔ اور جو شخص شریعت کو عقل کے زرادوں میں وزن کرتا ہے۔ وہ عقل ہی پر چلتا ہے۔

یہ کتاب آہی پر اور جو کتاب آہی پر نہیں چلتا وہی غلط ہے

## پہٹاب

انبیاء کی دعوت اور ان کی کیفیت کے بیان میں

اس میں تین تفصیلات ہیں

پہلی فصل رسولوں کی عمرت کی بابت اور اس کی کیفیت کے بیان میں۔ اور

لَهُ فَاِنْ يَسْلُبْنَاهُمْ اَلَّذِيْ بَابُ شَكٍّ لَّا يَسْتَنْفِذُوْهُ يَسْنِيْ جَنَاحَ خُذْلِكَ عِلَاوَهُ بِكَارَتِهِ هُوَ اَوْ اَنْ كُوْلِيْنِ  
نَفْعٍ اَوْ نَقْصَانٍ كَالْمَالِكِ سَمَحْتُهُ هُوَ وَهَسْبُ اَكْثَرُ هُوَ كَرِيْمٌ كَمُحِيْ بِيْدَا بِنِيْسٍ كَرَسْتُهُ - اور  
اگر کبھی کوئی چیز ان سے چھین کر بجائے تو اس کو اس سے چھینا بھی نہیں سکتے ۔

پس خدا کے رسول اہل دعوت ہیں۔ جو خدا کے حکم سے اس کی طرف بلاتے ہیں جس نے  
ان کی دعوت سنی اور اس کو قبول کیا اور اطاعت کی پس وہ اہل دعا اور اہل اجابت سے ہو  
اور خدا اس کو اجازت دیتا ہے کہ جو اس کا جی چاہے وہ اپنے رب سے ملے اور خدا اس پر قبولیت  
کے دروازے کھول دیتا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی مجھ سے  
دعا کرو میں قبول کروں گا۔ اور نیز خداوند تعالیٰ نے اپنی دعوت کے قبول کرنے والے کو دعا کو حکم  
فرمایا ہے۔ فَنَسْتَقِيْمُوْا وَاٰیٰتُہٗ مُنَوِّنٰ لَعَلَّکُمْ تَرْشَدُوْنَ طبعاً پس چاہیے کہ میری دعوت کو  
قبول کریں اور میرے ساتھ ایمان لائیں۔ تاکہ ان کو ہدایت نصیب ہو۔

سب رسولوں کی ایک ہی دعوت ہے۔ کیونکہ سبے بندوں کو ایک ہی کلمہ کی طرف بلایا ہے اور  
وہ کلمہ یہ ہے کہ اغیار کی نفی کرنی اور بادشاہ جبار مالک حقیقی وحدہ لاشریک کا اثبات کرنا اگرچہ سب  
رسولوں کی عبارتیں اور اشارات مختلف ہیں۔ مگر ان کی دعوت کا خلاصہ یہی ایک کلمہ ہے جو  
نفی و اثبات پر شامل ہے۔ کسی اگلی یا پچھلے رسول کی دعوت ان دونوں طرفوں یعنی باطل  
کی نفی اور حق کے اثبات سے باہر نہیں ہوئی جیسا کہ نوح علیہ السلام کا فرمان ہے۔ رَبِّ لَا  
تَذَرْنِیْ اَلْفَرِیْقَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ذٰلَکَ اَنْ تَذَرْنِیْ فَمِنْ عِبَادِکَ وَلَا یُکَلِّفُ الْاَلْفَ اِجْرًا  
کَیْذًا رَبِّ اغْفِرْ لِّیْ وَرَوْادِّیْ وَلِیِّنْ وَحَلَ بَیْنِیْ مَوَدَّنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَکَلِّمْ  
الْقَلِیْلَ مِنَ الْاٰثِمِیْنَ اہل کفر کے واسطے ناکامیابی اور ذلت کے ساتھ نفی فرمائی۔ اور اہل ایمان کے  
واسطے مغفرت اور ایمان کے ساتھ اثبات فرمایا۔ اور ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں فَاْتَمَّمْ عِدْوَتِیْ

یعنی وہ اس بات کا استحقاق کہ خدا ہی دعا کرو اور خدا اس کی دعا کو قبول فرمائے ۔ اور یہ دعا زمین پر کسی کافر کو لینے والا ہے چھوڑ  
اگر تو ان کو چھوڑ دے گا۔ تو یہ تیری عین بندوں کی جی گواہ کرے گا اور جو کافر نفاق کے نیک آدمی ان سے پیار نہ ہوگا۔ اور یہ سب بھگوان پر  
والین کو اور اس زمین کو جو تم میں سے ہر ایک کے لیے دوں اور عورتوں کو بخش دے اور مال کو جو تمہاری ملک اور برادری کے کسی بات میں نہ کرے ۔ ۱۲  
سے پس بیشک یہ میری دشمنی میں مگر یہ دعا تمام پر اور دست ہے ۔



رَاكَبَتِ الْعِلْمَيْنِ اور عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہو۔ مَعْبُودًا قَالًا بَيْنَ يَدَيِ مِنَ السَّائِقَةِ وَمُتَّبِعًا الرَّسُولِ  
 بَاقِي مِّنْ بَعْدِي سَمَاءُ الْجَنَّةِ اور تمہارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور  
 مومنین جو اس کی عبادت کرنے میں اُن کی شان میں فرمایا ہو۔ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ  
 وَاسْمِعِينَ كَمَا تَسْمَعِينَ الْعِلْمَ وَالْحَيَاةَ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ اور نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہو  
 وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالْحَيَاةُ غَرَضِيكَ سبِّ اُولَئِينَ وَآخَرِينَ اس کلمہ میں شامل ہیں۔

جبکہ معبود ایک ہی ہو پس اس میں شک نہیں کہ اُس کی طرف دعوت بھی ایک ہی ہے۔  
 مگر دعوت کرنیوالے کثرت سے ہیں کیونکہ ایک شخص کی عمر اس قدر کافی نہیں کہ ابتدا سے دنیا کے  
 ابتدا تک دعوت کر سکے۔ اس واسطے اس دعوت کیو سب سے بہت سے دعوت کرنیوالوں کی ضرورت  
 ہوئی۔ اور چونکہ داعیوں کی دعوت کا مدعویہ ایک ہے۔ اسی سبب سے دعوت بھی ایک ہی  
 کہلاتی ہے۔ اور وہ مدعویہ خدا و احد ہی جسکی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ دعوت کرنیوالے اس سبب  
 سے بہت ہوئے۔ کہ وہ مخلوق میں سے ہیں اور دعوت اس سبب سے ایک ہے کہ وہ حق کی طرف سے  
 ہے۔ اور حق واحد ہے۔ اور مخلوق کثیر ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ واحد کثیر پر غالب ہو۔ مومنوں  
 کو وہ اپنی جنت اور رضامندی کی طرف بلاتا ہے۔ اور کافروں کو اپنے دردناک عذاب اور غم کی طرف  
 بلاتا ہے۔ دعوت کا فائدہ ہدایت ہے۔ اور ہدایت رسولوں سے مستفادہ نہیں ہے۔ کیوں کہ  
 رسول خدا ہی کی ساتھ خدا کی معرفت بتلانے والے ہیں جو اس کے سوا دوسرا اعتقاد رکھے گا۔  
 وہ خدا سے دور ہے۔ اور اُس نے خدا کو جیسا کہ پہچانا چاہیے۔ نہیں پہچانا۔ اِنَّ اللَّهَ لَكَنُفِرُ اَنْ  
 يُشْرَكَ بِهٖ وَيَعْبُدُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِنُفِثْهُمْ فِيْهِمْ شَيْءٌ مِّنْهُ لِيُظْهِرَ لَهُ مَا هُوَ فَاَعْبُدُوْهُ وَارْءَايَ  
 كَمَا هُوَ حَقُّهُ لِيُخْرِجَ الْاِنْسَانَ مِنَ ظُلُمٰتِ سَعٰدٍ وَنُورٍ لِّلَّهِ يَمِيزُ بَيْنَ الَّذِي حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَالَّذِي  
 حَقَّ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَالَّذِي حَقَّ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَالَّذِي حَقَّ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَالَّذِي حَقَّ عَلَيْهِ الْحَقُّ  
 کہ اُس کے ساتھ کفر کیا جاوے۔ اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

یعنی میں اُس کتاب کی جو مجھے پہلے نازل ہوئی جو بعض قرأت کی تصدیق کرنیوالا ہوں اور ایک رسول کی قرأت دینے  
 والا ہوں جو میری بعد آئیگی اور نام ان کا احمد ہوگا ۱۲ کلمہ یعنی ہم عبادت کو کیلئے جتنا ہے معبود کی اور تمہارے چاہو اور اگر تم  
 اور مسلمان اور اس کے معبود کی جو ایک معبود ہے۔ اور ہم خاص اسکی عبادت کرنیوالے ہیں ۱۳ تمہارا معبود ایک معبود ہے ۱۴  
 کلمہ یعنی رسول کیلئے ہدایت۔ ہر قدر نہیں ہیں۔ رسول صرف ہدایت کے بتلانے والے ہیں۔ باقی ہدایت کی طرف  
 دینے والا خدا و احد ہے ۱۵

# دوسری فصل ہمارے حضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور اُس کی کیفیت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سَأْتِيَاكُمْ فَتَبَوُّوا مِثْرَ الْإِنسَانِ الَّذِي يَبْتَازُ فِي الْأَرْضِ يَنْبَغِي أَنَّ الْإِنْسَانَ يَبْتَازُ فِي الْأَرْضِ يَنْبَغِي أَنَّ الْإِنْسَانَ يَبْتَازُ فِي الْأَرْضِ يَنْبَغِي أَنَّ الْإِنْسَانَ يَبْتَازُ فِي الْأَرْضِ  
 اے طالب تم کو معلوم ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسولین کو مبشر بن اور منذر بن بنا کر بھیجا۔ اور بندوں کو آخر دی نجات اور حصولِ مراد کی طرف بلانے کا حکم فرمایا۔ پس اُن کے سلسلہ کا جہدِ عام ایک ایسے رسول سے وابستہ کیا جو بے زیادہ کامل اور عالم تھے یعنی سید المرسلین خاتم النبیین حبیبِ عالمین سیدنا و مولانا حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور کل مخلوقات میں شرف اور امتیاز اور برتری کی بخشی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات آپ کے سامنے پیش کی جسکو دیکھ کر آپ ایمان لائے چنانچہ آپ کا ایمان عیانی ہے بُرائی نہیں ہے۔ اور اسی کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّكَ تَرَىٰ اِيَّاهُ مِنْ مَّوْجِئِهِ يَنْبَغِي اَنَّ الْإِنْسَانَ يَبْتَازُ فِي الْأَرْضِ يَنْبَغِي أَنَّ الْإِنْسَانَ يَبْتَازُ فِي الْأَرْضِ  
 جو اُن کی طرف اُن کے رب کے پاس سے نازل کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور سے فرمایا کہ تم ہی میرے وہ رسول ہو جن کو میں نے اپنے تمام بندوں میں چن لیا ہے۔ اور خصوصیت اور شرف غنائے نبی عبادی اِنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ اِنَّ عَلٰی اَبْنِیْ هُوَ الْعَدَاۗءُ الْاَوَّلٰیۤہ یعنی میرے بند کو خبر دے دو۔ کہ نبیائیں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور اُس میں بھی شک نہیں۔ کہ میرا عذاب بڑا دردناک ہے۔

ہمارے حضور نے حکمِ الہی سے، اُس کے رستہ کی ہدایت کی۔ اور اُس کی رضامندی سے یکسر مُو بابر ہوئے۔ اور دعوتِ آپ کی ہر اہیت الہی کی سزا و عقوبت ہے۔ نہ اُس کی علت پس اللہ تعالیٰ نے آپ نے میں نے ایک واسطہ سے تم کو بھیجا ہے گو وہ بیکر شارت دینے والا اور دُعا مانوالا اور خدا کے حکم سے اُس کی طرف بلانوالا نہ ہو اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور خدا کو اُن سے بھیجے طریقہ کے ساتھ ستہ سندہ نے امورِ اخروی کا تہہ نہ کر دیا ہے۔ اور ذاتِ باری سے واصل ہو گئے ہیں۔ اس سبب سے آپ کا ایمان عیانی ہو اور یہ ایمان برائی ایمان سے جدا جہاں سے اور افضل ہے۔ ۱۷



کی سداوق و صحت کے ساتھ اپنا نور اور ہدایت جاری کی۔ حضور علیہ السلام نے اپنی دعوت کی لوگوں کی قسم کے موافق تین قسمیں کی ہیں اور لوگوں کی تین قسمیں یہ ہیں۔ ساقیون اور ظالمون اور مقصدون اور ان تینوں کی حقیقت ارکان دین کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے۔ جو چار ارکان ہیں۔ ایمان احسان تقویٰ مالو یقین جیسے کہ ارکان اربعہ سے متولدات ثلاثہ پیدا ہوتے ہیں ایسے ہی دین کے ان چاروں ارکانوں سے یقین قسمین لوگوں کی پیدا ہوتی ہیں۔ ساقیون وہ لوگ ہیں جنہوں نے علمی اور معرفت حق کا کمال حاصل کیا۔ اور کلمہ توحید کیساتھ گویا ہوئے اور اُسکی عبادت کو ادا کیا۔ اور ظالم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جادہ حق سے انحراف کیا۔ اور رحمت کے نور کو قبول نہ کیا اور مقصد وہ لوگ ہیں۔ جو ظلم کی حسیض سے سبقت کی آوج کی طرف ترقی کر رہے ہیں۔ مگر کمال کو نہیں پہنچے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ **الکاش عالم و مقصد و کواکب و ہدایہ و لا ینالونہ**۔ یعنی آدمی صرف دو شخص ہیں عالم سکینہ و مقصد و کواکب والا اور باقی انکے علاوہ ہمچ ہیں جنہیں کچھ بھلائی نہیں ہو سکتی اس شخص کو کہتے ہیں جو ظالم معاند اور منافق ادا کو اور جھکا لو ہو۔ اور مقصد علم سکینے والا مرید اور فرمانبردار ہے۔ جو حق کی نسبت کو قبول کرتا ہے۔ اور عالم سے مراد سابق ہے جو یقین کے ساتھ معرفت الہی کو حاصل کرتا ہے۔ اور کمال کو پہنچ گیا ہے۔

پس یہ شخص شہرت و توفیق اور سابق ہے۔ یہ تفسیر ہمارے حضور نے اپنے دل سے ایجاد نہیں کی اور نہ اپنی عقل سے اس کو استخراج کیا ہے۔ بلکہ خداوند تعالیٰ ہی نے یہ تقسیم کیا ہے۔ اور اس کیساتھ حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ **أَدْعُمْنِي سَيِّدِي كَلِمَاتٍ**۔ یعنی اپنے رب کے رستہ کی طرف ان تینوں کے ساتھ بلاؤ۔ کیونکہ لوگ بھی تین ہی قسم کے ہیں تاکہ تمہارے بلائے کی ہر ایک قسم اسی قسم کے لوگوں کے ساتھ مخصوص ہو جائے۔ پس اسی سبب حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تین قسمیں ہوئیں۔ ایک حکمت بالغہ یعنی کلام کی تحقیق اور بیان کی تدقیق یعنی باریکی ایجاز اور اعجاز کی رقت کے ساتھ روح

سہ ارکان اربعہ عام اربو کہتے ہیں۔ جن کے مرکب ہونے سے سوا یہ ثلاثہ پیدا ہو سکتے ہیں۔

لہٰذا میں یہی شخص جس نے یہ کمال حاصل کر لیا خدا کا عارف اور اس کی توحید کا ماننے اور جاننے اور اقرار کرنے والا ہے اور یہی شخص ان سابقین میں سے ہے جن کو خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔ **مَنْ مَّاتَ سَابِقَ بِالْخَيْرَاتِ**

کمال فصاحت اور تمام براعت کے۔ دوسری قسم موعظہ حسنہ ہے۔ یعنی نصیحت قبول کرنا والے کی طاقت کے موافق اُس کو اچھی بات کو اچھا بتلانا اور بُری بات کو بُرا بتلانا اور موافق موقع کے کلام کرنا تاکہ سننے والا اُسکو منکر سمجھ لے۔ اور قبول کر لے۔ غافلوں کو خوف دلانا اور شیکر کرنا اور مشرکوں کو تنبیہ کرنا۔ اور مومنوں کی ہمت بڑھانا اور گنہگاروں کو توبہ کی طرف کمال علم اور حسن خلق کے ساتھ متوجہ کرنا۔ اور لوگوں کی ہمتوں اور اُنکے نفوس کی مقدار سے مطلع ہونا۔ تبسری قسم مجاہدہ ہے یعنی جہاد کو چھڑکنا۔ اور غافل کو غفلت سے باز رکھنا۔ اُخالیف کو دفع کرنا اور مجاہد یا قہول سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ اور یا فعل سے ہوتا ہے جیسے حدود کا قائم کرنا اور مفسدوں کے دروازے بالکل بند کر دینے اور منافقوں سے اُن کے اختیارات ضبط کرنے اور پوری سیاست اور شجاعت کیساتھ اُنکے اندر تصرف کرنا اور اسکے کمی و کمزوری سے پہلا ترابان سے دوسرا پرپیٹ سے جیسے حدود اور قہر و غیرہ۔ تیسرا قتل و قہار، ہنگامے اور بوٹ لینے سے یہ سب باتیں مجاہدہ کے اندر ہیں۔ اور حضور کی دعوت تہران تینوں قسموں پر شاہیں ہے پس مجاہدہ ظالموں کے طبقہ کے واسطے ہے اور نصیحت مقصدوں کی واسطے اور حکمت سابقین کے واسطے۔ اور یہ سب کلہ توحید کے اندر داخل ہیں۔ یعنی کلہ پڑھنے کی نسبت حضور کا حکم فرمانا مجاہدہ ہے اور کلہ کی تفصیل نصیحت کے دروازے ہیں۔ اور کلہ کے اسرار اور اسکے معانی اور کرموں کے خواص اور نفی اور اثبات کے اشارات حکمت کے سرچشمے ہیں جو شخص کلہ توحید کے ظاہر و باطن کو مطلع ہوا اور اس کی نفی و اثبات کو اُس نے پہچان لیا۔ اُس نے حکمت اور موعظت اور مجاہدہ کے سب امور حاصل کر لئے کیونکہ یہ کلہ اگرچہ ظاہر میں چھوٹا سا ہے مگر حقیقت اور ملاحظہ میں بہت عظیم الشان ہے۔ **يُزِدُ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَكَ يٰ اَبْنٰى بَشَرٍ هٰذَا نَاقِلُ السَّلَامِ** جسکے واسطے خدا ہدایت کرنا ارادہ کرتا ہے۔ اُس کا سینہ اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے یعنی اس کلہ کے حاصل کرنے کے واسطے جس کا قبول کرنا اسلام اور حاصل کرنا ایمان ہے اور معنی اس کے احسان ہیں۔

اور جس نے اس کے محدثات کے ارکان ہیں۔ اور دونوں طرفیں اس کی میزان کے دونوں پتے ہیں۔ اور یہی کلہ قرآن کی کچی اور رحمان کا عرفان اور جنت کا رضوان ہے۔ **وَيُؤْتِي حُجْرَتًا اَنْ يَّهْدِيَكَ**

یعنی ہدایت دے گی انات جہاد، نیقات کے ارکان یعنی ان کی اہلیں جن سے گویہ پیدا ہوئے ہیں یعنی خاص

اربعہ ۱۲ علی رضوان دار و نہ جنت کا نام ہے ۱۲



يَجْعَلُ صَدْرَهُ حَيْثُ وَجَّهَ لَمْ يَكُنْ يَكْتُمُ سِرَّهُمْ - اُسکے سینے کو تنگ کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص اس کلمہ کو نہیں چانتا۔ اور نہ اس کو دیکھتا ہے۔ بلکہ وہ شخص فرعون اور ہامان کے ساتھ محرومی اور ذلت کے گڑھے میں گر پڑتا ہے۔ اسی کلمہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اہل طغیان کو تنہید کی ہے اور فرمایا ہے - سَتَقَرُّوْا لَكُمْ اِيْهَا الثَّقَلَانِ . فَيَايُّ الْاَكْبَادِ رُبُّكُمَا ذَلِكُمَا بَن .

پس گویا رسول خدا کی جمل دعوت کلمہ توحید ہے۔ اور بفضل دعوت حکمت اور موعظت اور مجاہدہ ہے۔ اور یہی تینوں دین کے چاروں ارکان سے پیدا ہوئیں ہیں۔ اور انہیں کے اندر ہدایت الہی پوشیدہ ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم داعی تھے ہادی تھے۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے۔ بُعِثْتُ دَاعِيًا وَلَيْسَ اِلَيَّ مِنَ الْهَادِيَةِ شَيْءٌ وَبُعِثْتُ اَبْلِسُ كَرِيْمًا وَلَيْسَ اِلَيْهِمْ مِنَ الضَّلَالَةِ شَيْءٌ عَالِمِيں ہیں دعوت کرنیوالا سچا بنایا ہوں ہدایت میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اور ابلیس بھکانیوالا سچا گیا ہے۔ گمراہی اُس کے اختیار میں نہیں ہے۔

پس اے طالبِ تہجد کو حضور کی دعوت کے تین سنا اور آپ کی حکمت کو قبول کرنا لازم ہے اور یہ بات خوب سمجھ لے کہ ہدایت عنایت الہی سے ہوتی ہے۔ رسولوں کی دعوت سے نہیں ہوتی مگر اللہ تم نے رسولوں کو بھیجا ہے۔ اور بندوں کے دعوت کرنے کا حکم نہایت تاکید سے فرمایا ہے۔ تاکہ خدا کی حجت بندہ پر قائم ہو جائے۔ اور بندوں کی حجت خدا پر باقی نہ رہے۔ اور معلوم ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مملو دنیا اور تفاخر اور بدخلقی اور بغض و عداوت اور غش باتوں کی طرف نہیں بلایا ہے بلکہ انہوں نے تم کو خدا کی توحید اور اُس کی کتاب کی تصدیق کا حکم کیا ہے اور اُس کے احکامات پر عمل کرنے کی طرف بلایا ہے۔ اور اولیٰ دعوتیں تم کو جیسے رہتے پر قائم نہ کیا حکم کیا ہے اور الحاد و نفاق و شقاق اور تداؤ کو فروغ و فسق و اوجہیان سے منع فرمایا۔ پس تم حضور کی دعوت کو جانو اور آپ کی دعوت قبول نہیں نظر کرو اور ان کو گوندیش مل ہو جاؤ جس کی نیرِ شرف و تہاد و لکھنا۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ اَرَادَ اِيْمَانًا وَرَيْبًا فَاِنِّيْ فُلُوْا بِكَ وَكُنَّا اِلَيْكَ اَلْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اَلْوَلِيَّةَ هُمُ الْاَشْدَّ اَوْ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ پس تم کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حصہ تلاش کرو۔ اور خدا کے داعی کا اتباع کرو۔ اور اُس کے کلمہ کو سنو۔ اور اطاعت کرو۔ اور اُس کی امانت کو اُس کی طرف ادا کرو۔ لَعَلَّ اللّٰهُ يَجْعَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا وَيُعْظِمُ ذٰلِكَ ذِكْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ سَيَجْعَلُ بَعْدَ عَمْرٍ تَيْسَرًا

جب تو نے رسول خدا صلعم کی دعوت کو قبول کیا۔ اور اُس کی طرف سے متوجہ ہوا۔ خدا تجھ کو سیدھے راستہ کی ہدایت کریگا۔ اور دارالسلام کی طرف تجھ کو بلائیگا۔ اُس کی دعوت تیری دعا کی طرف منتہی ہوتی ہے۔ اور تیری دعا اُن لوگوں کی صحبت کی طرف ہے جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔  
 دَعُوهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَرَحْمَتُكَ فِيهَا سَلَامٌ وَأَجْرُ دَعْوَاهُمْ إِنَّ الْجَهَنَّمَ لَبِئْسَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ

## تیسری فصل سنتِ ناجیہ کے بیان میں

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سَفَرْتُ عَلَى أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُنْتُ هَا لَكَ وَوَأُحَدِّثُ مِنْهَا كَأَحْيَةٍ تَرْفِقُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمِنَ الْفِرْقَةِ النَّاجِيَةُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَهْلُ الشُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قِيلَ وَمَا أَهْلُ الشُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا آتَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اور فرماتا ہے مَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا معلوم ہو کہ جس سنت کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔ وہ فریض خداوندی سے شکلی ہے۔ گویا کہ وہ سنت اور امر الہی کے درخت کی شاخیں اور ٹہنیاں ہیں جو اس سے نکلی ہیں۔ درحقیقت فرض و سنت میں کچھ فرق نہیں ہے۔ فرق صرف وجوہ اور مکان میں ہے۔ یعنی فرض واجب ہے جس کا ادا ہونا ضروری ہے اور سنت ممکن ہے (جس کا ادا ہونا ضروری نہیں ہے)۔ مگر یہ دونوں حقیقت میں بندگی اور عبودیت ہیں فرض وہ چیز ہے جو خدا کی طرف سے مقرر ہوئی ہے۔ اور سنت وہ خدمت ہے جو ایک پاک نفس یعنی رسول سے صادر ہوئی بطور شکر تہ کے فرض کی نعمت کے ادا ہونے پر کیونکہ اللہ نے جو جو

عاشقِ حق یعنی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی امر بھلائی کا پیدا کرے گا۔ اور اس کا ثواب عظیم عنایت کریگا کیونکہ بعض بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد غریب ہی آسانی کرتا ہے ۱۲

۱۱ جنت میں لوگوں کی پکار یہ ہوگی کہ پائی ہے تجھ کو اسے اللہ اور فرشتے انکو سلام کا تحفہ دیتی ہوگی اور آخری پکار یہ ہوگی کہ سب تیرے فیض خدا ہی کو پہنچ کر تمام عالم کا پروردگار ہے اللہ یعنی میری امت کے تشریف نے جو جیسے کہ جن میں صرف ایک نجات پانے والا ہوگا باقی سب ہلاک ہونے والے ہونگے عرض کیگا کہ وہ کچھ فرقہ کو نہ لے۔ فرمایا اہل سنت والجماعت عرض کیگا۔ اہل سنت والجماعت کو نہ فرقہ ہے۔ فرمایا اس علی پر قائم رہنے والا جس پر آج میں اور میرے اصحاب میں ۱۲ ملے ہیں بیشک رسول خدا (کے اتباع) میں تمہارے واسطے اچھی پیروی ہے ۱۲ ملے جو حکم رسول تم کو دے۔ اُس کو بھلاؤ جو جس بات سے تم کو گم کریں۔ اُس سے باز رہو ۱۳ اسبابِ پسین علی



فرائض اپنے رسول پر مقرر کیے ہیں۔ رسول نے انگوٹھیں شمار کیا ہے۔ اور چونکہ نعمت پر شکر ضروری ہے۔ اس واسطے فرضوں کی نعمت پر سنتوں کا شکر یہ مقرر کیا ہے۔

سنت بدعت کے بر خلاف ہے۔ کیونکہ بدعت وہ چیز ہے۔ جو فاعلوں کی طبیعت اور ان کی ناپاک رائے سے باسناد و فاض امارہ کے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی پیدائش کا سبب یہ ہوتا ہے کہ جب آدمی ارکان شریعت میں اپنی عقل اور خیال کو رٹاتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ شریعت کا یہ کام اور یہ بات نامتام ہے۔ پھر کچھ اپنی عقل سے اُس میں بڑا دیتا ہے۔ اور کہیں کچھ کم کر دیتا ہے۔ بس یہ کاروائی بدعت کہلاتی ہے۔ اور سنت وہ فعل ہے جو انبیاء علیہم السلام سے باسناد و وحی الہی صادر ہوا ہے۔ اور صفات اور روشن قلب نے درجہ فرائض سے اُس کا استخراج کیا ہے۔

سنت کو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے بدن میں اعضا اور بدعت ایسا ہے جیسے زائد عضو۔ اگر بدن کے اعضا میں سے کوئی عضو کم ہوگا۔ تو اُس کے کم ہونے سے بھی بدن ناقص ہوگا اور اگر کوئی عضو زائد ہوگا۔ تو اس کی زیادتی بھی بدن کے واسطے مضر ہے۔ پس جو آفت کہ بدعت کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے وہ ترک سنت کی آفت سے بدرجہا بدتر ہے مثلاً ایک شخص کے تین ہاتھ ہوں اور ایک شخص کا ایک ہاتھ ہو پس جس کے تین ہاتھ ہوں گے وہ ایک ہاتھ والے سے زیادہ بدنام معلوم ہوگا پس سنت نبی کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ جو حکم الہی سے انہوں نے حقوق خداوندی کے ادا کرنے کے واسطے مقرر کی ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ظنی مثلاً اخلاق حسنہ سے اپنے تئیں آراستہ کرنا۔ اور قدر و اجب سے زیادہ علوم شرعی حاصل کرنا اور دوسری قسم سنت عمل ہے مثلاً اپنی عمر کو نیک کاموں میں صرف کرنا چنانچہ علم توحید کا حاصل کرنا فرض ہے اور علوم شرعیہ اور قوانین شریعت کا حاصل کرنا سنت ہے۔ ایسا ہی وضو میں اعضا رابوہ کا ایک ایک بار وضو کرنا فرض ہے۔ اور تین تین بار وضو سنت حسنہ ہے۔

سنتیں بعض موقوفہ ہیں جیسے فرائض سے پہلے اور نیچے پڑھنے کی کتبیں اور بعض غیر موقوفہ لے یعنی بقدر ضرورت نماز روزہ کے احکامات اور عقائد کی دینی کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس کے علاوہ علم کی حقی پیدا کرنی مستحب ہے۔ اس کے ترک کرنے سے عذاب ہوگا مثلاً اسناد رابوہ چاروں اعضا میں جن کا وضو میں وضو واجب آیت شریعت کے فرض ہے مومنہ اور دونوں ہاتھوں کو کہیں تک اور سر کا سج کرنا اور پیروں کو صاف کرنا

ہیں۔ جن کو مستحب بھی کہتے ہیں جیسے نماز، شراق و چاشت وغیرہ۔

ہر سنت نبوی کے مقابل میں ایک بدعت شیطانی ہے۔ جو سنت کی مخالفت کیا کرتی ہے۔ جو شخص بدعت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اُس کا دین اُس سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص سنت کا مرتکب ہوتا ہے اس کا دین اسکے اندر ختم ہو جاتا ہے۔ جو شخص بدعت کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اور جو اپنی رائے میں مقید ہوا۔ اُس کا دین اس سے متفرق ہو گیا۔ کیونکہ مختلف رائیں ایک دوسرے پر قائم نہیں رہتی ہیں۔ اس لئے کہ رائیں ظن سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ظن فی نفسہ غیر مستقیم ہے۔ پس اس کا نتیجہ بھی غیر مستقیم ہوا۔ کیونکہ جب ظن اور رائے دونوں فی نفسہ غیر مستقیم ہیں۔ تو ان دونوں کی پیروی کرنے والا کیسے مستقیم ہو سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صاحب رائے غیر مستقیم ہے۔

وہ شخص جو سنت کا اتباع اور اس کا پیرو ہے۔ وہ اسی بات پر عمل کرتا ہے۔ جس کا اس کو سنت نے حکم کیا ہے۔ پس وہ اپنے دین پر مستقیم ہے۔ لہذا سنت کا اتباع جمع ہے۔ اور بدعت کا استیجاب متفرق ہے۔ کیونکہ بعضی رائلوں کی پیروی کرتا ہے۔ اور رائلوں کثرت سے ہیں۔ اسی سبب سے اُسے والے بھی متفرق ہیں۔ اور سنت کا اتباع سنت کی اقتدار کرتا ہے۔ اور سنت چونکہ ایک ہے لہذا اہل سنت جمع ہیں۔ اگرچہ وہ کثرت سے ہوں مگر وہ سب مثل نفس واحد کے ہیں۔ اور اہل بدعت اگرچہ ایک شخص ہو۔ مگر وہ اپنی رایوں کے اختلاف کے باعث کثیر ہیں۔

سنت شارع علیہ السلام نے حکم الہی سے وضع کی ہے۔ اور جماعت سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو سنت کی اقتدار کرتے ہیں۔ اور قول و فعل اور قصد میں اُن کی پیروی پر مجتمع ہیں۔ جیسے امام کے پیچھے مقتدی بلا تقدیم و تاخیر کے اس کے عمل کے موافق عمل کرتے ہیں۔ بغیر امام کی اقتدار کے ہر شخص کی ایکسا کیسا کی جماعت نہیں ہوتی ہے۔ اور نہ ایک شخص کے اتباع کو جماعت کہا جاتا ہے۔ پس جماعت سے وہ لوگ مراد ہیں جو ایک سنت پر مجتمع ہیں۔ وہ سنت شارع ماطن بالحق نے صدق کے ساتھ وضع کی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان کیساتھ تصریح فرمادی ہے اَکْثَرُ الْمَلَائِکَةِ وَالْجَنَّةِ یَقُومُونَ عَلَى مَا کَانَ مِنْکَ اَنْ یَّسْنُوْا اِہْلِ سُنَّتِ وَجَمَاعَتِ اِسی طریقہ پر قائم ہونگے جس میں قائم ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اصحاب آپ کے متبع اور مقتدی ہیں۔ آپ کے حکم انہوں نے سنے ہیں۔ اور قبول کیے ہیں۔ اور حضور کے کسی قول و فعل کا انہوں نے انکار نہیں



یہاں کسی پر اعتراض کیا ہے۔ اور نہ کسی حکم پر شک کی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس خدا کے سوا کہ جس کی طرف سب رسولوں اور نبیوں نے بلایا ہے۔ اور کسی خدا کی طرف نہیں بلایا۔ اور نہ محض اپنی رائے سے پہلے رسولوں کے خلاف کوئی طریقہ مقرر کیا۔ بلکہ اُسی لکھ کی تائید کی جسکی وہ تائید کرتے چلے آئے تھے۔ اور حضور نے انتہا درجہ کے ساتھ اُن کی موافقت اور موافقت فرمائی۔ پس اسی ایک کلمہ کے ادا کرنے میں انبیاء ایک دوسرے کی اقتدا کرتے آئے ہیں اور سب انبیاء نے اس کلمہ کو خداوند تعالیٰ سے اخذ کیا اور صحابہ کرام نے اُس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قبول کیا ہے۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سردار اور رئیس یہ صحابہ ہیں۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت باب العلوم علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہم اجمعین۔

کبھی کسی صحابی نے رسول خدا کی کسی قول و فعل میں مخالفت نہیں کی اور حضور علیہ السلام کی امور شرعیہ میں اسطرح پیروی کرتے تھے جیسے نماز میں امام کی اقتدا کرتے ہیں پس حضور سنت کے واضع اور جماعت کے امام ہیں۔ اور صحابہ بسبب حضور کے اتباع اور ائمہ اہل سنت و الجماعت ہیں صحابہ کرام کا ہر ام میں کتاب اللہ اور سنت نبوی پر بھروسہ تھا۔ اور اُن کے حال کی عنوان شریعت تھی۔ اور ان کے عرفان کی میزان عقول صافیہ تھی وہی کام انہوں نے کیے جن کا خدا نے اُن کو حکم فرمایا۔ اور وہی انہوں نے قبول کیا۔ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ارشاد کیا۔ **قُلْ لَّكَ اللَّهُ الْفَرْقُونَ**۔ **وَهُمْ أَصْحَابُ الْحُكْمِ**۔ **وَحُزْبُ اللَّهِ أَكْبَرُ**۔ **حُزْبُ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ**۔ یعنی پس وہی لوگ کا میاں ہیں اور وہی جنت میں اور خدا کے گروہ ہیں۔ بخیر دار بیشک خدا کے گروہ وہی غالب ہیں پس نجات سنت رسول کی حفاظت اور جماعت کے داخل ہونے میں ہے۔

جو شخص رسول خدا کی پیروی اور اقتدا بجالائے۔ اور آپ کے اوامر اور نواہی کی توقیر کرے۔ وہ فرقہ ناجیہ میں سے ہے۔ اور فرقہ ناجیہ ایک ہی فرقہ سے جو اپنے سب کاموں کو خدا و رسول کے سپرد کرنا ہے۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول پر بھروسہ رکھنا ہے شریعت سے عقل پر نظر کرنا ہے عقل سے شریعت پر نظر نہیں کرتا۔ نہ اپنی رائے کی پیروی کرتا ہے

نہ خدا میں شک لاتا ہے نہ اُس کی ذات اختلاف کرتا ہے۔ نہ اُس کی صفات میں فکر کرتا ہے۔ نہ اس کی مصنوعات کا انکار کرتا ہے۔ نہ اُس کے کلمات کو بدلتا ہے اور نہ کسی ملامت کرینوالے کی ملامت کا خوف کرتا ہے اور اُس فرقہ کے وہ لوگ ہیں جو خدا کو بسطرح کہہ چاہنا چاہتے اُسی طرح اس کو پہنچتے ہیں اُس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور اس کی تمام کتابوں اور اُس۔ رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ بیشک وہ ہدایت لائے ہوئے ہے۔ اُس کے واسطے کیفیت ہے نہ کم۔ اور اُس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور خدا کے رب ہونے اور حضرت محمد کے رسول ہونے اور قرآن شریف کے کتاب اللہ ہونے اور اسلام کے دین ہونے سے راضی ہیں۔ اپنے عقائد کی شرک سے حفاظت کرتے ہیں جن چیزوں کو خدا نے حرام کیا ہے۔ اُن کو حرام سمجھتے ہیں۔ اور جن کو اُس نے حلال کیا ہے اُن کو حلال سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ایمان کے کچھ اور شتر دروازے ہیں نہ یہ ایک دروازہ سے داخل ہوتے ہیں اور نہ ایک دروازے پر توقف کرتے ہیں۔ کیوں کہ اسی باعث سے فرقوں کی کثرت ہوئی ہے۔ کہ اُنہوں نے شہر ایمان کے دروازوں میں اختلافات کیلئے۔ ہوا فرقہ ناجیہ کے جو سب دروازوں کے گرد پھرا ہے۔ اور سب میں سے داخل ہوا ہے۔ کوئی دروازہ اُس پر بند نہیں ہوا۔ انہیں لوگوں نے خدا کو پہچانا ہے۔ جیسا کہ اُس کے پہچاننے کا حق ہے۔ اور انہیں لوگوں نے خدا کے دین کو جیسا کہ قبول کرنا چاہیے۔ قبول کیا ہے اَللّٰهُ ذُو الْکِتَابِ لَا رِیْبَ فِیْہِ ھٰذِی الْکِتَابُ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ یعنی اللہ فرمائیے۔ یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں بالکل شک و شبہ نہیں ہے۔ ہدایت کرینوالی ہے متقیوں کو جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ خدا نے اُن کو دیا ہے۔ اُس میں خرچ کرتے ہیں۔

ہر فرقہ اپنی نسبت فرقہ ناجیہ ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ حالانکہ سب اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ہر فرقہ ایک ایک دروازہ پر اڑ گیا ہے۔ اور قرآن شریف کی اُسی آیت کو اُس نے اختیار کیا ہے۔ جو اُس کی رائے کے موافق ہے۔ باقی آیتوں کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ ناجی وہ فرقہ ہے۔ جو اپنی رائے اور عقل کو قرآن کی میزان میں تولتا ہے۔ نہ وہ جو قرآن



کو اپنی رائے اور عقل کی ترازو میں تولے چنانچہ ایک فرقہ نے یہ خیال کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ غیر مڑھکی ہے  
 احساس سے۔ ورنہ اس آیت کو اپنی حجت ٹھہرایا ہے لَا تَدْرِي لَكَ مَا الْآبَعُصَاوَاتُ اور باقی آیات کو ترک کر دیا  
 ہے۔ ایسے لوگوں کی اسد تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں قَوْمٌ مِّنْ بَعْضِ مَا  
 فَكَّرُكُمْ بَعْضٌ یعنی بعض آیتوں پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور بعض کے ساتھ ہم کفر کرتے ہیں۔ یعنی ایمان  
 نہیں لاتے ہیں۔ يَرْثِي قَوْمًا اَنْ يَّعْبُرَ قَوْمٌ مِّنْكُمْ وَوَيْتُ مَا ارَادَہ کرتے ہیں۔ کہ خدا اور اس کے رسولوں  
 کے درمیان میں تفرقہ ڈالیں۔ یعنی ایک پر ایمان لائیں۔ اور ایک پر نہ لائیں۔ یہ لوگ منافق ہیں۔  
 اور بیشک خدا منافقوں اور کفاروں کو وہ دوزخ میں جمع کرنے والا ہے۔ اور ایک وہ سرفرد یہ  
 عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ خدا آنکھوں سے دکھائی دینے والا ہے۔ اور انہوں نے بھی اپنے گمان کے  
 موافق ایک آیت کو اپنی حجت ٹھہرا رکھا ہے۔ وَجِئْتُمْ يَوْمَ يَكُنِي ثَابِتًا إِلَى رَبِّهَا الْطَّرَافَةُ یعنی بہت  
 سے مومنہ اُس دن خوش حالی کے ساتھ اپنے رب کی طرقت نظر کرتے ہونگے۔ اور باقی آیات کو اس  
 فرقہ نے چھوڑ دیا ہے۔ غرض کہ اسی طرح سے ہر ایک فرقہ نے اپنی رائے اور گمان سے آیتوں کو چھٹا  
 لیا ہے۔ چنانچہ انہیں آفتوں سے دین میں یہ اختلاف اور فسادات پیدا ہو گئے۔

ان سب فرقوں کو چاہیے تھا۔ کہ اپنی اُس عقل اور رائی کو قبول کر لے۔ جو قرآن کے موافق ہوتی  
 مگر انہوں نے اس کے برعکس کیا یعنی قرآن کی ان آیات کو قبول کیا۔ جو انکی رائے کے موافق تھیں اور  
 باقی کو رد کر دیا۔ اور جو شخص کہ اپنی رائے کو قرآن پر ترجیح دے وہ خدا کے ساتھ کافر ہے۔ اور ایک فرقہ  
 تشبیہ کا قائل ہے۔ اور قرآن میں سے ان آیات کو حجت لاتا ہے جو اسہولت کرتی ہیں۔ اور ایک  
 فرقہ نفی صفات کا قائل ہے۔ اور یہ بھی اپنے گمان کے موافق حجت تلاش کرتا ہے۔ پس انہیں  
 اختلافات سے مطلع ہو کر شارح علیہ السلام نے سب فرقوں کو سوا ایک فرقہ کے ٹانک فرمایا اور  
 یہ ایک فرقہ فرقہ ناجیہ اور اہل سنت و اجماعت میں یہ تمام کتاب پر ایمان لاتے ہیں نہ بعض پر کچھ نہ  
 رسولی خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی امداد تعالیٰ سے شکایت کی ہے جیسا کہ اس آیت میں مذکور  
 وَكَانَ الرَّسُولُ يَأْكُرُ بِاَنَّ قَوْمًا مِّنْكُمْ يَتَّبِعُونَ هَٰذَا الْقُرْآنَ فَتُحْجَرُ اُسْمٰی رَسُوْلٍ عَرْض کریں گے کہ اسے پروردگار  
 نے نبی اللہ تعالیٰ کا اس کے فریب سے دکھائی دینا ممکن نہیں ہے۔ کتب عقائد و کلام میں ان مسائل کی پوری بحث  
 کی گئی ہے۔ شاہنشاہ کلام میں تلاش کرتی چاہیے۔





کر اور کتاب آسمی کو اپنے گمان اور عقل سے مقدم سمجھو۔ اور ضابطہ بھروسہ کرو۔ وہی تمہارا مولیٰ ہے پس اچھا مولیٰ ہے۔ اور اچھا مہمکار ہے۔

اسے طالبِ تحفہ معلوم ہو کہ نبوت ایک نواز ہے۔ جو جنابِ الہی سے اُس کے بندوں میں سے کسی بندہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس بندہ کے تمام قویٰ پر غالب ہو کر اس کی رگوں میں مثلِ خون کے جاری ہوتا ہے۔ اور اُس نور کی شعلہ رسالت ہے۔ جو شریعت کی زمیں پر پڑتی ہے پس رسالت بمنزلِ زمین کے ہے۔ اور نبوت بمنزلِ آسمان کے اور شریعت وہ موضوعات ہیں۔ جو شارع سے نور کے ساتھ حاصل ہوئے ہیں۔ اور شعلہ نبوت اور رسالت کا اثر ہے اور یہی بمنزلِ قرآن کے ہے۔ جو دعوت سے اجزاءِ شارع کا اس کے مراتب میں ہمیں کرنا مراد ہے۔ مثلِ توحید اور معرفت اور اعمال اور عبادات وغیرہ کے اور ان سب کو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے زمین میں شجر اور گائے ہوتے ہیں۔ اور اجزاء اس کے امر اور نبی ہیں اور وحی خداوند تعالیٰ کی طرف سے قواعد شریعت کے مرتب کرنے میں امداد کے واسطے نازل ہوتی ہے۔ اس کو بمنزلِ علم ہندسہ کے سمجھنا چاہیئے جس کی مہمار کو مقداروں کے مقرر کرنے میں ضرورت ہوتی ہے۔

اور سنت وہ طریقہ ہے جسکو شارع نے وحی کی قوت سے اوضاعِ شریعت کے اندر اختیار کیا ہے۔ اور یہ گویا زمینِ شریعت میں بمنزلِ وسطِ منطقہ آسمانی کی ہے جسکی طرف نظر کرنے والوں کی نظریں مجتمع ہوتی ہیں۔ اور جس کی طرف طالبوں کا رجوع ہوتا ہے۔ اور یا اس کو بمنزلِ کعبہ مقصود کے سمجھنا چاہیئے جس کی طرف اقتصادِ عالم سے لوگ چلے آ رہے ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت وہ لوگ ہیں۔ جو رسولِ خدا کی اقتدائے کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو اندھیرے میں ستاروں سے رہستہ و صواب دہنتے ہیں شریعت کی زمین میں اسلام ایک عمدہ شہر ہے۔ اور ایمان اُن کے اندر ایک مضبوط قلعہ ہے۔ اور احسان اس قلعہ میں ایک خوشنما شجرہ ہے۔ اور نجات سلوک کی انتہا اور رغبت المقصود ہے۔ جس کے آگے کوئی دروازہ نہیں ہے۔ کیونکہ سب راستے اسپر منتہی ہو گئے اور اس کے آگے کوئی مقصد باقی نہیں رہا اسی کی طرف نفوسِ جسام بشریہ کے ساتھ قصد کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ طالبوں کے وہم اور اوراک کے ساتھ قیام اور واردات کی طلب میں منتہی ہوتے ہیں :-

اور جب کہ ایمان کی شاخیں کثرت سے پھیلیں جو مثلِ شجرہ طیبہ کے ہے۔ تب اُس کے

طالبوں اور اس کے دروازوں میں داخل ہونے والوں کی قس میں متفرق ہو گئیں اور ہر ایک فرقہ نے ایک جہت صفت مخصوصہ کیساتھ اپنے واسطے معین کر لی۔ اور کتاب سیدیں جو کچھ انکی سمجھ میں آیا اور انکی بنیائی نے اور اک کیا اس کو انہوں نے اختیار کر لیا چنانچہ سب فرقے کتاب انہی کے اندر ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ اس کو کافر کہتا ہے اور یہ اس کو۔ اور یہ اس کو لعنت کرتا ہے وہ اس کو۔ اور یہ سب ہلاک ہو بیٹھے ہیں۔ بجز ایک فرقہ ناجیہ کے۔ اور وہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اعتدال کی گود میں پرورش پائی ہے۔ اور اجتناب کے جمل سے پیدا ہوئے ہیں انہیں کے اندر شارب علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور انہیں کے اندر ان کا نشوونما ہوا۔ انہیں لوگوں کے شارب علیہ السلام کے قول کو قبول کیا ہے۔ اور ان کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اور یہی لوگ ان کی سنت پر قائم اور ان کو کلمہ کے مطیع و منقاد ہیں۔ قرآنیت نے ان کو جمع کر دیا ہے۔ اور مقاربت علوم نے ان کے اندر تالیف کر دی ہے۔ یہ لوگ اگرچہ اپنی طبیعتوں میں مختلف ہیں مگر شریعت میں ایک ہیں کلمہ بھی ان کا ایک ہے۔ اور عبود بھی ایک ہے۔ اور بتیں بھی ان کی ایک ہیں حد سے انہوں نے محض اسکی رعایت ہی پر قناعت کر لی ہے۔ اور اس کے احکامات کو بجا لاتے ہیں۔ اور اس کے کلمات کی تصدیق کرتے ہیں۔ ازل کی مجلس میں انہوں نے عیان کے ساقی سے برفان کی شراب نوش کی ہے۔ اور اسی کے نشہ اور دراب کے ساتھ یہ دنیا میں داخل ہو کر کامیاب ہوئے ہیں یہ لوگ مصائب دنیا سے بھاگنے والے نہیں ہیں۔ اور سب اب دنیا کی طرف بغض اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں موت کی تحریک کے منتظر ہیں۔ بخیرہ قدس ان کا دیوان خانہ اور مقام انس انکا آرام گاہ ہے اور حقیقت کی قید سے یہ لوگ آزاد ہو گئے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کی شان میں یہ آیات نازل ہیں۔

رَجُلًا لَا تَأْمُرُهُمْ تَحَارُكُهُ وَلَا يَنْجِعُهُنَّ ذِكْرُ اللَّهِ وَلَا قَوْلُ اللَّهِ بِاللَّوْلَةِ وَإِنَّمَا الزُّكُوفَةُ يُخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ

یعنی ایسے لوگ ہیں کہ نہ انکو تجارت ذکر الہی اور نماز پڑھتے اور نہ کو دینے سے باز رکھتی ہے۔ نہ خرید و فروخت سے ڈرتے ہیں اس روز سے (یعنی روز قیامت سے) جس میں آنکھیں اور رول آفت پلٹ ہو جائیں گے

لَا يَكُنْ كَرِيءٍ لِّعِبَادِهِ كَمَا جِئَ اللَّهُ تَعَالَى بِهِ فَرَمَا يَہے۔ اِصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي



# ساتواں باب خلافت کے بیان میں

## اس میں بھی تین فصلیں ہیں

**پہلی فصل** - خلافت کے اثبات میں - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَوَّلِ خَلِیْفَۃً وَّ فِی الْاٰخِرِ خَلِیْفَۃً یُّنۡبِیْ فِیْ زَمَیْنٍ مِّیْنِ اَیۡنَا خَلِیْفَۃً یُّنۡبِیۡ اِلَیَّہِمْ یَاۡدَاۡوُدُ اٰکَا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاکۡمُرْ مَکَۃَ مَبِیۡنَ النَّکَابِیْنِ پالچٹ - اے داؤد ہم نے تجھے کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے پس انصاف کے ساتھ لوگوں میں حکومت کر۔

معلوم ہو کہ خلافت کا درجہ رسالت کے نیچے ہے۔ کیونکہ خلیفہ رسول کا نائب ہوتا ہے اور نائب کا درجہ منوب سے کم ہے۔ پس خلیفہ شریعت کی حفاظت اور عدل و انصاف میں رسول کا نائب ہو اور رسالت کے واسطے خلافت ضروری چیز ہے۔ کیونکہ رسول کی عمر تمام زمانوں کے واسطے کافی نہیں ہوتی۔ اور ہر زمانہ جب تک اُس میں شریعت جاری ہے۔ رسول کا محتاج بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسے شخص کا ضرور تصور رہتا ہے جو شریعت کی حفاظت رکھے اور جو ہی خلیفہ ہے خصوصاً ہمارے اس زمانہ میں جبکہ ہمارے حضور پر رسالت ختم ہو گئی۔ اور اب کوئی رسول قیامت تک نہیں آ سکتا خلافت کی بہت ضرورت ہے تاکہ خلافت شریعت کے بغیر کی زیادتی کے نیابت کرے ایسے کہ خلیفہ کو قوانین کے وضع اور اختراع کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ وہ محض شریعت کے قوانین موضوعہ کا محافظ اور لوگوں کو اُن کا پابند رکھنے والا ہے۔ گم یا غبی باغ کا لگانا اور خلیفہ اُن کی ترتیب نہ اور حفاظت کرنا والا ہے اگر خلیفہ اس باغ کی حفاظت چھوڑ کر دوسرا باغ لگانے میں مشغول ہو تو یہ باغ خشک ہو جائے۔ اور کبھی بار آور نہ ہو۔

اس ضرورت کے سبب سے عنایت الہی رسالت نے ساتھ خلافت کے متصل ہونے کی مقتضی ہوئی۔ تاکہ اہل خلافت اہل نبوت سے اُن کی زندگی میں قوانین حاضر کریں اور اُن کی وفات کے بعد لوگوں میں اُن قوانین کی حفاظت رکھیں۔

خلافت کا یہی طریقہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جاری رہا۔ ہر نبی کے خلیفہ

ہوئے ہیں جنہوں نے نبی کے بعد ان کی شریعت کی حفاظت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ تو اسکو فرشتوں کو سپرد کر دیا تھا۔ مگر شیاطین نے فرشتوں میں پیدا ہوا کفر و فساد پھیلایا تب اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کر کے فرشتوں سے فرمایا۔ کہ یہ میرا خلیفہ ہے۔ تمہارے اندر میری شریعت کی حفاظت کرے گا اور شیاطین کا شر و فساد دفع کر دینگا۔ ابلیش فرشتوں کا استہزاء تھا۔ فرشتے اس سے علم حاصل کرتے تھے۔ مگر انہی فرشتوں کی حفاظت سے ٹکریا۔ اور خلافت کی لیاقت ظاہر نہ کی اس واسطے اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں خلیفہ بنایا چنانچہ آدم نے شیاطین کا شر و فرشتوں کو دفع کیا اور استہزاء اور ہتھکنڈہ کا طریقہ انکو سکھایا شیطان آدم کے اس فعل سے ناراض ہوا اور اہل اطاعت کے نبی بنا کر آیا اور شیاطین سے متفق ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم اور انکی اولاد پر رحمت کی نظر سے شیطان پر لعنت کی اور فرمایا۔ لگان میں انکافریں یعنی کافروں میں سے ہو گیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مردود کر دیا تب آدم کو رحمت سے زمین پر اتارا تاکہ خلافت کا کام پورا ہو کیونکہ خلافت بغیر دنیا میں آئے پوری نہ ہو سکتی تھی۔ پس آدم دنیا میں انکر خلافت پر قائم ہوئے اور اپنی اولاد کے گناہوں پر اس قدر روگ کہ خداوند نے ان کو برگزیدہ کیا۔ اور ان کی توبہ قبول کر کے ان کو ہدایت کی۔ پھر جب آدم کی اولاد کثرت سے ہوئی تب آدم اس بات کے طالب ہوئے کہ اپنی اولاد میں سے کسیکو اپنا خلیفہ بنائیں۔ اور ان کے دو بیٹے تھے ایک قابیل اور ایک ہابیل ان دونوں کی نسبت یہ متردد تھے کہ ان میں سے کس کو خلیفہ کروں۔ پھر جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو ہابیل کے تئیں غصہ دے کر دفن کرنے کا حکم دیا۔ آدم علیہ السلام کو اس وقت بڑا صدمہ ہوا۔ کیوں کہ ان کا زیادہ خیال ہابیل ہی کے خلیفہ بنانے کا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ہابیل کے بدلے ایک اور فرزندانہ شیت نام آدم علیہ السلام کو عنایت کیا۔ اور اسی کے خلیفہ بنانے کا حکم کیا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی زبان میں شیت کے سنی خدا کی بخشش کے میں ہوا۔ آدم علیہ السلام اپنے قابیل یا طبیعت یا اپنی طبیعت کے سبب سے خدا کے خلیفہ تھے۔ بلکہ یہ اپنے فطرت اور اپنی عقل کے سبب سے خلیفہ تھے۔ یعنی گو یا کہ ان کا قلب ان کے قابیل کی زمین میں خدا کا خلیفہ تھا کیونکہ خاندان نبوت سے کم درجہ کا ایک نور ہے۔ جو رسالت کے ساتھ نبی اور رسول کے قلب میں



جاری ہوتا ہے۔ چنانچہ جو وقت آدم کے نطفہ نے پشت سے رحم کی طرف انتقال کیا۔ اُس کے ساتھ ہی خلافت کے نور نے بھی رسول کی ذات سے خلیفہ کی ذات کی طرف انتقال کیا چنانچہ وہی نور حکم الہی کے موافق آدم سے منتقل ہو کر شیت میں آیا۔ پھر جس طرح کہ نبوت کا نور انبیاء میں جاری میں ہوا۔ اسی طرح خلافت کا نور خلفاء میں جاری ہوتا چلا آیا۔ اور انبیاء کے سامنے خلفاء کی صفت قائم ہو گئی جس وقت نبی پیدا ہوئے۔ اُسی وقت اُنکے خلیفہ بھی پیدا ہو گئے۔ پس یہ نور خلافت خدا کے نور سے دیکھا جاتا ہے۔ اور اس نور سے خلیفہ کو دیکھتے ہیں۔ پھر جیسے کہ شریعت مقرر کرنے کے واسطے نبی کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی شریعت کی حفاظت کے واسطے خلیفہ کی ضرورت ہے۔ نبوت خدا کی عنایت سے ہے۔ اور خلافت اُس کی رحمت سے ہے۔ چنانچہ یہی طرح ہر ایک نبی کے خلیفہ ہوتے چلے آئے یہاں تک کہ ہمارے حضور حضرت محمد مصطفیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ کا زمانہ ہوا۔ اور رسالت کے نور نے شریعت کی چادر سے قیامت تک کے واسطے روشنی بخشی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے ہر ایک زمانہ کے خلیفہ سے خبر دی ہے۔

لَيْسَ خَلَفَهُمُ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلِيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلِيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِهِمْ فَوْهَهُمْ أَمْثَلًا

## دوسری فصل خلافت کی شرائط کے بیان میں

معلوم ہو کہ نبوت حضرت شیت علیہ السلام سے عاریت ہے۔ اور بہت سی شرائط میں پوشیدہ ہے۔ اور کسب میں داخل نہیں ہے جیسا کہ تم کو معلوم ہو چکا ہے۔ مگر یہ حفظ میں محصور ہے اور اس کی حفاظت اُن شرائط سے پوری ہوتی ہے جن میں سے اکثر خلافت میں داخل ہیں کیوں کہ خلافت نبوت ہی کا جز ہے۔ یعنی خلافت وہ حفاظت ہے جو نبوت میں سے ملت کر اندر شریعت کی حفاظت کے واسطے باقی رہ جاتی ہے۔ اسی سبب سے یہ بھی کہی اور طبعی ہیں

یعنی نیک انگیزان میں خلیفہ بنایا گیا جیسا کہ اُن سے پہلے لوگوں کو اُس نے خلیفہ بنایا تھا۔ اور جو دین کر اُنکے واسطے اُس نے پسند کیا ہے اُس کو بھی اُن کے لیے جاری اور قائم کر دیا۔ اور خیر کے بعد انکو امن نصیب کرے گا۔ کہ یعنی نبوت ایسی چیز نہیں ہے جس کو انسان کسب یعنی مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل کر سکے بلکہ یہ اُن شرائط کے ساتھ مخصوص ہے جو فطری طور پر جس انسان میں ہوتی ہے وہی اُسکے مستحق ہے۔ اس کی تفصیل نبوت کے بیان میں گذر چکی ہے۔

ہے بلکہ اس خدا کے بندہ کو خلیفہ بنایا جاتا ہے۔ جو اس کے لائی ہوئے بلکہ ہر انسان کو یہ نہ چاہیے کہ جو خلافت کی طلب اور آرزو کرے بلکہ خدا ہی سپس رکھے کہ جو وہ چاہے اپنے بندوں میں سے خلیفہ بنائے جیسا کہ اس نے حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت داود علیہم السلام کو خلیفہ بنایا۔ علامہ کے اندر رسالت ہی کی شہرتیں ہیں۔ مگر نہ سب بلکہ تصویر سی۔ پہلی شرط خلافت کی شرطوں میں سے عقل کامل ہے خلیفہ کو کامل عقل ہونا: ایت شرطی ہے اور واجب ہے تاکہ دینی اور دنیاوی امور پر مشیعی نہ ہو۔ کیونکہ خلافت ملک اور دن کی جامع ہے۔ اور ان دونوں کی مصلحتیں ہر مضر میں کثرت سے ہیں خلیفہ اگر عقل نہ ہوگا تو مصلحتوں کو حاصل کر کے مضر قائل کو دفع کریگا +

خلافت کی دوسری شرط علم ہے کیونکہ خلیفہ سب لوگوں کا بچا اور ماوی ہوتا ہے۔ تمام مہمات میں لوگ اسی کی طرف پناہ لاتے ہیں۔ اور دینی اور دنیاوی مقدمات میں اسی سے استغا کرتے ہیں۔ اس واسطے واجب ہے کہ خلیفہ ایک زیر دست عالم ہو۔ اور اپنی رعایا میں سے کسی سے پوچھنے اور دریافت کرنے کا محتاج نہ ہو یہ میں نہیں کہتا ہوں کہ خلیفہ ساری دنیا سے بڑا عالم ہو۔ بلکہ یہ کہتا ہوں کہ خلافت کی شرط یہ ہے کہ سب سے زیادہ علم ہونا کہ خلیفہ پر فوقیت پائی جائے کیونکہ سب کمالات کا مجتمع ہونا بعض کے ہونے اور بعض کے نہ ہونے سے بہتر ہے۔

خلفاء راشدین بھی بوقت ضرورت اور اصحاب کے علمی مسائل دریافت کرتے تھے چنانچہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ بہت سے مسائل حضرت امیر المومنین علیؓ علیہ السلام سے دریافت کیے ہیں اور حضرت علیؓ علیہ السلام نے بھی بعض باتیں حضرت عب بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھی ہیں +

بہتر یہی ہے کہ خلیفہ کامل العلم و العقل ہوتا کہ اوروں کو فائدہ پہنچائے اور خود کو کسی فائدہ لے ساری امت کا اس بات پر مجتمع ہو کہ علم حبل سے بہتر ہو پس جب قدر علم زیادہ ہوگا اس قدر

۱۱۱ حضرت آدم علیہ السلام خدا کے خلیفہ تھے اور حضرت نوح اور حضرت داود علیہم السلام کے اور حضرت داود بھی خلافت موسوی ہی میں شامل تھے۔



جہالت کا فساد کم ہوگا۔ اور جو انسان تمام علوم کا عالم ہوگا عظمت اس کو زائل ہو جائیگی اور اس سے شرف و سادے سرفہ ہو کر در حقیقت مخلوق میں ہی خلیفہ خدا ہوگا۔ پس کل علم کا ہونا صداقت کی شرط ہے کہ علم کے سبب خلیفہ پر دینی اور دنیاوی امور منکشف ہوں جتنا بچہ جب خلیفہ کا علم و عقل کا مل ہو داریں کی صحبتیں اس کو نظر میں آئیں اور انہیں مصلحتوں کے ساتھ وہ اپنی رعایا کی حفاظت کر چکا۔ انہیں روز افزوں ترقی ہوگی۔ علم ہی کو کمال سے حدود سخا اور یقین اور تمام اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور شجاعت سیاست اور شجاعت وغیرہ اوصاف عقل کے کمال سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی خلافت میں کمال علم کے ساتھ تعریف فرمائی ہے چنانچہ فرماتا ہے: **اَقْدَأْتِنَا دَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ عِلْمًا** یعنی بیشک دیا ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم۔ اور فرماتا ہے: **قَدْ اَسْكَنَّا دَاوُدَ مِثْلًا فَضْلًا** یا جبال اَوْفِیْ مَعَهُ وَ الطَّيْرُ وَالنَّالُ الْحَمِیدُ اِنْ اَعْمَلَ صَبْعًا۔ **قَدْ رَفِی السُّرُورَ وَ اَعْمَلُوا اَصْحَابُ دَاوُدَ** یا اِنھیں مصلحتوں بصیرت یعنی بیشک ہم نے داؤد کو اپنی عنایت سے اپنا فضل مرحمت کیا (اور پہاڑوں اور پرندوں کو حکم کیا کہ) اے پہاڑو اور پرندو ان کے ساتھ تم بھی تسبیح پڑھا کرو۔ اور ہم نے لوہا ان کے واسطے نرم کر دیا کہ اس سے زر نہیں بناؤ اور کرٹھون کا اندازہ رکھو اور نیک عمل کیے جاؤ یقیناً میں نہایت سب کاموں کو دیکھتا ہوں +

تخلافت کی تیسری شرط یہ شجاعت ہے۔ اس واسطے کہ رعیت کی قلوب اس کے آگے  
 جھکے رہیں شجاعت قلب کی قوت سے ہوتی ہے۔ اور قلب کی قوت تقویٰ اور خوفِ الہی سے  
 پیدا ہوتی ہے۔ جب بندہ خدا سے ڈرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ہر چیز کو اُس سے درازا ہے  
 روایت کیا گیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی فرج کی پشت پر کچھ نہ تھا نہ  
 سینہ کو محفوظ رکھنے کے لیے۔ اُٹ کا کا احصہ بنوایا تھا۔ اور پشت مبارک ننگی رہتی تھی  
 اس کا سبب آپ سے دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں بغرض محال اپنے دشمن  
 کو پیچھ دوں گا تو درعسری حفاظت نہیں کر سکیگی اور میں ہلاکت و بربادی کا مستوجب  
 ہوں گا +

خلافت کی پختی شرط جو دو محتاج ہے۔ خلیفہ کے واسطے یہ بھی ضروری ہو کہ سخی اور جواد علی درجہ کا ہو۔ اور دنیا کی وقت اس کے نزدیک ایک چھپر کے برابر بھی نہ ہو کیونکہ خلیفہ کو نبی کی اقتدار لازم ہے۔ اور نبی دنیا کی مطلق قدر نہیں کرتے اور نہ دنیا کی ان کے نزدیک کچھ منزلت تھی جو خلیفہ دنیا کی عرض و طمع میں گرفتار ہوگا۔ پھر لوگوں کے دل اس کو دیکھ کر اس کی طرف کیسے نہ مائل ہونگے اور یہ کے سب امور واسب اور سستی و کالی میں گرفتار ہونگے۔ اور جب خلیفہ فتنہ دنیا سے بے پروا سخی خراج کرنے والا ہوگا۔ اس کی سخاوت اوروں کو بھی دنیا سے اعراض اور لاپرواہی کی طرقت جذب کرے گی۔ خلافت کی پانچویں شرط تقویٰ و خلیفہ کو چاہیے کہ متقی ہو نیز گار عابد اور زامہ ہوتا کہ لوگ اس کی نیک بات کو سنیں اور نیک کام پر عمل کریں اور برے کام سے باز رہیں۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو گروہ ہیں جب وہ درست ہوتے ہیں۔ تو ان کے سبب تمام لوگ درست ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ خراب ہوتے ہیں۔ تو ان کے سبب تمام لوگ خراب ہو جاتے ہیں۔ اور وہ دونوں گروہ علماء اور اُمراء ہیں۔ اور خلیفہ ان دونوں باتوں کا جامع ہے۔ اس واسطے اس کو نہایت ضروری ہے۔ کہ نہ بد و تقویٰ نہ تیار کرے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ خلیفہ بالکل معصوم ہو کیونکہ عصمت خلفا کے واسطے غیر واجب ہے۔ ہوانیوں کے اور کچھ کے واسطے نہیں ہو کیونکہ عصمت بھی غیر کسی چیز کے کوشش کا ہاتھ اس کے دامن تک نہیں پہنچتا۔ اور یہ بات ممکن ہو کہ جو عصمت کو حاصل کرنا چاہا ہے خدا اس کو دے ہی دے۔ بلکہ عصمت ایک خلعت ہو جو عنایت الہی سے صادر ہوتا ہے۔ اور نہ ہی جس کو اپنے بند نہیں ہے چاہتا ہے عنایت کرتا ہو عصمت نبوت کی شہرلوں میں سے ہے۔ کیونکہ جمہور کے نزدیک انبیا علیہم السلام کبار سے اور محققین کے نزدیک صفائے بھی معصوم یعنی محفوظ ہیں۔ غرضیکہ عصمت ایسی چیز نہیں ہے جس کو انسان اپنی قوت سے حاصل کر سکے اس کی باگ خدا کے ہاتھ میں ہو جس کو جانتا ہے معصوم اور محفوظ بناتا ہو عصمت کا درجہ حفظ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ محفوظ آدمی سے کبھی بھول چوک ہو کہ غرض وقع ہوتی ہو مگر معصوم سے ایسا کوئی فعل ظاہر و باطن میں سرزد نہیں ہوتا۔ چہرہ ہوا خذہ کا مستوجب ہو۔ ہر معصوم شخص محفوظ ہو مگر ہر محفوظ معصوم نہیں ہو۔ پس خلافت کی شرائط میں سے حفاظت عصمت نہیں ہو کیونکہ عصمت انسان کا نسبت یاری فعل نہیں ہے۔



پس اس مطالبہ تجھ کو ان فضائل کے حصول کی کیفیت میں تامل کرنا چاہیئے اور دیکھ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کس طرح ملک اور دین اور عزت اور سلطنت ایک شخص میں جمع کرتا ہے اور جان لے کہ یہ سب باتیں خاص فضل الہی سے ہیں جسکو وہ چاہتا ہے۔ اپنے بندوں میں سحر اس فضل کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ **قُلْ اَللّٰهُمَّ وَاَلَيْكَ الْمُلْكُ تُوَفِّي الْمُلُكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلُكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ لِمَنْ تَشَاءُ اَنْ يُّعْزَّزَ لَكَ لِيُخْبِرَنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا** یعنی کہہ دو اس کے مالک جسکو تو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے تو چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے جسکو تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسکو تو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ نیز بے ترے ہی ہاتھ میں خیر و خوبی ہے اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے

## تیسری فصل مخصوص ترین خلفاء کے بیان میں اور اسی فصل میں کتاب کا خاتمہ ہو

معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت اور خلافت ایک ہی قرن میں مقرر کی ہے جسوقت نبوت اور رسالت پوشیدہ ہو گئی مابین وقت خلافت اور امارت ظاہر ہوئی۔ خلیفہ شریعت کی حقائق اور امت کے انظام میں نبی کا قائم مقام ہے۔ اور یہ کام اسی وقت کرتا ہے جب کہ اپنے منصب پر پوری امداد لے لیتا ہے۔ کیونکہ شاگرد استاد کا خلیفہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب وہ استاد سے اس قدر ریاست حاصل کرے جو اس کو شاگردوں کی تعلیم میں صرف کرنے کے واسطے کافی ہو۔

ہر ایک نبی کے وہ شخص خلیفہ ہوئے ہیں جنہوں نے عمر بھر نبی کی صحبت اٹھائی ہے۔ اور کل علوم کا اُن سے استفادہ کیا ہے علاوہ نبوت کے۔ پھر جب خلیفہ کمال کے درجہ کو پہنچ گئے اور نبی کا انتقال ہو گیا تب یہ اُن کی خلافت پر قائم ہوئے۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا یعنی شیت علیہ السلام عمر بھر حضرت آدم علیہ السلام کی صحبت میں رہے پھر جب اُن کی وفات ہو گئی۔ تب اُن کے جانشین ہوئے اور اسی طرح حضرت ادیس بن پنیہ نے

اپنے خلیفہ کو ترتیب کیا۔ اور اسی طرح حضرت فوج علیہ السلام نے اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند حضرت اسمعیلؑ اور حضرت اسحقؑ کو فیض صحبت سے مستفیض کر کے خلیفہ کیا۔ اور حضرت زکریاؑ نے حضرت یحییٰؑ کو خلیفہ بنایا۔ اور ایسے ہی حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ نے خلیفہ مقرر کیا۔ اپنی حیات میں بھی اور اپنے انتقال کے بعد بھی در حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد حضرت ہارونؑ کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھی نازل کی۔

اور حضرت ابراہیمؑ کے ایک خلیفہ حضرت لوطؑ بھی تھے جنکی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے بعد وحی نازل کی تھی۔ اور اسی طرح حضرت ہارونؑ کے پوتہ بن نون اور حضرت یونسؑ کے حضرت شمعونؑ خلیفہ تھے۔

مگر کسی نبی کے ایک خلیفہ کے ہوا اور دوسرا خلیفہ نہیں ہوا اسکا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ حبیب اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور پر نبوت ختم کر دی تیب خلافت کا دروازہ قیامت تک کے واسطے کھول دیا۔ اور خلافت کو آپ کے اصحاب اور امت میں باری کیا پس جیسے کہ ہمارے حضورؐ انبیاء میں بڑا درجہ رکھتے ہیں ایسے ہی آپؐ کے خلفاء بھی کثرت میں ہیں اور آپؐ کی زندگی میں آپؐ کے چار خلفاء موجود تھے جنہوں نے عمر بھر آپؐ سے فیض صحبت حاصل کیا اور آپؐ کے بعد آپؐ کے دیگر آپؐ کے خلیفہ ہوئے ہر ان کو حضورؐ نے اس کام کے واسطے مخصوص کر کے اپنے فور سے ان کو منور کر دیا تھا۔ اور ان کے علاوہ حضورؐ کے اور صحابہ بھی خلیفہ تھے جس کو آپؐ نے اپنی زندگی ہی میں مختلف شہروں میں اپنا خلیفہ بنا کر روانہ فرمایا تھا۔ جیسے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سلمانؓ اور حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت طلحہؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔ مگر آپؐ کی وفات کے بعد اہم خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی پر قائم ہوا کیونکہ حضور علیہ السلام ان کے کمال اور عقل و فہم سے واقف تھے۔ اور آپؐ نے دیکھ لیا تھا کہ انہوں نے دنیا سے باطل اغراض کر لیا تھا اور ہر وقت حضورؐ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے سامان دنیا میں سے حضرت صدیقؓ نے صرف ایک چادر اور خصال پر قناعت کی تھی اور باقی کل مال اس کا اپنا حضورؐ کی خدمت میں صرف کر دیا تھا۔ اور حضورؐ ان کے مال میں ایسا ہی تصرف کرتے تھے جیسے کہ اپنے مال میں کرتے تھے اور یہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ میں



نے آسمان میں ایک لوح دیجی جس پر عبارت کدہ تھی لکائیہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ يُؤْيُكِرُ**  
**الْبَيْتَ لِقِ غَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ** اور فرمایا ہے۔ میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا ہے  
 اور عرش کے گرد بھی لکھا ہوا ہے۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ يُؤْيُكِرُ غَلِيفَةُ**  
**رَسُولِ اللَّهِ عَلَيَّ أَفْرَسُونَ** اور نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگانی میں کی کو  
 حضرت صدیق اکبر پر ثروت اور بزرگی میں ترجیح اور فوقیت نہیں دی۔ اور بیلۃ الغار میں ان  
 کو اپنے ساتھ لیکر تشریف لائے جس کی نسبت استمع فرماتا ہے **كَأَنِّي أَشْتَبِي إِذْهُ مَا فِي الْعَارِ**  
**لَا يَقُولُ لِيَصَاحِبُهُ لَا تَحْتَ أَنْ اللَّهُ مَعَنَا** جب حضور مروج میں تشریف لیگے تو استمع سے  
 دریافت کیا کہ میرے بعد میری امت میں میرا خلیفہ کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف  
 وحی کی تھی کہ تمہارے بعد تمہارا خلیفہ ابوبکر صدیق ہے۔ محدثین نے اس طرح اپنی روایات میں  
 نقل کیا ہے۔ اور اسی قسم کی روایتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں بھی وارد ہیں۔ چنانچہ حضور  
 فرمایا ہے۔ **كَأَنِّي أَشْتَبِي عُمَرَ** یعنی عمر کی زبان پر حق بولتا ہے۔ اور فرمایا ہے  
**لَا تَقْبَلُوا إِلَّا الْبَنِي مِنْ بَنِي أَبِي بَكْرٍ وَخُمْرًا** یعنی امت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے بعد  
 ان دو آدمیوں کی پیروی کرو۔ ابوبکر کی اور عمر کی۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سے شرم کرتا ہے۔ کہ  
 کہ ان کو عذاب کرے۔

۱۲۔ یعنی نبی بہ کوئی محبوبہ مگر اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد کے رسول ہیں اور ابوبکر رسول خدا کے خلیفہ ہیں۔ رسول خدا  
 کے حکم پر قائم ہیں ۱۳۔ لہذا یہ انصار حسب کو کہتے ہیں جس میں حضور ہجرت کو وقت مکہ سے نکل کر ایک ماہ میں رہتے تھے  
 اور حضرت صدیق اکبر بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اور حضور اپنے بستر پر حضرت علی کو کھلا آئے تھے۔ تاکہ مشرک نہ سمجھیں۔ کہ  
 حضور کہیں تشریف لے گئے ہیں۔ اور اس رات میں مشرکین نے حضور کے قتل کر دیا پورا ارادہ کر لیا تھا ۱۴۔ لہذا یہ دو  
 ہیں کا وہ برا وجہ کردہ دو روزوں غار میں تھے۔ جبکہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ کچھ غم نہ کر بھئی خدا ہمارے ساتھ ہے  
 یہ اسی غار کا واقعہ ہے جہاں حضور اور حضرت ابوبکر دو لوگوں غار کے اندر تھے مشرکین حضور کو گھونٹتے ہوئے اس کے  
 اوپر پہنچے۔ حضرت ابوبکر ان کے ہاتھ کی آستین کو تڑو تڑوئے۔ حضور نے ان سے فرمایا کچھ غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے  
 ساتھ ہے۔ چنانچہ مشرکین بالابھی لا ڈھونڈ کر رہے گئے اور حضور اس غار میں سے نکل کر حضرت ابوبکر کے ساتھ چلے  
 کر روانہ ہوئے۔

۱۵۔ لغز و دشمنیوں ان تینوں بزرگواروں کے مدح سے باہر ہیں۔ کتب احادیث ان سے بھی پڑی ہیں۔ ہم اس  
 مختصر میں کما تک کہہ سکتے ہیں ۱۶۔

اور حضرت امیر المومنین امام المتقین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے حق میں فرمایا  
 اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کے دروازہ ہیں۔ اور  
 فرمایا ہے میں علم کی میزان ہوں اور علی اس کے دولوں ہیں۔ ان کے علاوہ بہت روایا  
 ان اصحاب کی شان میں وارد ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

۱۔ بخاری و مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھ سے بڑا نہ ہاروں کے ہونے سے مگر صرف اتنی بات ہے کہ میرے بعد نبی نہ ہوگا  
 احمد اور ترمذی نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا میں  
 سولی ہوں اس کے علم بھی سولے ہوں اور ترمذی نے حبشی بن جناد سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا میں علی سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ اور ترمذی ہی نے امین عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے دو آدمیوں میں سلسلہ اخوت قائم کیا تھا یعنی دینی بھائی بنائے تھے۔ پس  
 حضرت آپ کے پاس روئے ہوئے تھے۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ نے اپنے اصحاب میں اخوت قائم کر دی ہے۔ اور  
 میرا کیا بھائی نہ بنایا۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم میرے بھائی ہو۔ دنیا میں بھی  
 اور آخرت میں بھی۔ ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم کی حضور میں ایک پرندہ بھڑنا ہوا حاضر تھا۔ آپ نے اس وقت دعا کی کہ اے اللہ اپنے ایسے بندہ کو  
 بھیج جو ساری مخلوق سے زیادہ مجھ کو محبوب ہو۔ وہ میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے۔ پس حضرت علی آئے اور  
 آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے۔

ترمذی ہی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ میں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم سے کوئی چیز مانگتا تھا۔ تو آپ مجھ کو عنایت کرتے تھے۔ اور جب میں نہیں مانگتا تھا۔ تو خود مجھ کو دیتے تھے  
 ترمذی نے حضرت ام عطیہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک  
 لشکر کے ساتھ حضرت علی کو روانہ فرمایا ام عطیہ کہتی ہیں۔ پھر میں نے حضور کو سنا کہ  
 فرما رہے تھے۔ اے اللہ جب ملک میں علی کو نہ دیکھ لوں۔ میری وفات نہ کیجیو۔  
 مناقب حضرت امیر المومنین زبیر باقی خلفائے ثلاثہ کے بے حد و نہایت ہیں۔  
 اور سب سے بڑی منقبت ان صحابہ کرام کی یہ ہے۔ کہ جس نے ان سے  
 محبت کی۔ اُس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی۔ اور جو ان  
 کا دشمن ہے۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔ اور جو  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔  
 معاذ اللہ

سید سید علی نظامی دہلوی



جب حضرت فخر دور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات میں علیل ہوئے۔ اور لوگوں کو نماز کے واسطے امام کی ضرورت ہوئی تب خود حضور نے حضرت ابوبکر کو لوگوں کی امامت کے واسطے مقرر فرمایا۔ پھر جب حضور اس عالم فانی سے اپنے اصلی مقام نبوت کو تشریف فرما ہوئے اُسوقت حضرت علی مرتضیٰ اور عبید بن عباس آپ کی تجویز و تکہین میں مصروف ہوئے اور حضرت ابوبکر نے باہر نکل کر قنہ کو زور کیا۔ سب لوگ جمع ہو کر آپ کو خلیفہ بنانے کے مصر ہوئے۔ اور سب نے آپ کی بیعت کر کے اپنے پر آپ کو قائم کیا۔ اُسوقت منبر پر چڑھے اور باوازا بلند فرمایا مَنْ كَانَ يُعْبِدُ مُحَمَّدًا أَفَإِنَّ مُحَمَّدًا أَقْدَمَ مَا لَكَ وَمَنْ كَانَ يُعْبِدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيحٌ لَا يَمُوتُ أَبَدًا۔ یعنی جو شخص حضرت محمد کی عبادت کرتا ہو تو وہ جان لے گا بیشک محمد گئے اور جو شخص خدا کی عبادت کرتا ہو۔ پس بیشک خدا زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔ خلافت حضرت ابوبکر پر قائم ہو گئی اور جب تک آپ زندہ رہے کسی نے آپ سے اختلاف نہیں کیا اور آپ سب صحابہ میں افضل اور اکرم اور اکبر اور سب کے خلیفہ تھے۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دو سال بعد پیدا ہوئے اور وفات آپ کی حضور کی وفات شریف کے دو سال بعد واقع ہوئی عمر شریف آپ کی تربیت سال کی تھی کہ شریف ہی میں آپ پیدا ہوئے تھے اور کبھی کبھی تجارت کے واسطے باپ کا سفر بھی کیا کرتے تھے۔ اور اپنی قوم میں نہایت دوستانہ مروت اور مصافحہ اسان اور عادل مشہور تھے۔ اور یہی باعث تھا کہ زمانہ جاہلیت میں سب قریش آپ کو عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ تمام عمر حضرت صدیق نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گزار دی۔ اور اہل بیت میں سے سب سے پہلے حضور پر ایمان لائے اور حضور کی محبت میں تمام مال و ہمت اپنا خرچ کر دیا۔ مجسمہ خدا و رسول کے کوئی چیز ایسے ہی رہی و جان کے واسطے نہ چھوڑی۔ آخر جب حضور کا وصال ہوا۔ تو حضرت صدیق ہی اہل صحابہ کے اتفاق سے خلیفہ بنائے گئے۔ حالانکہ آپ خود خلافت سے انکار کرتے تھے۔ مگر جب لوگوں کا اتفاق اس بات پر دیکھا۔ تب لاچار خلافت قبول کی۔ اور خلیفہ ہوتے ہی یہی خطہ منبر پر بیٹھ کر حاضرین کو سنایا۔

اے لوگو! تم نے مجھ کو اس کام کی تکلیف دی کہ میں رسول خدا کی خلافت کروں سو تم یہ سن لو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے برگزیدہ اور معصوم بندہ تھے۔ وہی کے ساتھ خدا اُن کی امداد فرماتا تھا اور میری تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں۔ میں تم میں سے کسی سے بہتر نہیں ہوں۔ تم کو میرے ساتھ رہا کرتی رہا جائے۔ اگر تم مجھ کو میں سست نبوی پر قائم ہوں۔ تب تم یہاں تک رہو کہ اگر تم مجھ کو دیکھو کہ میں غم ہو گیا۔ تو مجھ کو سیدھا دعا کر دینا۔ حضرت صدیق نے غم تو دل اور کفاروں سے بہت جدا کیے۔ اور اسلام کو آپ کے ہاتھ میں بہت ترسوا ہوئی۔ رضی اللہ عنہ

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس سکر فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما چکے  
حضرت فاروق اعظم یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت کو زیب و  
زینت بخشی۔ اور نہایت ہمت و استقلال اور جاہ و جلال سے دین و دنیا کے امور  
انجام دیتے رہے۔ اور آخری وقت تک کسی نے آپ کی خلافت سے سرتابی نہیں

ملہ حضرت عمر بن خطاب کی ولادت شریف عام قبل کے تیز برس بعد واقع ہوئی۔ اور ستر سال میں برس کی عمر  
میں آپ نبوت شریف کے چھ سال اسلام لانے۔ جاہلیت کے زمانہ میں قریش کے اندر آپ نہایت باعزت و  
وقت تھے جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا۔ یا کہیں سفیر بھیجنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ تو آپ ہی اس کے واسطے  
منتخب کئے جاتے تھے جس وقت آپ سلمان ہوئے ہیں۔ تو آپ کے اسلام سے مسلمانوں میں ایک غیر معمولی  
خوشی پیدا ہو گئی۔ اور اسی روز سے اسلام کی دعوت علانیہ ہونے لگی۔ اور کفاروں کے دھڑلے ٹوٹ گئے۔ اور  
علم بھر حضرت عمر حضور کی محبت میں رہے۔ حضرت صدیق اکبر نے اپنی حیات ہی میں آپ کو غلیظہ کر دیا تھا۔  
اور سب مسلمانوں نے آپ کے بیت کر لی تھی۔ یہ واقعہ سب جری کا ہے۔ پھر اسی روز حضرت صدیق کی وفات  
ہوئی حضرت عمر نے اپنی خلافت میں اسلام کی بڑی ترقیاں کیں چنانچہ مسئلہ ہجری میں دشمن فتح ہوا۔ اور حمص  
اور جبک اور بصرہ اور اید وغیرہ بہت سے شہر فتح ہوئے اور شام میں ولایت آؤنٹ اور طبرستان فتح ہوئی۔ اور  
یرموک کا واقعہ ہوا۔ جس میں نو لاکھ کفاروں کے مقابلہ میں صرف آرتالیس ہزار صحابہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں  
کو فتیاب کیا۔ اور اسی سال میں قادیسیہ بھی فتح ہوا۔ اور حضرت عمر نے ملک داری اور سیاست کے بہت  
سے قوانین بھی ترتیب کیے اور لشکرات مقرر فرمائے۔ اور مملکت ایران بھی آپ کی خلافت میں فتح ہوئی۔ اور مل  
عراق بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آیا بیت المقدس کی فتح میں خود حضرت عمر شریف لے گئے اور یہ فتح  
خاص آپ ہی نام کے سے منسوب ہوئی۔

اکثر امور سلطنت میں آپ حضرت علی کہم اللہ وجہ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور حضرت علی ہی کے مشورہ سے  
سنت ہجری آپ نے مقرر فرمایا۔ اور شہ ہجری میں مسجد نبوی کو اپنے وسیع کر کے جوایا اور اسی سال حجاز میں قحط  
واقع ہوا۔ اور حضرت عمر نے حضرت عباس کے وسیلہ سے استسقاء کی دعا کی۔ چنانچہ بارش ہوئی اور قحط دور ہوا  
اور شہ میں قیساہ اور جرآن اور نصیبیں اور جزیرہ وغیرہ ممالک فتح ہوئے اور ۶۰۔۶۱۔۶۲۔۶۳۔۶۴۔۶۵۔۶۶۔۶۷۔۶۸۔۶۹۔۷۰۔۷۱۔۷۲۔۷۳۔۷۴۔۷۵۔۷۶۔۷۷۔۷۸۔۷۹۔۸۰۔۸۱۔۸۲۔۸۳۔۸۴۔۸۵۔۸۶۔۸۷۔۸۸۔۸۹۔۹۰۔۹۱۔۹۲۔۹۳۔۹۴۔۹۵۔۹۶۔۹۷۔۹۸۔۹۹۔۱۰۰۔۱۰۱۔۱۰۲۔۱۰۳۔۱۰۴۔۱۰۵۔۱۰۶۔۱۰۷۔۱۰۸۔۱۰۹۔۱۱۰۔۱۱۱۔۱۱۲۔۱۱۳۔۱۱۴۔۱۱۵۔۱۱۶۔۱۱۷۔۱۱۸۔۱۱۹۔۱۲۰۔۱۲۱۔۱۲۲۔۱۲۳۔۱۲۴۔۱۲۵۔۱۲۶۔۱۲۷۔۱۲۸۔۱۲۹۔۱۳۰۔۱۳۱۔۱۳۲۔۱۳۳۔۱۳۴۔۱۳۵۔۱۳۶۔۱۳۷۔۱۳۸۔۱۳۹۔۱۴۰۔۱۴۱۔۱۴۲۔۱۴۳۔۱۴۴۔۱۴۵۔۱۴۶۔۱۴۷۔۱۴۸۔۱۴۹۔۱۵۰۔۱۵۱۔۱۵۲۔۱۵۳۔۱۵۴۔۱۵۵۔۱۵۶۔۱۵۷۔۱۵۸۔۱۵۹۔۱۶۰۔۱۶۱۔۱۶۲۔۱۶۳۔۱۶۴۔۱۶۵۔۱۶۶۔۱۶۷۔۱۶۸۔۱۶۹۔۱۷۰۔۱۷۱۔۱۷۲۔۱۷۳۔۱۷۴۔۱۷۵۔۱۷۶۔۱۷۷۔۱۷۸۔۱۷۹۔۱۸۰۔۱۸۱۔۱۸۲۔۱۸۳۔۱۸۴۔۱۸۵۔۱۸۶۔۱۸۷۔۱۸۸۔۱۸۹۔۱۹۰۔۱۹۱۔۱۹۲۔۱۹۳۔۱۹۴۔۱۹۵۔۱۹۶۔۱۹۷۔۱۹۸۔۱۹۹۔۲۰۰۔۲۰۱۔۲۰۲۔۲۰۳۔۲۰۴۔۲۰۵۔۲۰۶۔۲۰۷۔۲۰۸۔۲۰۹۔۲۱۰۔۲۱۱۔۲۱۲۔۲۱۳۔۲۱۴۔۲۱۵۔۲۱۶۔۲۱۷۔۲۱۸۔۲۱۹۔۲۲۰۔۲۲۱۔۲۲۲۔۲۲۳۔۲۲۴۔۲۲۵۔۲۲۶۔۲۲۷۔۲۲۸۔۲۲۹۔۲۳۰۔۲۳۱۔۲۳۲۔۲۳۳۔۲۳۴۔۲۳۵۔۲۳۶۔۲۳۷۔۲۳۸۔۲۳۹۔۲۴۰۔۲۴۱۔۲۴۲۔۲۴۳۔۲۴۴۔۲۴۵۔۲۴۶۔۲۴۷۔۲۴۸۔۲۴۹۔۲۵۰۔۲۵۱۔۲۵۲۔۲۵۳۔۲۵۴۔۲۵۵۔۲۵۶۔۲۵۷۔۲۵۸۔۲۵۹۔۲۶۰۔۲۶۱۔۲۶۲۔۲۶۳۔۲۶۴۔۲۶۵۔۲۶۶۔۲۶۷۔۲۶۸۔۲۶۹۔۲۷۰۔۲۷۱۔۲۷۲۔۲۷۳۔۲۷۴۔۲۷۵۔۲۷۶۔۲۷۷۔۲۷۸۔۲۷۹۔۲۸۰۔۲۸۱۔۲۸۲۔۲۸۳۔۲۸۴۔۲۸۵۔۲۸۶۔۲۸۷۔۲۸۸۔۲۸۹۔۲۹۰۔۲۹۱۔۲۹۲۔۲۹۳۔۲۹۴۔۲۹۵۔۲۹۶۔۲۹۷۔۲۹۸۔۲۹۹۔۳۰۰۔۳۰۱۔۳۰۲۔۳۰۳۔۳۰۴۔۳۰۵۔۳۰۶۔۳۰۷۔۳۰۸۔۳۰۹۔۳۱۰۔۳۱۱۔۳۱۲۔۳۱۳۔۳۱۴۔۳۱۵۔۳۱۶۔۳۱۷۔۳۱۸۔۳۱۹۔۳۲۰۔۳۲۱۔۳۲۲۔۳۲۳۔۳۲۴۔۳۲۵۔۳۲۶۔۳۲۷۔۳۲۸۔۳۲۹۔۳۳۰۔۳۳۱۔۳۳۲۔۳۳۳۔۳۳۴۔۳۳۵۔۳۳۶۔۳۳۷۔۳۳۸۔۳۳۹۔۳۴۰۔۳۴۱۔۳۴۲۔۳۴۳۔۳۴۴۔۳۴۵۔۳۴۶۔۳۴۷۔۳۴۸۔۳۴۹۔۳۵۰۔۳۵۱۔۳۵۲۔۳۵۳۔۳۵۴۔۳۵۵۔۳۵۶۔۳۵۷۔۳۵۸۔۳۵۹۔۳۶۰۔۳۶۱۔۳۶۲۔۳۶۳۔۳۶۴۔۳۶۵۔۳۶۶۔۳۶۷۔۳۶۸۔۳۶۹۔۳۷۰۔۳۷۱۔۳۷۲۔۳۷۳۔۳۷۴۔۳۷۵۔۳۷۶۔۳۷۷۔۳۷۸۔۳۷۹۔۳۸۰۔۳۸۱۔۳۸۲۔۳۸۳۔۳۸۴۔۳۸۵۔۳۸۶۔۳۸۷۔۳۸۸۔۳۸۹۔۳۹۰۔۳۹۱۔۳۹۲۔۳۹۳۔۳۹۴۔۳۹۵۔۳۹۶۔۳۹۷۔۳۹۸۔۳۹۹۔۴۰۰۔۴۰۱۔۴۰۲۔۴۰۳۔۴۰۴۔۴۰۵۔۴۰۶۔۴۰۷۔۴۰۸۔۴۰۹۔۴۱۰۔۴۱۱۔۴۱۲۔۴۱۳۔۴۱۴۔۴۱۵۔۴۱۶۔۴۱۷۔۴۱۸۔۴۱۹۔۴۲۰۔۴۲۱۔۴۲۲۔۴۲۳۔۴۲۴۔۴۲۵۔۴۲۶۔۴۲۷۔۴۲۸۔۴۲۹۔۴۳۰۔۴۳۱۔۴۳۲۔۴۳۳۔۴۳۴۔۴۳۵۔۴۳۶۔۴۳۷۔۴۳۸۔۴۳۹۔۴۴۰۔۴۴۱۔۴۴۲۔۴۴۳۔۴۴۴۔۴۴۵۔۴۴۶۔۴۴۷۔۴۴۸۔۴۴۹۔۴۵۰۔۴۵۱۔۴۵۲۔۴۵۳۔۴۵۴۔۴۵۵۔۴۵۶۔۴۵۷۔۴۵۸۔۴۵۹۔۴۶۰۔۴۶۱۔۴۶۲۔۴۶۳۔۴۶۴۔۴۶۵۔۴۶۶۔۴۶۷۔۴۶۸۔۴۶۹۔۴۷۰۔۴۷۱۔۴۷۲۔۴۷۳۔۴۷۴۔۴۷۵۔۴۷۶۔۴۷۷۔۴۷۸۔۴۷۹۔۴۸۰۔۴۸۱۔۴۸۲۔۴۸۳۔۴۸۴۔۴۸۵۔۴۸۶۔۴۸۷۔۴۸۸۔۴۸۹۔۴۹۰۔۴۹۱۔۴۹۲۔۴۹۳۔۴۹۴۔۴۹۵۔۴۹۶۔۴۹۷۔۴۹۸۔۴۹۹۔۵۰۰۔۵۰۱۔۵۰۲۔۵۰۳۔۵۰۴۔۵۰۵۔۵۰۶۔۵۰۷۔۵۰۸۔۵۰۹۔۵۱۰۔۵۱۱۔۵۱۲۔۵۱۳۔۵۱۴۔۵۱۵۔۵۱۶۔۵۱۷۔۵۱۸۔۵۱۹۔۵۲۰۔۵۲۱۔۵۲۲۔۵۲۳۔۵۲۴۔۵۲۵۔۵۲۶۔۵۲۷۔۵۲۸۔۵۲۹۔۵۳۰۔۵۳۱۔۵۳۲۔۵۳۳۔۵۳۴۔۵۳۵۔۵۳۶۔۵۳۷۔۵۳۸۔۵۳۹۔۵۴۰۔۵۴۱۔۵۴۲۔۵۴۳۔۵۴۴۔۵۴۵۔۵۴۶۔۵۴۷۔۵۴۸۔۵۴۹۔۵۵۰۔۵۵۱۔۵۵۲۔۵۵۳۔۵۵۴۔۵۵۵۔۵۵۶۔۵۵۷۔۵۵۸۔۵۵۹۔۵۶۰۔۵۶۱۔۵۶۲۔۵۶۳۔۵۶۴۔۵۶۵۔۵۶۶۔۵۶۷۔۵۶۸۔۵۶۹۔۵۷۰۔۵۷۱۔۵۷۲۔۵۷۳۔۵۷۴۔۵۷۵۔۵۷۶۔۵۷۷۔۵۷۸۔۵۷۹۔۵۸۰۔۵۸۱۔۵۸۲۔۵۸۳۔۵۸۴۔۵۸۵۔۵۸۶۔۵۸۷۔۵۸۸۔۵۸۹۔۵۹۰۔۵۹۱۔۵۹۲۔۵۹۳۔۵۹۴۔۵۹۵۔۵۹۶۔۵۹۷۔۵۹۸۔۵۹۹۔۶۰۰۔۶۰۱۔۶۰۲۔۶۰۳۔۶۰۴۔۶۰۵۔۶۰۶۔۶۰۷۔۶۰۸۔۶۰۹۔۶۱۰۔۶۱۱۔۶۱۲۔۶۱۳۔۶۱۴۔۶۱۵۔۶۱۶۔۶۱۷۔۶۱۸۔۶۱۹۔۶۲۰۔۶۲۱۔۶۲۲۔۶۲۳۔۶۲۴۔۶۲۵۔۶۲۶۔۶۲۷۔۶۲۸۔۶۲۹۔۶۳۰۔۶۳۱۔۶۳۲۔۶۳۳۔۶۳۴۔۶۳۵۔۶۳۶۔۶۳۷۔۶۳۸۔۶۳۹۔۶۴۰۔۶۴۱۔۶۴۲۔۶۴۳۔۶۴۴۔۶۴۵۔۶۴۶۔۶۴۷۔۶۴۸۔۶۴۹۔۶۵۰۔۶۵۱۔۶۵۲۔۶۵۳۔۶۵۴۔۶۵۵۔۶۵۶۔۶۵۷۔۶۵۸۔۶۵۹۔۶۶۰۔۶۶۱۔۶۶۲۔۶۶۳۔۶۶۴۔۶۶۵۔۶۶۶۔۶۶۷۔۶۶۸۔۶۶۹۔۶۷۰۔۶۷۱۔۶۷۲۔۶۷۳۔۶۷۴۔۶۷۵۔۶۷۶۔۶۷۷۔۶۷۸۔۶۷۹۔۶۸۰۔۶۸۱۔۶۸۲۔۶۸۳۔۶۸۴۔۶۸۵۔۶۸۶۔۶۸۷۔۶۸۸۔۶۸۹۔۶۹۰۔۶۹۱۔۶۹۲۔۶۹۳۔۶۹۴۔۶۹۵۔۶۹۶۔۶۹۷۔۶۹۸۔۶۹۹۔۷۰۰۔۷۰۱۔۷۰۲۔۷۰۳۔۷۰۴۔۷۰۵۔۷۰۶۔۷۰۷۔۷۰۸۔۷۰۹۔۷۱۰۔۷۱۱۔۷۱۲۔۷۱۳۔۷۱۴۔۷۱۵۔۷۱۶۔۷۱۷۔۷۱۸۔۷۱۹۔۷۲۰۔۷۲۱۔۷۲۲۔۷۲۳۔۷۲۴۔۷۲۵۔۷۲۶۔۷۲۷۔۷۲۸۔۷۲۹۔۷۳۰۔۷۳۱۔۷۳۲۔۷۳۳۔۷۳۴۔۷۳۵۔۷۳۶۔۷۳۷۔۷۳۸۔۷۳۹۔۷۴۰۔۷۴۱۔۷۴۲۔۷۴۳۔۷۴۴۔۷۴۵۔۷۴۶۔۷۴۷۔۷۴۸۔۷۴۹۔۷۵۰۔۷۵۱۔۷۵۲۔۷۵۳۔۷۵۴۔۷۵۵۔۷۵۶۔۷۵۷۔۷۵۸۔۷۵۹۔۷۶۰۔۷۶۱۔۷۶۲۔۷۶۳۔۷۶۴۔۷۶۵۔۷۶۶۔۷۶۷۔۷۶۸۔۷۶۹۔۷۷۰۔۷۷۱۔۷۷۲۔۷۷۳۔۷۷۴۔۷۷۵۔۷۷۶۔۷۷۷۔۷۷۸۔۷۷۹۔۷۸۰۔۷۸۱۔۷۸۲۔۷۸۳۔۷۸۴۔۷۸۵۔۷۸۶۔۷۸۷۔۷۸۸۔۷۸۹۔۷۹۰۔۷۹۱۔۷۹۲۔۷۹۳۔۷۹۴۔۷۹۵۔۷۹۶۔۷۹۷۔۷۹۸۔۷۹۹۔۸۰۰۔۸۰۱۔۸۰۲۔۸۰۳۔۸۰۴۔۸۰۵۔۸۰۶۔۸۰۷۔۸۰۸۔۸۰۹۔۸۱۰۔۸۱۱۔۸۱۲۔۸۱۳۔۸۱۴۔۸۱۵۔۸۱۶۔۸۱۷۔۸۱۸۔۸۱۹۔۸۲۰۔۸۲۱۔۸۲۲۔۸۲۳۔۸۲۴۔۸۲۵۔۸۲۶۔۸۲۷۔۸۲۸۔۸۲۹۔۸۳۰۔۸۳۱۔۸۳۲۔۸۳۳۔۸۳۴۔۸۳۵۔۸۳۶۔۸۳۷۔۸۳۸۔۸۳۹۔۸۴۰۔۸۴۱۔۸۴۲۔۸۴۳۔۸۴۴۔۸۴۵۔۸۴۶۔۸۴۷۔۸۴۸۔۸۴۹۔۸۵۰۔۸۵۱۔۸۵۲۔۸۵۳۔۸۵۴۔۸۵۵۔۸۵۶۔۸۵۷۔۸۵۸۔۸۵۹۔۸۶۰۔۸۶۱۔۸۶۲۔۸۶۳۔۸۶۴۔۸۶۵۔۸۶۶۔۸۶۷۔۸۶۸۔۸۶۹۔۸۷۰۔۸۷۱۔۸۷۲۔۸۷۳۔۸۷۴۔۸۷۵۔۸۷۶۔۸۷۷۔۸۷۸۔۸۷۹۔۸۸۰۔۸۸۱۔۸۸۲۔۸۸۳۔۸۸۴۔۸۸۵۔۸۸۶۔۸۸۷۔۸۸۸۔۸۸۹۔۸۹۰۔۸۹۱۔۸۹۲۔۸۹۳۔۸۹۴۔۸۹۵۔۸۹۶۔۸۹۷۔۸۹۸۔۸۹۹۔۹۰۰۔۹۰۱۔۹۰۲۔۹۰۳۔۹۰۴۔۹۰۵۔۹۰۶۔۹۰۷۔۹۰۸۔۹۰۹۔۹۱۰۔۹۱۱۔۹۱۲۔۹۱۳۔۹۱۴۔۹۱۵۔۹۱۶۔۹۱۷۔۹۱۸۔۹۱۹۔۹۲۰۔۹۲۱۔۹۲۲۔۹۲۳۔۹۲۴۔۹۲۵۔۹۲۶۔۹۲۷۔۹۲۸۔۹۲۹۔۹۳۰۔۹۳۱۔۹۳۲۔۹۳۳۔۹۳۴۔۹۳۵۔۹۳۶۔۹۳۷۔۹۳۸۔۹۳۹۔۹۴۰۔۹۴۱۔۹۴۲۔۹۴۳۔۹۴۴۔۹۴۵۔۹۴۶۔۹۴۷۔۹۴۸۔۹۴۹۔۹۵۰۔۹۵۱۔۹۵۲۔۹۵۳۔۹۵۴۔۹۵۵۔۹۵۶۔۹۵۷۔۹۵۸۔۹۵۹۔۹۶۰۔۹۶۱۔۹۶۲۔۹۶۳۔۹۶۴۔۹۶۵۔۹۶۶۔۹۶۷۔۹۶۸۔۹۶۹۔۹۷۰۔۹۷۱۔۹۷۲۔۹۷۳۔۹۷۴۔۹۷۵۔۹۷۶۔۹۷۷۔۹۷۸۔۹۷۹۔۹۸۰۔۹۸۱۔۹۸۲۔۹۸۳۔۹۸۴۔۹۸۵۔۹۸۶۔۹۸۷۔۹۸۸۔۹۸۹۔۹۹۰۔۹۹۱۔۹۹۲۔۹۹۳۔۹۹۴۔۹۹۵۔۹۹۶۔۹۹۷۔۹۹۸۔۹۹۹۔۱۰۰۰۔۱۰۰۱۔۱۰۰۲۔۱۰۰۳۔۱۰۰۴۔۱۰۰۵۔۱۰۰۶۔۱۰۰۷۔۱۰۰۸۔۱۰۰۹۔۱۰۱۰۔۱۰۱۱۔۱۰۱۲۔۱۰۱۳۔۱۰۱۴۔۱۰۱۵۔۱۰۱۶۔۱۰۱۷۔۱۰۱۸۔۱۰۱۹۔۱۰۲۰۔۱۰۲۱۔۱۰۲۲۔۱۰۲۳۔۱۰۲۴۔۱۰۲۵۔۱۰۲۶۔۱۰۲۷۔۱۰۲۸۔۱۰۲۹۔۱۰۳۰۔۱۰۳۱۔۱۰۳۲۔۱۰۳۳۔۱۰۳۴۔۱۰۳۵۔۱۰۳۶۔۱۰۳۷۔۱۰۳۸۔۱۰۳۹۔۱۰۴۰۔۱۰۴۱۔۱۰۴۲۔۱۰۴۳۔۱۰۴۴۔۱۰۴۵۔۱۰۴۶۔۱۰۴۷۔۱۰۴۸۔۱۰۴۹۔۱۰۵۰۔۱۰۵۱۔۱۰۵۲۔۱۰۵۳۔۱۰۵۴۔۱۰۵۵۔۱۰۵۶۔۱۰۵۷۔۱۰۵۸۔۱۰۵۹۔۱۰۶۰۔۱۰۶۱۔۱۰۶۲۔۱۰۶۳۔۱۰۶۴۔۱۰۶۵۔۱۰۶۶۔۱۰۶۷۔۱۰۶۸۔۱۰۶۹۔۱۰۷۰۔۱۰۷۱۔۱۰۷۲۔۱۰۷۳۔۱۰۷۴۔۱۰۷۵۔۱۰۷۶۔۱۰۷۷۔۱۰۷۸۔۱۰۷۹۔۱۰۸۰۔۱۰۸۱۔۱۰۸۲۔۱۰۸۳۔۱۰۸۴۔۱۰۸۵۔۱۰۸۶۔۱۰۸۷۔۱۰۸۸۔۱۰۸۹۔۱۰۹۰۔۱۰۹۱۔۱۰۹۲۔۱۰۹۳۔۱۰۹۴۔۱۰۹۵۔۱۰۹۶۔۱۰۹۷۔۱۰۹۸۔۱۰۹۹۔۱۱۰۰۔۱۱۰۱۔۱۱۰۲۔۱۱۰۳۔۱۱۰۴۔۱۱۰۵۔۱۱۰۶۔۱۱۰۷۔۱۱۰۸۔۱۱۰۹۔۱۱۱۰۔۱۱۱۱۔۱۱۱۲۔۱۱۱۳۔۱۱۱۴۔۱۱۱۵۔۱۱۱۶۔۱۱۱۷۔۱۱۱۸۔۱۱۱۹۔۱۱۲۰۔۱۱۲۱۔۱۱۲۲۔۱۱۲۳۔۱۱۲۴۔۱۱۲۵۔۱۱۲۶۔۱۱۲۷۔۱۱۲۸۔۱۱۲۹۔۱۱۳۰۔۱۱۳۱۔۱۱۳۲۔۱۱۳۳۔۱۱۳۴۔۱۱۳۵۔۱۱۳۶۔۱۱۳۷۔۱۱۳۸۔۱۱۳۹۔۱۱۴۰۔۱۱۴۱۔۱۱۴۲۔۱۱۴۳۔۱۱۴۴۔۱۱۴۵۔۱۱۴۶۔۱۱۴۷۔۱۱۴۸۔۱۱۴۹۔۱۱۵۰۔۱۱۵۱۔۱۱۵۲۔۱۱۵۳۔۱۱۵۴۔۱۱۵۵۔۱۱۵۶۔۱۱۵۷۔۱۱۵۸۔۱۱۵۹۔۱۱۶۰۔۱۱۶۱۔۱۱۶۲۔۱۱۶۳۔۱۱۶۴۔۱۱۶۵۔۱۱۶۶۔۱۱۶۷۔۱۱۶۸۔۱۱۶۹۔۱۱۷۰۔۱۱۷۱۔۱۱۷۲۔۱۱۷۳۔۱۱۷۴۔۱۱۷۵۔۱۱۷۶۔۱۱۷۷۔۱۱۷۸۔۱۱۷۹۔۱۱۸۰۔۱۱۸۱۔۱۱۸۲۔۱۱۸۳۔۱۱۸۴۔۱۱۸۵۔۱۱۸۶۔۱۱۸۷۔۱۱۸۸۔۱۱۸۹۔۱۱۹۰۔۱۱۹۱۔۱۱۹۲۔۱۱۹۳۔۱۱۹۴۔۱۱۹۵۔۱۱۹۶۔۱۱۹۷۔۱۱۹۸۔۱۱۹۹۔۱۲۰۰۔۱۲۰۱۔۱۲۰۲۔۱۲۰۳۔۱۲۰۴۔۱۲۰۵۔۱۲۰۶۔۱۲۰۷۔۱۲۰۸۔۱۲۰۹۔۱۲۱۰۔۱۲۱۱۔۱۲۱۲۔۱۲۱۳۔۱۲۱۴۔۱۲۱۵۔۱۲۱۶۔۱۲۱۷۔۱۲۱۸۔۱۲۱۹۔۱۲۲۰۔۱۲۲۱۔۱۲۲۲۔۱۲۲۳۔۱۲۲۴۔۱۲۲۵۔۱۲۲۶۔۱۲۲۷۔۱۲۲۸۔۱۲۲۹۔۱۲۳۰۔۱۲۳۱۔۱۲۳۲۔۱۲۳۳۔۱۲۳۴۔۱۲۳۵۔۱۲۳۶۔۱۲۳۷۔۱۲۳۸۔۱۲۳۹۔۱۲۴۰۔۱۲۴۱۔۱۲۴۲۔۱۲۴۳۔۱۲۴۴۔۱۲۴۵۔۱۲۴۶۔۱۲۴۷۔۱۲۴۸۔۱۲۴۹۔۱۲۵۰۔۱۲۵۱۔۱۲۵۲۔۱۲۵۳۔۱۲۵۴۔۱۲۵۵۔۱۲۵۶۔۱۲۵۷۔۱۲۵۸۔۱۲۵۹۔۱۲۶۰۔۱۲۶۱۔۱۲۶۲۔۱۲۶۳۔۱۲۶۴۔۱۲۶۵۔۱۲۶۶۔۱۲۶۷۔۱۲۶۸۔۱۲۶۹۔۱۲۷۰۔۱۲۷۱۔۱۲۷۲۔۱۲۷۳۔۱۲۷۴۔۱۲۷۵۔۱۲۷۶۔۱۲۷۷۔۱۲۷۸۔۱۲۷۹۔۱۲۸۰۔۱۲۸۱۔۱۲۸۲۔۱۲۸۳۔۱۲۸۴۔۱۲۸۵۔۱۲۸۶۔۱۲۸۷۔۱۲۸۸۔۱۲۸۹۔۱۲۹۰۔۱۲۹۱۔۱۲۹۲۔۱۲۹۳۔۱۲۹۴۔۱۲۹۵۔۱۲۹۶۔۱۲۹۷۔۱۲۹۸۔۱۲۹۹۔۱۳۰۰۔۱۳۰۱۔۱۳۰۲۔۱۳۰۳۔۱۳۰۴۔۱۳۰۵۔۱۳۰۶۔۱۳۰۷۔۱۳۰۸۔۱۳۰۹۔۱۳۱۰۔۱۳۱۱۔۱۳۱۲۔۱۳۱۳۔۱۳۱۴۔۱۳۱۵۔۱۳۱۶۔۱۳۱۷۔۱۳۱۸۔۱۳۱۹۔۱۳۲۰۔۱۳۲۱۔۱۳۲۲۔۱۳۲۳۔۱۳۲۴۔۱۳۲۵۔۱۳۲۶۔۱۳۲۷۔۱۳۲۸۔۱۳۲۹۔۱۳۳۰۔۱۳۳۱۔۱۳۳۲۔۱۳۳۳۔۱۳۳۴۔۱۳۳۵۔۱۳۳۶۔۱۳۳۷۔۱۳۳۸۔۱۳۳۹۔۱۳۴۰۔۱۳۴۱۔۱۳۴۲۔۱۳۴۳۔۱۳۴۴۔۱۳۴۵۔۱۳۴۶۔۱۳۴۷۔۱۳۴۸۔۱۳۴۹۔۱۳۵۰۔۱۳۵۱۔۱۳۵۲۔۱۳۵۳۔۱۳۵۴۔۱۳۵۵۔۱۳۵۶۔۱۳۵۷۔۱۳۵۸۔۱۳۵۹۔۱۳۶۰۔۱۳۶۱۔۱۳۶۲۔۱۳۶۳۔۱۳۶۴۔۱۳۶۵۔۱۳۶۶۔۱۳۶۷۔۱۳۶۸۔۱۳۶۹۔۱۳۷۰۔۱۳۷۱۔۱۳۷۲۔۱۳۷۳۔۱۳۷۴۔۱۳۷۵۔۱۳۷۶۔۱۳۷۷۔۱۳۷۸۔۱۳۷۹۔۱۳۸۰۔۱۳۸۱۔۱۳۸۲۔۱۳۸۳۔۱۳۸۴۔۱۳۸۵۔۱۳۸۶۔۱۳۸۷۔۱۳۸۸۔۱۳۸۹۔۱۳۹۰۔۱۳۹۱۔۱۳۹۲۔۱۳۹۳۔۱۳۹۴۔۱۳۹۵۔۱۳۹۶۔۱۳۹۷۔۱۳۹۸۔۱۳۹۹۔۱۴۰۰۔۱۴۰۱۔۱۴۰۲۔۱۴۰۳۔۱۴۰۴۔۱۴۰۵۔۱۴۰۶۔۱۴۰۷۔۱۴۰۸۔۱۴۰۹۔۱۴۱۰۔۱۴۱۱۔۱۴۱۲۔۱۴۱۳۔۱۴۱۴۔۱۴۱۵۔۱۴۱۶۔۱۴۱۷۔۱۴۱۸۔۱۴۱۹۔۱۴۲۰۔۱۴۲۱۔۱۴۲۲۔۱۴۲۳۔۱۴۲۴۔۱۴۲۵۔۱۴۲۶۔۱۴۲۷۔۱۴۲۸۔۱۴۲۹۔۱۴۳۰۔۱۴۳۱۔۱۴۳۲۔۱۴۳۳۔۱۴۳۴۔۱۴۳۵۔۱۴۳۶۔۱۴۳۷۔۱۴۳۸۔۱۴۳۹۔۱۴۴۰۔۱۴۴۱۔۱۴۴۲۔۱۴۴۳۔۱۴۴۴۔۱۴۴۵۔۱۴۴۶۔۱۴۴۷۔۱۴۴۸۔۱۴۴۹۔۱۴۵۰۔۱۴۵۱۔۱۴۵۲۔۱۴۵۳۔۱۴۵۴۔۱۴۵۵۔۱۴۵۶۔۱۴۵۷۔۱۴۵۸۔۱۴۵۹۔۱۴۶۰۔۱۴۶۱۔۱۴۶۲۔۱۴۶۳۔۱۴۶۴۔۱۴۶۵۔۱۴۶۶۔۱۴۶۷۔۱۴۶۸۔۱۴۶۹۔۱۴۷۰۔۱۴۷۱۔۱۴۷۲۔۱۴۷۳۔۱۴۷۴۔۱۴۷۵۔۱۴۷۶۔۱۴۷۷۔۱۴۷۸۔۱۴۷۹۔۱۴۸۰۔۱۴۸۱۔۱۴۸۲۔۱۴۸۳۔۱۴۸۴۔۱۴۸۵۔۱۴۸۶۔۱۴۸۷۔۱۴۸۸۔۱۴۸۹۔۱۴۹۰۔۱۴۹۱۔۱۴۹۲۔۱۴۹۳۔۱۴۹۴۔۱۴۹۵۔۱۴۹۶۔۱۴۹۷۔۱۴۹۸۔۱۴۹۹۔۱۵۰۰۔۱۵۰۱۔۱۵۰۲۔۱۵۰۳۔۱۵۰۴۔۱۵۰۵۔۱۵۰۶۔۱۵۰۷۔۱۵۰۸۔۱۵۰۹۔۱۵۱۰۔۱۵۱۱۔۱۵۱۲۔۱۵۱۳۔۱۵۱۴۔۱۵۱۵۔۱۵۱۶۔۱۵۱۷۔۱۵۱۸۔۱۵۱۹۔۱۵۲۰۔۱۵۲۱۔۱۵۲۲۔۱۵۲۳۔۱۵۲۴۔۱۵۲۵۔۱۵۲۶۔۱۵۲۷۔۱۵۲۸۔۱۵۲۹۔۱۵۳۰۔۱۵۳۱۔۱۵۳۲۔۱۵۳۳۔۱۵۳۴۔۱۵۳۵۔۱۵۳۶۔۱۵۳۷۔۱۵۳۸۔۱۵۳۹۔۱۵۴۰۔۱۵۴۱۔۱۵۴۲۔۱۵۴۳۔۱



جب حضرت فاروق اعظم رضی بھی اس عالم ناپائیدار سے جوار رحمت پر مددگار میں رونق افرا ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے خلافت نبوی روشن اور منور ہوئی۔ اور آپ وہ شخص ہیں جن سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صاحبزادوں کی شادی فرمائی تھی۔ آپ کی خلافت کے آخر میں فساد شروع ہوا اور اسی میں آپ شہید ہوئے۔

لے حضرت عثمان بن عفان دم عام قبل کے چھٹے سال بعد پیدا ہوئے۔ اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو حضرت حبیب کی دعوت سے اسلام لائے تھے اور آپ نے دو ہجرتیں کیں پہلی حبش کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف۔ اور آپ کی شادی حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہ سے زمانہ نبوت سے پہلے ہی ہو گئی تھی۔ اور انہیں کی خلافت کے سبب سے حضرت عثمان غزوہ بدر میں حضور کی ایمازت سے شریک نہ ہو سکے تھے۔ مگر حضور نے اہل قیمت میں ان کا حصہ لگایا تھا۔ اسی سبب سے اہل بدر میں آپ کا شمار ہے اور جس روز کہ لوگوں نے حضور کی صاحبزادی کو مدینہ میں دفن کیا۔ اسی روز فتح بدر کی خبر مدینہ میں آئی پھر اس کے بعد حضور نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے ان کی شادی کر دی اور ان صاحبزادی کا بھی شہدہ ہجری میں وصال ہو گیا۔ علماء کہتے ہیں بجز حضرت عثمان کے اور کوئی شخص ایسا معلوم نہیں ہوا جس سے کسی نبی کی دو صاحبزادیوں کی شادی ہوئی ہو۔ اسی سبب سے ذی النورین آپ کا لقب ہے۔

حضرت عثمان ہی قرآن شریف کے جامع ہیں اور ایک سو چھیالیس حدیثیں آپ سے روایت ہیں اور حدیث کے روایت کرنے سے آپ نہایت خوف کیا کرتے تھے۔ اور جب روایت کرتے تھے تو پورے طور سے نہایت اچھے طریقہ کے ساتھ روایت کرتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے حضرت عثمان کی نسبت سوال کیا آپ نے فرمایا۔ یہ وہ شخص ہیں جن کو فرشتے ذی النورین کہتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن کے تین رات بعد خلیفہ ہوئے اور سب صحابہ اور انصار نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے زمانہ خلافت میں دی اور ملک روم کے بہت سے قلعہ اور ولایت ساہو اور جزیرہ قبرس اور افریقہ وغیرہ میں مالک فرج ہوئے۔ اور آپ نے شہدہ ہجری میں مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ سے معزول کر کے سعد بن ابی وقاص کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اور پھر سعد کو معزول کر کے وید بن عقبہ کو جہان کے اس شریک بھائی تھے۔ وہاں کا حاکم کیا۔ بات عام میں ناپسند ہوئی اور آخر کو ایسی ہی وجہات کے زیادہ ہونے سے بدو پیدا ہوا۔ اور آپ اس میں عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق کے غلاموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت یا سعادت کے بعد امام خلافت نے حضرت  
اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پُر قرار پکڑا۔ آپ کی خلافت میں  
لوگوں پر حرص غالب ہوئی اور ملک و سلطنت کی ہوانے ہر ایک کے دماغ میں اثر کیا بتاؤں  
کثرت سے پھیل گئیں اور حضرت امیر المؤمنین کا زیادہ وقت انہیں کے فرو کرنے میں  
صرف ہوا۔ آخر ابن عجم ملعون کے ہاتھ سے آپ شہید ہوئے اور انتقال کے وقت اپنے  
صاحبزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کو نہایت مشفقانہ  
وصیت فرمائی۔

حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے فرماتے ہیں۔ میرے روزِ حضور کے پاس وحی  
آئی اور منزل کے روز میں مسلمان ہوا۔ اور کبھی آپ نے بت پرستی نہیں کی بچپن ہی سے مسلمان ہو گئے  
تھے۔ اور قرآن شریف آپ نے جمع کر کے حضور کو سنایا تھا۔ اور حضور کے دانا بھی تھے حضور کی صاحبزادی  
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آپ کے عقد نکاح میں تھیں۔ جب حضور نے ہجرت کی ہے تو حضرت علیؑ  
کو مکہ میں چھوڑ دیا تھا۔ تاکہ حضور کے پاس لوگوں کی جو جو امانتیں اور وصیتیں تھیں ان کو ادا کر دیں۔  
حضور کے ساتھ حضرت علیؑ تمام غزووں اور جہادوں میں شریک تھے۔ سو ایک نبرد جو تک  
کے یزید کو حضور نے ان کو حرمہ میں اپنا قائم مقام بنانے کے چھوڑ دیا تھا۔  
بہت سے موقعوں پر حضور نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ جھٹک دیا ہے۔ اور جنگِ مدینہ آپ کے  
سوا زخم لگے تھے۔ اور حضور نے ہر جواب ان کی کینیت رکھی تھی۔

حضرت عثمان کی شہادت کے دوسرے روز حضرت علیؑ راتِ خلیفہ ہوئے اور سب لوگوں نے آپ  
سے بیعت کی۔ کہتے ہیں۔ کہ ظلم اور زیر کرنے مجبوزا بیعت کی تھی اور یہ وہ دنوں حضرت امیر المؤمنین عائشہ  
صدیقہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ شریف اور دار سے بھرہ کر چلے گئے تاکہ حضرت علیؑ سے حضرت عثمان کا خون  
پلین جب یہ خبر حضرت امیر المؤمنین کو ہوئی تب آپ بھی بھرہ گئے۔ اور جنگِ جمل واقع ہوئی پھر وہاں سے آپ کو ف  
میں لے آئے اور اتنے میں معاویہ بھی شام سے آ گئے تھے تب جنگِ مدینہ ہوئی اور اس کے علاوہ مساد سے بہت  
سی جنگیں آپ کو درپیش ہوئیں اور آخر ابن عجم ملعون کے ہاتھ سے عمر کے وقت جمعہ کی شب سترھویں رمضان  
شعبہ ہجری میں نہ ٹھہری ہوئے اور اتوار کی رات کو وفات پائی حضرت امام حسن علیہ السلام نے نمازِ جنازہ پڑھا کر کوئی کے  
دارالامانت میں راتوں رات دفن کیا اور ابن عجم کے گھر کے گھر کے آگ میں اس کو جلا دیا ۱۱





جس وقت حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام حیات جاودانی اور قربِ رزانی سے سرفراز ہوئے حضرت سیدنا امام المسلمین امام حسن علیہ السلام نے اپنے جلو سے محنت مانوس سے محنتِ خلافت کو آئینہ انصاف فرمایا۔ مگر چونکہ زمانہ آپ کا نہایت پر آشوب اور سرِ بایساد تھا اور باغیوں نے سر اٹھا رکھا تھا۔ پس آپ نے چند در چند مصلحتوں کو پیشِ نظر رکھ کر امیرِ خلافت معاویہؓ کے پیرو کیا اور ان کی بیعت کر کے آپ سبکدوش ہوئے۔ اور فرمایا خدا اور رسول کے حق کی قسم ہے۔ یہی مجھ کو میرے والد نے بوقت انتقال وصیت فرمائی تھی۔ اور میں اس کے خلاف شکر سکتا تھا

حضرت امام حسن علیہ السلام کے فضائل و مناقب و محامد و کمالات و نہایت سے باہر ہیں۔ آپ باغِ رسالت کے تر و تازہ پھول اور اہل حجت کے سر دار اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ تھے کہتے ہیں حسن اور حسین یہ دونوں نام ان بزرگ داروں سے پہلے کسی کے نہیں رکھے گئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ناموں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے چھپا رکھا تھا۔ چنانچہ حضور نے اپنے دونوں صاحبزادوں کے یہ نام رکھے ولادتِ شریف حضرت امام حسن علیہ السلام کی نصفِ رمضان سنہ ہجری میں ہوئی۔

اور حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد کوئٹہ میں آپ سے بیعت ہوئی اور آپ خلیفہ بنائے گئے چنانچہ چھ مہینہ اور کچھ روز خلافت کر کے حسبِ الطلب معاویہؓ کے خلاف آپ نے معاویہؓ کے سپرد کی۔ اور خود اُس سے سبکدوش ہو گئے۔ اور مسلمانوں کی قتل و خونریزی آپ نے پسند نہ فرمائی۔ اور مجددِ شریف میں تشریف لے آئے آخر جدہ بنتِ اشعث آپ کی بیوی نے یزید کے بہکانے سے آپ کو نہر دیا۔ جس سے ۳۰ سالہ میں آپ کی شہادت ہوئی۔

حضرت امام حسین نے ہر چند آپ سے دریافت کیا کہ آپ بتلائے کس نے آپ کو دہر دیا ہے۔ فرمایا میں نہیں جانتا۔ مگر واقعی اُس نے ہر دہر دیا ہے جس پر ایمان ہے تو اُس سے خواست بر لے لینے والا ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے۔ تو میرے کہنے سے ایک بے گناہ قتل ہو گا۔ رضی اللہ عنہ





نبی امیہ کے بعض سلاطین سوارِ لغت اور ملامت کے کسی بات کے مستحق نہ تھے۔

جب نبی امیہ کا دورِ سلطنت ختم ہوا اس وقت امدتہ نے دنیا میں ایک رحمت نازل فرمائی یعنی ابوسلمہ دوزی نے خراسان سے خروج کیا۔ اور تائیدِ الہی کے ساتھ مروانیوں سے لڑنا بھڑتا اور جنگ و مقابلہ کرتا اور شکستوں پر شکستیں دیتا ہوا کوفہ پہنچا۔ اور کوفہ ہی میں اُس نے ابوالعباس سفاح کو تختِ سلطنت پر نہن کیا۔ سفاح سے دین و دنیا کے کام قائم ہوئے۔ اور خلافت کا جو طرزِ کھلنا رابع کے عہد میں تھا وہی اس کے عہد میں قائم ہوا۔ اس لیے کہ سفاح حضرت عباس بن عبدالمطلب کی اولاد سے ہے۔ یہ کوفہ کے اندر اپنے گوشہ عبادت میں بیٹھا تھا۔ یہاں تک کہ خدانے اُس کو نکال کر خالو نوپر مسلط کیا۔ اور خلافت کا امر قائم ہوا۔

پس اس طالبِ ہم نے اس کتاب میں جو جو علمی اشارات اور امور مختلف الفاظ میں بیان کیے ہیں۔ ان میں خوب غور کر۔ اور کامل فکر و تامل کے ساتھ ان کو سمجھو۔ یہ میں نے اُن اسرار میں سے ظاہر کیے ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے محض اپنے کمالِ نعمت اور لطف و کرم سے میرے قلب پر منکشف کیا۔

میں نے اپنے فکر کے خزانہ میں ہر فن کا زبدہ اور خلاصہ جمع کر رکھا ہے۔ کیونکہ ہر ایک کلام ہر امام کے واسطے ہر مقام کے واسطے شایاں نہیں ہے۔ اور ہر ایک کے واسطے اس کے گریوئے مخصوص ہیں۔

اگر مصنف مزاج اور تجربہ کار شخص اس کتاب کا مطالعہ کریگا۔ ضرور اس سے محظوظ ہوگا۔ اور اگر حاسدِ بدظنیت اس کو دیکھے گا۔ تو وہ سوائے طعن و تشنیع اور میرے صفاتِ حسنہ کے انکار کے اور کچھ نہ کہیگا۔

مگر میں نے لوگوں کے اچھا بُرا کہنے کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ کیونکہ لوگوں کی رہنمائی ایک ایسی لامناہیت چیز ہے۔ جس کو کوئی حاصل نہیں کر سکتا۔ میں نے صرف اسی شخص کی قدر دانی پر قناعت کی ہے۔ جو اس گوہرِ گرانیہ کو صیاب کی پچا نا چاہیے پہچانتا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ہم سے ثوابِ جزل کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یقیناً میں خدا اور دل

پرایان لانیوالوں میں سے ہوں (لہذا مجھ کو اُس کے وعدہ پر پورا اعتماد ہے) چنانچہ وہ فرماتا ہے  
 مَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ رَانَآلَا نُنْصِیْمُ اَبْرٰمٰنَ اَحْسَنَ عَمَلًا یٰعِیْسٰی بے شک جو لوگ  
 ایمان لائے ہیں۔ اور نیک کام کیے ہیں۔ بیشک ہم اُس شخص کا ثواب صلح نہیں کرتے جو  
 اچھا عمل کرتا ہے ۛ

اے خدا تو اُس سے بڑھ کر ہے کہ تجھ کو یا کَیْنِز کہیں۔ اور تو اس سے بھی بالاتر ہے  
 کہ تجھ کو یا عَلِیُّ کہیں بے شک تو کریم رحیم ہے تو نے اپنے لطف اور مہربانی کی نعمتیں  
 اپنے بندوں میں سے ایک حقیر ترین بندہ پر فرمائی ہیں۔ تو جو ادغیر معلول اور کریم غیر ملول  
 ہے۔ تیری رحمت کی گھٹا طابوں کی روحوں پر برستی ہے۔ اور تیری رافت کی چادر  
 حار فوں کے دلوں کو ڈھانک لیتی ہے۔ تیری توفیق کے راہبر موصیلین کے فکر کی اندھیری  
 راتوں میں رہنمائی کرتے ہیں۔

پس تو اپنی انیت میں وہی ہے جو تو اپنی ہویت میں ہے۔ پس تو وہ ہے اور وہ تو  
 ہے اور نہیں کہا جاتا۔ مگر اشارہ میں۔ اور نہیں کثیر ہوتا ہے مگر عبارت میں

پس اے وہ ذات جس کا جلال تمام تخیلات اور تشبہات سے منزہ ہے۔ تو ہی ہے  
 جس نے اس ضعیف اور فقیر بندہ کو عین عنفوانِ شباب میں ایسی توفیق دی۔ جس  
 کے سبب اُس نے تیری علمی کمونات میں سے تیرے علم کے لطائف ظاہر کئے اور  
 تو نے ہی اس مسکین محروم اپنی جمالت کے مقرر کو ایسی ہریت کی جس کے باعث سے  
 اُس نے تیرے بدیع اسراروں کو کھول دیا ہے اور جو کچھ تو نے اس کی لوحِ روح پر لکھا  
 تھا وہ اُس نے صفحاتِ اوراق پر ثبت کیا۔ پس اے پروردگار جبکہ تو نے مجھ پر ایسا کرم  
 کیا ہے۔ تو تیری چھوٹی سے چھوٹی خطائیں بھی دوزخِ ماورِ میرے ان و نشوون کو حاسدوں  
 کی دستبرد اور اُن کے ظلم سے محفوظ رکھ

اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا اور آخرت میں عذابِ نار سے بچا دنیا میں عذابِ  
 نار کا مایابی اور ترکِ یاری ہے۔ اور آخرت میں عذابِ نار محرومی اور مایوسی ہے۔  
 اب میں نے اُس کتاب کو حتم کر دیا اور اے طالبِ حق کو وصیت کرتا ہوں کہ اس



نوشتہ کو نا اہل سے محفوظ رکھو اور پوشیدہ رکھو۔ اور اس شخص کو ہرگز نہ دکھائی دو۔ اپنے بھائی،  
 قانع ہو۔ اور جب تو اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ تو اس بندہ ضعیف دلیلیں مصطفیٰ ہو  
 کیونکہ غیر اور حسن و عکس کے ساتھ یاد کیجوشاید کہ خدا تیری ہی دعا کی برکت سے اس پر دم توڑے  
 بس اللہ ہی بہتر مددگار ہے۔ اور اسی کی جناب میں شکایت آفاتِ روزگار ہے۔ اے پروردگار  
 اپنے بندہ اور اپنے نبی اور ہمارے سردار حضرت محمد نبی اُمّی اور ان کی آل پاک پر درود و  
 سلام بہت بہت نازل فرما۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 اللہ کے رب تبارک و تعالیٰ یہ ماہ شعبان المعظم سنہ تیرہ سو اٹھائیس ہجری ہر روز چار شنباس  
 کتاب کے زبہ سے چوبیس روز کے عرصہ میں فراغت ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ  
 سید نسیم علی نظامی حسینی دہلوی خواہر زادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا سلطان المشائخ  
 محبوب الہی قدس سرہ۔ حتم کتاب ہذا۔

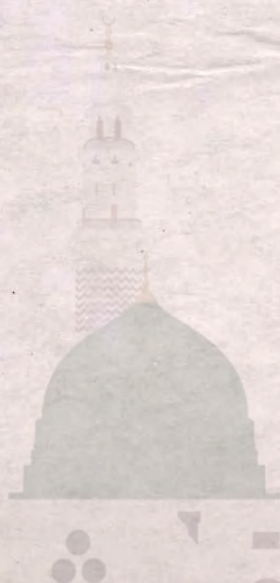
الحمد لله الذي جعل في كل شيء  
 حكمة وحكمة في كل شيء  
 الحمد لله الذي جعل في كل شيء  
 حكمة وحكمة في كل شيء

الحمد لله الذي جعل في كل شيء  
 حكمة وحكمة في كل شيء  
 الحمد لله الذي جعل في كل شيء  
 حكمة وحكمة في كل شيء









[www.maktabah.org](http://www.maktabah.org)



# ہماری چند دیگر مطبوعات

## سیرت مصطفیٰ

- ① حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان سے حضور پاکؐ کی سیرت پر عمدہ انتخاب
- ② حضرت یوسف علیہ السلام
- ③ مولانا عروج احمد قادری کی قلم کا شاہکار۔ قصہ یوسفؑ قرآن کی روشنی میں
- ④ تعلیمات نبوی ﷺ
- ⑤ گلدستہ احادیث سے چند خوبصورت پھولوں کا انتخاب
- ⑥ تذکرہ اولیائے پاک و ہند
- ⑦ پاک و ہند کے ۷۰ اولیائے کرام کے حالات طیبات، کشف و کرامات کا شاندار

## روحانی علاج

- ① ڈاکٹر میر ولی الدین نے ہر بیماری کا علاج قرآن کی روشنی میں کیا ہے۔
- ② طب نبوی
- ③ تندرست رہیے اور بیماریوں سے بچنے کے لیے اس خوبصورت کتاب کا مطالعہ کریں
- ④ میری نماز
- ⑤ نماز کے موضوع پر ایک بہترین کتاب۔
- ⑥ طب روحانی
- ⑦ مولانا ابراہیم دہلوی نے اس کتاب میں قرآن پاک کی سورتوں اور آیتوں کے خواص و عملیات درج کیے گئے ہیں۔

## **Maktabah.org**

This book has been digitized by [www.maktabah.org](http://www.maktabah.org).

Maktabah.org does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah.org, 2012

Files hosted at Internet Archive [[www.archive.org](http://www.archive.org)]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to [ghaffari@maktabah.org](mailto:ghaffari@maktabah.org), or go to the website and click the Donate link at the top.

[www.maktabah.org](http://www.maktabah.org)